تاریخ ابن کثیر

البدایہ والنہایہ

حصہ نہم ۔ دہم
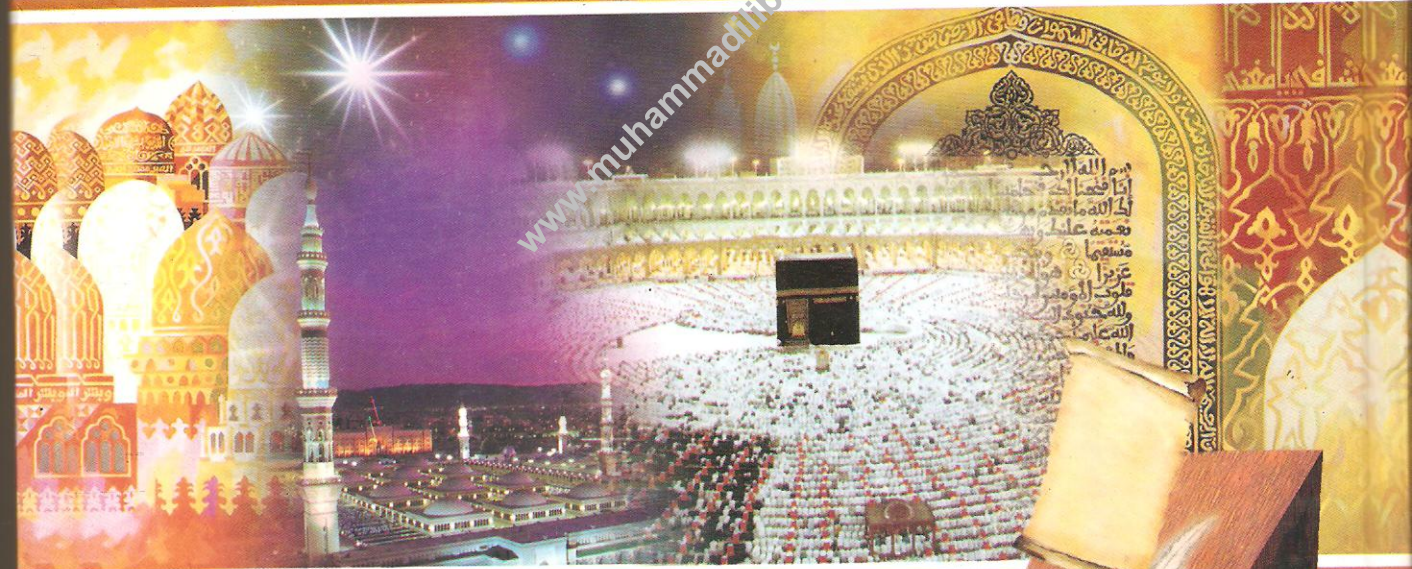
علامہ حافظ ابو الفدا عماد الدین ابن کثیر دمشقی

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ ابن کثیر

علامہ حافظ ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ

تاریخ ابن کثیر

شہرۂ آفاق عربی کتاب

البدایۃ والنہایۃ

کا اردو ترجمہ

جلد ۱[illegible]

اصلاً خلفائے بنوامیہ کے حالات وکوائف اور ان کے عہد کی شاندار فتوحات اور فلاحی وترقیاتی کارناموں پر مشتمل ہے تاہم اس دور کے تقریباً تمام معروف امراء واعیان مملکت' بزرگان ملت' بعض صحابہ کرامؓ' تابعین عظامؒ اور شعراء وادباء کے حالات بھی ہیں۔

تصنیف ❁ علامہ حافظ ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر (۷۰۱ھ-۷۷۴)

ترجمہ ❁ حافظ سید عبدالرشید ندوی ایم۔اے

نفیس اکیڈمی

اردو بازار، کراچی

البِدَايَة والنِهَايَة

نام کتاب .... تاریخ ابنِ کثیر (جلد ۵)
مصنف .... علامہ حافظ ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر
ترجمہ .... حصہ نہم، حافظ سید عبدالرشید ندوی ایم اے، حصہ دہم، مولانا اختر فتح پوری
ناشر .... نفیس اکیڈمی۔کراچی
طبع اوّل .... جون ۱۹۸۸ء
ایڈیشن .... آفسٹ
ضخامت ۳۰۴صفحات
ٹیلیفون .... ۰۲۱۔۷۷۲۲۰۸۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

(جلد نہم)

البدایہ والنہایہ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف بزرگ مؤرخ حافظ ابن کثیر بن اسماعیل بن عمر ابو الفداء الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ کی تالیف ہے جو چودہ ضخیم حصص پر مشتمل ہے' زیر نظر حصہ نہم اگرچہ اصلاً خلفائے بنو امیہ کے حالات و کوائف' ان کے عہد کی شاندار فتوحات اور فلاحی و ترقیاتی کارناموں پر مشتمل ہے' تاہم ضمناً اس میں اس دور کے تقریباً تمام معروف امراء و اعیان مملکت' بزرگان ملت' بعض صحابہ کرام' تابعین عظام کے علاوہ بعض فقہاء' اتقیا اور شعراء و ادباء کے حالات بھی آ گئے ہیں۔

کتاب کے مؤلف ''حافظ ابن کثیر'' جندل کے مقام پر پیدا ہوئے' دمشق کو انہوں نے اپنا مسکن و وطن بنایا اور پھر وہیں کے مردم خیز خطہ اور علمی سرزمین میں ۷۷۴ھ میں آسودۂ خاک ہو گئے۔

حافظ ابن کثیر مرحوم نے ''**البدایہ والنہایۃ**'' جیسی اہم اور مفصل' تاریخی کتاب کے علاوہ جس کو انہوں نے نہایت عرق ریزی اور ژرف نگاہی سے مرتب کیا ہے ''تکمیل'' نامی کتاب بھی اسی موضوع پر لکھی ہے جس کے جستہ جستہ حوالے زیر نظر کتاب میں بھی ملتے ہیں۔

جس طرح ''دار ابن کثیر'' بیروت (لبنان) کا ادارہ عرب مصنفین ومؤلفین کی کتابوں کو اہتمام سے شائع کرنے کے لیے منفرد ہے اسی طرح پاکستان میں نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی بھی ملک کا وہ ممتاز اور مشہور ادارہ ہے جس نے اب تک بہت سی نادر اور نایاب علمی ودینی عربی کتابوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ شائع کرنے کا فخر حاصل کیا ہے۔

اور اب وہی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' جزونہم کا ترجمہ بھی دیدہ زیب کتابت وطباعت کے ساتھ عوام کے سامنے پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہے امید ہے قارئین کرام ادارہ کی مخلصانہ کوششوں کی قدر فرما کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے اور مترجم کے حق میں بھی دعاء خیر کریں گے۔

والسلام مع الاکرام

دعاؤں کا طالب

مترجم: سید عبدالرشید ندوی

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

البدایة والنهایة

(حصہ نہم)

۷۴ھ

اس سنہ کے آغاز ہی میں عبدالملک نے طارق بن عمرو کو مدینہ کی گورنری سے برطرف کر کے حجاج بن یوسف ثقفی کو اس کی جگہ گورنر مقرر کیا اس کے لیے نفس بہ نفیس مدینہ آیا اور کئی ماہ وہاں قیام کیا اور پھر عمرہ کے خیال سے وہاں سے روانہ ہوا' عمرہ سے فارغ ہو کر وہ پھر مدینہ واپس آیا اور بنی سلمہ میں ایک مسجد بنوائی جو آج تک اس کے نام سے موسوم ہے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حجاج نے اس مدت کے دوران جابر اور سہل بن سعد کو حضرت عثمان کی حمایت واعانت نہ کرنے کے باعث بہت کچھ برا بھلا کہا اور گالیاں تک دیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے اس سال حجاج نے ابوادریس خولانی کو یمن کا قاضی بھی مقرر کیا۔ واللہ اعلم۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اسی سال حجاج نے کعبۃ اللہ کی اس بنیاد کو منہدم کرا دیا جو ابن زبیرؓ نے ڈلوائی تھی اور کعبہ کی تعمیر اولین بنیادوں پر کرائی تھی لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ حجاج نے کعبہ کی تمام بنیادیں منہدم نہیں کرائی تھیں بلکہ اس نے صرف شامی دیوار کو منہدم کرا کر اس کے پتھر نکلوا لیے تھے اور اس کو بند کرا دیا تھا اور نکلے ہوئے پتھر کعبہ کے اندرونی حصہ میں لگا دیئے گئے تھے اس طرح بقیہ تین دیواریں علیٰ حالہ باقی رکھی گئی تھیں' چنانچہ کعبہ کی شرقی وغربی بنیادیں جو زمین سے ملحق ہیں آج بھی اسی حالت پر موجود ہیں البتہ مغربی دیوار کی بنیاد کلیۃً منہدم کرا کر اس نے مشرقی دیوار کے زیریں حصہ کی مرامت کروائی اور اس کو زمین سے ملحق کرا دیا جو آج بھی اسی حالت میں باقی ہے۔

اس سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حجاج اور عبدالملک کو غالباً رسول اللہ ﷺ کا یہ قول اس طرح پہنچا تھا جس طرح حضرت ابن زبیر کو ان کی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی پہنچا تھا کہ اگر تیری قوم کا زمانہ ''کفر'' سے اور ایک روایت کے مطابق ''جاہلیت'' سے قریب تر نہ ہوتا تو میں کعبہ کو ڈھا کر اس کی بنیادوں کو پتھروں سے مضبوط کرا دیتا اور اس میں شرقاً غرباً دو دروازے رکھتا اور نیز اس کو زمین کے ساتھ ملحق رکھتا چونکہ تیری قوم کے پاس پیسہ کی کمی تھی اس لیے وہ اس کی تعمیر میں پتھر استعمال نہیں کر سکے اور نہ ہی اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر استوار کر سکے لوگوں نے کعبہ کا دروازہ بھی سطح زمین سے خاصا بلند رکھا تاکہ وہ جس کو چاہیں اس میں داخل ہونے دیں اور جس کو چاہیں اس سے روک دیں۔ بہرحال جب حضرت ابن زبیر کو اقتدار ملا تو انہوں

نے ایسا ہی کیا لیکن جب وہ سب کچھ ہو چکا اور عبدالملک کے کانوں تک مذکورہ حدیث پہنچی سو اس نے کہا کاش ہم اس معاملہ کو یوں ہی چھوڑ دیتے اور اس کو ہاتھ نہ لگاتے۔ اسی سال عبدالملک نے اپنے بھائی بشر بن مروان کو حکم دیا کہ خوارج کے مخصوص طبقہ ازارق کی سرکوبی کے لیے مہلب بن ابی صفرہ کو کمانڈر بنا کر مصر و بصرہ کی فوجیں اس کی ماتحتی میں دے دی جائیں چونکہ بشر بن مروان کو مہلب بن ابی صفرہ سے دلی نفرت تھی اس لیے اس نے عبدالملک کے حکم کو بادل نخواستہ ہی قبول کیا اور اس نے مجبوراً لوگوں کو مہلب کی اطاعت پر راضی کیا' حقیقت یہ ہے کہ بشر بن مروان کے لیے عبدالملک کا حکم ماننے اور اس کی تعمیل کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ اس نے کوفیوں کے امیر عبداللہ بن مخنف کو بھی ہدایت کی کہ وہ اپنے احکام پر سختی سے عملدرآمد کرائے اور مہلب کا کوئی مشورہ یا رائے قبول نہ کرے بہر حال مہلب اہل بصرہ کو لے کر روانہ ہوا اور اس مسافت کے دوران راستہ کے دوسرے امراء بھی اس کے ہمرکاب ہو گئے اور رامہرز کے مقام پر اس نے پڑاؤ کیا۔

ابھی یہاں مہلب بن ابی صفرہ دس دن بھی قیام نہ کرنے پایا تھا کہ اسے بشر بن مروان کی موت کی اطلاع ملی' بصرہ میں اس کا انتقال ہوا تھا اور وہاں کا حاکم اب عبداللہ بن خالد مقرر ہوا تھا' یہ اطلاعات سن کر مہلب نے کچھ فوج تو وہیں چھوڑی اور باقی کو لے کر بصرہ واپس ہوا اس دوران خالد بن عبداللہ نے اہل فارکو دھمکی آمیز خط لکھا اور ان پر عبدالملک کی جاہ وسطوت کا رعب جما کر تنبیہ کی کہ اگر وہ لوگ امیر کے پاس نہ پہنچے تو سخت نقصان اٹھائیں گے چنانچہ جب ان لوگوں نے عمرو بن حریث سے کوفہ جانے کی اجازت چاہی تو اس نے جواباً لکھا کہ تم لوگوں نے اپنے امیر کو چھوڑ دیا ہے اور تم باغی بن کر آئے ہو' ایسے باغیوں اور مخالفوں کو نہ کوئی اجازت ملے گی اور نہ ان کو امان دی جائے گی۔

جب ان لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ سب لوگ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر مختلف علاقوں میں نکل گئے اور روپوش ہو گئے اور جب تک بشر بن مروان کی جگہ حجاج عراق کا گورنر نہ بنا یہ لوگ اپنے خفیہ ٹھکانوں سے باہر نہیں آئے اس کا مفصل حال آگے آئے گا۔

بکیر بن وشاح کی معزولی اور امیہ بن عبداللہ کی بحیثیت گورنر تقرری:

عبدالملک بن مروان نے اس سال بکیر بن وشاح کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ امیہ بن عبداللہ ابن خالد بن اسید تو اشی کو گورنر مقرر کیا تاکہ لوگ متفق ہو کر اس کا ساتھ دیں' اس کی ضرورت اس لیے بھی تھی کہ عبداللہ بن حازم کے بعد خراسان فتنہ و فساد کا گڑھ بن گیا تھا چنانچہ جب امیہ بن عبداللہ خراسان پہنچا تو اس نے بکیر بن وشاح کو اپنا باڈی گارڈ بنانے کی پیشکش کی لیکن اس نے انکار کر دیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ اسے طخارستان کا حکمران بنا دیا جائے لیکن امیہ سے لوگوں نے اسے اس طرح تنہا چھوڑ دینے پر اندیشہ کا اظہار کیا اس لیے امیہ نے بکیر بن وشاح کو اپنے پاس ہی مقیم رکھا اور کہیں جانے نہ دیا۔ ابن جریر کا بیان ہے کہ حجاج جب مدینہ و مکہ' یمن اور یمامہ کا گورنر تھا تو اس نے لوگوں کو حج کرایا اور ابن جریر کا' واللہ اعلم یہ بھی کہنا ہے کہ اس سال عبدالملک نے عمرہ بھی ادا کیا۔

۷۴ھ میں وفات پانے والے لوگ

حضرت رافع بن خدیج بن رافع انصاری

بڑے جلیل القدر صحابی گزرے ہیں احد اور بعد کی جنگوں میں برابر شریک رہے' جنگ صفین میں بھی حضرت علیؓ کے ہم رکاب تھے' فلاحت وزراعت میں دونوں ایک دوسرے کے شریک کار تھے ۷۴ھ میں انتقال ہوا تو ان کی عمر اکیاسی سال کی تھی' کل اٹھتر احادیث ان سے مروی ہیں اور سب احادیث قوی ہیں' احد کی لڑائی میں ان کی ہنسلی میں ایک تیر پیوست ہوگیا تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان کو اختیار دیا تھا کہ وہ چاہیں تو یہ تیر نکال دیا جائے اور چاہیں تو اس کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے جو ان کے لیے قیامت کے دن بطور شہادت کام آئے گا' رافع بن خدیج نے آخری صورت قبول کی' چنانچہ اس تیر سے جانبر نہ ہو سکے اور اسی سال انتقال فرما گئے۔ رحمہ اللہ۔

حضرت ابوسعیدؓ خدری:

ان کا نام سعد بن مالک بن سنان الانصاری الخزرجی ہے' یہ فقہائے صحابہ میں جلیل القدر گزرے ہیں' جنگ احد میں صغرسنی کے باعث شریک نہیں کیے گئے' جنگ خندق میں پہلی بار حصہ لیا اور اس کے بعد غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت فرمائی۔ ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں' صحابہ کرام کی مقتدر بہ جماعت سے بھی انہوں نے روایات بیان کی ہیں' تابعین اور صحابہ کی بڑی تعداد نے بھی ان سے احادیث بیان کی ہیں ان کا شمار فاضل وعالم واجل صحابہ میں ہوتا ہے' واقدی وغیرہ کے مطابق ۷۴ھ میں ان کا انتقال ہوا لیکن بعض لوگوں کے نزدیک دس سال قبل ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

طبرانی نے لکھا ہے کہ مقدام بن داؤد' خالد بن نزار' ہشام بن سعید نے زید بن اسلم سے انہوں نے عطاء بن یسار اور انہوں نے ابوسعید الخدری سے حدیث بیان کی ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ''یا رسول اللہ تمام لوگوں میں سے کن لوگوں پر سب سے زیادہ مصیبتیں پڑتی ہیں''۔ آپ نے فرمایا ''انبیاء''۔ میں نے پوچھا ان کے بعد کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا ''صلحاء'' ان میں سے کوئی تو اس قدر تنگی کی زندگی میں مبتلا ہوتا تھا کہ اس کے جسم پر بجز ایک صدری یا عباء کے کوئی لباس نہ ہوتا تھا کسی کے جسم میں ایسی جوئیں پڑ جاتی تھیں کہ ان کی اذیت سے بمشکل چھٹکارہ ہوتا تھا مگر ان کے صبر وبرداشت کا یہ عالم تھا کہ راحت وآرام کی زندگی سے زیادہ ان کو اذیت ومصائب کی زندگی زیادہ پسند تھی۔

'قتیبہ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ہم سے لیث بن سعید نے انہوں نے ابن عجلان سے اور انہوں نے سعید بن المقبری سے اور انہوں نے سعید الخدری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ان کے اہل وعیال نے جب ایک دن ان سے ضروریات زندگی کا تقاضا کیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کی حاجت روائی کے لیے حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو؟ اب وقت آ گیا ہے کہ تم سوال کرنے سے باز رہو جو شخص ایسا کرے گا اللہ اس کو بہت دے گا اور جو شخص استغنا کرے گا اللہ اس کو غنی کر دے گا' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر کوئی شے عطا

نہیں کی اور اگر تم مانگنے اور سوال کرنے سے باز رہو گے تو میرے پاس جو کچھ ہوگا وہ تمہیں دے دوں گا'' اس کو طبرانی نے بیان کیا اور انہوں نے ابوسعید سے بھی یہی روایت بیان کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ:

ابن الخطاب القرشی العدوی' ابوعبدالرحمٰن المکی ثم المدنی اپنے والد بزرگوار کے ساتھ مشرف باسلام ہو گئے تھے جس وقت یہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو ان کی عمر صرف دس سال کی تھی اور بلوغت کو بھی نہیں پہنچے تھے اس کے باوجود اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی' غزوہ احد کے وقت صغرسنی کے باعث ان کو جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں ملی تھی لیکن غزوۂ خندق کے موقع پر ان کی عمر پندرہ برس کی ہو چکی تھی اس لیے غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور اس کے بعد دوسرے غزوات میں بھی شریک رہے یہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا جو عثمان بن مظعون کی ہمشیرہ تھیں' عبداللہ بن عمر جسیم اور متوسط القامت تھے' داڑھی میں سنہرا خضاب لگواتے تھے اور اپنی مونچھوں کو اہتمام سے کٹواتے تھے' وہ ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرتے اور آنکھوں کے لوؤں کو پانی سے اچھی طرح دھوتے تھے' حضرت عثمانؓ نے ان کو عہدہ قضا پر مامور کرنا چاہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا' وہ یرموک' قادسیہ' جلولا اور فارس کے دیگر معرکوں میں شریک ہوئے' یہ فتح مصر کے موقع پر بھی موجود تھے اور وہاں ایک گھر بھی تعمیر کرایا تھا۔

عبداللہ بن عمرؓ نے بصرہ اور فارس و مدائن کا بھی دورہ کیا' جب حضرت عمر فاروقؓ کا انتقال ہوا تو ان کی عمر ۲۲ سال تھی' انہیں جب اپنے مال و اسباب میں کوئی چیز مرغوب ہوتی تھی تو اس کو فی سبیل اللہ دے ڈالتے تھے' ان کے غلاموں کو ان کی اس کیفیت کا علم تھا اس لیے بالعموم ان میں سے کوئی نہ کوئی مسجد تک ان کے پیچھے لگا رہتا تھا اور جب ابن عمرؓ یہ دیکھتے تو اس غلام کو آزاد کر دیتے تھے' لوگوں نے ایک مرتبہ ان سے کہا یہ لوگ آپ سے مکر و فریب کرتے ہیں یہ سن کر آپ نے جواب دیا اگر یہ لوگ ہم سے خدا کے لیے فریب کرتے ہیں تو ہم بھی خدا کے لیے بخوشی اس فریب کو گوارا کر لیں گے۔

عبداللہ بن عمر کی ایک کنیز تھی جس کو وہ بہت محبوب رکھتے تھے لیکن انہوں نے تقرب الی اللہ کے جذبہ کے ماتحت اس کو بھی آزاد کر دیا تھا اور اس کا نکاح اپنے غلام نافع سے کر دیا اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾.

''تمہیں اس وقت تک کامل نیکی نہیں ملے گی جب تک اپنی عزیز ترین متاع اللہ کی راہ میں قربان نہ کرو گے''۔

ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرؓ نے ایک اونٹ خریدا جو انہیں بہت پسند تھا' مگر نافع کو حکم دیا کہ اس اونٹ کو صدقہ کے اونٹوں میں شامل کر دیا جائے۔ جعفر نے عبداللہ بن عمر کو نافع غلام کی دس ہزار قیمت دینا چاہی مگر اس کی قیمت اس سے کہیں زیادہ تھی اس لیے اس کو لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرؓ نے ایک غلام چالیس ہزار میں خریدا اور اس کو آزاد کر دیا' غلام نے کہا اے میرے آقا آپ نے مجھے آزاد کر دیا مگر مجھے زندگی بسر کرنے کے لیے بھی تو کچھ عنایت ہو اس پر اس کو عبداللہ بن عمرؓ نے چالیس ہزار دیے۔

انہوں نے ایک دفعہ پانچ غلام خریدے جب عبداللہ ابن عمر نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ غلام بھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگے اس پر انہوں نے ان سے دریافت کیا تم لوگ کس کے لیے نماز پڑھ رہے ہو؟ جواب ملا خدا کے لیے' اس پر عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا جاؤ تم سب اس کے نام پر آزاد ہو جس کے لیے تم نے نماز پڑھی۔

مختصر یہ کہ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے انتقال تک تقریباً ایک ہزار غلام آزاد کیے۔ انہوں نے بعض اوقات ایک ہی نشست میں تیس تیس ہزار دینار صدقہ کر دیئے ان کا معمول تھا جب تک کسی یتیم کو اپنے دسترخوان پر نہ بٹھا لیتے' گوشت تناول نہیں کرتے تھے' ان کے پاس امیر معاویہؓ نے یزید کی بیعت کے سلسلہ میں ایک لاکھ دینار بھیجے تھے مگر یہ ساری رقم انہوں نے ایک سال سے پہلے خرچ کر دی تھی' وہ کہا کرتے تھے میں خدا کے سوا کسی سے سوال نہیں کرتا اور جو کچھ خدا مجھے دیتا ہے اسے شکر کے ساتھ قبول کرتا ہوں' فتنہ کے زمانہ میں جو امیر آتا تھا ان کے پیچھے نماز ادا کرتا تھا اور اپنے مال کی زکوٰۃ ان کو خرچ کرنے کے لیے دیتا تھا' وہ مناسک حج سے سب سے زیادہ باخبر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے تھے اور آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل کر کے نماز پڑھتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس درخت کے نیچے صحابہؓ سے بیعت لی تھی' عبداللہ بن عمرؓ اس درخت کے پاس معمولاً آتے اور اس کی جڑ میں پانی ڈالتے۔ اگر جماعت کے ساتھ ان کی نماز قضا ہو جاتی تو شب بیداری کر کے اس کی تلافی کرتے تھے اور وہ اکثر و بیشتر تہجد و شب بیداری میں اپنا وقت گزارتے تھے۔

لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب تک عبداللہ بن عمرؓ زندہ رہے' وہ فضل و کمال میں اپنے والد کی مانند تھے اور حضرت عمر فاروقؓ کے بعد زندہ لوگوں میں وہ سب سے بہتر سمجھے جاتے تھے' ان کی عمر ساٹھ سال کی ہوئی لیکن اس پورے عرصہ میں دور دراز کے لوگ ان سے فتاویٰ حاصل کرتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث روایت کیں' علاوہ ازیں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت سعد' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے بھی روایات نقل کی ہیں اور خود ان سے ان کے بیٹوں حمزہ و بلال' زید و سالم' عبداللہ و عبیداللہ' اسلم' انس بن سیرین' حسن' سعید بن جبیر' سعید بن المسیب' طاؤس و عروہ' عطا و عکرمہ و مجاہد و ابن سیرین' زہری اور ان کے غلام نافع نے روایات بیان کی ہیں' صحیح حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبداللہ اگر قائم اللیل ہوں تو مرد صالح ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد وہ ہمیشہ قائم اللیل ہی رہے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں' قریش کے نوجوانوں میں عبداللہ بن عمر سب سے زیادہ اپنے نفس پر قابو پانے والے ہیں' حضرت جابر کا قول ہے ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جسے دنیا نے اپنی طرف مائل نہ کر لیا ہو بجز ابن عمرؓ کے اور دنیا کا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے درجات مال و دولت ملنے کے بعد کم نہ ہوئے ہوں بجز عبداللہ ابن عمرؓ کے' سعید بن المسیب کہتے ہیں ابن عمرؓ سے زیادہ کوئی شخص حسن عمل کا ذخیرہ لے کر دنیا نہیں گیا' زہری کا بیان ہے عبداللہ بن عمر متوازن و مصمم عزم و ارادہ کے مالک تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے لیکن صحابہ کے امور و احوال سے وہ کلیتاً واقفیت رکھتے تھے مالک بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر کی عمر چھیاسی سال کی ہوئی اور وہ ساٹھ برس تک افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے ان کے پاس دور دور سے وفود بھی آیا کرتے تھے۔

واقدی اور دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کا انتقال ۷۴ھ میں ہوا لیکن زبیر بن بکار اور دوسروں کا خیال ہے کہ ۷۳ھ میں ان کا انتقال ہوا لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے واللہ اعلم۔

عبید بن عمیر:

ابن قتادہ بن سعد بن عامر بن خندع بن لیث اللیثی ثم الخندعی ابو عاصم المکی قاضی اہل مکہ مسلم بن حجاج کے قول کے مطابق نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے' عبید بن عمیر نے اپنے والد سے روایات نقل کیں اور ان کے علاوہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ' ابو ہریرہؓ' ابن عباسؓ' ابن عمرؓ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے بھی ان کی روایات منقول ہیں' علاوہ ازیں تابعین کی ایک جماعت نے بھی عبداللہ بن عمیر سے روایات نقل کی ہیں جس کی توثیق ابن معین اور ابوزرعہ وغیرہ نے بھی کی ہے' ان کے حلقہ صحبت میں عبداللہ بن عمر جیسے بزرگ صحابی بھی شامل تھے جو ان کے وعظ ونصیحت سے اتنا متاثر ہوتے تھے کہ ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے تھے' یہ بڑے فصیح و بلیغ تھے' اپنے وعظ و تذکیر کے دوران خود بھی رونے لگتے تھے۔

مہدی ابن میمون نے غیلان بن جریر کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ عبید بن عمیر جب کسی کو اپنا دینی بھائی بناتے تھے تو اس کو لے کر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے اور اس طرح دعا کرتے تھے "اے اللہ ہمیں نبی کی تعلیم اور رشد و ہدایت کے باعث سعید اور نیک بخت بنادے اور محمد ﷺ کو ہمارے ایمان کا شاہد بنادے' ہمیں نیکیوں کے حصول کی توفیق عطا کر اور دور از کار آرزوؤں اور موہوم تمناؤں سے دور رکھ' ہمارے دلوں کو نرم کر اور حق باتوں کے کہنے سے ہمیں محفوظ رکھ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ایسا کوئی سوال تجھ سے نہ کریں جس کا علم ہمیں نہ ہو۔ بخاری نے ابن جریج کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ عبید بن عمیر کا انتقال عبداللہ بن عمرؓ سے قبل ہی ہو گیا تھا۔

ابو جحیفہ:

آپ کا پورا نام عبداللہ السوائی ہے' بزرگ صحابی ہیں' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بلوغت سے قبل اور وفات رسولؐ کے وقت دیکھا تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد احادیث بیان کی ہیں اور علی و براء بن عازب سے بھی یہی روایت سے بھی روایات بیان کی ہیں اور تابعین کی ایک جماعت نے بھی ان سے احادیث نقل کی ہیں جن میں اسماعیل بن ابی خالد' حکم' سلمہ بن کہیل اور ابو اسحاق السبیعی داخل ہیں' یہ کوفہ بھی گئے اور وہیں اپنا ایک مکان بھی بنایا اور ۷۴ھ میں وہیں انتقال کر گئے' بعض لوگ کہتے ہیں ۹۴ھ میں انتقال کیا واللہ اعلم۔ حضرت علیؓ کے محافظوں میں تھے اور جب حضرت علی منبر پر کھڑے ہوئے خطبہ دیتے تھے تو یہ ان کے منبر کے پیچھے کھڑے رہتے تھے۔

سلمہ بن اکوع:

یہ ابن عمرو بن سنان الانصاری ہیں۔ درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں شامل تھے' صحابہ کرام کے شہسواروں اور علماء میں شمار ہوتے تھے' مدینہ میں فتوے بھی دیتے تھے' رسول ﷺ کی حیات طیبہ اور مابعد کے مشاہدات سے ان کا تعلق رہا ہے' ستر سال سے متجاوز ہوئے تو مدینہ میں انتقال کر گئے۔

مالک بن ابی عامر:

الاصبحی المدنی جن بہلاتے تھے اور مالک بن انس کے جد امجد تھے صحابہ کی ایک جماعت وغیرہ سے روایات نقل کی ہیں یہ عالم و فاضل تھے ان کا انتقال مدینہ میں ہوا۔

ابو عبدالرحمٰن السلمی:

بلاخوف تردید اہل کوفہ کے مہمان نوازوں میں شمار ہوتے تھے ان کا نام نامی عبداللہ بن حبیب تھا' حضرت علیؓ' حضرت عثمان اور حضرت ابن مسعود کو قرآن پاک سنا چکے تھے اور صحابہ کی کثیر جماعت سے سن بھی چکے تھے' یہ خلافت عثمانؓ سے حجاج کی گورنری تک کوفہ کے سب سے بڑے قاری تھے' ان سے عاصم بن ابی النجود وغیرہ نے قرآن پڑھا تھا' ان کا انتقال کوفہ میں ہوا۔

ابو معرض الاسدی:

ان کا اسم گرامی مغیرہ بن عبداللہ الکوفی ہے' یہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے' یہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں بھی پہنچے اور اس کی مدح سرائی کی۔ ان کے اشعار اچھے ہوتے تھے اور اقسطشی کے تخلص سے معروف تھے' یہ سرخ چہرہ اور گھنے بالوں والے تھے۔ ۷۴ھ میں ان کا کوفہ میں انتقال ہوا اور تقریباً اسی برس کی عمر ہوئی۔

بشر بن مروان:

اموی ہیں اور عبدالملک بن مروان کے بھائی ہیں' یہ عبدالملک کی طرف سے عراقین کے گورنر تھے' عقبہ بن اللباب کے قریب ان کا بنوایا ہوا گھر مشہور تھا' یہ بہت سخی اور فیاض تھے۔ دیر مروان جو جیر کے نزدیک ہے ان ہی کے نام سے منسوب ہے۔ بشر بن مروان ہی نے ایک دن عیش و نشاط میں خالد بن حصین الکلابی کو قتل کروایا تھا' یہ اپنے دروازے کبھی بند نہیں کرتے تھے' ان کا کہنا تھا کہ مرد چھپ کر نہیں بیٹھتے' پردہ نشینی عورتوں کا خاصہ ہے یہ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے تھے اور شعراء کو ہزاروں کے حساب سے بخشش دیتے تھے۔ ان کے مدح گویوں میں فرزدق اور اخطل جیسے شاعر شامل تھے' اس کے بارہ میں اخطل کا شعر ہے:

قد استوی بشر علی العراق　　　من غیر سیف ودم مهراق

ترجمہ: ''بشر نے عراق پر بغیر تلوار چلائے اور خون ریزی کئے قبضہ کر لیا''

بشر کی موت آنکھ میں زخم ہونے کی وجہ سے ہوئی تھی جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو رو کر کہنے لگے کاش آج میں ایک غلام ہوتا اور جنگل میں بکریاں چراتا ہوتا اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ نہ ہوتا' پھر اس کو ابو حازم یا سعید بن المسیب سے کہا ہوا قول یاد آیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ان کو موت کے وقت ہماری پناہ لینے پر مجبور کر دیا' نہ کہ ہمیں ان کے پاس پناہ لینے کے لیے جانا پڑا۔ حسن بیان کرتے ہیں کہ میں جب بشر بن مروان کے پاس پہنچا تو وہ اپنے تخت پر بے قرار تھے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ تخت سے نیچے اترے اور صحن میں آئے ان کے چاروں طرف اطباء موجود تھے اور وہ بے بسی سے سب کو دیکھ رہے تھے۔ اسی سال بصرہ میں ان کا انتقال ہو گیا' یہ پہلا گورنر تھا جو بصرہ میں فوت ہوا۔ جب عبدالملک کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو وہ غمگین ہوا' اس نے شعراء کو ان کا مرثیہ لکھنے کی ہدایت کی۔

۷۵ھ میں رونما ہونے والے واقعات

اس سنہ میں محمد بن مروان نے اپنے بھائی عبدالملک بن مروان سے جنگ کا بیڑا اٹھایا' یہ جنگ دمشق سے نکلنے کے بعد روم کے میدان میں ہوئی۔ اس سنہ میں عبدالملک نے مدینہ کی گورنری یحییٰ بن عاص کے سپرد کی اور حجاج کو وہاں سے ہٹا دیا۔ اسی سال عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو عراق وبصرہ' کوفہ اور اس سے ملحق بڑے بڑے علاقوں کا امیر و گورنیر بنا دیا اور یہ سب کچھ بشر بن مروان کی موت کے بعد ہوا اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ عبدالملک کے خیال میں اہل عراق کی سرکشی کو حجاج بن یوسف کے سوا اور کوئی روکنے کے قابل نہ تھا' اس کے خیال میں صرف وہی اپنے رعب داب شوکت وسطوت اور ہیبت وعظمت کے باعث اہل عراق کی فتنہ انگیزیوں پر غالب آ سکتا تھا' چنانچہ عبدالملک نے حجاج کو مدینہ خط لکھ کر اس کو عراق کی گورنری و امارت سپرد کیے جانے کی اطلاع دی۔ عبدالملک کا حکمنامہ جیسے ہی حجاج کے پاس پہنچا وہ مدینہ سے عراق کے لیے اپنے سواروں کے ہمراہ روانہ ہو گیا اور اہل کوفہ کے سر پر جا پہنچا اس کے ماتحت شرفاء کا ایک طبقہ بھی اس کے ساتھ تھا' چنانچہ وہ کوفہ کے قریب فروکش ہوا' اس نے خضاب لگایا اور عمدہ لباس زیب تن کیا اور تلوار حمائل کی اور اپنے عمامہ کو خاص شان سے اپنے سر پر باندھا اور پھر گورنر ہاؤس کی طرف روانہ ہوا' یہ جمعہ کا دن تھا اور مؤذن جمعہ کی پہلی اذان دے چکا تھا۔

چنانچہ حجاج گورنر ہاؤس سے روانہ ہو کر مسجد میں جا پہنچا اور منبر پر بیٹھ گیا اور کافی دیر تک خاموش رہا' یہ لوگ نظریں اٹھا اٹھا کر اس کو دیکھتے اور پھر اپنے گھٹنوں کی طرف دیکھنے لگتے ان کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں تاکہ وہ پھینک کر اس کو مار سکیں اور وہ ایسا بارہا کر چکے تھے' جب لوگوں کی حیرانی دور ہوئی اور انہوں نے اس کی گفتگو سننا چاہی تو حجاج ان سے اس طرح مخاطب ہوا' اے اہل عراق' اے اہل اختلاف' اے اہل نفاق و بداخلاق لوگو! مجھے تمہارے پاس آنے کا علم تھا اور اس کی اہمیت سے بھی واقف تھا' اس لیے خدا سے دعا مانگتا تھا کہ وہ میرے ذریعہ تمہیں آزمائش میں مبتلا کرے' میرے ہاتھ سے وہ کوڑا تو کہیں گر گیا ہے جس سے تمہیں تادیب کرنا چاہتا تھا اس لیے میں نے اس کی جگہ اس کو استعمال کرنے کا ارادہ کیا ہے اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی لٹکی ہوئی تلوار کی طرف اشارہ کیا اور پھر اس طرح گویا ہوا قسم خدا کی میں تمہارے بڑے کے عوض تمہارے چھوٹے کو پکڑ لوں گا اور غلام کے عوض تم میں سے آزاد کو پکڑ لوں گا' اور پھر اس طرح کٹائی کروں گا جس طرح لوہار لوہے کے ٹکڑے کو تپا کر اس کی کٹائی کرتا ہے یا جس طرح نانبائی آٹے کو گوندھتا اور ٹکیاں لگاتا ہے' جب لوگوں نے حجاج کی گفتگو کا یہ انداز دیکھا تو ان کے ہاتھوں سے کنکریاں گر گئیں۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حجاج جب کوفہ میں داخل ہوا تو رمضان کا مہینہ تھا اور ظہر کا وقت تھا' وہ مسجد میں داخل ہوا اور منبر پر جا بیٹھا' اس نے سرخ عمامہ پہن رکھا تھا جس کے پلوؤں سے اپنا منہ چھپائے ہوئے تھا اس نے منبر سے بآواز بلند لوگوں کو مخاطب کیا اے لوگو؟ لوگوں نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو خوارج سمجھا' چنانچہ جب لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تو اس وقت اس نے اپنے چہرہ پر سے نقاب اٹھائی اور بولا: شعر

انا ابن جلا و طلاع الثنایا متی اضع العمامة تعرفونی

ترجمہ: ''میں بلند اور واضح مقصد لے کر آیا ہوں اور ماہر و تجربہ کار ہوں' جب اپنا عمامہ اتاروں گا تو تم بخوبی پہچان لو گے''۔

اس کے بعد اس نے کہا لوگو! خدا کی قسم میں ہر معاملہ کو اس کی اہمیت کی پیش نظر دیکھتا ہوں اور اس کو ٹھیک ٹھاک نمٹاتا ہوں' ہر چیز میں وہی جوتا پہناتا ہوں جو اس کے فٹ ہوتا ہے' ہر کام کو اس کی مناسبت سے ہوشیاری کے ساتھ انجام دیتا ہوں' خدا کی قسم مجھے کچھ سر ایسے نظر آ رہے ہیں جن کے گردنوں سے علیحدہ ہونے کا وقت آ گیا ہے' بلکہ مجھے تو بعض لوگوں کے سروں اور داڑھیوں پر بہتا ہوا خون بھی دکھائی دے رہا ہے جو بہہ کر پنڈلیوں تک جا پہنچا ہے' اس کے بعد وہ اس طرح گویا ہوا' میں نے آج تک ناز و نخرے برداشت نہیں کیے ہیں اور نہ ہی مجھ سے کوئی دشمنی مول لے سکا ہے میں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں اور بڑے تجربے حاصل کیے ہیں' عبدالملک بن مروان نے اپنے تمام حربے آزما لیے ہیں تو اب قرعہ میرے نام نکلا ہے اور اب یہ کام میرے سپرد کیا ہے اور اس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے' لیکن تم لوگ تو فتنہ و فساد میں مبتلا معلوم ہوتے ہو اور گمراہی کے راستہ پر چل نکلے ہو اور صراط مستقیم سے بھٹک گئے ہو لیکن خدا کی قسم میں تمہارے کس بل سب نکال دوں گا اور تم کو ذلیل کر کے چھوڑوں گا' میں جب کسی کو دھمکی دیتا ہوں تو اسے پورا کر کے چھوڑتا ہوں اور کسی سے وعدہ کرتا ہوں تو اسے نبھاتا ہوں اس لیے تم اپنے آپ کو مختلف قسم کی قیل و قال سے دور رکھو اور تفرقہ بازی سے دور رہو اور صراط مستقیم پر چلتے رہو اور راہ حق سے منہ نہ موڑو ورنہ ہر ایک کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ اپنی ہی مصیبت کا ہو کر رہ جائے گا' اور کسی دوسرے کا اس کو ہوش ہی نہ رہے گا۔

اس کے بعد اس نے کہا' اب اگر تین دن کے بعد میں نے مہلب کے ان آدمیوں میں سے کسی کو دیکھا جو بشر بن مروان کی موت کی خبر سن کر واپس آ گئے تھے تو میں ان کا خون بہانے اور انہیں قتل کرنے میں ہرگز دریغ نہیں کروں گا۔ اس کے بعد وہ منبر سے اتر آیا اور مزید کچھ کہے بغیر گورنر ہاؤس میں داخل ہو گیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حجاج بن یوسف منبر پر چڑھا اور لوگ اس کے منبر کے نیچے جمع ہو گئے تو اس نے بہت دیر تک سکوت اختیار کیا حتیٰ کہ محمد بن عمیر نے اپنی مٹھی کنکریوں سے بھر لی اور اس نے حجاج پر کنکریاں پھینکنے کا ارادہ کیا تو کہنے لگا خدا اس کا برا کرے کیسی تھکا دینے والی تقریر کرتا ہے اور اس کی برائی بیان کرنے لگا' چنانچہ جب حجاج کھڑے ہو کر اپنی تقریر ختم کر چکا تو اس کے ہاتھ سے کنکریاں گرنا شروع ہو گئیں اور اس کو اس کا پتہ بھی نہ چلا کیونکہ وہ حجاج بن یوسف کی فصاحت و بلاغت میں گم ہو کر رہ گیا تھا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حجاج نے اپنی تقریر میں جب یہ الفاظ کہے تو چہرے اوپر اٹھ گئے:

وَضَرَبَ لَهُمْ مَثَلاً قَرْيَةً آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَاتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ.

ترجمہ: ''اللہ نے مثال بیان کی ایک قریہ کی جو مامون و محفوظ تھا ہر طرف سے کشادہ رزق اس بستی کو پہنچتا تھا' اس بستی نے اللہ کی نعمتوں کا کفران کیا جس کے نتیجہ میں اللہ نے اس کو بھوک اور خوف کا مزہ چکھا دیا بسبب ان کے کرتوتوں کے جو وہ کرتے تھے''۔

اے لوگو! تم بھی ایسے ہی لوگ ہو' بہتر ہے کہ تم راہ راست پر آ جاؤ ورنہ خدا کی قسم میں تمہیں بہت ذلیل کروں گا اور تم پر اتنی

سختی کروں گا کہ تم مطیع ہو جاؤ گے‘ اور قسم ہے خدا کی کہ تمہارے ساتھ انصاف ہوگا اور تم ادھر ادھر پناہ کے لیے مارے نہ پھرو گے‘ ایسی ویسی تو بہت سی خبریں مجھ تک پہنچ چکی ہیں اور فلاں فلاں لوگوں نے مجھے کچھ باتیں بتائی ہیں‘ تم بتاؤ سچ بات کیا ہے؟ اور صحیح واقعہ کون سا ہے؟ اگر تم نے صحیح واقعات سے آگاہ نہ کیا تو یاد رکھو اس تلوار سے تمہارے ٹکڑے کردوں گا جو عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا کر چھوڑتی ہے‘ غرض کہ اس نے بڑی طول طویل تقریر کی جس میں شدید ترین دھمکیوں کے علاوہ نیکی اور خیر کا کوئی وعدہ شامل نہ تھا۔ لیکن جب تیسرے دن کا آغاز ہوا تو حجاج بن یوسف کے کانوں میں تکبیر کی آواز آئی تو وہ منبر پر بیٹھا اور کہنے لگا اے اہل عراق اور اے اہل نفاق وشقاق واختلاف لوگو! میں نے آج بازاروں میں وہ تکبیر سنی ہے جو ترغیب کے لیے نہیں بلکہ ترہیب وتخویف کے لیے دی گئی تھی‘ اے نامراد عورتوں کی اولاد‘ اے ڈنڈے کے عادی لوگو اور اے باندیوں اور یتیم عورتوں کی اولاد! خبردار تم میں سے کوئی آپے سے باہر نہ ہو بلکہ دم سادھے ہوئے ہر قدم نہایت احتیاط سے اٹھانا چاہیے خدا کی قسم تم ایک ایسے المیہ سے دوچار ہونے والے ہو جو ماقبل کے لیے درس عبرت ہوگا اور مابعد کے لیے تنبیہ وسرزنش۔

حجاج جب یہ سب کچھ کہہ چکا تو عمیر بن ضابی التمیمی نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا‘ اللہ امیر کو نیکی دے اس وفد میں میں خود بھی باوجود اپنی علالت وبڑھاپے کے شامل تھا اور یہ میرا بیٹا بھی جو نسبتاً مجھ سے جوان ہے‘ حجاج نے دریافت کیا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا عمیر بن ضابی التمیمی‘ حجاج نے کہا اچھا تو تم نے میری کل کی تقریر سنی ہوگی‘ عمیرؒ نے اثبات میں جواب دیا‘ حجاج نے کہا تو پھر کیا تم وہی شخص نہیں ہو جو عثمان بن عفانؓ سے لڑے تھے‘ اس نے کہا ہاں‘ حجاج نے پوچھا تم کو اس بات پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ جواب ملا‘ عثمان بن عفانؓ نے میرے بوڑھے باپ کو قید کر دیا تھا‘ اس پر حجاج بولا: میرا خیال ہے تمہارا قتل مصریوں کے حق میں بہتر ہے اور پھر اپنے نگہبان کو اس کی گردن مار دینے کا حکم دیا جس نے اس کی گردن مار دی اور اس کا مال واسباب بھی لوٹ لیا‘ اس کے بعد حجاج نے عوام میں کوچ کرنے کی منادی کرائی لیکن اس منادی کے باوجود عمیر بن ضابی التمیمی نے تین دن منادی سننے کے بعد تاخیر کر دی‘ جس پر حجاج نے صرف مدحج سے پل کو ایک گھنٹہ میں پار کر لیا اور ان کے ساتھ عرفاء بھی نکلے حتیٰ کہ یہ لوگ مہلب کے دربار میں پہنچے اور اس نے اپنے پہنچنے کا پروانہ بھی بطور تصدیق حاصل کر لیا۔ اس پر مہلب کی زبان سے یہ الفاظ نکلے: قسم ہے خدا کی اب عراق میں ایک مرد (گورنر) آیا ہے جس کی بدولت دشمن اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر قتل ہو گئے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حجاج بن عمیر بن ضابی کو پہچانتا نہ تھا‘ حتیٰ کہ عنبسہ بن سعید نے مخاطب ہو کر حجاج سے کہا اے امیر یہی وہ شخص ہے جو حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد ان کے قریب آیا اور اس نے ان کے منہ پر طمانچے مارے‘ یہ سن کر حجاج نے فوراً عمیر بن ضابی کے قتل کا حکم دے دیا۔

اس کے بعد حجاج بن یوسف نے حکم بن ابی ثقفی کو اپنی طرف سے بصرہ کا نائب امیر بنا کر بھیجا اور اس کو خالد ابن عبداللہ پر نہایت سختی روا رکھنے کا حکم دیا۔ علاوہ ازیں اس نے کوفہ کے منصب قضا پر شریح کو مقرر کیا اور پھر کوفہ کی طرف عارضی مدت کے لیے کوچ کر گیا۔ اس نے ابویعفور کو کوفہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور بصرہ کے منصب قضا پر زرارہ بن اوفی کو مقرر کر کے کوفہ واپس آ گیا اس سال عبدالملک بن مروان نے لوگوں کو حج کرایا اور اپنے چچا یحییٰ کو مدینہ کی نیابت سپرد کی اور امیہ بن عبداللہ کو بلاد

خراسان کا نائب مقرر کیا' نیز اس سال بصرہ کے حاجیوں پر اس نے کچھ نگران بھی مقرر کیے اور [illegible] لیے کہ کوفہ سے روانگی کے وقت حجاج نے عمیر بن ضابی کے قتل کے بعد بصرہ میں بھی قیام کیا تھا' اور ان کو بھی اہل کوفہ کی طرح شدید طور پر دھمکایا اور ڈرایا تھا' اس کے بعد حجاج کی پشکر کے ایک شخص سے نزدیک آیا' لوگوں نے کہا یہ نافرمان ہے اس نے جواب کہا مجھے فتق کا عارضہ ہے جس کی وجہ سے مجھے اللہ اور بشر بن مروان نے معذور سمجھ کر چھوڑ دیا تھا اور یہ میرا نذرانہ ہے بیت المال کے لیے حجاج نے اس کے عذر کو ناقابل پذیرائی سمجھ کر اس کے نذرانہ کو بھی مسترد کر دیا اور اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

یہ دیکھ کر اہل بصرہ خوف زدہ ہو گئے اور بصرہ سے نکل گئے اور رامہرمز کے پل کے قریب جمع ہو گئے' ان کا سردار عبداللہ بن الجارود تھا' حجاج ان کی سرکوبی کے لیے لشکر کے دوسرے سرداروں کے ہمراہ خود بھی شعبان کے مہینہ میں روانہ ہوا جس کے بعد بڑے گھمسان کی جنگ ہوئی اور عبداللہ بن جارود مارا گیا حجاج نے حکم دیا کہ عبداللہ بن جارود اور اس کے دیگر سرداروں کے سر پل کے ساتھ لٹکا دیئے جائیں اس کے بعد اس نے ان سرداروں کو مہلب کے پاس بھجوا دیا جن کو دیکھ کر اس کو بہت خوشی اور تقویت پہنچی اور خوارج کے امیر کو اس واقعہ سے سخت صدمہ اور ضعف پہنچا۔

حجاج بن یوسف نے مہلب اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو خطوط بھیجے جن میں ان کو خوارج کے خلاف اقدامات کرنے کا حکم دیا' چنانچہ تعمیل حکم میں مہلب اور عبدالرحمٰن لوگوں کو ساتھ لے کر آزادانہ خوارج کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان لوگوں کو ان کے تمام ٹھکانوں سے جلاوطن کر دیا اور رامہرمز کے آس پاس سے بھی بآسانی بیدخل کر دیا۔ چنانچہ تمام خوارج شکست کھا کر ولایت سابور کے عالمقہ کارزون کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور باقی لوگ بھی ان کے پیچھے وہیں پہنچ گئے اور رمضان کے آخری عشرہ میں فریقین کی پھر ایک جگہ مڈبھیڑ ہوئی' جب رات خوب تاریک ہو گئی تو خوارج نے موقع پا کر مہلب پر شب خون مارا لیکن مہلب نے اپنے لشکر کے ساتھ خندق کھود کر خود کو محفوظ کر لیا تھا اس کے بعد وہ لوگ عبدالرحمٰن بن مخنف کی طرف آئے جس کو انہوں نے غیر محفوظ و غیر محتاط پایا' حالانکہ اس کو بھی مہلب نے خندق کھدوا کر اپنے لشکر کو محفوظ کر لینے کا پہلے ہی مشورہ دیا تھا' لیکن اس نے اس کے مشورہ پر عمل نہ کیا' چنانچہ رات کو ہی گھمسان کا رن پڑا اور خوارج نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو قتل کر دیا اور اس کے لشکر کو بھی بری طرح شکست ہوئی۔

کہا جاتا ہے عبدالرحمٰن سے خوارج کی یہ جنگ رمضان کے آخری عشرہ کے بدھ کے دن ہوئی تھی اور یہ ایسی شدید تاریخی جنگ تھی جو خوارج نے اس سے پہلے کبھی نہیں لڑی تھی' اس سے قبل جب بھی خوارج نے مہلب کی فوج پر حملہ کیا تو عبدالرحمٰن بن مخنف نے گھوڑوں اور اپنے سپاہیوں سے بہت مدد کی تھی' لیکن اس مرتبہ اپنی نادانی اور غفلت کی وجہ سے اس نے خود ہی خوارج کو ایسے غیر متوقع حملہ کا موقع فراہم کر دیا تھا' بہرحال عبدالرحمٰن خوارج کے ساتھ جنگ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ رات کو ہی مارا گیا اور صبح ہوئی تو مہلب نے آ کر اس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا اور حجاج کو اس کی ہلاکت کی اطلاع دی' حجاج نے اس واقعہ کی اطلاع عبدالملک بن مروان کو دے اور اس کی جگہ عتاب بن ورقاء کو امیر بنانے کا حکم دیا اور اس کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ مہلب کے تابع فرمان رہے۔

اس حکم کو اگرچہ عتاب نے پسند نہیں کیا لیکن اس کو حجاج کا حکم ماننے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا لہٰذا وہ مہلب کے احکام کی تعمیل کرتا تھا مگر اکثر گریز کر جاتا تھا۔ اس پر مہلب نے ابتداءً تو عتاب سے گفت و شنید کی لیکن جب عتاب باز نہ آیا تو مہلب نے عتاب پر سرزنش کرنا چاہی لیکن بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اس پر عتاب نے حجاج کو مہلب کے متعلق شکایت کا خط لکھا جس میں اس نے مہلب کے خلاف جرأت سے کام لینے اور غلط اقدامات سے باز رکھنے کے لیے درخواست کی چنانچہ حجاج نے مہلب کی جگہ اس کے بیٹے خبیب بن مہلب کا تقرر کر دیا۔

اسی سال داؤد بن نعمانی مازنی نے نواحی بصرہ میں خروج کیا' جس کی سرکوبی کے لیے حجاج نے ایک امیر کو تھوڑی سی فوج دے کر روانہ کیا جس نے اس کو جا کر قتل کر دیا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ اسی سال بنی امرء القیس کے صالح بن مسرح نے بھی کچھ ہلچل شروع کی' یہ شخص صفریہ کی آراء کو پسند کرتا تھا' جس کا سبب یہ تھا کہ اس نے اس سال لوگوں کو حج کرایا تھا' اور اس کے ہمراہ شبیب بن یزید' مبطین اور اسی قسم کے دوسرے سرداران خوارج بھی تھے' اتفاقاً اسی سال عبدالملک بن مروان نے بھی حج کیا اور شبیب بن یزید خارجی دوران حج اس پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا' جب عبدالملک حج سے واپس لوٹا تو اس کو اس امر کا علم ہوا چنانچہ اس نے حجاج کو لکھا کہ ان سب کو بار بار دربار میں طلب کیا جائے اور سب پر نظر رکھی جائے' ان میں سے صالح بن مسرح خصوصیت سے بکثرت کوفہ میں داخل ہوتا رہتا تھا' اسکے ساتھ ایک جماعت تھی جو اس کی بہت گرویدہ اور معتقد تھی' اس کے معتقدین بالعموم اہل دارا اور موصل کی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے' صالح بن مسرح بالعموم ان کو قرآن پاک سکھاتا اور قرآنی قصص کے حوالوں سے بات کرتا تھا' یہ مصغرین میں سے تھا اور رات دن عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتا تھا' یہ خدا کی بہت حمد و ثنا کرتا اور رسول اللہ ﷺ پر سلام بھی بھیجتا تھا اور لوگوں کو زہد و تقویٰ اور آخرت سے لو لگانے کی ترغیب بھی دیتا تھا' موت کا ذکر بکثرت کرتا تھا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی منقبت اور تعریف بیان کرتا تھا اور ان کا ذکر خیر بھی نہایت ادب و احترام سے کرتا تھا لیکن اس کے بعد جب حضرت عثمان کا ذکر کرتا تو ان کو گالیاں دیتا تھا اور اس قسم کے نازیبا کلمات ان کی شان میں کہتا تھا جو اسی قبیل کے دوسرے خوارج حضرت عثمان کی شان میں کہتے تھے اور جنہوں نے اہل مصر کے ساتھ مل کر خلیفہ سوم کو قتل کر دیا تھا' صالح بن مسرح لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کے علاوہ اپنے متعلقین کو دوسرے خوارج کے ساتھ مل کر خروج پر بھی آمادہ کرتا تھا اور ان لوگوں کے قتل پر اپنے پیروکاروں کو اکساتا تھا جو اس کے مشن کے مخالف تھے۔

یہ شخص چونکہ دنیا اور اہل دنیا کی زبردست مذمت کرتا تھا اور دنیاوی امور کو بنظر حقارت دیکھتا تھا اس لیے خاصی تعداد میں لوگ اس کی باتوں کو توجہ سے سنتے تھے' اس شخص مذکور کے پاس شبیب بن یزید خارجی کا ایک خط آیا جس میں اس نے اس پر خروج کے لیے زور دے کر لکھا اور پھر خود بھی صالح کے پاس پہنچ گیا' چنانچہ ان دونوں نے وعدے وعید کر کے ایک دوسرے کو اطمینان دلایا اور خروج کے لیے بدل و جان تیاری کر کے ۷۶ھ کو اپنا ہدف مقرر کیا۔ چنانچہ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر شبیب بن یزید اس کا بھائی مصادر' محلل اور فضل بن عامر اور بعض دوسرے بڑے بڑے سردار صالح بن مسرح کے پاس دارا پہنچے اور ان سب کی تعداد

تقریباً ایک سو دس تھی اور پھر ان سب نے مل کر محمد بن مروان کے گھوڑوں پر قبضہ کر لیا اور ان کو منتشر کر دیا اور بہت سے گھوڑوں کو اپنے ساتھ لے گئے جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔

اس سال جو لوگ وفات پا گئے ان میں اعرباض بن ساریہ بھی تھے جن کی کنیت ابونجیح تھی اور حمص کے باشندے تھے' یہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے اور شروع میں ہی اسلام لے آئے تھے اور اہل صفہ میں شمار ہوتے تھے اور ان معذور لوگوں میں شامل تھے جن کے متعلق سورۂ برأت میں "وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ" آیت نازل ہوئی' یہ سب لوگ تعداد میں نو تھے' یہ اس حدیث کے بھی راوی ہیں' خطبنا رسول الله خطبة ..... الخ "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا جس کو سن کر دلوں میں خوف پیدا ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عرباضؓ ایک حدیث یہ بھی بیان کرتے ہیں تھے کہ رسول اللہ ﷺ پہلی صف والوں کو تین بار مرحبا کہتے تھے اور دوسری صف والوں کو ایک بار۔

عرباضؓ بڑے بزرگ تھے اور دل سے پسند کرتے تھے کہ اللہ انہیں دنیا سے اٹھالے' وہ اکثر دعا مانگتے تھے' جس کے الفاظ یوں ہوتے تھے' اے اللہ! میں بوڑھا ہو گیا ہوں' میری ہڈیاں بوسیدہ ہو گئی ہیں پس تو اپنی طرف اٹھالے"۔ انہوں نے متعدد احادیث بھی روایت کی ہیں۔

ابو ثعلبہ الخشنی

جلیل القدر صحابی ہیں ان کو بیعت رضوان میں شرکت کا شرف بھی حاصل ہوا اور غزوہ حنین میں بھی شریک ہوئے یہ ان لوگوں میں شامل تھے جو شام پہنچے یا دمشق کے مغربی حصہ میں جو قبلہ رو تھا فروکش ہوئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دمشق کے مشرقی گاؤں بلاط میں مقیم رہے واللہ اعلم۔

ان کے والد اور خود ان کے نام کے بارہ میں قدرے اختلاف ہے سب میں مشہور نام' جرثوم بن اشر ہے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے متعدد احادیث روایت کی ہیں اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے بھی روایات نقل کی ہیں' اور خود ان سے بھی متعدد تابعین نے روایات بیان کی ہیں جن میں سعید بن المسیب' مکحول' الشامی' ابوادریس خولانی اور ابو قلابہ الجرمی شامل ہیں یہ کعب الاحبار کے ہم نشینوں میں داخل تھے' کبھی رات کو گھر سے نکل جاتے تو آسمان کی طرف دیکھ کر غور و فکر کرتے اور پھر گھر آ کر سجدہ ریز ہو جاتے اور زبان سے کہتے جاتے تھے مجھے امید ہے اللہ مجھے ایسی اذیت و تنگی کی موت نہ دے گا جیسا تم لوگ مجھے تنگی و اذیت دیتے ہو' ایک شب کو نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی روح سجدہ کی حالت میں قبض کر لی گئی۔ ان کی بیٹی نے خواب دیکھا کہ باپ کا انتقال ہو گیا ہے تو خوف زدہ ہو کر بیدار ہوئیں اور گھبرائی ہوئی ماں کے پاس آئیں اور کہا میرے باپ کہاں ہیں؟ ماں نے جواب دیا وہ مصلے پر ہیں' بیٹی نے باپ کو پکارا تو کوئی جواب نہ ملا' قریب آئی اور باپ کو ہلایا تو وہ پہلو کے بل گر گئے' ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی' رحمہ اللہ۔

ابو عبیدہ محمد بن سعد اور خلیفہ وغیرہ نے کہا ہے کہ ان کی وفات ۷۵ھ میں واقع ہوئی ہے' مگر بعض دوسرے لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کی وفات امیر معاویہؓ کے اولین دور میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

اسود بن یزید

ان کا پورا نام اسود بن یزید نخعی ہے' کبار تابعین میں شامل ہیں' ابن مسعودؓ کے جلیل القدر ہم نشینوں میں شمار ہوتے تھے اور کبار اہل کوفہ میں شامل تھے' صائم الدھر تھے اور کثرت سے روزہ رکھنے کے باعث ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی' ان حج اور عمرے کئے تھے' یہ کوفہ سے ہی احرام باندھ کر تسبیح وتہلیل میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ۷۵ھ میں ان کا انتقال ہوا' سفر ہو یا حضر' کبھی روزہ قضا نہ کرتے تھے' حضر میں ہوتے تو روتے رہتے تھے' لوگ ان سے رونے کی وجہ دریافت کرتے تو فرماتے میں کیوں نہ گھبراؤں اور مجھ سے زیادہ اس کا کون حقدار ہے؟ فرمایا کرتے تھے اگر مجھے اپنی مغفرت کا علم ہو جائے تو میں اپنی بقیہ عمر بھی اس کے عوض دے ڈالوں۔ اگر کسی انسان کا چھوٹا سا گناہ بھی بخش دیا جائے تو یہ اس کی زندگی لازوال بنانے کے لیے کافی ہے۔

حمران بن ابان

یہ حضرت عثمان غنی کے غلام تھے جن کو حضرت عثمان نے عین التمر کی قید سے رہا کرا کر خرید لیا تھا' یہ لوگوں کو حضرت عثمان بن عفانؓ سے ملاقات کراتے تھے۔ ۷۵ھ ہی میں ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۷۶ھ کا آغاز

اور اس میں رونما ہونے والے حوادث وواقعات

اس سن کے آغاز یعنی ماہ صفر کے اوائل کے بدھ کی ایک شب کو عفریہ کے امیر صالح بن مسرح اور نوجوان خارجی شبیب بن یزید کے مابین اہم ملاقات ہوئی' اس نشست میں صالح بن مسرح نے کھڑے ہو کر لوگوں کو تقویٰ اختیار کرنے اور جہاد پر آمادہ کرنے کے لیے پرزور اپیل کی اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ کسی شخص پر اس وقت تک تلوار نہ اٹھائی جائے جب تک اس کو اپنے مشن کی دعوت قبول کرنے کے لیے نہ کہا جائے۔ اس کے بعد وہ لوگ جزیرہ کے نائب امیر محمد بن مروان کے مویشیوں کی طرف راغب ہوئے اور ان کو پکڑ کر لے گئے' ان لوگوں نے دارا کی سرزمین میں تیرہ دن قیام کیا اور وہاں پہنچ کر انہوں نے دارا' نصیبین اور سنجارا کے باشندوں کو اپنے قابو میں کر لیا' یہ سن کر محمد بن مروان نائب جزیرہ نے عدی بن عمیرہ کی زیر سرکردگی پانچ سو سواروں کا جتھہ ان محصورین کی امداد کے لیے روانہ کیا اور اس کے بعد مزید پانچ سو سوار بطور کمک روانہ کئے' یہ لوگ ایک ہزار کی تعداد میں' خوارج کی سرکوبی کے لیے حران سے روانہ ہوئے مگر حالت ان کی یہ تھی کہ یہ اپنے دشمن یعنی خارجیوں کی طرف اس طرح خوف زدہ ہو کر بڑھ رہے تھے کہ گویا موت کے منہ میں دھکیلے جا رہے ہیں' ان پر یہ خوف اس لیے طاری تھا کہ وہ خارجیوں کی طاقت' حوصلہ اور بے دھڑک حملوں سے واقف تھے' بہرحال جب ان کی خارجیوں سے مڈبھیڑ ہوئی تو ان کو خارجیوں نے زبردست شکست دی اور جو کچھ ان کے لشکر میں تھا وہ سب لوٹ کر لے گئے' جب ان کی شکست کا حال محمد بن مروان کو معلوم ہوا تو وہ بڑا غضبناک ہوا اور اس نے حارث بن جعونہ کو ڈیڑھ ہزار سوار دے کر ان کی مدد کے لیے بھیجا' اور ڈیڑھ ہزار فوج خالد بن الحر کی ماتحتی میں مزید روانہ کی

مرنے والوں سے کہہ دیا تم میں سے جو کوئی مارا جائے گا وہی لوگوں کا امیر بنا دیا جائے گا' چنانچہ دونوں سردار تین ہزار مجاہدین کے ساتھ خوارج کی طرف بڑھے' جن کی تعداد صرف ایک سو دس افراد پر مشتمل تھی' جب یہ لوگ آ پہنچے تو صالح نے کچھ لوگوں کو خالد بن الحر کے دستوں سے نمٹنے کے لیے آگے بڑھایا اور باقی لوگوں کو اس نے شبیب کی سرکردگی میں حارث بن جعونہ کی طرف بڑھا دیا جس کے بعد طرفین میں زبردست لڑائی ہوئی' لیکن جب رات ہوئی تو فریقین میں سے ہر ایک کو دوسرے کا حال راز معلوم ہو چکا تھا' اس لڑائی میں تقریباً ستر خوارج کام آئے تھے اور ابن مروان کے تیس آدمی مارے گئے تھے' خوارج رات کو ہی جزیرہ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور موصل میں داخل ہو گئے تھے۔ انہوں نے سرکاری ہیڈ کوارٹر کو بھی عبور کر لیا تھا جہاں بہت سے مکانات خانقاہیں اور پولیس کی چوکی بھی بنی ہوئی تھی۔

حجاج کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے حارث بن عمیرہ کی ماتحتی میں تین ہزار کا لشکر روانہ کیا جن کی خوارج سے موصل کی سرزمین میں مڈبھیڑ ہوئی' اس وقت صالح بن مسرح کے پاس نوے آدمیوں سے زیادہ نفری نہیں تھی لیکن وہ اپنی اس تھوڑی تعداد کے ساتھ ہی حجاج کی فوجوں کے ساتھ نبرد آزما ہوا اور اس نے اپنے آدمیوں کو تین دستوں میں تقسیم کر دیا ایک دستہ یا پلاٹون کی کمانڈ خود اس نے سنبھالی دوسری پلاٹون کی کمان جس کو اس نے اپنی دائیں جانب رکھا تھا' شبیب کے حوالہ کی اور اپنی بائیں جانب کی کمان پر سوید بن سلیمان کو تعینات کیا' یہ ان خوارج حارث بن عمیرہ نے حملہ کا آغاز کیا' ان کے دائیں جانب سے ابوالرواع الشاکری بڑھا اور ان کی بائیں سمت سے زبیر بن الارواح التمیمی نے اقدام کیا' لیکن خوارج نے بڑے صبر و استقلال سے اپنا دفاع کیا اور اپنی قلت تعداد سے ہراساں نہ ہوئے۔

اس کے بعد سوید بن سلیمان نمودار ہوا اور اس نے صالح بن مسرح کو جو خوارج کا سردار تھا' قتل کر دیا' اسی دوران شبیب اپنے گھوڑے سے لڑکھڑا کر گرا تو باقی خوارج نے اسے اٹھا لیا اور قریبی قلعہ میں اس کو لے گئے' باقی سب لوگ بھی قلعہ بند ہو گئے' اس وقت بھی ستر خوارج باقی تھے' صرف بیس خوارج اس وقت تک لڑائی میں کام آئے تھے' چنانچہ ان لوگوں کا حارث بن عمیرہ نے گھیراؤ کر لیا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ قلعہ کے دروازہ میں آگ لگا دی جائے جس کی تعمیل کی گئی' اس کے بعد سرکاری فوج اپنے خیموں میں چلی گئی اور دروازہ کے جلنے کا انتظار کرتی رہی تاکہ خوارج کو زبردستی وہاں سے نکالا جا سکے لیکن جب خوارج باہر نہ نکلے تو یہ لوگ بھی مطمئن ہو کر اپنے خیموں میں بے خبر ہو کر سو گئے' جب رات زیادہ ہو گئی تو خوارج نے نہایت سخت مصائب برداشت کر کے سب سے پہلے حارث بن عمیرہ کے لشکر پر شب خون مارا اور ان کے بہت سے آدمی مار ڈالے اور بقیہ لوگ افراتفری میں مدائن کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور شبیب نے اس سے فائدہ اٹھا کر لشکر اور سرکاری فوج کا سب اثاثہ لوٹ لیا۔

بہر حال جمادی الآخر ۷۶ھ کے ختم ہونے میں ابھی تیرہ دن باقی تھے کہ خوارج کا مشہور لیڈر صالح بن مسرح اس مہینہ کے آخری منگل کو قتل ہو چکا تھا۔

اس سال شبیب کوفہ میں اپنی بیوی غزالہ کے ساتھ داخل ہوا' اس کا قصہ بڑا تفصیل طلب ہے اور جو صالح بن مسرح کے بعد وقوع پذیر ہوا' تمام خوارج نے شبیب کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اس لیے حجاج نے اس سے جنگ کے لیے ایک اور لشکر بھیجا جس

نے اولاً شبیب کو شکست دی اور اس کی جمعیت کو منتشر کر دیا لیکن بالآخر خوارج نے ان حملہ آوروں کو پسپا کر دیا اس کے بعد وہ مدائن چلا گیا لیکن ان سے کچھ تاوان وغیرہ وصول نہیں کیا' پھر شبیب آگے بڑھا اور اس نے حجاج کے مویشی کلواذا کے مقام پر اپنے قبضہ میں لے لیے۔ اس کا ارادہ اہل مدائن پر شب خون مارنے کا تھا لیکن جو سرکاری فوج کے آدمی وہاں موجود تھے وہ یہ خبر پا کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے جب حجاج کو یہ خبر لگی تو اس نے چار ہزاری لشکر تیار کر کے شبیب سے مقابلہ کے لیے روانہ کیا یہ لوگ مدائن پر سے گزرے اور پھر شبیب کی تلاش میں آگے چلے' شبیب ان لوگوں سے تھوڑا راستہ آگے آگے جا رہا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ان لشکریوں سے خوف زدہ ہے مگر پھر وہ اچانک ان کے ہراول دستہ پر پلٹ کر حملہ کر بیٹھتا تھا اور اس کو لوٹ مار کر کے تتر بتر کر دیتا تھا حتیٰ کہ جو کوئی بھی اس کے مدمقابل آتا تھا وہ منہ کی کھاتا تھا' حجاج کا اپنے لشکر سے یہ مطالبہ بڑھتا جاتا تھا کہ شبیب کو پکڑ کر حاضر کیا جائے اور اس غرض سے وہ برابر چھوٹے چھوٹے دستے کمک کے طور پر بھیجتا رہتا تھا لیکن شبیب کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا حالانکہ اس کے ساتھ صرف ایک سو ساٹھ سوار تھے اور لوگوں کو اس کی جرأت' بے خوفی پر بڑی حیرت ہوتی تھی' اسی دوران اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور کوفہ جا نکلا' اور یہیں اس کا سامنہ سرکاری فوج سے ہوا' اور حجاج کی کلیۃً فوج سنجہ کے مقام پر لڑائی کے لیے اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔

شبیب کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ الٹا لوگ اس سے خوف زدہ ہو گئے اور لشکر نے خوف کے مارے کوفہ میں داخل ہو کر قلعہ بند ہونا چاہا دریں وقت شبیب نے اپنے اور اپنے آدمیوں کے لیے کھانا پکوانے کا بندوبست کیا اور کسی قسم کی بے اطمینانی اور پریشانی کا اظہار نہیں ہونے دیا اور جب اس کو سرکاری فوجوں کی آمد اور جنگ کی تیاریوں کا علم ہوا تو بھی اس نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور نہ ہی فوجوں کی کثرت کو نظر میں لایا' بلکہ دہقانی باورچی کو اہتمام سے کھانا پکانے کی تاکید کرتا نظر آتا تھا' چنانچہ جب کھانا تیار ہو گیا تو اس نے اطمینان سے بیٹھ کر کھانا کھایا اور اس کے بعد پوری طرح وضو کیا اور اپنے ساتھیوں کو اطمینان کے ساتھ طول طویل قرأت کے ساتھ نماز پڑھائی' پھر اس نے اپنی زرہ پہنی اور دو تلواریں لٹکائیں اور آہنی گرز ہاتھ میں لیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا میرے خچر پر زین کسو اور وہ اپنے خچر پر سوار ہو گیا' اس کے بھائی مصاد نے کہا خچر کی بجائے آپ گھوڑے پر سوار ہوں' اس نے جواب نفی میں دیا اور کہا موت ہر چیز پر حاوی ہے' یہ کہہ کر وہ اپنے خچر پر سوار ہو کر اپنی خانقاہ پر آیا اور اس کا دروازہ کھولا اور زبان سے کہا میں ابوالمدلہ ہوں ''لاحکم الا للہ'' اس کے بعد وہ سرکاری لشکر کے امیر کے پاس پہنچا اور اپنے آہنی گرز سے اس کو ہلاک کر دیا اس امیر کا نام سعید بن المجالد تھا' اس کے بعد وہ دوسرے حکومتی لشکر پر حملہ آور ہوا جو کثیف میں تھا' اس لشکر کا سردار بھی شکست کھا گیا اور اس کے لشکری اس کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور کوفہ پہنچ گئے اور شبیب بھی ان کے پیچھے فرات کے نیچے سے ہو کر کوفہ جا پہنچا اور وہاں پہنچ کر اس نے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔

اس پر حجاج کوفہ سے نکل کر بصرہ کی طرف بھاگا' اپنی روانگی سے پہلے اس نے اپنا قائم مقام کوفہ میں عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو مقرر کر دیا تھا۔ اب شبیب کوفہ کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا اور شہر میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ عروہ بن المغیرہ بن شعبہ نے تمام دہقانوں کو اس امر سے مطلع کیا جنہوں نے حجاج کو اس امر سے آگاہ کیا جس پر حجاج نے فوری طور پر بصرہ سے کوفہ کی طرف کوچ کیا

اور عصر کے وقت کوفہ میں داخل ہو گیا اور شبیب بھی غروب آفتاب کے وقت [illegible] پہنچ گیا اور رات کے آخری حصہ میں شبیب بھی کوفہ میں داخل ہو گیا اور وہ سیدھا گورنر کے محل پر پہنچ گیا جہاں پہنچ کر اس نے آہنی گرز سے دروازہ پر ضربیں لگائیں اس کی آہنی ضرب اب اتنی مشہور ہو گئی تھی کہ جب وہ ضرب لگاتا تو لوگ فوراً سمجھ جاتے کہ یہ شبیب کے آہنی گرز کی ضرب ہے وہ شہر کے گلی کوچوں میں بے باکانہ نکلتا تھا۔ وہ لڑائی اور جنگ وجدال کا ذرا سا بہانہ بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا جو سامنے آتا تھا اس کو قتل کر ڈالتا تھا' اس نے کوفہ کے رؤساء اور شرفاء میں سے ابوسلیم کو جو لیث بن ابی سلیم کا باپ تھا مار ڈالا' اس کے علاوہ عدی بن عمرو' ازہر بن عبداللہ العامری وغیرہ کو بھی قتل کر دیا۔ شبیب کے ہمراہ اس کی بیوی غزالہ بھی رہتی تھی' جو شجاعت و بہادری میں مشہور تھی وہ کوفہ کی مسجد میں داخل ہوئی اور منبر پر بیٹھ گئی' جہاں اس نے آل مروان کی برائیاں بیان کرنا شروع کیں۔ حجاج نے لوگوں میں منادی کرائی کہ اے اللہ کے مجاہدو! جہاد کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس پر شبیب بھی کوفہ سے نکل کر جدال وقتال کے میدان میں آ گیا' جس کی مدافعت اور مقابلہ کے لیے حجاج نے چھ ہزار کا بڑا لشکر تیار کر کے بھیجا تھا۔

چنانچہ وہ سب شبیب کے پیچھے روانہ ہوئے' شبیب آگے آگے ہوتا تھا اور حجاج کا لشکر اس کے پیچھے پیچھے چلتا تھا' شبیب کبھی کبھی اونگھتا تھا اور پھر اپنی گردن کو جھٹکا دے کر ادھر ادھر خوب عقدے دیکھتا اور پھر پلٹ کر اپنا پیچھا کرنے والوں پر حملہ کر کے قتل کر دیتا تھا' حتیٰ کہ اس نے حجاج کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا اور امراء میں سے بھی بہتوں کو قتل کر ڈالا جن میں زائدہ بن قدامہ بھی شامل تھے جو مختار کے چچازاد بھائی تھے اس کے بعد حجاج نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو ابن قدامہ کی جگہ تعینات کیا لیکن وہ بھی شبیب کے سامنے نہیں آئے اور واپس ہو گئے' اس لیے ان کی جگہ عثمان بن قطن الحارثی کو لڑائی کی کمان سپرد کی گئی چنانچہ دونوں طرف کی فوجوں کا اس سن کے آخر میں آمنا سامنا ہوا جس میں عثمان بن قطن بھی مارے گئے' اور ان کی فوج کو بھی ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا۔ اس لڑائی میں حجاج کی بھیجی ہوئی فوج کے چھ سو افراد کام آ گئے جن میں عقیل بن شداد السلولی' خالد بن نہیک الکندی اور اسود بن ربیعہ جیسے اعیان واشراف بھی شامل تھے۔

شبیب کی ان جنگی معرکہ آرائیوں میں زبردست کامیابی حجاج اور اعیان حکومت نیز تمام فوجیوں میں کھلبلی مچا دی اور اس کی زبردست دھاک بٹھا دی' جس سے عہدہ برآ ہونا ان سب کو مشکل نظر آنے لگا تھا اور عبدالملک بن مروان تو شبیب کے نام سے ہی سخت خوف زدہ رہنے لگا تھا اور یہی حال حجاج اور تمام امراء اور اعیان حکومت کا تھا۔

چنانچہ اس کے مقابلہ کے لیے اب شام سے فوجیں بھیجی گئی لیکن شبیب اپنی تھوڑی سی جمعیت کے باوجود سب کے لیے ہوا بنا تھا اس کا لوگوں کے دلوں پر اس قدر خوف طاری تھا کہ وہ اس کے ازالہ کے لیے اب بڑے سے بڑے خطرات برداشت کرنے کو تیار تھے غرضیکہ طرفین میں آنکھ مچولی کا یہ کھیل اس طرح ابھی جاری تھا کہ موجودہ سال کا بڑا حصہ اس کی نذر ہو گیا تھا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ ۷۶ھ میں پہلی بار عبدالملک بن مروان نے درہم ودینا کو منقوش وکندہ کرایا اور ماوردی نے ''الاحکام السلطانیہ'' میں لکھا ہے کہ اس بارہ میں اختلاف ہے کہ اسلام میں پہلی بار کس نے سکوں پر عربی میں لکھایا۔ سعید بن مسیب کے مطابق یہ پہلا شخص عبدالملک بن مروان ہی تھا جس نے منقوش (دراہم) یعنی سکے جاری کیے ورنہ اس سے قبل رومی وکسروی

دراہم و دنانیر کا رواج تھا۔ چنانچہ ابوالزناد لکھتا ہے کہ پہلا منقوش سکہ ۷۴ھ میں جاری ہوا، مگر المدائنی کے قول کے مطابق یہ کام ۷۵ھ میں ہوا اور ۷۶ھ میں یہ سکے سب جگہ چل پڑے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان سکوں کے ایک جانب ''اللہ احد'' لکھا ہوتا تھا اور دوسری جانب ''اللہ الصمد''، لیکن یحییٰ بن نعمان غفاری نے اپنے باپ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ پہلا شخص جس نے درہموں کو ڈھلوایا اور ان کو منقوش کرایا وہ مصعب بن زبیر تھے جو اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے حکم سے اس کام پر مامور ہوئے تھے اور انہوں نے اکاسرہ کے نمونہ پر ہی دراہم لکھوایا تھا جن پر ایک طرف ''الملک'' لکھا ہوتا تھا اور دوسری طرف ''اللہ'' کا لفظ لکھا ہوتا تھا جس کو بعد میں تبدیل کر کے حجاج نے ایک جانب اپنا نام کندہ کرایا تھا۔

لیکن یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں یوسف بن ہبیرہ نے دراہم کے نقش صاف کرا دیئے تھے جن کو خالد بن عبداللہ القشیری نے زیادہ بہتر طور پر شام کے زمانہ حکومت میں صاف ستھرا بنا دیا تھا' لیکن یوسف بن عمر نے اپنے ہر دو پیشروؤں سے بھی زیادہ اور بہتر طور پر اس کام کو انجام دیا تھا اور یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ منصور ہبیریہ' خالدیہ اور یوسفیہ دراہم کے سوا کوئی اور درہم قبول نہیں کرتا تھا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ لوگوں میں ان سکوں کی مالیت کے اعتبار سے خاصا اختلاف تھا' یعنی اپنی قدر و مالیت کے اعتبار سے یہ دراہم مختلف حیثیت رکھتے تھے' مثلاً بغلیہ درہم آٹھ دوانق کا ہوتا تھا اور طبریہ درہم چار دوانق کا ہوتا تھا اور یمنی ایک درہم کا ہوتا تھا' حضرت عمر فاروق نے بغلی اور طبری درہم میں تطبیق کی یہ صورت نکالی کہ دونوں کے مجموعہ کا نصف لے کر ایک درہم شرعی بنا دیا جو ساڑھے پانچ مثقال کا ہوتا تھا' بیان کیا جاتا ہے کہ مثقال کا وزن نہ کبھی زمانہ جاہلیت میں کم و بیش ہوا ہے اور نہ زمانہ اسلام میں واللہ اعلم بالصواب۔

اسی سال مروان بن محمد بن مروان الحکم پیدا ہوا جو مروان الحمار کہلاتا ہے' یہ بنی امیہ کا آخری خلیفہ ہوا ہے کیونکہ اسی خلیفہ کے عہد میں بنی امیہ سے خلافت بنوعباس میں منتقل ہوئی ہے۔ اسی سال ابان بن عثمان بن عفان مدینہ کے نائب نے لوگوں کو حج کرایا' عراق کی امارت و گورنری پر حجاج فائز ہوا اور خراسان پر امیہ بن عبداللہ حکمران ہوا۔ اسی سال مملکت کے اعیان میں سے جو لوگ وفات پا گئے ان میں ابوعثمان الکندی القضاعی بھی ہیں جن کا اصل نام عبدالرحمٰن بن مسل ہے۔ یہ عہد نبوت میں مسلمان ہو گئے تھے اور جلولاء' قادسیہ' تستر' نہاوند' آذربائیجان وغیرہ میں شریک ہو کر دعوت مبارزت دے چکے تھے' بہت عابد و زاہد' صائم الدھر اور قائم اللیل تھے' ان کا انتقال کوفہ میں ایک سو بتیس سال کی عمر میں ہوا۔

صلہ بن اشیم عدوی

صلہ بن اشیم عدوی بصرہ کے کبار تابعین میں گزرے ہیں' صاحب فضل و تقویٰ اور عبادت گزار بزرگ تھے' ان کی کنیت ابوالصہباء تھی' اکثر و بیشتر وقت نماز اور عبادت الٰہی میں گزارتے تھے' یہ کثیر المناقب اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ نوجوان طبقہ ان سے اٹھکیلیاں اور شوخیاں بہت کرتا تھا تو یہ ان سے کہتے مجھے ایسی کسی قوم کی نشاندہی کرو جو سفر کا ارادہ رکھتی ہو مگر جس کے دن

کھیل کود میں اور راتیں نیند میں گزرتی ہوں' بتاؤ وہ سفر کب اور کیسے طے کرے گی' یہ سن کر ایک نوجوان بولا خدا کی قسم! یہ ہماری قوم ہی تو ہے جو دن لہو ولعب میں بسر کرتی اور راتیں سو کر گزارتی ہے۔ اس کے بعد وہ نوجوان صلہ کا ایسا مطیع ومقلد بنا کہ تمام اوقات نماز ہی پڑھتا رہتا تھا۔

ان کے قریب ایک نوجوان کا گزر ہوا جو اپنا کپڑا گھسیٹتا ہوا چلتا تھا' لوگوں نے اس کو پکڑنا چاہا تو صلہ بن اشیم بولے اسے چھوڑ دو تم سب کی طرف سے اس سے میں نمٹ لوں گا اور پھر اس نوجوان کو اپنے قریب بلایا اور کہا اے میرے بھتیجے مجھے تم سے کچھ کام ہے' اس نے کہا کیا کام ہے بولے اپنا کپڑا اٹھالو۔ اس نے کہا بہت خوب اور اپنا کپڑا سمیٹ لیا۔ اس پر صلہ بن اشیم بولے' دیکھو اگر تم اسے برا بھلا کہتے تو وہ بھی تم کو برا بھلا کہتا۔

اسی طرح کی ایک حکایت جعفر بن زید نے بیان کی ہے کہ ایک دن ہم لوگ جنگ کے لیے نکلے جس میں صلہ بن اشیم بھی ہمارے ساتھ تھے لوگوں نے آخری شب کے قریب پڑاؤ کیا' میں نے لوگوں سے کہا آج رات کو میں صلہ بن اشیم عدوی کی نگرانی کروں گا اور دیکھوں گا کہ یہ رات کو کیا کرتے ہیں' جعفر بن زید کا بیان ہے کہ رات کو صلہ بن اشیم عدوی گھنے درختوں کی طرف نکل گئے اور میں بھی ان کا پیچھا کرتا رہا' میں نے دیکھا کہ یہ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے' اتنے ہی میں ایک شیر آیا اور ان کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا انہوں نے شیر سے کہا اگر تجھے کسی کام کا حکم ملا ہے تو تو اسے پورا کر' میں یہ سارا ماجرہ ایک درخت پر چڑھا ہوا دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ شیر صلہ بن اشیم کو پھاڑے بغیر نہیں چھوڑے گا' لیکن میں نے دیکھا کہ شیر نے جب صلہ کے یہ الفاظ سنے کہ اگر تجھے کوئی حکم ملا ہے تو اسے پورا کر ورنہ جا اپنا رزق کہیں اور تلاش کر' شیر اس کے بعد دھاڑا جس سے سارا پہاڑ اور بن لرز اٹھا اور وہاں سے چلا گیا' جب صبح ہوئی تو صلہ بن اشیم نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد وثنا کی کہ اس سے پہلے میں نے کسی کی زبان سے ایسی حمد نہیں سنی تھی' اس کے بعد اس نے خدا سے گڑگڑا کر یہ دعا مانگی یا اللہ میں تجھ سے عذاب جہنم سے نجات طلب کرتا ہوں' کیا مجھ جیسا شخص اس امر کی جرأت بھی کر سکتا ہے کہ تجھ سے جنت طلب کرے۔ جعفر بن زید کہتے ہیں صلہ کے ساتھ جو کچھ میں نے دیکھا اس سے میری تمام رات گویا کانٹوں پر بسر ہوئی اور میں نے اپنی اور صلہ کی زندگی میں بڑا زبردست فرق محسوس کیا۔

کہا جاتا ہے ایک دفعہ صلہ بن اشیم کا خچر معہ سامان کے غائب ہو گیا تو انہوں نے خدا سے دعا مانگی اے خدا میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ میرا خچر معہ سامان کے میرے پاس واپس بھیج دے اس دعا کے نتیجہ میں صلہ بن اشیم کا خچر ان کے سامنے آ موجود ہوا اور اس پر صلہ بن اشیم کا پورا سامان لدا ہوا تھا۔

ایک روز صلہ بن اشیم نے بتایا کہ جب ہمارا سامنا جنگ میں دشمن سے ہوا تو ہم نے اور ہشام بن عامر نے دشمنوں کی تلوار اور نیزوں سے خوب خبر لی اس پر دشمن نے کہا کہ ہم پر دو عرب حملہ آوروں کے حملہ کا تو یہ عالم تھا مگر سارے عربوں سے واسطہ پڑتا تو کیا حال ہوتا؟ اس لیے مسلمانوں کا کہنا مان لو اور ان کا حکم بجالاؤ' صلہ نے یہ بھی بتایا کہ وہ ایک مرتبہ شدید بھوکا تھا اور جنگ اپنے شباب پر تھی' ابھی وہ اپنے رب سے کھانے کی دعا مانگ ہی رہا تھا کہ اس نے اپنے پیچھے ایک زوردار آواز سنی اور گھوم کر جو دیکھا تو ایک سفید رومال میں اتنی کھجوریں تھیں کہ اس نے خوب پیٹ بھر کر کھائیں۔

اسی طرح ایک روز شام کو حالت سفر میں تھے تو کہیں جگہ نہ پا کر ایک راہب کی خانقاہ میں داخل ہو گئے جس نے انہیں پیٹ بھر کر کھجوریں کھلائیں' ایک عرصہ دراز کے بعد ان کا گزر پھر اسی راہب کی طرف ہوا جس کے پاس اسی قسم کی نفیس کھجوریں موجود تھیں' انہوں نے راہب سے کہا یہ تو اسی قسم کی کھجوریں ہیں جیسی تم نے پہلے کھلائی تھیں' جب صلہ بن اشیم کو معاذہ کنیز بطور تحفہ اس کے بھتیجہ کی جانب سے پیش کی گئی جس نے اس کو پہلے نہلا دھلا کر اور خوشبوؤں میں بسا کر صلہ کے لیے حجلۂ عروسی میں داخل کیا تو اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے صلہ رات بھر نماز میں مشغول رہے اور ان کے ساتھ معاذہ بھی نماز میں مشغول رہی حتیٰ کہ صبح نمودار ہوگئی جب صلہ بن اشیم کے بھتیجہ کو اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے چچا سے پوچھا اور کنیز کی طرف متوجہ نہ ہونے کی وجہ دریافت کی تو صلہ بن اشیم نے جواب دیا' تم نے مجھے جس مکان میں دن کے آغاز میں داخل کیا تھا اس کے آگ کا تذکرہ نہیں کیا تھا یہ کہہ کر صلہ بن اشیم خاموش ہو گیا' جس سے ان کا بھتیجا شرمندہ ہو گیا۔

ایک شخص نے صلہ بن اشیم سے دعا کرانا چاہی تو انہوں نے کہا اے اللہ ان کو ایسی چیزوں کی طرف رغبت کی توفیق دے جن کو بقا اور دوام حاصل ہے اور اس کو ایسی چیزوں سے دور رکھ' جن کو فنا اور زوال ہے اور اس کو اذعان ویقین کی دولت سے نواز۔

صلہ بن اشیم کو ایک جنگ میں اپنے بیٹے کے ساتھ شریک ہونے کا اتفاق ہوا تو بولے: اے بیٹے آگے بڑھ اور جنگ میں پورے ذوق وشوق سے حصہ لے تاکہ میں تیرا محاسبہ کرسکوں' بیٹا باپ کے یہ الفاظ سن کر جنگ میں کود گیا اور مارا گیا' پھر صلہ بن اشیم خود آگے بڑھے اور جنگ میں حصہ لے کر قتل ہو گئے۔ تمام عورتیں دونوں کے قتل کا سوگ منانے کے لیے معاذہ کے پاس آئیں تو اس نے کہا اگر تم مجھے مبارک باد دینے آئی ہو تو مرحبا کہتی ہوں اور تمہیں خوش آمدید ہے اور اگر تعزیت کرنے آئی ہو تو واپس چلی جاؤ' صلہ بن اشیم نے بہت سی لڑائیوں میں حصہ لیا' جن میں ان کے ساتھ ان کا بیٹا شریک رہا۔ ان کا انتقال اسی سال بلاد فارس میں کسی جنگ میں ہوا۔

زہیر بن قیس البلوی

یہ بزرگ مصر کی فتح میں شریک رہے اور وہیں ایک مدت تک قیام پذیر بھی رہے۔ ان کو رومیوں نے بلاد مغرب میں برقہ کے مقام پر قتل کیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ مصر کے حاکم عبدالعزیز بن مروان نے برقہ میں پڑاؤ کیا اور وہیں اپنی فوج کو رومیوں کے خلاف لڑنے کا حکم جاری کیا جس کے مطابق زہیر اپنے چالیس آدمیوں کے ساتھ رومیوں کی طرف بڑھا لیکن اس نے اپنے لشکر کے پہنچنے تک توقف کا ارادہ کیا تو اس کے ساتھیوں نے کہا انتظار کی ضرورت نہیں' ہم سب کو ہی پہل کرنا چاہیے' بہرحال ان لوگوں نے حملہ تو کر دیا لیکن یہ سب لوگ لڑائی میں مارے گئے' منذر بن الجارود نے بھی اسی سال انتقال کیا' وہ بیت المال کا سربراہ رہا اور معاویہ کے پاس بھی وفد کی صورت میں گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

خوارج کے ساتھ جنگیں

۷۷ھ کا آغاز

اس سال حجاج نے اہلیان کوفہ کی چالیس ہزار فوج ابتداءً تیار کی جس میں دس ہزار کا مزید اضافہ کر کے اس کو پچاس ہزار کر دیا گیا اور عتاب بن ورقاء کو ان کا کمانڈر بنا کر اس کو تاکید کی گئی کہ شبیب خارجی کا پیچھا کیا جائے اور وہ جہاں بھی ملے اس کو لڑ کر ٹھکانے لگا دیا جائے۔ کہا جاتا ہے اس وقت شبیب کے پیچھے ایک ہزار آدمی لگے ہوئے تھے جن کو حکم تھا کہ وہ ماضی کی طرح میدان سے فرار ہو کر شکست نہ کھائیں بلکہ جم کر اس کا مقابلہ کریں اور شبیب کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیں۔ شبیب کو جب یہ معلوم ہوا کہ حجاج نے اس کے مقابلہ کے لیے اتنی زبردست فوج بھیجی ہے تو وہ اسکو بالکل خاطر میں نہ لایا اور اپنے ساتھیوں کو حسب معمولی وعظ ونصیحت کرتا رہا' اور دشمن سے جنگ ہونے کی صورت میں استقلال و پامردی اور عزم وحوصلہ کے مظاہرہ کرنے کی تلقین میں مشغول رہا۔ اس کے بعد شبیب اپنے ساتھیوں کو لے کر عتاب بن ورقاء کی طرف چلا اور بالآخر ان کی غروب آفات کے وقت ایک دوسرے سے ملاقات اور آمنا سامنا ہو گیا شبیب نے اپنے مؤذن سلام بن یسار شیبانی کو اذان کہنے کا حکم دیا' چنانچہ مؤذن نے مغرب کی اذان دی اور شبیب نے اپنے آدمیوں کو بڑے سکون واطمینان سے نماز پڑھائی۔ اس دوران عتاب بن ورقاء بھی اپنی فوجوں کی صف بندی کر چکا تھا' اور اس نے اپنی اور اپنی فوج کی حفاظت کی خاطر خندق بھی کھود لی تھی' جب شبیب مغرب کی نماز سے فارغ ہو گیا تو وہ چاند طلوع ہونے اور چاندنی کے پوری طرح پھیلنے کا منتظر رہا' پھر اس نے میمنہ اور میسرہ پر ایک نظر ڈالی اور پھر عتاب کے لشکریوں پر حملہ آور ہو گیا' جب وہ حملہ کر رہا تھا تو اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل رہے تھے'' میں شبیب ابو المدلہ ہوں لاحکم الا للہ '' چنانچہ اس نے ان لوگوں کو ہزیمت پر مجبور کر دیا اور ان کے امیر وسردار قبیصہ بن ورنق اور اس کے ساتھ ہی دوسرے سرداروں کا بھی صفایا کر دیا۔ اس کے بعد وہ میمنہ اور میسرہ پر پھر حملہ آور ہوا اور حکومتی فوج کے ان دونوں طرف کے دستوں کو بھی منتشر کر دیا۔ اس کے بعد شبیب اپنے آدمیوں کے ساتھ مقابل فوج کے قلب پر حملہ آور ہوا اور بے جگری سے لڑتا رہا' حتی کہ اس نے حجاج کی فوج کے امیر عتاب بن ورقاء اور زہر بن جونہ کو بھی قتل کر ڈالا' جس کے بعد پوری فوج شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اپنے امیر عتاب کی لاش کو بھی بے خبری میں روندتی چلی گئی اور زہرہ بھی گھوڑے ٹاپوں سے کچلا گیا اس معرکہ میں عمار بن یزید الکلبی بھی کام آ گیا تھا۔

اس کے بعد شبیب نے اپنے ساتھیوں سے کہا'' بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرو' ' اور حجاج کی فوج بھی کوفہ کی طرف شکست کھا کر روانہ ہو گئی۔ ان میں سے جو لوگ باقی رہ گئے انہوں نے شبیب کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور لشکر کے وہ مال ومتاع جو کوفہ بھاگ جانے والی فوج چھوڑ گئی تھی' شبیب نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی مصاد کو مدائن سے طلب کر کے کوفہ کا

قصد کیا اس دوران مذحج سے سفیان بن الکلبی اور حبیب بن عبدالرحمٰن الحکمی چھ ہزار سوار فوج کا ایک دستہ لے کر بہت سے شامیوں کے ہمراہ حجاج کے پاس پہنچے حجاج نے اہل کوفہ کی امداد لینے سے انکار کرتے ہوئے خدا کی حمد وثنا کے بعد اس نے اس وفد کو مخاطب کرتے ہوئے اس طرح خطاب کیا اے اہل کوفہ اللہ تمہارے شہر کو عزت نہ دے اور تم [illegible] یہاں سے نکل جاؤ اور خبردار ہمارے درمیان دشمن کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہونا حیرہ واپس جاؤ اور یہود ونصاریٰ کی حیثیت میں رہو' ہمارے ساتھ جنگ میں بجز ہمارے عاملوں اور ان لوگوں کے جنہوں نے عتاب بن ورقاء کے قتال میں شرکت نہیں کی تھی' اور کوئی شریک نہ ہوگا۔

اب حجاج نے شبیب سے بہ نفس نفیس خود جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ شبیب بھی چل کر صراط کے مقام پر پہنچ گیا' غرض کہ اس سے لڑنے کے لیے حجاج بھی بہت سے شامیوں وغیرہ کو لے کر نکل کھڑا ہوا جب دونوں فریقوں کا آمنا سامنا ہوا تو حجاج نے نظر اٹھا کر شبیب کو دیکھا' جس کے ساتھ چھ سو آدمی تھے۔ اس موقع پر حجاج نے اہل شام کو خطاب کرتے ہوئے کہا اے اہل شام تم اطاعت گزار' احکام کو سننے اور ماننے والے ہو اور صبر ویقین کے حامل ہو' ان مردود اور حق کو نہ ماننے والے باطل پرستوں کو تم پر غالب نہیں آنا چاہیے' پس اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور سواریوں پر جمے رہو اور نیزے لے کر آگے بڑھو' چنانچہ انہوں نے اس کی تعمیل کی' اب شبیب آگے آیا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو تین جتھوں میں تقسیم کرنے کا بندوبست ایک جتھہ اپنے ساتھ رکھا' جب کہ دوسرا سوید ابن اسلم کی ماتحتی میں دیا' اور تیسرے جتھے کو مجلل بن وائل کے حوالہ کیا' اس نے سب سے پہلے سوید کو حملہ کرنے کا حکم دیا' چنانچہ اس نے شبیب کے حکم کی تعمیل کی اور حجاج کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

انہوں نے تھوڑا صبر سے کام لیا اور سوید کی ایک جماعت قریب آنے دیا اور جب وہ قریب آ گیا تو ان لوگوں نے یکبارگی ان پر زبردست حملہ کر دیا جس سے سوید کو شکست ہوئی اور وہ میدان سے ہٹ گیا۔ اس پر حجاج نے بآواز بلند کہا اے اہل شام تم بات سننے والے اور اطاعت کرنے والے ہو اسی طرح حملہ کرتے رہو۔ اس کے بعد حجاج کرسی پر بیٹھ کر آگے آیا۔ یہ دیکھ کر شبیب نے اپنے دوسرے امیر مجلل کو حملہ کا حکم دیا' لیکن حجاج کی فوجوں نے پھر ثابت قدمی کا مظاہر کیا اس کے بعد حجاج اور آگے بڑھا لیکن شبیب نے اپنی خستہ حالی کے باوجود حملہ کر دیا لیکن حجاج کی فوج نے بھی ثابت قدمی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا حتیٰ کہ چاروں طرف سے تیروں اور نیزوں کی بارش ہونے لگی اور سخت جنگ ہوئی۔ اور اہل شام نے شبیب پر اتنی شدت سے تیراندازی کی کہ وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملنے پر مجبور ہو گیا اور جب اس نے ان لوگوں کے صبر واستقلال کا یہ عظیم منظر دیکھا تو اس نے سوید کو پکار کر کہا اپنے گھوڑوں سے اس دستہ پر حملہ کرو شاید تم ان کو یہاں سے ہٹانے میں کامیاب ہو جاؤ' اور حجاج کے اوپر عقب سے حملہ کرو اور ہم اس پر سامنے سے حملہ کریں گے۔

اس نے ایسا ہی کیا مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا' جس کی وجہ یہ تھی کہ حجاج نے تین سوار دے کر عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو پہلے ہی اس کے توڑ کے لیے سوید کی فوج کے عقب میں لگا رکھا تھا۔ علاوہ ازیں حجاج خود بھی ماہر حرب تھا اور وہ ان جنگی داؤں گھات سے خوب واقف تھا' یہ دیکھ کر شبیب نے اب اپنے دستہ کے لوگوں کو برانگیختہ کیا جس کو حجاج نے بھانپ لیا' چنانچہ اہل شام

کی دلجوئی کرنے کے لیے کہا اے سننے اور اطاعت کرنے والے لوگو! اس سخت معرکہ آرائی اور شدید حملہ پر صبر و ہمت سے کام لو' پھر خدا کی قسم جو آسمان و زمین کا مالک ہے کوئی چیز تمہارے اور تمہاری فتح کے درمیان اب حائل نہیں ہوگی اپنے گھوڑوں کی پشت پر جمے رہو اور ایکبارگی دشمن پر لوٹ پڑو چنانچہ حجاج کی فوجوں نے ایسا ہی کیا' لیکن شبیب نے بھی اپنے آدمیوں کے ساتھ اچانک اور ایک دم ان پر حملہ کر دیا اور جب وہ ان پر چھا گئے تو حجاج نے پھر اپنے لشکریوں کو پکارا جو شبیب کے مقابلہ میں پھر جاکر ڈٹ گئے اور زبردست جنگ ہوئی اور انہوں نے شبیب کی جماعت کو اپنی جگہ سے ہٹا کر پیچھے دھکیل دیا۔ شبیب نے اس وقت اپنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا اے اللہ کے دوستو! نیچے اتر آؤ اور اس کے بعد وہ خود بھی اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور اس کے ساتھی بھی نیچے اتر آئے' اس کے بعد حجاج نے حسب معمول اہل شام کو اہل السمع والطاعۃ کہہ کر پھر مخاطب کیا اور کہا یہ پہلی کامیابی ہے خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' یہ ہماری پہلی فتح ہے اور ایک مسجد پر چڑھ کر ہر دو فریق پر نظر ڈالنے لگا' اس وقت شبیب کے ساتھ صرف بیس آدمی تھے جن میں صاحبان فضل اور کریم النفس لوگ بھی تھے' ان لوگوں نے دن بھر سخت لڑائی لڑی تھی' جس کا اعتراف ہر شخص ایک دوسرے سے کر رہا تھا' اور حجاج اپنی جگہ سے دونوں فریقوں کو دیکھ رہا تھا' اس کے بعد خالد بن عتاب نے حجاج سے جماعت میں گھس جانے کی اجازت طلب کی' تاکہ خوارج اس کے پیچھے آئیں' حجاج نے اس امر کی اجازت دے دی' چنانچہ تقریباً چار ہزار آدمیوں کو لے کر وہ جماعت میں جا گھسا جس کے پیچھے خوارج کی فوج لگ گئی اندر پہنچ کر خالد بن عتاب نے شبیب کے بھائی مصاد کو قتل کیا اور شبیب کی بیوی غزالہ کو بھی قتل کر دیا۔ اس کو ایک شخص ضروہ بن دقاق الکلبی نے قتل کیا تھا۔ اس موقع پر شبیب کی فوج دو حصوں میں منقسم ہو کر رہ گئی حجاج کو اور اس کے ساتھیوں کو اس کامیابی پر بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اس کے بعد شبیب اور اس کے بچے کھچے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

اس پر حجاج نے حکم دیا کہ یہ لوگ جہاں جائیں ان کا پیچھا کیا جائے اور ان پر سخت دباؤ ڈال کر ہزیمت پر مجبور کیا جائے۔ شبیب کو لوگوں کی اب پہلی سی حمایت حاصل نہ رہی تھی' بہر حال وہ لوگ وہاں سے چل کھڑے ہوئے اور ان کے پیچھے حجاج کے آدمی لگے رہے' شبیب اپنے گھوڑے پر اونگھتا ہوا چلا جا رہا تھا اور اس کے پیچھے لگے ہوئے لوگ بھی اس کے قریب پہنچ چکے تھے' چنانچہ اس کے بعض ساتھیوں نے اس کو ایسے نازک موقع پر اونگھنے اور غفلت سے راستہ طے کرنے سے منع کیا' لیکن اس نے اپنے ساتھیوں کے کہنے سننے کی کوئی خاص پرواہ نہیں کی اور اسی انداز سے چلتا رہا۔ جب یہ معاملہ طول کھینچ گیا تو حجاج نے اپنے آدمیوں سے کہا شبیب کو جہنم میں جانے دو' اور اس سے اب تعرض نہ کرو' چنانچہ وہ لوگ اس کو چھوڑ کر واپس لوٹ آئے' اس کے بعد حجاج کوفہ میں داخل ہوا اور اس نے خطبہ دیا جس میں اس نے کہا کہ شبیب کو اس سے قبل کبھی شکست نہیں ہوئی تھی۔ اب شبیب نے بھی کوفہ کا ارادہ کیا جس کو روکنے کے لیے حجاج کی فوج کے بھی تھوڑے سے آدمی نکلے جن کی بدھ کے دن ان سے مڈبھیڑ ہو گئی اور یہ لوگ جمعہ کے دن تک برابر لڑتے رہے۔

حجاج کی فوج میں ایک شخص حارث بن معاویۃ الثقفی بھی تھا' جس کے ساتھ ایک ہزار کی نفری تھی' شبیب نے حارث بن معاویہ پر حملہ کر دیا اور اس کو اور اس کی جمعیت کی تلپٹ کر ڈالا' جن میں سے خاصے لوگ ہلاک ہو گئے اور باقی لوگ کوفہ کی طرف

بھاگ کھڑے ہوئے' اس کے بعد حجاج کا غلام ابوالورد ایک چھوٹا سا لشکر لے کر شبیب کے مقابلہ کے لیے نکلا لیکن وہ بھی لڑتا ہوا مارا گیا اور اس کے ساتھی شکست کھا کر کوفہ چلے گئے اسکے بعد ایک دوسرا سردار شبیب کے مقابلہ کے لیے نکلا لیکن اس کی جمعیت بھی ٹوٹ پھوٹ کر منتشر ہوگئی اس کے بعد شبیب اپنے ساتھیوں کو لے کر بصرہ اور کوفہ کے درمیانی علاقہ کی طرف روانہ ہوگیا جہاں راستے میں اس کی مڈبھیڑ حجاج کے فوجیوں سے ہوتی چلی گئی مگر وہ سب کو مُنھ کانے لگاتا چلا گیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا تم دین چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہوگئے ہو اور پھر سارا مال ومتاع دریائے فرات کی نذر کر دیا۔ اور پھر اپنے ساتھیوں لے کر آگے روانہ ہوا اور بہت سے شہروں کو فتح کرتا چلا گیا جو بھی اس کے سامنے آتا وہ بچ کر جانے نہیں پاتا تھا' اثنا راہ میں بعض شہروں کے امراء بھی اس کے مقابلہ کے لیے نکلے' جن میں سے ایک امیر نے شبیب سے مخاطب ہو کر کہا آؤ میرے مقابلہ کے لیے نکلو میں بھی تم سے مقابلہ کے لیے نکلتا ہوں' جس شخص نے شبیب کو یہ چیلنج دیا تھا وہ دراصل اس کا دوست تھا' اس لیے شبیب نے جواب میں اس سے کہا میں تم کو مارنا نہیں چاہتا ہوں' لیکن اس شخص نے کہا میں تو تمہیں مار ڈالنا چاہتا ہوں اور جو کہ اب تک تمہیں کامیابیاں ہوئی ہیں سے دھوکہ نہ کھانا اور یہ کہہ کر اس نے شبیب پر حملہ کر دیا' جس کے جواب میں شبیب نے بھی اس کے سر پر کاری وار کیا جس سے اس کے سر کی ہڈیاں ٹوٹ کر دماغ کے اندر گھس گئیں اور پھر خود ہی اس کی تجہیز وتکفین بھی کر دی۔ حجاج نے شبیب کو زیر کرنے کے لیے اپنی فوج پر زر کثیر صرف کیا تا کہ وہ کسی طرح قابو میں آ جائے لیکن وہ شبیب پر قابو نہ پا سکا لیکن بحکم الٰہی اس پر موت طاری ہو چکی تھی' بہر حال وہ جس طرح مرا اس میں حجاج یا اس کی فوج کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔

شبیب کی ہلاکت

حجاج نے بصرہ کے نائب امیر حکم بن ایوب بن الحکم بن ابی عقیل کو جو کہ اس کا داماد تھا' حکم دیا کہ چار ہزار فوج تیار کر کے شبیب کے پیچھے لگا دی جائے' مگر یہ لوگ سفیان بن الابرد کے پیروکاروں میں سے منتخب ہونے چاہئیں' حکم نے حجاج کے حکم کی تعمیل کی اور چار ہزار فوج لے کر شبیب کی طلب میں نکلا اور بالآخر اس موقع پر جب ابن الابرد اپنے آدمیوں کے ساتھ حکم بن ایوب کے فوجی دستے کے ساتھ شامل ہونے کے لیے بصرہ سے نکلا تو اسکے ساتھ بہت سے شامی بھی آ کر شامل ہو گئے اور پھر یہ سب مل کر شبیب کی طرف روانہ ہوئے اور پھر اس سے ان کی سخت ترین جنگ ہوئی' اور ہر فریق نے دوسرے کے لیے صبر کے ساتھ بہت کچھ برداشت کیا' اس کے بعد حجاج کی فوج نے خوارج پر ٹوٹ کر حملہ کر دیا' خوارج کی تعداد چونکہ ان کے مقابلہ میں بہت کم تھی اس لیے وہ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بالآخر ایک پل کی آڑ لینے پر مجبور ہوئے' یہاں تھوڑا توقف کرنے کے بعد شبیب نے اپنے ایک سو آدمیوں کے ساتھ اپنے دشمن پر حملہ کر دیا' یہ حملہ ایسا سخت تھا کہ سفیان بن الابرد بھی اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور اس کو دن بھر کی لڑائی کے بعد شبیب کے مقابلہ سے گریز کر کے کافی پیچھے ہٹنا پڑا۔

لیکن اس کی یہ گریز پائی غالباً جنگی مصلحت تھی' ابن الابرد نے اولاً اپنی فوج کو تیروں کے تابڑ توڑ حملہ اور زبردست یورش کا حکم دے کر خوارج کو میدان سے بھاگنے پر مجبور کر دیا' لیکن اس کے تھوڑی دیر بعد ہی خوارج نے ابن الابرد کی فوج پر پلٹ کر شدید

حملہ کر دیا اور اسکے تیس آدمی مار ڈالے چونکہ اب رات ہو چکی تھی اس لیے ہر فریق نے لڑائی بند کر دی۔ اور جب صبح ہوئی تو شبیب اپنے ساتھیوں کو لے کر پل عبور کرنے کے لیے چل پڑا ابھی وہ پل کے وسط ہی میں تھا اور اپنے گھوڑے پر سوار تھا کہ اس کا گھوڑا اپنے آگے کے گزرنے والی گھوڑی پر مستی میں الف ہو گیا جس کے دوران شبیب کا گھوڑا اپنے سوار سمیت نیچے پانی میں گرا اس وقت شبیب کی زبان پر قرآن کی وہ آیت تھی جس کا مطلب ہے ''اللہ جو چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے'' اس کے بعد شبیب نے پانی میں ڈوبنے سے قبل کئی بار غوطے کھائے کبھی وہ اوپر آتا تھا اور کبھی نیچے چلا جاتا تھا مگر اس کی زبان پر جو آیت تھی اس کا مفہوم ہے ''یہ اللہ بزرگ و برتر کا حکم اور اس کی مشیت ہے''۔ اس کے بعد وہ اس پل کے نیچے ہی گہرے پانی میں غرق ہو گیا' جب خوارج کو اس کے ڈوبنے کا قطعی یقین ہو گیا تو ان سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور پھر منتشر ہو کر مختلف شہروں کی سمت کوچ کر گئے' حجاج کے لشکر کے سردار کو جب پہلے پہل اس کی اطلاع ملی تو اس نے شبیب کو پانی سے نکلوایا اس کے جسم پر زرہ تھی اس کو اتروایا گیا اور اس کے بعد اس کا سینہ بھی چاک کیا گیا تو گوشت پوست کا پتھر جیسا سخت قسم کا لوتھڑا نکلا جس کو وہ زمین پر پٹخ کر اس کی سختی کو جانچ رہے تھے' شبیب کی موت کی خبر اس کی ماں کو ہوئی تو اس نے خبر دینے والوں سے کہا تم سچ کہتے ہو' جب میں حاملہ تھی تو میں نے اس وقت ایک خواب دیکھا کہ میرے جسم سے آگ کا شعلہ نکلا ہے' تو میں نے سوچا تھا کہ آگ تو پانی ہی بجھا سکتا ہے' صرف پانی ہی' اس کی ماں ایک حسین و جمیل کنیز تھی اور نہایت بہادر تھی' وہ اکثر اپنے بیٹے شبیب کے ساتھ جنگوں میں حصہ بھی لیتی رہی تھی' اس کا نام جہبرہ تھا۔

اسی طرح اس کی بیوی بھی بہت بہادر تھی جس کا نام غزالہ تھا اور لوگوں کے دلوں پر اس کا بھی بہت رعب رہتا تھا وہ بھی اپنے شوہر شبیب کے ساتھ ایسی معرکہ آرائیاں کر چکی تھی جن میں شرکت سے بڑے بڑے سورما گھبراتے تھے' غزالہ کی بہادری سے حجاج بھی بہت خوفزدہ رہتا تھا۔

ابن خلکان لکھتا ہے کہ شبیب کی ماں جہبرہ بھی اسی جنگ میں کام آئی۔ کہا جاتا ہے کہ شبیب بن یزید بن نعیم بن قیس بن عمرو بن الصلت بن شراحیل ابن صبرہ بن ذہل بن شیبان الشیبانی خلافت کا مدعی تھا' اور لوگ اس کو امیر المومنین کہتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ غرقابی کی موت نہ مرتا تو شاید خلافت حاصل کر لیتا' اس پر کوئی شخص بھی قابو نہ پا سکا' جب عبدالملک نے شام سے اس کی سرکوبی کے لیے فوجیں بھیجیں تو بمقتضائے الٰہی وہ حجاج کے ہاتھوں نرغہ میں آ گیا اور جس اس کا گھوڑا نہر دجیل میں گرا تو ایک شخص نے کہا' کیا امیر المومنین غرق ہو گئے' اس پر شبیب نے جواباً کہا ''یہ رب ذالجلال کی مشیت ہے جو ٹالی نہیں جا سکتی'' اس کے بعد اس شخص نے اس کو نہر سے نکالا اور حجاج کے پاس اس کی لاش بھیجی گئی جس نے اس کا دل نکالنے کا حکم دیا اور جب اس کو نکالا گیا تو وہ پتھر کی طرح سخت تھا' شبیب طویل القامت کھچڑی اور چھوٹے بالوں والا شخص تھا' وہ ۲۶ھ میں یوم النحر کو پیدا ہوا تھا' خوارج میں سے ایک شخص کو روک کر عبدالملک بن مروان کے پاس بھیجا گیا' جس نے اس سے دریافت کیا' کیا تم نے ہی یہ شعر کہا تھا؟ شعر

فان یک منکم کان مروان وابنہ وعمرو ومنکم ہاشم وحبیب

فمنا حصین والبطین وقعنب ومنا امیر المؤمنین شبیب

ترجمہ: ''اگر تم میں سے مروان اور اس کا بیٹا عمرو' ہاشم اور حبیب ہیں تو ہم میں سے بھی حصین و بطین وقعنب ہیں اور ہمارا

امیر المومنین شبیب ہے''۔

عبدالملک کے استفسار کے جواب میں اس شخص نے کہا میں نے تو یہ کہا تھا کہ اے امیر المومنین! شبیب ہم میں سے ہے' عبدالملک کو اس شخص کی یہ عذر خواہی پسند آئی اور اس کو رہا کر دیا۔ واللہ اعلم۔

کہا جاتا ہے اس سال حجاج کے نائب مہلب بن ابی صفرہ اور ازارقہ کے خوارج کے امیر قطری بن الفجاوہ کے مابین بکثرت جنگیں ہوئی' قطری بھی مشہور شہسوار اور بہادر جنگ جو تھا' لیکن اس کے رفقاء اس کو چھوڑ کر مختلف علاقوں میں نکل گئے تھے۔ اس کے بعد پھر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس شخص کا کیا حشر ہوا اور کہاں چلا گیا' اتنا ضرور معلوم ہے کہ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے درمیان عرصہ تک چپقلش چلتی رہی جس کو ابن جریر نے اپنی تاریخ میں بہ تفصیل بیان کیا ہے۔

ابن جریر لکھتا ہے کہ اس سال بکیر بن وشاح نے جو خراسان کا نائب تھا اپنے ماتحت امیہ بن عبداللہ ابن خالد سے انتقام لیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ امیہ بن عبداللہ کے خلاف بکیر نے لوگوں کو بھڑکایا' اور بڑی بے وفائی کے ساتھ اس کو موت کے گھاٹ اتروا دیا جس کے بعد دونوں طرف کے لوگوں میں ابن جریر کے بقول بڑی طویل معرکہ آرائیاں ہوئیں' اسی سال جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں' شبیب بن یزید' جیسے بہادر نڈر اور بے باک گھوڑ سوار کی موت بھی واقع ہوئی جس کی نظیر تاریخ میں صحابہ کے دور کے بعد نہیں ملتی۔ اسی طرح الاشتر اس کا بیٹا ابراہیم' مصعب بن زبیر اور اس کا بھائی عبداللہ بھی شجاعت و بہادری میں قطری بن الفجاوہ کی طرح ازارقہ کی تاریخ میں نام پیدا کر گئے ہیں' اس سال بعض دیگر اعیان و عمائد بھی انتقال کر گئے جن میں سب سے معروف کثیر بن الصلت بن معدی کرب الکندی گزرے ہیں' یہ اپنی قوم کے مطاع اور محبوب سردار تھے' مدینہ میں ان کا قلعہ نما مکان مصلے کے قریب تھا کہا جاتا ہے کہ یہ عبدالملک بن مروان کے میر منشی تھے' ان کا انتقال شام میں ہوا۔

محمد بن موسیٰ بن طلحہ

مشہور ہے کہ موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ کی بہن عبدالملک بن مروان کی بیوی تھی اور غالباً اسی وجہ سے اس کو عبدالملک نے سجستان کا حاکم بھی بنا دیا تھا' جب وہ سجستان کا چارج لینے چلا تو اس سے لوگوں نے کہا' خیال رہے تمہارے راستہ میں شبیب بھی پڑے گا جس سے لوگ عاجز آئے ہوئے ہیں بہتر ہے اسے تم نمٹا جاؤ اور اگر تم اس کو قتل کر سکو گے تو تمہاری شہرت کو چار چاند لگ جائیں گے اور ہمیشہ کے لیے امر جاؤ گے چنانچہ جب محمد موسیٰ روانہ ہوا تو اس کی شبیب سے مڈبھیڑ ہوگئی جس نے اس کو قتل کر دیا۔

عیاض بن غنم الاشعری

یرموک کی جنگ میں شریک ہوئے' صحابہ کی کثیر جماعت سے انہوں نے احادیث بیان کی' بصرہ میں انتقال کیا' رحمہ اللہ۔

مطرف بن عبداللہ

یہ متعدد بھائی تھے جن کے نام عروہ' مطرف' حمزہ تھے' چونکہ ان سب کا میلان بنو امیہ کی طرف تھا اس لیے حجاج نے ان سب بھائیوں کو مختلف ملکوں میں عامل و حکمران بنا دیا' چنانچہ عروہ کو کوفہ میں' مطرف کو مدائن میں اور حمزہ کو ہمدان میں مقرر کیا گیا۔

۸۷ھ کا آغاز

اس سنہ کے آغاز ہی سے مسلمانوں کو رومی شہروں میں جنگیں لڑنا پڑیں' سب سے پہلے اس علاقہ میں انہوں نے ارقیلہ کا معرکہ سرکیا' جب اس کو فتح کر کے واپس ہوئے تو ان کو سخت ژالہ باری اور شدید بارش کا سامنا ہوا' جس سے شدید سردی بڑھ گئی اور بہت سے مسلمان فوجی اس کی بھینٹ چڑھ گئے' اسی سال عبدالملک نے موسیٰ بن نصیر کو کل بلاد مغرب میں لڑائیوں کا انچارج بنا کر طنجہ کی جانب بھیجا اور اس نے اس مہم کے ہراول دستہ کا انچارج طارق کو بنایا۔ ان شہروں کے امراء اور بادشاہوں سے شدید جنگوں کے بعد موسیٰ بن نصیر اور طارق نے ان کو قتل کر دیا۔ اسی سال عبدالملک نے امیہ بن عبداللہ کو خراسان کی امارت سے برطرف کر کے حجاج کو سجستان کے ساتھ خراسان کا اضافی چارج بھی دے دیا اور حجاج کو جب شبیب سے فراغت ہوئی تو وہ کوفہ چھوڑ کر بصرہ چلا گیا اور کوفہ کی امارت پر اپنی جگہ پر مغیرہ بن عبداللہ عامر الحضرمی کو مقرر کر گیا' اس اثناء میں مہلب ازارقہ سے نمٹ کر حجاج کے پاس سیدھا بصرہ جا پہنچا' حجاج نے مہلب کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور ان لوگوں کو طلب کیا گیا جن کی کارکردگی جنگ میں اچھی رہی تھی' اور ان میں سے جس کی مہلب نے حجاج سے سفارش کی ان کو حجاج نے عطیات سے نوازا اس کے بعد حجاج نے مہلب کی سجستان کی گورنری بھی تفویض کی اور عبداللہ بن ابی بکرہ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا اس کے بعد ان دونوں میں حجاج کے ایوان سے باہر آنے سے قبل کچھ ردوکد ہوئی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ مہلب کی طرف سے شروع ہوئی تھی' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے پولیس چیف عبدالرحمٰن بن عبید بن طارق الشمسی کو بھی اپنی مدد کے لیے طلب کر لیا تھا اور حجاج کو بھی اس سے آگاہ کر دیا تھا' جس میں عبداللہ نے مہلب پر ایک لاکھ درہم کے متعلق الزام عائد کیا تھا۔

ابو معشر کہتا ہے اس سال ولید بن عبدالملک نے لوگوں کو حج بھی کرایا۔ اس وقت ابان بن عثمان مدینہ کا گورنر تھا' اور عراق' خراسان اور سجستان و دیگر ملحقہ علاقوں کا گورنر حجاج تھا مگر اس نائب امیر خراسان میں مہلب بن ابی صفرہ اور سجستان کا نائب امیر عبداللہ بن ابی بکرۃ الثقفی تھا' کوفہ کے عہدۂ قضا پر شریح بن الحارث مقرر تھا اور بصرہ کا قاضی موسیٰ بن انس بن مالک الانصاری تھا' اس سال جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام اور ابو عبداللہ انصاری السلمی صحابی رسول ﷺ جیسے عمائدین کا انتقال ہوا' مؤخر الذکر نے بہت سی احادیث بھی روایت کی ہیں' یہ بیعت عقبہ میں موجود تھے' اور جنگ بدر میں بھی شرکت کے خواہش مند تھے مگر ان کے والد نے ان کو شرکت سے منع کر دیا تھا۔ ان کے نو بہن بھائی تھے' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ انتقال سے قبل بصرہ چلے گئے تھے' جابر بن عبداللہ کی وفات مدینہ میں ہوئی تھی' اور اس وقت ان کی عمر چورانوے سال تھی' ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث کی روایت منسوب ہے۔

شریح بن الحارث

یہ قیس بن ابوامیہ الکندی کے بیٹے تھے اور کوفہ کے عہدہ قضا پر مامور تھے اور حضرت عمر بن خطاب' حضرت عثمانؓ کے علاوہ حضرت علیؓ کے ابتدائی دور میں بھی قاضی رہے مگر بعد کو حضرت علیؓ نے ان کو معزول کر دیا لیکن امیر معاویہؓ نے اپنے عہد میں ان کو پھر

عہدۂ قضا پر مامور کر دیا اور اپنے انتقال کے وقت یعنی ۷۸ھ تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ یہ مشہور ہے ان کو اس منصب قضا کی تنخواہ اس زمانہ میں ۱۰۰ درہم ملتی تھی لیکن بعض مورخین کے بقول ان کی تنخواہ پانچ سو درہم تھی' وہ جب فیصلہ کرنے کے لیے اپنے گھر سے نکلتے تھے' اب ظالم کو پتہ چل جائے گا کہ اس نے کس کا حق مارا ہے' یہ فقرے ان کی زبان سے نکلتے تھے۔

یہ بھی مشہور ہے کہ وہ عدالت وانصاف کی کرسی پر بیٹھتے تھے تو قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کرتے تھے۔

﴿اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی﴾۔

''ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس تو لوگوں کے مابین انصاف سے فیصلہ کر اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کر''۔

وہ یہ بھی کہا کرتے تھے:

''کہ ظالم سزا کا منتظر ہے اور مظلوم مدد کا''۔

کہا جاتا ہے کہ شریح تقریباً ستر برس عہدہ قضا پر مامور رہے لیکن بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انہوں نے اپنی موت سے قبل اس منصب سے استعفیٰ دے دیا تھا' واللہ اعلم۔

بہرحال اصلاً یہ ایرانی النسل تھے جن کے اسلاف یمن میں آ کر آباد ہو گئے تھے' اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد شریح مدینہ آ گئے تھے لیکن ان کا انتقال کوفہ میں بعمر ایک سو آٹھ سال ہوا' طبرانی نے لکھا ہے کہ ہم تک علی بن عبدالعزیز ان کو ابوالنعمان ان کو حماد بن زیدان کو شعیب ابن الحجاب اور ان کو ابراہیم التیمی کے ذریعہ یہ خبر پہنچی ہے کہ شریح کہا کرتے تھے:

''کہ ظالموں کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کس کس کا حق مارا ہے' نیز یہ کہ ظالم کو عتاب کا انتظار کرنا چاہیے اور مظلوم کو نصرت واعانت کا''۔

اعمش کا کہنا ہے ایک مرتبہ شریح کے پیر میں تکلیف ہوئی اس پر انہوں نے شہد لگا لیا اور دھوپ میں بیٹھ گئے لوگ ان کی مزاج پرسی کو آتے اور ان سے پوچھتے کیا حال ہے؟ اس کے جواب میں شریح کہتے خدا کا شکر ہے سب خیر ہے' اس پر وہ لوگ کہتے کیا کسی طبیب کو آپ نے دکھایا ہے؟ شریح کہتے دکھا چکا ہوں' پھر وہ لوگ دریافت کرتے کہ اس نے پھر کیا کہا؟ وہ جواب دیتے اس نے اچھی ہی امید دلائی ہے۔

ایک روایت کے مطابق مشہور ہے کہ ان کے انگوٹھے میں زخم ہو گیا اس پر لوگوں نے دریافت کیا کیا آپ نے اسے کسی طبیب کو دکھایا ہے؟ کہا ہاں اسے جس نے یہ زخم دیا ہے۔

اوزاعی کا بیان ہے کہ مجھ سے عبید بن ابی لبابہ نے بیان کیا ہے کہ ابن زبیر کا فتنہ نو برس تک چلتا رہا لیکن شریح نہ خود اس کی جستجو میں رہتے تھے اور نہ کوئی دوسرا ان سے اس کی ٹوہ لیتا تھا۔ ابن ثوبان عبدہ سے عبدہ شعبی سے اور شعبی شریح سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ جب تک یہ فتنہ چلتا رہا مجھ سے کسی نے اس کی بابت دریافت نہیں کیا' اس پر ایک شخص نے کہا اگر میں تمہاری طرح ہوتا تو مجھے اس کی پرواہ نہ ہوتی کہ کب موت آئے گی اس پر شریح نے جواب دیا تمہیں کیا معلوم کہ میرے دل میں کیا گزرتی ہے۔

اسی طرح شفیق بن سلمہ نے بھی شریح کی بابت بیان کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اس فتنہ کی بابت نہ میں نے کبھی کھوج لگائی

اور نہ ہی کسی نے مجھ سے دریافت کیا اور نہ میں نے کبھی کسی مسلمان پر ظلم کیا اور نہ ہی کسی معاہد پر ذرا برابر ظلم کیا۔

ابو وائل کا بیان ہے کہ میں نے شریح سے کہا کاش اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو سبقت لے جانا پسند کرتا اور اس کے بعد شریح کے قلب کی طرف اپنے کان لگائے تو بولے کیسا مضطرب ہے ایک مرتبہ شریح کا گزر ایک مجمع پر ہوا تو بولے آخر تم لوگ کھیل کود میں کیوں مصروف ہو؟ وہ بولے ہم کام سے فارغ ہیں' شریح نے فوراً کہا آخر تمہیں کس کام سے فراغت مل گئی ہے؟

سوار بن عبداللہ العنبری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے علاء بن الجریر العنبری نے اور ان سے سالم ابو عبداللہ نے بیان کیا ہے کہ ایک روز شریح کے پاس موجود تھے کہ ایک شخص شریح کی خدمت میں حاضر ہوا شریح نے اس شخص سے دریافت کیا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا میرے اور تمہارے درمیان ایک دیوار کا فاصلہ ہے اور پھر بولا میں شام کا رہنے والا ہوں' شریح نے جواباً کہا بڑا فاصلہ ہے' اس کے بعد اس شخص نے کہنا شروع کیا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے' شریح نے کہا اللہ مبارک کرے اس پر اس شخص نے کہا میں نے اس عورت سے ایک مکان کا وعدہ کیا ہے' شریح نے کہا وعدہ ایفاء ضروری ہے' اس شخص نے شریح کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہا ہمارے درمیان فیصلہ کیجیے' شریح نے جو کچھ مجھے کہنا تھا وہ کہہ دیا۔

سفیان کہتے ہیں' لوگوں نے شریح سے پوچھا کہ علم کے اس مرتبہ پر آپ کیسے پہنچے' انہوں نے جواب دیا علماء سے لین دین کے باعث میں ان سے کچھ لیتا ہوں اور کچھ انہیں دیتا بھی ہوں۔ عثمان بن ابی شیبہ نے عبداللہ بن محمد بن سالم سے انہوں نے ابراہیم بن یوسف سے انہوں نے ابواسحاق سے اور ابواسحاق نے ہبیرہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی کو انہوں نے یہ کہتے ہوئے سنا:

''اے لوگو! میرے پاس تمہارے فقہاء آتے ہیں' میں ان سے کچھ مسائل پوچھتا ہوں اور کچھ مسائل وہ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ چنانچہ صبح سویرے ہی لوگ حضرت علی کی قیام گاہ کی طرف چل پڑتے تھے' حتی کہ وہاں پہنچ کر ساری جگہ بھر جاتی تھی' حضرت علیؓ فقہا سے کچھ مسائل پوچھتے تھے اور بعض مسائل فقہا حضرت علی سے دریافت کرتے تھے' غرض کہ اسی طرح مسائل کی آپس میں پوچھ گچھ ہوتی تھی اور جب دن چڑھ آتا تھا تو تمام لوگ بجز قاضی شریح کے منتشر ہو جاتے تھے یہ وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھے رہتے کوئی سوال ایسا نہ ہوتا جس کا جواب حضرت علیؓ ان کو نہ دیتے۔

ہبیرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ شریح اٹھو تم اب سب سے بڑے قاضی العرب ہو۔ ایک مرتبہ قاضی شریح کے پاس دو عورتیں ایک بچہ کی بابت جھگڑے کا تصفیہ کرانے کے لیے آئیں' ان میں سے ہر ایک اس بچہ کی مدعی تھی اور خود کو زیادہ مستحق سمجھتی تھی' ان میں سے ایک بچہ کی دادی اور دوسری اس کی ماں تھی۔

ابا امية اتيناک وانت المستعان به ۔۔۔ اتاک جدة ابن وام کلتانا نغريه

''اے امیہ کے باپ ہم تیرے پاس مدد طلب کرنے آئے ہیں ۔۔۔ تیرے پاس بیٹے کی ماں اور دادی آئی ہیں''

فلو كنت ناكحت لما نازعتكي فيه ۔۔۔ زوجت فهاتيه ولا يذهب بك القيامة

''اگر میں نکاح نہ کرتی تو میرا اس سے جھگڑا نہ ہوتا ۔۔۔ میں نے نکاح کر لیا تو یہ اس کا نتیجہ ہے خدا تمہیں سمجھ دے''

ايا ايها القاضي فهذه قصتي فيه

''اے قاضی اس کی اصل جھگڑا ہے''

چنانچہ اس کے بعد ماں نے کہنا شروع کیا

الا ایھا القاضی قد قالت لک الجدة　　قولا فاستمع منی ولا تطو ونی رده

''اے قاضی دادی نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا　　اب تو میری بات سن اور مسترد نہ کر''

تعزی النفس عن ابی　　وکبدی جملت کبدة

''میری جان کا سہارا یہ میرا بیٹا ہے　　جسے میں نے بڑی شفقت سے پالا ہے''

فلما صار فی حجری　　یتیما مفردا وخده

''جب یہ میری گود میں یتیم ولاوارث　　ہو کر تنہا رہ گیا تھا''

تزوجت رجاء الخیر　　بن کفنی فقره

''تو میں نے خیر کی امید میں　　ایک شخص سے نکاح کر لیا جو میری کفالت کر سکے''

ومن یظهر لی الود　　ومن یحسن لی رفده

''اور مجھ سے الفت کا اظہار کرے　　اور میرا بخوبی سہارا بن سکے''

اس پر شریح نے جواب دیا:

قد سمع القاضی ما قلتما ثم قضی　　وعلی القاضی جهر ان نحفل

''جو کچھ تم دنوں نے کہا وہ قاضی نے بغور سن لیا　　اور پھر اس نے صحیح فیصلہ کیا جو اس کی ذمہ داری ہے''

قال للجدة بینی بالصبی　　وخذی ابنک من ذات العدل

''اس نے بچہ کا فیصلہ دادی کے حق میں کیا　　اور اس سے کہا اپنے بیٹے کو خدا کا عطیہ سمجھ کر قبول کرو''

انها لو صبرت کان لها　　قبل دعوی ما تبتغیه للبدل

''اگر وہ چندے صبر کرتی تو یہ بیٹا　　اسی کو دعویٰ سے قبل مل جاتا''

یہ کہہ کر قاضی نے وہ بچہ دادی کو دلوا دیا۔

عبدالرزاق کا بیان ہے کہ ان سے معمر بن عون نے اور انہوں نے شریح سے سن کر یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایک شخص کے اقرار کی بنا پر اس کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا' اس نے کہا یا ابوامیہ آپ نے میرے خلاف بلا گواہ فیصلہ دے دیا' اس پر شریح نے جواباً کہا ہاں مجھے تمہاری خالہ کے بھانجے نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ اسی طرح علی بن جعد کا بیان ہے کہ ہمیں مسعودی نے ابن حصین سے سن کر بتایا ہے کہ ایک مرتبہ قاضی شریح سے ایک ایسی بکری کے متعلق دریافت کیا گیا جو کیڑے مکوڑے کھاتی تھی' انہوں نے کہا ''چارہ بھی مفت کا ہے اور دودھ بھی طیب ہے''۔

ابوحیان التیمی نے بیان کیا کہ قاضی شریح کے گھر میں جب کوئی سنور (لومڑی نما ایک جانور) مر جاتی تو وہ اس کو گھر کے صحن

ہی میں ڈلوا دیتے تھے اور بدبو پھیلنے کا اندیشہ سے اس کو باہر نہیں پھنکواتے تھے تاکہ مسلمانوں کو اس کی بدبو سے اذیت نہ پہنچے' ان کے گھر کے پرنالے بھی ان کے گھر کے اندر ہی گرتے تھے' تاکہ راستہ سے گزرنے والے مسلمان تکلیف سے دوچار نہ ہوں۔ ایک شخص نے شریح سے کہا آپ کی حالت تو بہت اچھی ہے' شریح نے سن کر کہا مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے تمہیں اللہ کی نعمتیں دوسروں پر تو نظر آتی ہیں اپنی ذات میں انہیں بھول جاتے ہو۔ طبرانی کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن زیاد بن سمعان کے قول کے مطابق شریح نے اپنے اس بھائی کو جو طاعون کے خوف سے گھر چھوڑ کر بھاگ رہا تھا لکھا: ''تم جس مکان کو چھوڑ کر بھاگنا چاہتے ہو اور جس مقام سے چلا جانا چاہتے ہو' اس ذات گرامی کی نظر میں ہے جس سے نہ کوئی بچ کر نکل سکتا ہے اور نہ اسے کوئی عاجز کر سکتا ہے' اس کی پکڑ اور طلب سے کوئی باہر نہیں ہے' ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے قاضی شریح کو لکھ کر بھیجا

''جب تمہارے سامنے کوئی مرحلہ پیش ہو تو سب سے پہلے کتاب اللہ میں اس کا حکم تلاش کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو اور جب تم اس کا جواب کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو پھر سنت رسول کی طرف رجوع کرو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو لیکن اگر تم کو کتاب اللہ اور سنت رسول میں بھی اس کا جواب نہ ملے تو تمہیں چاہیے کہ اجماع پر نظر ڈالو اور اس بارہ میں فقہاء و علماء کے فیصلہ کو اپنا ماخذ بناؤ۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ صالحین کے فیصلہ کے مطابق اپنا بھی فیصلہ دو' اور اگر وہاں بھی اس کا جواب نہ ملے تو چاہو تو جلد فیصلہ کر ڈالو اور چاہو تو تھوڑا سا توقف اور تاخر سے کام لو' اور میرے نزدیک ایسی صورت میں تاخیر ہی میں خیر اور بھلائی ہے' والسلام''۔

قاضی شریح بیان کرتے ہیں میں ایک روز میں حضرت علیؓ کے ہمراہ کوفہ کے بازار سے گزر رہا تھا ہم لوگ ایک قصہ گو کے قریب سے گزرے تو حضرت علیؓ وہاں رک کر کھڑے ہو گئے اور اس قصہ گو سے مخاطب ہو کر بولے: ہم تم دونوں قریب العہد ہیں' میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں اگر تم نے اس کا صحیح جواب دیا تو خیر ورنہ میں تمہیں تادیب کروں گا' قصہ گو نے کہا یا امیر المومنین پوچھیے جو پوچھنا ہو' حضرت علیؓ نے اس سے دریافت کیا ایمان کس چیز سے قائم رہتا ہے اور کس چیز سے زائل ہو جاتا ہے' قصہ گو نے برجستہ جواب دیا ایمان کا قیام تقویٰ اور پرہیزگاری سے ہے اور اس کا زوال حرص و لالچ میں ہے' حضرت علیؓ نے کہا صحیح ہے' اب جو کچھ تمہیں وعظ و نصیحت کرنا ہے شوق سے کرو۔ کہا جاتا ہے یہ وعظ اور قصہ خوان بزرگ نوف البکالی تھے۔ ایک شخص نے قاضی شریح سے کہا تم دوسروں کے فضل و انعام کا تو ذکر کرتے ہو مگر اپنے آپ کو نظر انداز کر جاتے ہو' قاضی نے جواباً کہا قسم خدا کی مجھے تمہاری نعمتوں پر رشک آتا ہے اس نے جواب دیا اس سے تمہیں تو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا اور نہ مجھے نقصان۔

جریر نے شیبانی سے انہوں نے شعبی سے روایت کیا کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے ایک گھوڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ پہلے اس کو دیکھیں گے' چنانچہ انہوں نے گھوڑا خرید لیا اور اسے لے کر چل پڑے مگر وہ اسی اثنا میں ہلاک ہو گیا' انہوں نے گھوڑے کے مالک سے کہا اپنا گھوڑا واپس لو' اس نے لینے سے انکار کیا اور کہا چلو قاضی سے اس کا فیصلہ کرالیں اور شریح کے پاس چلتے ہیں' حضرت عمرؓ نے کہا کون شریح؟ گھوڑنے والے نے جواب دیا ''شریح عراقی'' چنانچہ قاضی شریح کے پاس پہنچے اور ماجرا بیان کیا گیا' شریح نے سارا واقعہ سن کر حضرت عمرؓ سے کہا یا امیر المومنین اس کو گھوڑا یا بعینہ واپس کر دیجیے یا جس حالت میں خریدا تھا اس کو قبول

کیجیے۔ حضرت عمرؓ نے سن کر کہا: "بے شک فیصلہ صحیح ہے، کوفہ چلو، میں تمہیں وہاں عہدۂ قضا پر مامور کرتا ہوں، کیونکہ آج مجھے تمہارے جوہر کا پتہ چل گیا ہے"۔

ہشام بن محمد الکلبی کا بیان ہے کہ ان سے سعد بن ابی وقاص کی اولاد میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ شریح کا ایک بیٹا ایسا تھا جو کتے پالتا تھا اور ان کو دوسرے کتوں سے لڑاتا بھی تھا چنانچہ ایک روز اس نے قلم دوات اور کاغذ منگا کر اس کے اتالیق کو لکھا۔

ترک الصلوة لاکلب یسعی بھا طلب الھواش مع الفواش الرجس

"اس نے نماز چھوڑ دی ہے کتوں کے ریس کی خاطر وہ اپنے گمراہ و بدعادت دوستوں کے ہمراہ کتوں کو لڑاتا رہتا ہے"

فاذا اتاک فعفه بملامة وعظه من عظة الادیب الا کیس

"وہ جب تمہارے پاس آئے تو اس کو ملامت کرنا اور اس کو سمجھدار اتالیق کے طریقہ پر فہمائش کرنا"

فاذا ھممت بضربة فبدرة فاذا ضربت بھا تلانا فاجس

"اگر اس کو ضرب لگانے کا ارادہ ہو تو تین کوڑے لگانا اور پھر قید کر دینا"

واعلم بانک ما اتیت لنفسه مع ما تجوعنی اعز الا نفس

"دھیان رہے جو کچھ تم اس کی اصلاح کے لیے کرو گے وہ ایک گونہ میرے لیے بھی بہتر ہوگا"

قاضی شریح نے حضرت عمرؓ سے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا:

"اے عائشہ قرآن کی آیت "ان الذین فوقوا دینھم و کانوا شیعا" سے اصحاب بدعت، اصحاب اہوا اور اس امت کے گمراہ اصحاب مراد ہیں اور ہر گنہگار کے لیے توبہ ہے بجز اصحاب اہوا اور اصحاب بدعت کے، میں ان سے بری الذمہ ہوں، اور وہ مجھ سے بری الذمہ ہیں"۔

اور ایسی ہی ضعیف و غریب روایت محمد بن مصفی نے بقیہ سے اور انہوں نے شعبہ وغیرہ سے اور انہوں نے شعبی سے بیان کی ہے اور محمد بن کعب القرظی نے حسن سے اور حسن نے شریح سے عمر بن الخطاب کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عنقریب تمہاری چھان پھٹک ہوگی حتیٰ کہ تم ان لوگوں میں بچے کھچے رہ جاؤ گے جنہوں نے نہ اپنے عہدوں کا پاس کیا اور نہ اپنی امانتوں کا لحاظ کیا"۔

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہم کس زمرہ میں ہوں گے؟ فرمایا:

"تم لوگ معروفات پر عمل کرتے ہو اور منکرات سے بچتے ہو اور احد احد پکارتے ہو اور دعا کرتے ہو کہ اے رب ظالموں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر اور سرکشوں سے ہمیں بچا"۔

حسن بن سفیان نے یحییٰ بن ایوب سے انہوں نے عبدالجبار بن وہب سے انہوں نے عبداللہ السلمی سے اور انہوں نے شریح سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے بدری صحابہ نے جن میں عمر بن الخطاب بھی شامل ہیں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو نوجوان دنیا کی لذتوں اور لہو ولعب کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنی جوانی اللہ کی اطاعت میں بسر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بہتر صدیقوں کا اجر عنایت کرے گا''۔

اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے میری خاطر اپنی خواہشات کو چھوڑنے والے نوجوان اور میری خاطر اپنی جوانی کو خراب کر لینے والے تو میرے نزدیک میرے بعض ملائکہ کی طرح ہے''۔

اور یہ حدیث غریب ہے۔

اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ ہم سے صدقہ بن موسیٰ نے ابوعمران الجونی نے قیس بن زید کے حوالہ سے اور قیس بن زید نے مصریوں کے قاضی شریح سے عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن صاحب دین کو پکار کر کہے گا اے ابن آدم تو نے کیوں لوگوں کے حقوق مارے اور کس چیز میں ان کے اموال ضائع کیے' جواب میں بندہ کہے گا اے رب میں نے جان بوجھ کر ضائع نہیں کیے یہ مصیبت مجھ پر مال ڈوبنے یا جل جانے کے باعث آ پڑی تھی''۔

اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آج میں تیری طرف سے وکالت یا قضا کا حق دار ہوں''۔

چنانچہ اس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر غالب آ جائیں گی' اور اس کو جنت میں داخلہ کا حکم مل جائے گا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق جس کو یزید بن ہارون نے صدقہ سے روایت کیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی چیز طلب کرے گا اور اس کو ان کے میزان میں رکھے گا جس سے اس کا وزن بڑھ جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

عبداللہ بن الاشعری

عبداللہ بن الاشعری فلسطینی مہمان تھے' صحابہ کی ایک جماعت سے انہوں نے احادیث روایت کی ہیں ان کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف بھی حاصل تھا' ان کو حضرت عمرؓ بن خطاب نے شام کی طرف بھیج دیا تھا تاکہ وہاں کے لوگوں کو فقہ کی تعلیم دے سکیں' یہ صالحین اور متقی لوگوں میں تھے۔

جنادہؓ بن امیہ الازدی

یہ بزرگ مصر کی فتح کے وقت موجود تھے اور امیر معاویہ کی طرف سے بحری جنگ میں بھی بحیثیت امیر لشکر انہوں نے قیادت کی تھی یہ شجاعانہ کارناموں اور سخاوت کے لیے بھی مشہور تھے ان کا شام میں تقریباً اسی برس کی عمر میں انتقال ہوا۔

العلاء بن زیاد البصری

علاء بن زیاد بصرہ کے صالحین میں شمار ہوتے تھے ان میں خوف خدا اور تقویٰ بہت تھا' اپنے گھر ہی میں زیادہ تر اپنا وقت تنہائی میں گزارتے تھے' اور بہت کم لوگوں سے ملتے تھے' اور ہر وقت روتے رہتے تھے' حتیٰ کہ زیادہ رونے کے باعث بالآخر

انہ تھے سو گئے تھے ان کے فضائل ومناقب ہیں ان کا انتقال بھی ۸۷ھ ہی میں ہوا۔ ایک خیال یہ ہے کہ علاء بن زیاد کی رقت، وزاری اور گریہ وبکا میں اس وقت سے بہت اضافہ ہو گیا تھا' جب شام کے ایک شخص نے خواب میں ان کو اہل جنت میں دیکھا تھا' بس کے بعد اس شخص سے علاء بن زیادہ نے کہا تھا اے میرے بھائی تم نے میری بابت جو کچھ خواب میں دیکھا اللہ تم کو اس کی جزائے خیر دے' لیکن تمہارے خواب نے میری تو اب یہ حالت کر دی ہے کہ نہ مجھے رات کو چین اور نہ دن کو آرام' چنانچہ اس کے بعد سے ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ انہوں نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا تھا' جس کے باعث قریب المرگ ہو گئے تھے اور ہر وقت بلاناغہ نماز ہی میں مصروف ومشغول رہتے تھے' حتیٰ کہ ایک دن ان کا بھائی حسن بصریؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے بھائی کی تو خبر لو وہ تو بلاناغہ روزے رکھتے جا رہے ہیں نہ کھاتے ہیں اور نہ سوتے ہیں اور شب وروز روتے رہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کو خواب میں اہل جنت میں سے پایا ہے۔ حسن بصریؒ علاء ابن زیاد کے دروازہ پر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا لیکن انہوں نے دروازہ نہیں کھولا۔ آپ نے کہا دروازہ کھولو میں حسن ہوں' جب علاء نے حسن بصری کی آواز سنی تو دروازہ کھول دیا' اس پر حسن نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے میرے جنتی بھائی جنت کیا شے ہے' مومن کے لیے' مومن تو خدا کے نزدیک جنت سے بھی بہتر ہے' تم اپنے نفس کو ہلاک کیے جا رہے ہو' وہ ان کے پاس مقیم رہے حتیٰ کہ علاء بن زیاد نے کچھ کھانا پینا شروع کیا اور جس افراط میں مبتلا تھے اس میں بھی کمی کر دی۔

ابن ابی الدنیا کی ان کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا جس نے ان کی پیشانی کے بال پکڑ کر کہا اے غلام کھڑا ہو اور اللہ کو یاد کر اللہ تجھے یاد کرتا ہے۔ ابھی ان کی پیشانی کے بال اس شخص کے ہاتھ میں ہی تھے کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی بعض روایات کے مطابق جیسا کہ بعض لوگوں نے خواب میں دیکھا ان کے یومیہ اعمال صالحہ کی تعداد بہت سی مخلوق کے اعمال سے زیادہ ہوتی تھی۔ علاء بن زیاد اپنی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ:

> ''ہم ایسی قوم ہیں جس نے اپنے آپ کو دوزخ کے قابل بنا لیا ہے اب اللہ ہی اپنے فضل سے ہمیں عذاب نار سے نکالے گا تو نکلیں گے''۔

ایک دن انہوں نے کہا کہ ایک شخص اپنے اعمال کا دکھاوا کیا کرتا تھا' وہ اپنے کپڑے سمیٹ کر بڑی زوردار آواز میں قرأت کرتا تھا اور جس شخص کے پاس سے گزرتا تھا اس کو گالیاں دیتا تھا' اور برا بھلا کہتا تھا لیکن اللہ نے اس کو اخلاص ویقین کی دولت سے نوازا تو اس نے اپنی آواز بھی پست کر لی اور اپنی بہت کچھ اصلاح کر لی اور اب اس کا یہ حال ہو گیا ہے کہ جس شخص کے قریب سے گزرتا تھا اس کے لیے دعائے خیر کرتا تھا۔

سراقہ بن مرداس الازدی

بڑے خودرائے اور خودپسند شاعر تھا' اس نے حجاج بن یوسف کی ہجو لکھی تو اس نے شام کی طرف اس کو جلاوطن کر دیا جہاں جا کر وہ مر گیا۔

النابغۃ الجعدی

شاعر تھا' اس کا پورا نام السائب بن یزید الکندی کا تھا' ۸۷ھ میں اس کا بھی انتقال ہوا' اور اسی سال سفیان بن سلمہ الاسدی' معاویہ بن قرۃ البصری اور زر بن حبیش نے بھی انتقال کیا۔

۷۹ھ کا آغاز

اوراس میں پیش آمدہ واقعات

۷۹ھ میں شام میں طاعون کی ہلاکت آفرینیوں نے موت کا بازار گرم کر دیا تھا اور اس بیماری سے بچے کھچے لوگ اس قدر کمزور ولاغر ہو گئے کہ اہل شام میں لڑنے کی بھی سکت نہ رہی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں نے انطاکیہ کو جب اپنا ہدف بنایا تو وہاں کے باشندوں میں جنگ کرنے کی ہمت وطاقت نہ رہی تھی۔ اسی سال عبید اللہ بن بکرہ نے ترک کے بادشاہ رتبیل سے جنگ کی اور اس کے ملک کو روند ڈالا جس کے باعث مجبور ہو کر عبید اللہ سے سالانہ جزیہ دینے پر صلح کر لی' اسی سال عبد الملک بن مروان کے ہاتھوں الحارث بن سعید المتنبیٰ الکذاب کا قتل بھی ہوا۔ یہ شخص حارث بن عبد الرحمٰن بن سعید الدمشقی بھی کہلاتا تھا' اور الحکم بن مروان کا غلام تھا' یہ شخص دراصل جولہ کا رہنے والا جو دمشق میں آ کر بس گیا تھا اور وہیں اپنی عبادت وزہد اور تقویٰ کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا تھا' یہ شخص نہایت بدعقیدہ تھا اور قرآنی آیات واحکام کا منکر تھا' اور صالحین کے گروہ سے نکل کر شیطان کے گروہ میں داخل ہو گیا تھا' اور اسی طرح اپنی دنیا ودین اس نے خراب کر لی تھی۔

ابوبکر بن ابی خیثمہ کا بیان ہے کہ حارث کذاب دمشق کا رہنے والا تھا اور ابوالجلاس کا غلام تھا۔ اس کا باپ جولہ میں رہتا تھا لیکن اس پر شیطان سوار ہو گیا' اگرچہ اس سے قبل بڑا عابد وزاہد سمجھا جاتا تھا اور جب ہی اپنا سنہرا عبا پہن کر بیٹھتا تھا تو اہل مجلس کی نظر میں بڑا باوقار عابد اور متقشف زاہد دکھائی دیتا تھا اور جب خدا کی حمد بیان کرتا اور ذکر وفکر میں مشغول ہوتا تھا' تو بڑے بڑے اہل علم اور ثقہ لوگ اس کے گن گانے لگتے تھے۔ اس نے ایک مرتبہ اپنے باپ کو جولہ لکھا'' جلدی میرے پاس آ جاؤ میں نے خواب میں ایسی چیزیں دیکھی ہیں جن سے مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ شیطان کے کرتوت ہیں لیکن باپ نے سن کر اس کی گمراہی میں مزید اضافہ کر دیا اور اسے لکھا'' اے میرے بیٹے جو کچھ میں نے تمہیں نصیحت کی ہے اس پر فوراً عمل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کیا میں تمہیں اس سے آگاہ نہ کردوں کہ'' شیطان کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں' وہ ہر جھوٹے بہتان تراش گناہگار پر نازل ہوتے ہیں''۔ اور چونکہ تم جھوٹے اور گنہگار نہیں ہو اس لیے جو کچھ میں نے تم کو حکم دیا ہے وہ کر گزرو۔

حارث کذاب کا قاعدہ تھا کہ وہ اہل مسجد میں سے ہر ایک کے پاس فرداً فرداً جا کر ملاقات کرتا اور اپنی بات ان کو سناتا اور ان سے عہد وپیمان لیتا تھا' اگر وہ اس کی بات سچ سمجھتے ہیں تو اس پر عمل کریں ورنہ اس پر پردہ ڈالے رکھیں اور اس کو خفیہ رکھیں' یہ شخص لوگوں کو عجیب عجیب کرامات بھی دکھاتا تھا۔ وہ مسجد میں سنگ مرمر کے پاس ایک ٹکڑے کے پاس کھڑے ہو کر اس کو اس طرح

ہاتھ سے بجاتا تھا کہ گویا اس میں سے تسبیح وتہلیل کی آوازیں نکل رہی ہیں' یہ لوگ اس حیرت واستعجاب میں پڑ جاتے تھے' اور ایک تورِ شمع میں برپا ہو جاتا تھا۔

ابوالعباس بن تیمیہ جیسے بزرگ شیخ کو لوگوں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ شخص زندیق ملحد و بے دین ہے۔ ابن خیثمہ نے ایک روایت میں بیان کیا ہے کہ حارث لوگوں کو موسم سرما کے پھل گرمیوں میں اور گرمیوں کے پھل موسم سرما میں کھلاتا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا باہر نکل آؤ میں تمہیں فرشتے دکھاتا ہوں اور یہ کہہ کر ان کو براق کی خانقاہ میں لے جاتا تھا اور وہاں گھوڑوں پر سوار آدمیوں کو نظر آتے تھے' اس کی اس حرکت اور شعبدہ بازی کو دیکھنے کے لیے ایک انبوہ کثیر جمع ہو جاتا' غرض کہ اس کی اس بات کا چرچا مسجد میں پھیل گیا اور لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے' شدہ شدہ یہ خبر جب قاسم بن مخیمرہ کو بھی پہنچی تو حارث نے اس پر بھی اپنا جادو چلایا اور اس سے کہا اور عہد لیا کہ اگر وہ اس کی بات کا یقین کرتا ہے اور نتیجتاً اس کو قبول کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر یقین کرتا ہے تو اس راز کو راز ہی رہنے دے اور پردہ فاش نہ کرے' اور پھر اس سے اس نے کہا کہ میں نبی ہوں' یہ سن کر قاسم نے کہا او خدا کے دشمن تو جھوٹا ہے تو نبی ہرگز نہیں ہے' اور ایک روایت کے مطابق یہ کہا کہ تو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث کی رو سے ان دجالوں میں سے ایک دجال ہے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خبر دی ہے اور حدیث یہ ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس ایسے دجال پیدا نہ ہولیں جو نبوت کے دعویدار ہوں گے''۔ اور تو بھی انہی میں سے ایک ہے تجھ سے کوئی عہد و پیمان نہیں کیا جا سکتا۔ اور پھر قاسم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوادریس کے پاس پہنچے جو دمشق کے قاضی تھے اور ان کو حارث کے متعلق تمام باتیں بتائیں ابوادریس نے کہا ہم اسے اچھی طرح جانتے ہیں' اور پھر ادریس نے عبدالملک کو حارث کی بابت سب کچھ بتایا۔

اور ایک روایت کے مطابق مکحول اور عبداللہ بن ابی زائدہ حارث کے پاس آئے تو اس نے ان دونوں کو بھی اپنی نبوت کی دعوت دی لیکن ان دونوں نے اس کی دعوت کو مسترد کر دی اور اس کو جھوٹا قرار دے کر اس کی نبوت کی سختی سے تردید کی اور پھر انہوں نے عبدالملک کو اس واقعہ سے مطلع کیا' جس پر عبدالملک نے حارث کی طلبی کے احکام جاری کر دیئے' جس کو سن کر حارث چھپ گیا اور اپنے گھر بیت المقدس کی طرف چل پڑا۔ لیکن عبدالملک بھی اس کے حالات سے برابر واقفیت حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے نصیریہ پہنچا جہاں اس کے دربار میں ایک شخص اہل نصریہ کا آیا جو حارث کے پاس بھی آتا جاتا رہتا تھا اس نے حارث کی جائے رہائش اور دیگر حالات سے عبدالملک کو آگاہ کیا اور اس نے عبدالملک کی ترکی سپاہیوں کی ایک نفری اپنے ساتھ لے جانے اور حارث کا محاصرہ کرنے کی درخواست کی' عبدالملک نے اس کی درخواست قبول کر کے کچھ ترک سپاہی اس کے ساتھ کر دیئے اور بیت المقدس کے نائب کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اس شخص کی مدد کرے اور اس کی ماتحتی میں رہ کر ہر طرح کا تعاون کرے چنانچہ اس شخص نے حکم دیا کہ زیادہ سے زیادہ شمعیں اکٹھی کی جائیں اور ہر سپاہی کے ہاتھ میں ایک ایک شمع دے دی جائے' تاکہ حارث کے مکان تک کا سارا راستہ روشن رہے اور تاریکی کی وجہ سے کسی کام میں رکاوٹ نہ ہوگا۔

اس کے بعد مذکورہ شخص بہ نفس نفیس حارث کے گھر میں داخل ہوا اور اس کے دروازہ پر کھڑے ہو کر حاجب و دربان سے کہا

اپنے نبی سے میرے داخلہ کی اجازت طلب کرو' دربان نے جواب دیا صبح تک کسی کو داخلہ کی اجازت نہیں مل سکتی۔ اس پر نصیری نے چیخ کر کہا لوگو! اپنی شمعیں خوب روشن کر لو' لوگوں نے اپنی شمعیں پوری طرح روشن کر لیں جس سے دن کا سماں بندھ گیا' چونکہ نصیری نے حارث کا تعاقب کر رکھا تھا' حارث یہ دیکھ کر جلد سرنگ میں گھس گیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حارث کے حواریوں نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے اللہ کے نبی تک یہ لوگ پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ تو آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے ہیں' اس پر نصیری نے اپنا ہاتھ سرنگ میں داخل کر دیا اور اسکے ہاتھ میں حارث کا کپڑا آ گیا اس نے اس کو کپڑے ہی سے پکڑ کر باہر کھینچ نکالا' اور پھر ترک سپاہیوں سے کہا اس کو پکڑ کر قید کر لو۔ کہا جاتا ہے ہتھکڑیاں کئی مرتبہ اس نے ہاتھ سے نکالنے کی کوشش کی اور اس کی گردن میں جو طوق ڈالا گیا تھا وہ بھی کئی مرتبہ اس کی گردن سے کھسک کر نیچے آ گیا اور آخر کار اس نے زور زور سے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھنا شروع کی' تم کہہ دو اگر میں گمراہ ہوں تو اس گمراہی کا وبال مجھ پر ہی پڑے گا' اور اگر میں راہ یاب ہوں تو اپنے رب کی وحی کی وجہ سے وہ قریب ہے سننے والا ہے'' اور اسکے بعد ترک سپاہیوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا اور قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی'' کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے''۔ اس پر سپاہیوں نے اپنی زبان اور لغت میں جواب دیا'' ہذا ہمارا قرآن ہے تم اپنا قرآن لاؤ'' جب سپاہی اس کو لے کر عبدالملک کے پاس پہنچے تو اس نے اس کو ٹکٹکی کے ساتھ باندھ دینے کا حکم دیا اور ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس کو چھوٹے نیزے کے ساتھ کیفر کردار کو پہنچائے اس نے نیزہ اس کی پسلی میں مارا۔ بعض روایت کے مطابق عبدالملک نے پہلے حارث کو قید رکھا اور اہل فقہ کو حکم دیا کہ اس کو راہ راست پر لانے کے لیے پہلے وعظ ونصیحت سے کام لیں اور اس کے سر پر جو شیطان سوار ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں' لیکن جب اس پر بھی وہ باز نہ آیا اور انکار ہی کرتا رہا تو اس کو پھانسی دے دی گئی۔ غرض کہ عدو انصاف کے تمام تقاضے پورے کر کے اس کو کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔

ولید بن مسلم نے ابن جابر کے حوالہ سے علاء بن زیاد العدوی کے متعلق بتایا ہے کہ اس نے عبدالملک کے اس مستحسن فعل کو رشک کی نظروں سے دیکھا کہ اس نے حارث جیسے جھوٹے نبی کو کیفر کردار کو پہنچایا اور رسول اللہ ﷺ کے اس قول پر عمل کر دکھایا کہ:

'' قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس دجال پیدا نہ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا جو کوئی ایسا کہے اس کو قتل کر دینا اور جو کوئی ایسے شخص کو قتل کرے گا وہ جنت میں جائے گا''۔

ولید بن مسلم کا بیان ہے کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ خالد بن یزید بن معاویہ نے عبدالملک سے کہا تھا اگر میں تمہارے پاس موجود ہوتا تو تمہیں حارث کے مروانے کا حکم نہ دیتا' عبدالملک نے کہا کیوں اس پر خالد بن یزید نے کہا وہ نفسیاتی طور پر اپنے طریقہ کار پر عمل کر رہا تھا اگر تم اس کو مزید کچھ کرنے دیتے اور مہلت مزید دے دیتے تو وہ اپنے مذہب اور طریق سے خود دست بردار ہو جاتا اور تمہیں اس کو مروانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

۷۹ھ ہی میں عبیداللہ بن ابی بکرہ کی ملک الترک الاعظم رتبیل سے معرکہ آرائی ہوئی' جو کبھی مسلمانوں سے صلح کر لیتا تھا' اور کبھی تمرد وسرکشی پر آمادہ ہو جاتا تھا' چنانچہ حجاج نے ابن ابی بکرہ کو حکم دیا کہ جو کچھ مسلمان تم اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو اپنے ساتھ لے کر اس پر حملہ آور ہو جاؤ اس کی قلعہ بندیوں کو منہدم کر دو اور اس کے علاقہ میں جنگ کر کے اس کی سرزمین اس پر تنگ کر دو' اس

حکم کے ملتے ہی عبیداللہ نے نہ صرف بہت سا لشکر جمع کیا بلکہ اہالیان بصرہ و کوفہ میں سے بھی بہت سے لوگوں کو لے کر میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا اور رتبیل ملک الترک کی فوجوں سے جا بھڑا اور اس کا تیا پانچہ کر ڈالا۔ اس کے بعد ابن ابی بکرہ اور اس کے لشکری شہروں میں بطور جاسوس گھس گئے اور ان کے بہت سے شہروں' قلعوں اور بستیوں پر قبضہ کر لیا اور بہت کچھ تباہ کر ڈالا' رتبیل یہ ماجرا دیکھ کر الٹے پاؤں لوٹا لیکن ابن ابی بکرہ بھی اس کا پیچھا کرتا رہا اور رتبیل کے مدینہ عظمٰی تک اس کا تعاقب کرتا چلا گیا' شہر کے باشندے اس تعاقب سے بہت خوف زدہ ہو گئے لیکن رتبیل نے پیچھے ہٹ کر مسلمانوں کا ایک مقام پر محاصرہ کر لیا اور ان کے باہر نکلنے کے راستے اس قدر تنگ کر دیئے کہ مسلمانوں کو خود اپنی ہلاکت کا سخت خطرہ لاحق ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ابن ابی بکرہ نے رتبیل سے صلح و مصالحت کی طرح ڈالی' چنانچہ رتبیل اس امر پر تیار ہو گیا کہ وہ سات لاکھ دینار سالانہ مسلمانوں کو دیتا رہے گا' اور مسلمانوں کو راہداری اور آمد و رفت کی تمام سہولتیں بھی مہیا کرے گا' چنانچہ اس کام کے لیے شریح بن ہانی کا بطور سفیر تقرر ہوا جو ایک مقتدر صحابی تھے اور اصحاب علیؓ میں شمار ہوتے تھے لیکن مسلمان اس مصالحت پر راضی نہ ہوئے اور جدال و قتال پر تیار ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکوں کے ہاتھوں اس معرکہ آرائی میں بہت سے مسلمان مارے گئے اور شریح بن ہانی مندرجہ ذیل رجز یہ اشعار پڑھتے رہ گئے۔

اصبحت ذابث نقاسی الکبراء قد عشت بین المشرکین اعصرا

''میں نہایت مضطرب و مغموم ہوں میں مشرکوں کے درمیان ایک عرصہ تک رہ چکا ہوں''

ثم ادرکت النبی المنذرا وبعدہ صدیقہ وعمرا

''اس کے بعد مجھے اپنے نبی منذر کی صحبت نصیب ہوئی اور اس کے بعد ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب کا دور دیکھا''

ویوم مہران ویوم تسترا والجمع فی صفینھم والنھرا

''مہران اور تستر کے موقعوں پر بھی موجود تھا اور صفین اور نہروان کے معرکے بھی دیکھے''

ھیھات ما اطول ھذا عمرا

افسوس ہے اس طویل عمر پر!

اس کے بعد ام ہانی نہایت بے جگری سے لڑے اور شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کے بہت سے ساتھی بھی اس لڑائی میں کام آ گئے' بعد ازاں جو لوگ بھی رتبیل کی اس خونی سرزمین سے نکل سکے وہ وہاں سے نکل آئے اور عبیداللہ بن ابی بکرہ بھی معہ اپنے تھوڑے تھوڑے ساتھیوں کے وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے' یہ اطلاع حجاج کو بھی ملی اور جو کچھ وہ انتظام کر سکتا تھا وہ کر کے اس نے عبدالملک کو اس کی پوری پوری رپورٹ بھیجی اور ساتھ ہی عبدالملک کو رتبیل کے ملک میں عظیم فورس بھیجنے کے لیے بھی لکھا جس کی تائید عبدالملک نے بھی کی اور مسلمانوں کو جو عظیم نقصان پہنچا تھا اس کا رتبیل سے انتقام لینے کے لیے حجاج کی بھرپور حمایت کی' جب یہ خط حجاج کو ملا جو عبدالملک کی جانب سے حجاج کو لکھا گیا تھا تو اس نے ایک لشکر عظیم رتبیل کے مقابلہ کے لیے تیار کیا' جس کی تفصیل اگلے سال کے واقعات میں لکھی جائے گی۔

بیان کیا جاتا ہے اس جنگ میں ابن ہانی سمیت تقریباً تیس ہزار مسلمان شہید ہوئے اس کے علاوہ بہت سے لوگ بھوک

سے بھی مر گئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں پر سخت مظالم بھی کیے گئے تھے' اور ان سے فی کس ایک دینار تاوان جنگ بھی لیا گیا تھا' مسلمانوں نے اس جنگ میں بہت سے ترکوں کو بھی مار ڈالا تھا۔ کہا جاتا ہے اسی سال قاضی شریح نے عہدہ قضاء سے استعفیٰ دے دیا تھا' اس کو حجاج نے قبول کر کے ان کی جگہ ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری کا تقرر کر دیا تھا' قاضی شریح کی سوانح حیات کا مختصر حال گزشتہ سال کے واقعات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

واقدی' ابو المعشر اور دیگر اہل سیر نے لکھا ہے کہ اس سال مدینہ منورہ کے گورنر ابان بن عثمان نے لوگوں کو حج کرایا تھا' اور اس سال قطری بن الفجاءۃ التمیمی' ابو نعامہ خارجی کو بھی قتل کر دیا گیا تھا' یہ شخص نامور شجاع اور بہادر تھا' مشہور ہے کہ اس کے ساتھی اس کو تقریباً بیس سال تک خلیفہ کہتے اور سمجھتے رہے اور اس کی بہادری و شجاعت کے کارنامے اس وقت زبان زد خاص و عام تھے' جب یہ مہلب بن ابی صفرہ کے مقابلہ میں جو حجاج کی طرف سے امیر لشکر بنا کر بھیجا گیا تھا' اپنی جوانمردی اور بہادری کے جوہر دکھا رہا تھا' اس کے شجاعانہ کارناموں کی داستانوں اور مصعب بن الزبیر کے زمانہ میں اس کے خروج' نیز بہت سے قلعوں وغیرہ پر اس کے قبضہ کی کہانیوں کا حال ہم نے کسی دوسری جگہ تفصیل سے لکھا ہے' اس کے مقابلہ میں حجاج نے کئی بار کثیر فوجیں بھی بھیجیں جن کو اس نے ہمیشہ شکست سے دوچار کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص اچانک اجنبی طور پر اس کے سامنے نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز تھا اور جو ایک سرکش و منہ زور گھوڑے پر سوار تھا جب یہ شخص قطری کے قریب آیا تو قطری نے اپنا چہرہ کھول دیا اس شخص نے قطری کو پہچان لیا اور وہاں سے بھاگنے لگا' قطری نے کہا بھاگ کر کہاں جاتے ہو؟ تمہیں بھاگتے ہوئے شرم نہیں آتی' آؤ کچھ نیزہ بازی اور شمشیر زنی کا مظاہرہ ہو جائے اس شخص نے کہا کوئی انسان تجھ جیسے انسان سے بھاگنے میں نہیں شرماتا ہے' بہر حال بالآخر قطری کا میدان جنگ میں الابرد الکلبی سے آمنا سامنا ہوا اور طبرستان کے میدان میں فریقین میں لڑائی ہوئی' اتفاقاً قطری گھوڑے سے لڑکھڑا کر قریب ہی زمین پر آ رہا تو یہ سب لوگ اس پر ایک دم جھپٹ پڑے اور اس کو قتل کر کے اس کا سر حجاج کے پاس بھیج دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قطری کو جس شخص نے ٹھکانے لگایا اس کا نام سودہ بن الحر الدارمی تھا۔ قطری بن الفجاءۃ اپنی شجاعت و بسالت کے ساتھ خطباء عرب میں سے تھا' اس کی بلاغت و فصاحت کے چرچے زبان زد خاص و عام تھے' وہ جودت کلام اور اشعار کی پاکیزگی و سلامت کے لیے بہت مشہور تھا جو کوئی اس کا کلام سنتا تھا وہ لطف اٹھاتا تھا وہ اکثر اپنے شجاعانہ کارناموں کا تذکرہ اپنے اشعار میں بھی کرتا تھا جن کا صاحب حماسہ نے بھی ذکر کیا ہے اور ابن خلکان نے بھی اس کی تحسین کی ہے مندرجہ ذیل اشعار اس کے بصیرت افروز خیالات کی عکاسی ہوتی ہے۔

اقول لھا طارت شعاعا من الابطال ویحک لن تراعی

''جب زندگی بہادروں کے جسم سے نکل کر ہوا ہو گئی تو میں نے اس سے کہا افسوس کہ تجھے بچایا نہ جا سکا''

فانک لو طلبت بقاء یوم علی الاجل الذی لک لم تطاعی

''اگر تو ایک دن کی مہلت بھی موت کے مقابلہ میں طلب کرتی تو وہ تجھے نہ ملتی''

فصبرا فی مجال الموت صبرا فما نیل الخلود بمستطاعی

''بس موت کے میدان میں صبر ہی بہتر ہے کیونکہ یہاں دائمی قیام ممکن نہیں''

ولا ثوب الحیاۃ بثوب عز فیطوی عن اخی الخنع الیراعی

''زندگی کا لباس قابل فخر نہیں اسے کوئی بھی کمینہ بزدل شخص لپیٹ دے سکتا ہے''

سبیل الموت غایۃ کل حي وداعیہ لاھل الارض داعی

''ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اس کالبدخاکی کو چھوڑ کر جانے والا اہل دنیا کو یہی پیغام دیتا ہے

فمن لا یغتبط بسأم ویصرم وتسلمہ المنون الیٰ انقطاعی

''جو شخص کی زندگی قابل رشک نہ ہو وہ تھک کر بوڑھا ہو جاتا ہے اور موت اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے''

وما للمرء خیر فی حیاۃ اذا ما عد من سقط المتاعی

''اس آدمی کی زندگی میں کوئی خیر نہیں جس کا شمار ناکارہ اور کھوٹی پونچی میں ہوتا ہے''

۷۹ھ میں عبداللہ بن ابی بکرہ کا انتقال ہوا جو اسلامی لشکر کے امیر وسردار تھے اور جنہوں نے ملک الترک رتبیل کے ملک میں گھس کر جنگ کی تھی اور جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں' اسلامی لشکر کے بہت سے جانباز معہ شریح بن ہانی کے مارے گئے تھے' ایک مرتبہ عبیداللہ بن ابی بکرہ حجاج کے پاس آیا اس وقت وہ اپنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے تھا' حجاج نے اس سے دریافت کیا کہ اس انگوٹھی پر تو نے کتنی رقم خرچ کی؟ اس نے جواباً کہا چالیس لاکھ دینار' حجاج نے پھر پوچھا' وہ رقم کہاں صرف کی؟ اس نے کہا بھلائی کے کاموں میں' مغموم لوگوں کے رنج وغم دور کرنے میں' صناعوں اور کاریگروں کے مکانات میں اور شریف عورتوں کے نکاح کرانے میں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ عبیداللہ کو پیاس لگی ایک عورت اس کے پاس ٹھنڈے پانی کا کوزہ بھر کر لائی' اس نے اس عورت کو تیس ہزار دینار دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک نابالغ لڑکا اور ایک نابالغ لڑکی عبیداللہ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کی گئی' اس وقت تو اپنے درباریوں اور مصاحبوں میں بیٹھا ہوا تھا' لہٰذا اس نے اپنے کسی مصاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں تمہارے لیے ہیں اور پھر تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا' بلاشبہ بعض مصاحبوں کو بعض پر ترجیح دینا ایک طرح کا بڑا بخل ہے اور بڑی کمینگی ودناءت ہے اور پھر غلام سے مخاطب ہو کر کہا: میرے مصاحبوں اور ہم نشینوں میں سے ہر ایک کو ایک وصف اور وصفہ یعنی غلام اور لونڈی دے دی جائے جب یہ غلام اور لونڈیاں شمار کی گئیں تو ان کی تعداد اسی تھی۔

عبیداللہ بن ابی بکرہ کا انتقال بست میں اور بعض کے نزدیک فروخ میں ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب والحمدللہ رب العالمین۔

۸۰ھ ہجری

اس سال مکہ میں بڑا زبردست سیلاب آیا اور ہر چیز کو بہا کر لے گیا‘ حجاج نے بھی مکہ سے اپنے سامان وغیرہ شہر سے منتقل کر کے باہر پہنچا دیا‘ مردوں اور عورتوں کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچنا مشکل ہو گیا سیلابی پانی حجون تک پہنچ گیا اور بہت سی مخلوق ڈوب گئی۔ کہا جاتا ہے کہ پانی کی سطح اتنی بلند ہو گئی تھی کہ خانہ کعبہ کے ڈوبنے کا اندیشہ ہو گیا تھا واللہ اعلم۔

ابن جریر نے واقدی کے متعلق بتایا ہے کہ اس نے بتایا کہ اس سال بصرہ میں طاعون بھی پھیلا تھا لیکن جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں‘ یہ بھی مشہور تھا کہ یہ طاعون ۶۹ھ میں پھیلا تھا۔ ۸۰ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نہر عبور کر کے کش میں دو سال رتبیل کے پہنچائے ہوئے نقصانات کا ازالہ صبر واستقلال سے کرتا رہا اور یہاں رہ کر ترکوں سے بہت سے معاملات کو بڑے استقلال وہمت سے نمٹاتا رہا۔ یہاں اس کے پاس ابن اشعث کی طرف سے خطوط بھی آتے رہے جن وہ حجاج کے پاس بھیجتا رہا اور اس کے بعد اس سلسلہ میں جو کچھ ہوا اس کا ذکر آگے آئے گا۔ اسی سال حجاج نے بصرہ وکوفہ کے لوگوں پر مشتمل ایک بڑا لشکر تیار کیا تاکہ رتبیل اور اس کے لشکر سے مسلمانوں کو پہنچائے ہوئے زخموں کا پورا پورا انتقال لیا جا سکے اور عبید اللہ بن ابی بکرہ کو فوج کے مقتولوں کا بدلہ چکایا جا سکے‘ چنانچہ چالیس ہزار زنجیوں کا ایک لشکر جرار تیار کیا گیا جس میں بیس ہزار صرف مصری تھے اور ان سب کا امیر عبدالرحمٰن بن محمد الاشعث کو مقرر کیا گیا‘ حالانکہ حجاج اس سے سخت کبیدہ خاطر اور رنجیدہ تھا اور کہتا تھا کہ میں جب اس کو دیکھتا ہوں اس کو مروانے کی بابت سوچتا ہوں‘ ایک روز ابن الاشعث حجاج کے پاس آیا اور وہاں عامر شعبی بھی موجود تھا‘ حجاج نے اس سے کہا خدا کی مشیت کو دیکھو میں نے اس کی گردن اڑا دینے کی قسم کھالی تھی‘ یہ بات عامر شعبی نے ابن الاشعث کو بتا دی اس پر ابن الاشعث نے کہا خدا کی قسم میری اور اس کی زندگی نے اگر وفا کی تو اس کو اقتدار سے ہٹا کر دم لوں گا۔

بہر حال حجاج نے اس لشکر کو پوری طرح تیار کرنے اور اسے انعام واکرام سے نوازنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی‘ اور بہت کچھ پس وپیش کے بعد اس کی امارت وسرداری بھی عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کے سپرد کر دی اور اسی کو اس لشکر کا امیر بنا دیا‘ عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث کا چچا اسماعیل بن الاشعث حجاج کے پاس آیا اور کہنے لگا‘ تم نے عبدالرحمٰن بن الاشعث کو امیر تو بنا دیا ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ صراط کا پل عبور کرتے ہی وہ تمہاری اطاعت سے باہر ہو جائے گا‘ اس پر حجاج نے جواب دیا وہ وہاں پہنچ کر تمہارا نہیں اب میرا دوست ہے اور مجھے اندیشہ ہوگا کہ وہ میرا مخالف ہے یا میرے حکم سے باہر نکل گیا ہے تو کیا میں تسلیم کر لوں گا اور کچھ نہ کہوں گا۔ غرض کہ ابن الاشعث لشکر کو لے کر رتبیل کے علاقہ کی طرف چل کھڑا ہوا‘ جب رتبیل کو ابن الاشعث کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس کو خط لکھا جس میں اس نے گزشتہ سال مسلمانوں کو اس کے ہاتھوں جو زک پہنچا تھا اس کے متعلق بہت کچھ عذر ومعذرت کی اور لکھا کہ جو کچھ ہوا اس کو مجبوراً کرنا پڑا تھا‘ اور مسلمانوں نے ہی اسے جنگ وجدال پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے ابن الاشعث سے صلح کرنے اور سالانہ خراج دینے کی بھی پیش کش کی لیکن ابن الاشعث نے اس خط کا رتبیل کو کوئی جواب نہ دیا اور اس کے ملک میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا‘ رتبیل نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا۔ ابن

الاشعث جن شہروں اور قلعوں پر قبضہ کرتا جاتا وہاں اپنا نائب اور جانشین مقرر کرتا جاتا تھا۔ اور تمام اہم مقامات پر علماء و مشائخ کو بھی مقرر کر دیتا تھا' غرض کہ ابن الاشعث نے اس کے ملک اور بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا اور بہت سا مال غنیمت بھی مسلمانوں کو ملا۔ اس کے علاوہ ابن الاشعث نے رتبیل کے بہت سے لوگوں کو بھی قید کر لیا۔ ابن الاشعث نے اپنے لوگوں کو رتبیل کے مفتوحہ شہروں میں غیر محتاط طریقہ سے گھس جانے اور دخیل ہونے سے روکے رکھا اور شہروں کے قیمتی اثاثوں پر اس وقت تک دست درازی سے منع کیا جب تک تمام علاقہ پر مکمل کنٹرول حاصل نہ ہو جائے اور تمام شہروں' قلعوں اور قصبات پر انتظامیہ کا پورا پورا عمل دخل نہ ہو جائے اور اس میں خاصا وقت لگ گیا۔

ابن الاشعث نے حجاج کو تمام واقعات اور فتح کی پوری تفصیل سے آگاہ کیا اور رتبیل اور اس کے فوجیوں کے ساتھ جو کارروائی ہونا تھی اس سے بھی حجاج کو اطلاع دی۔

بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حجاج نے ہمیان بن عدی السدوسی کو کرمان روانہ کیا تاکہ وہاں سے لوگوں کو مسلح کر کے سجستان اور سندھ کے حاکم کی مدد کے لیے روانہ کرے لیکن ہمیان نے اس کے حکم سے سرتابی کی اس پر حجاج نے ابن الاشعث کو ہمیان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا' جس نے اس کو شکست دی اسی دوران عبید اللہ بن ابی بکرہ کا انتقال ہو گیا' تو حجاج نے ابن الاشعث کو ابن ابی بکرہ کی جگہ سجستان کا امیر بھی بنا دیا اور اس کے پاس مزید لشکر بھیجا' جس پر تحفے تحائف کے علاوہ دو لاکھ دینار خرچ ہوئے یہ لشکر جیش الطواویس کے نام سے مشہور ہوا' اسی لشکر نے بعد کو رتبیل پر چڑھائی کی تھی۔

واقدی اور ابو معشر نے لکھا ہے کہ اس سال ابان بن عثمان نے لوگوں کو حج بھی کرایا لیکن دوسروں کا کہنا یہ ہے کہ یہ حج ابان بن عثمان نے نہیں بلکہ سلیمان بن عبدالملک نے کرایا تھا۔ اس سال صائفہ میں ولید بن عبدالملک امیر بنا تھا' مدینہ میں ابان عثمان گورنر تھا اور پورے شرقی علاقہ پر حجاج گورنر تھا' اس طرح کوفہ کی مسند قضا پر ابو بردہ بن ابی موسیٰ اور بصرہ کی مسند قضا پر موسیٰ بن انس بن مالک مامور تھے۔

وہ عمائد جن کا اس سنہ میں انتقال ہوا

عمر بن خطابؓ کے غلام اسلم

ان کا پورا نام زید بن اسلم تھا یہ عین التمر کے قیدیوں میں سے تھے' جب حضرت عمرؓ نے ۱۱ھ میں حج کیا تو ان کو مکہ میں خرید لیا تھا' جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی عمر ایک سو چودہ سال تھی انہوں نے حضرت عمرؓ سے متعدد احادیث روایت کی ہیں' بعض احادیث انہوں نے حضرت عمرؓ کے ہم نشینوں سے بھی روایت کی ہیں' ان کے بہت سے مناقب ہیں۔

جبیر بن نفیر

یہ ابن مالک حضرمی تھے ان کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف بھی حاصل تھا اور کچھ احادیث بھی انہوں نے روایت کی ہیں' یہ اہل شام کے علماء میں تھے اور اپنی عبادت اور علم کے لیے شہرت رکھتے تھے ان کا انتقال شام میں ایک سو بیس سال کی عمر میں ہوا۔ بعض لوگ اس سے بھی زیادہ عمر کے قائل تھے اور بعض کم کے۔

عبداللہؓ بن جعفر بن ابی طالب

یہ حبشہ کی سرزمین میں پیدا ہوئے ان کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس تھا' یہ بنی ہاشم کے خانوادہ کے آخری فرد تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا' جب ان کے باپ ابوجعفر کی جنگ موتہ میں شہادت ہوئی تو نبی ﷺ ان کی ماں کے پاس تشریف لائے اور ان سے کہا میرے بھائی کے بیٹے کو میرے پاس لاؤ' وہ حضورؐ کے پاس لائے گئے تو چوزے کی مانند تھے آپ نے نائی کو بلوایا اور ان کا سر منڈوایا اور پھر دعا فرمائی اے اللہ جعفر کے گھر کو اس کے وارث سے رونق دے اور اس کی زندگی میں برکت عطا کر۔ ان کی والدہ رسول اللہ ﷺ سے فرمانے لگیں ان کے پاس تو اب کچھ نہیں رہ گیا ہے' اس پر آپ نے فرمایا میں ان کے باپ کی جگہ ہوں' عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن زبیر نے سات برس کی عمر میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی جب کہ ایسا کسی اور کے ساتھ نہیں ہوا۔ عبداللہ بن جعفر نہایت سخی اور فیاض تھے وہ لوگوں کو بڑی فراخ دلی سے دینا دلانا رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک شخص کو دو لاکھ درہم دیئے اور ایک شخص کو ساٹھ ہزار درہم عطا کئے اور ایک اور سائل کو چار ہزار درہم دیئے۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص شکر لے کر مدینہ آیا جس کا کوئی خریدار نہ ملا' عبداللہ بن جعفر نے اپنے کسی منتظم کو حکم دیا کہ اس شخص کا سرکہ خرید کر لوگوں کو ہدیہ کر دیا جائے۔ یہ بھی منقول ہے کہ جب معاویہ حج کے لیے آئے اور مروان کے گھر مقیم ہوئے تو انہوں نے دربان سے کہا دیکھو اگر تمہیں حسن یا حسین یا ابن جعفر وغیرہ میں سے کوئی دروازہ پر ملے تو ان کو میرے پاس لاؤ' دربان باہر نکلا تو اس نے وہاں ان میں سے کسی کو نہیں پایا اور ان کو آکر بتایا کہ سب لوگ عبداللہ بن جعفر کے یہاں صبح کے ناشتہ پر موجود ہیں' امیر معاویہؓ نے کہا ہم بھی انہی کی طرح ایک ہیں اور پھر لاٹھی ٹیکتے ہوئے جعفر کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ اور دروازہ پر پہنچ کر اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئے۔

عبداللہ بن جعفر نے ان کو احترام کے ساتھ صدر مقام پر بٹھایا امیر معاویہ نے کہا اے ابن جعفر تمہارے ناشتہ وکھانے کا سامان کہاں ہے؟ عبداللہ بن جعفر نے کہا آپ کیا کھانا چاہتے ہیں' جو خواہش ہو وہ منگواؤں' امیر معاویہ نے کہا ہمیں مغز (بھیجا) کھلواؤ' ابن جعفر نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ مغز لایا جائے چنانچہ تین پلیٹیں یکے بعد دیگرے مغز کی لائی گئیں' معاویہ کو اس پر بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگے تم لوگوں کو اتنی کثرت سے کھلاتے ہوئے تھکتے نہیں ہو؟ جب معاویہ وہاں سے نکلے' تو انہوں نے عبداللہ بن جعفر کے لیے پچاس ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ اب ابن جعفرؓ معاویہؓ کے دوست بن گئے تھے اور وہ ہر سال ان کو ایک لاکھ درہم عطیہ کے طور پر بھیجتے تھے اور ان کی ہر طرح کی ضرورت پوری کرتے تھے۔ جب حضرت امیر معاویہؓ مرنے لگے تو انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو بھی وصیت کی' چنانچہ جب عبداللہ بن جعفر یزید کے پاس پہنچے تو اس نے دریافت کیا' آپ کو امیر المومنین سالانہ کتنا دیتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ایک لاکھ اس پر یزید نے کہا اب آپ کو دو لاکھ سالانہ ملیں گے' عبداللہ بن جعفر نے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں' یہ دعا نہ اس سے پہلے میں نے کسی کو دی ہے اور نہ آپ کے بعد کسی کو دوں گا' اس پر یزید نے جواباً کہا' نہ اتنا مجھ سے پہلے کسی کو کسی نے دیا ہے اور نہ آئندہ کوئی کسی کو دے گا۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کے پاس ایک کنیز تھی جو بہت عمدہ گاتی

تھی اور جس سے وہ محبت بھی کرتا تھا اس کا نام عمارہ تھا' ایک مرتبہ یزید عبداللہ بن جعفر کے پاس آیا تو وہ کنیز گانا گا رہی تھی' یزید نے جب اس کا گانا سنا تو فریفتہ ہو گیا' لیکن عبداللہ بن جعفر سے اسے مانگنے کی ہمت نہ کر سکا۔ اس کے دل میں اس کنیز کو حاصل کرنے کی خواہش ہمیشہ باقی رہی' حتیٰ کہ جب امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا تو اس نے ایک عراقی باشندہ کو اس کنیز کے حاصل کرنے پر مامور کیا۔ وہ عراقی باشندہ مدینہ پہنچ کر عبداللہ بن جعفر کے پڑوس میں مقیم ہو گیا اور بہت سے قیمتی تحائف عبداللہ بن جعفر کے پاس بھیجنے شروع کیے' حتیٰ کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور کنیز کو لے کر یزید کے دربار میں پہنچا۔

کہا جاتا ہے کہ حسن بصریؒ عبداللہ بن جعفر کو گانا سننے' لہو ولعب میں مبتلا ہونے اور کنیزوں کی خرید وفروخت پر بہت برا بھلا کہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا عبداللہ بن جعفر کے لیے سماعت غنا کی برائی کافی نہ تھی جو بہت سی برائیوں کی حامل ہے' عبداللہ بن جعفر سے تیرہ احادیث کی روایت بھی منسوب کی جاتی ہے۔ یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ جب حجاج نے بنت جعفر سے نکاح کیا تو وہ اکثر کہا کرتا کہ میں نے یہ نکاح آل ابی طالب کو ذلیل کرنے کے لیے کیا ہے اس پر عبدالملک نے اس سے طلاق دلوائی۔

ابو ادریس الخولانی

ان کا نام عائذ اللہ بن عبداللہ تھا' ان کے بہت سے مناقب واحوال بیان کیے گے ہیں ان کا قول تھا کہ میلے کچیلے کپڑوں میں پاکیزہ دل صاف ستھرے کپڑوں میں گندے دل سے بہتر ہے' یہ دمشق میں عہدۂ قضا پر بھی مامور رہے' ہم نے ان کی سوانح اپنی کتاب تکمیل میں بیان کی ہے۔

معبد الجہنی القدری

ان کا نام دراصل معبد بن عبداللہ بن علیم تھا' وہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ ''مردار کی کھال اور گوشت سے نفع حاصل نہ کرو''۔ انہوں نے ابن عباس' ابن عمر' معاویہ اور عمران بن حصین وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی تھی' وہ تحکیم کے موقع پر بھی موجود تھے' انہوں نے اس سلسلہ میں ابو موسیٰ سے بھی پوچھ گچھ کی تھی اور ان کو اور عمرو بن عاص کو اس کے متعلق کچھ نصیحت بھی کی تھی' اور بہت کچھ ان پر لے دے کی تھی اور اپنی گفتگو کے دوران عمرو بن عاص سے کہا تھا اے جہنہ کے مینڈھے تمہیں نہ ظاہر کا پتہ ہے نہ باطن کا اور نہ تمہیں اس سلسلہ میں نفع پہنچے گا اور نہ نقصان یہی وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے قدر کا مسئلہ چھیڑا تھا اور جس کو اس نے عراق کے ایک نصرانی سے' جسے سوس کہتے تھے' سیکھا تھا۔

مختصر یہ کہ قدر وجبر کا فتنہ معبد ہی کا پیدا کیا ہوا تھا' گو بظاہر معبد متقی و پرہیزگار تھا' جس کی توثیق ابن معین وغیرہ نے بھی کی ہے' لیکن حسن بصریؒ نے کہا تھا کہ لوگو معبد سے بچو کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے اور یہی وہ شخص ہے جس نے ابن الاشعث کے ساتھ خروج کیا تھا' جس پر حجاج نے اس کو سزا دی تھی اور طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا کیا تھا' اور پھر قتل کرا دیا تھا۔ لیکن سعید بن عفیر نے کہا کہ اس کو عبدالملک بن مروان نے ۸۰ھ میں دمشق میں پہلے پھانسی دی اور پھر قتل کرا دیا۔ مگر خلیفہ خیاط کا کہنا ہے کہ وہ ۹۰ھ سے قبل مرا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے قریب الفہم بات یہ ہے کہ اس کو عبدالملک نے ہی قتل کرایا تھا۔ واللہ سبحان وتعالیٰ اعلم۔

۸۱ ہجری

اور اس کے حادثات وواقعات

اس سال عبیداللہ بن عبدالملک بن مروان نے تالیقلا شہر فتح کیا اور اس فتح کے ساتھ مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس سال کا دوسرا واقعہ بکیر بن وشاح کا قتل تھا جس کو بحیر بن ورقاء الصریمی نے قتل کیا تھا۔ بکیر بہادر شخص تھا لیکن ابن وشاح کا انتقام اسی کے ایک ہم قوم صعصعہ بن حرب العوفی الصریمی نے لے لیا' چنانچہ وہ بحیر بن ورقاء مارا گیا جس نے بکیر بن وشاح کو قتل کیا تھا اور یہ اس وقت قتل ہوا جب وہ مہلب کے پاس بیٹھا ہوا تھا' مارنے والے نے اس کو خنجر سے مارا تھا' مہلب نے اس کی جان کنی کی حالت میں اس کے گھر بھجوا دیا تھا اور صعصعہ کو بھی اس کے پاس بھجوا دیا چنانچہ جب بحیر بن ورقاء نے اس پر اچھی طرح قابو پا لیا تو اس نے حکم دیا کہ صعصعہ کا سر میرے پاؤں کے پاس رکھو اور اسکے بعد بحیر بن ورقاء نے اس کو اپنے نیزہ سے مار ڈالا جس کے بعد وہ مر گیا کہا جاتا ہے انس بن طارق نے بحیر سے کہا اس کو معاف کر دو' تم بکیر بن وشاح کو تو پہلے ہی قتل کر چکے ہو' اس نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک یہ زندہ رہے گا' پھر اس کو قتل کر دیا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ بحیر کے مرنے کے بعد اس کو قتل کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابن الاشعث کا فتنہ

ابومخنف کا بیان ہے کہ اس فتنہ کی ابتداء ۸۱ھ میں ہوئی لیکن واقدی کہتا ہے ۸۲ھ میں یہ فتنہ شروع ہوا' لیکن ابن جریر اس کو ۸۱ھ کا فتنہ ہی تسلیم کرتا ہے اور اسی کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اس فتنہ کا سبب یہ تھا حجاج ابن الاشعث سے سخت دشمنی رکھتا تھا' اور وہ بھی اس کی دشمنی کو خوب اچھی طرح جانتا تھا اور حجاج کی طرف سے اس کو اپنے دل میں لیے اس کے اقتدار کے زوال کا خواہش مند تھا' چنانچہ جب حجاج نے اس حبشی کو حکم دیا جس کا ذکر پچھلی سطور میں گزر چکا ہے اور اس کو رتبیل کے ملک میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا' جس کے مطابق ابن الاشعث نے رتبیل کے ملک کا کچھ حصہ لے بھی لیا تھا' لیکن اس کے بعد اس نے اپنی فوج کو آرام کرنے اور آئندہ سال کے لیے تیار رہنے کا حکم دے رکھا تھا۔ اور اس کے متعلق اس نے حجاج کو بھی لکھ دیا تھا' مگر حجاج ابن الاشعث کے پروگرام سے بالکل متفق نہ تھا۔

چنانچہ اس نے ابن الاشعث کی رائے کو ٹھکرا کر اس کی عقل کا ماتم کیا اور اس کو نہایت بزدل اور جنگ سے دل چرانے والا قرار دے کر حکم دیا کہ فوراً عظیم لشکر تیار کر کے رتبیل کے ملک میں داخل ہو جائے اور اس کے بعد پے در پے اس مضمون کے تین خط لکھ کر اپنے ہرکارہ کے حوالہ کیے اور ان سب خطوط میں ابن الاشعث کو غدار اور مرتد اور جولاہے کے بیٹے خفیف القاب سے خطاب کیا اور لکھا کہ میں تم کو بار بار لکھ چکا ہوں کہ فوراً دشمن کے ملک پر چڑھائی کر دو' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم کو ایسی سزا دوں گا جو تم سے برداشت نہ ہو سکے گی۔ چونکہ حجاج ابن الاشعث سے سخت ناراض تھا اس لیے اس کو احمق' بھکاری اور حاسد کے ناموں سے یاد کرتا

تھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے باپ نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے کپڑے چھینے اور ان کا قتل کیا اور عبیداللہ بن زیاد کو مسلم بن عقیل کا پتہ بتایا جس نے ان کو قتل کر دیا' اور حد یہ ہے کہ ابن الاشعث اسلام سے پھر مرتد ہو گیا ہے جب جب اسے دیکھتا ہوں تو اس کے قتل کا ارادہ کر لیتا ہوں' جب حجاج نے ابن الاشعث کو یہ باتیں بار بار اپنے خطوں میں لکھیں تو وہ بھی غضبناک ہو گیا اور اس نے کہا جب حجاج میرے متعلق ایسی باتیں لکھتا ہے تو میرے نزدیک بھی وہ نہ میرے لشکر میں رہنے کے قابل ہے اور نہ میں اسے اپنے خادموں میں لینا پسند کروں گا' کیونکہ وہ طبیعت اور ارادہ کا کمزور ہے' کیا اسے میرا باپ یاد نہیں جس کی بیوی غزالہ نے جو شبیب کی منکوحہ تھی حجاج جیسے بزدل اور کمینہ آدمی کو اور اس کی فوج کو مار بھگایا تھا اور یہ عورت جب کوفہ میں داخل ہوئی تو حجاج اور اس حواری سارے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے اس کے بعد ابن الاشعث نے اہل عراق کے تمام سرداروں اور امیروں کو جمع کیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ حجاج کا اصرار ہے کہ تم لوگ دشمن کے ملک میں گھس جاؤ اور یہ وہ ملک ہے جہاں گزشتہ دنوں تمہارے بھائی ہلاک ہو چکے ہیں اور وہ تمہیں اس سرد موسم میں تباہی کے گھڑے میں پھینک دینا چاہتا ہے اب تم اپنا اچھا برا سوچ لو جہاں میرا تعلق ہے میں تو حجاج کی اطاعت کر کے اپنے آپ کو مصیبت میں نہیں ڈالوں گا اور جو کچھ میں نے کل رائے قائم کر لی ہے آج اس کو پس پشت نہیں ڈالوں گا اور پھر اس نے ان سب سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اور ان کے متعلق اپنی رائے اور مشورہ کا کھل کا اظہار کیا اور ان کی رائے بھی مفتوحہ علاقوں کے استحکام و اصلاح کے بارہ میں دریافت کی اور کہا کہ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ سردست اپنی طاقت کو بحال کیا جائے اور اچھی طرح تیاری کر کے اپنے اموال و متاع اور متوقع فصل کی آمدنی کو وصول کر کے دشمن پر حملہ کا پروگرام بنایا جائے اور ایک ایک شہر کو فتح کر کے رتبیل کے پورے علاقہ پر قبضہ کیا جائے۔ یہ سننا تھا کہ سب لوگوں نے بیک زبان ابن الاشعث کی رائے کی تائید کی اور حجاج سے بیزاری کا اعلان کیا اور کہا کہ ہم اس دشمن خدا کی کوئی بات نہ سنیں گے اور نہ مانیں گے۔

ابومخنف کہتا ہے کہ مجھے مطرف بن عامر بن واثلہ عن الکنانی نے بتایا کہ اس کا باپ وہ پہلا شخص تھا جو اس موقع پر بولنے کے لیے کھڑا ہوا' وہ شاعر و خطیب بھی تھا جو کچھ اس نے کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس معاملہ میں حجاج کی اور ہماری مثال اس پہلے شخص کی مانند ہے جس نے اپنے بھائی سے کہا تھا کہ اپنے غلام کو گھوڑے پر سوار کر دو اگر ہلاک ہو گیا تو ہو گیا اور اگر بچ گیا تو تم کو ہی ملے گا۔

اے لوگو! اگر تم اس معاملہ میں کامیاب اور سرخرو ہو گئے تو اس سے حجاج کے اقتدار میں اضافہ ہو گا اور تم ہلاک ہو گئے تو تم مبغوض اور بدترین دشمن ٹھہرو گے اور اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا اے لوگو! اللہ کے دشمن حجاج کی اطاعت سے نکل جاؤ اس موقع پر اس نے عبدالملک کی اطاعت سے نکل جانے کا کوئی ذکر نہیں کیا اور کہا کہ اپنے امیر عبدالرحمٰن ابن الاشعث کے ہاتھ پر بیعت کر لو' میں تم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ حجاج کے حلقہ اطاعت سے نکلنے والا میں پہلا آدمی ہوں گا' اس پر چاروں طرف سے لوگوں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور کہا ہم بھی خدا کے دشمن کو چھوڑتے ہیں اور اس کے بعد سب لوگ عبدالرحمٰن بن الاشعث پر ٹوٹ پڑے اور حجاج کی بجائے اس کی بیعت کر ڈالی ان لوگوں نے بھی اس موقع پر عبدالملک کو چھوڑنے کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ اس کے بعد ابن الاشعث نے اپنا قاصد رتبیل کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ وہ اس سے صلح کا خواہش مند ہے اور اقرار کرتا

ہے کہ اگر اس کو حجاج کے مقابلہ میں کامیابی ہوئی تو رتبیل سے بھی کبھی خراج وصول نہیں کیا جائے گا اور پھر ابن الاشعث اپنی فوجوں کے ساتھ حجاج کے مقابلہ کے لیے بجستان سے نکلا تاکہ جنگ کرکے حجاج سے عراق بھی چھین لیا جائے جب یہ لشکر عراق کے راستے کے وسط میں پہنچے تو ان لوگوں نے آپس میں کہا جب ہم نے حجاج کو چھوڑا ہے تو یہ ایک طرح سے عبدالملک بن مروان کو بھی چھوڑ دینا ہے چنانچہ سب سرداروں نے بالاتفاق اپنے لشکر کے دونوں کو چھوڑ دیا اور ابن الاشعث کے لیے سب نے بیعت کی تجدید کرلی اور سب نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ؐ کے اختیار کرنے اور بے دین ائمہ اور ملحدین کے ساتھ جہاد کرنے پر بیعت کی' جب حجاج کو اس کا علم ہوا کہ ابن الاشعث اور اس کی فوجوں نے اس کو اور عبدالملک کو چھوڑ کر بغاوت کی راہ اختیار کرلی ہے تو اس نے عبدالملک بن مروان کو تمام حالات سے مطلع کیا اور جلد اس سے فوجیں بھیجنے کی درخواست کی' چنانچہ حجاج بصرہ پہنچ گیا اور اس کی اطلاع جب مہلب کو ہوئی اور ابن الاشعث کے اقدام کا بھی اس کو علم ہوا تو اس نے ابن الاشعث کو بلانے کا خط لکھا اور حجاج کو بھی ایک قاصد کے ذریعہ خط بھیجا' مہلب نے ابن الاشعث کو لکھا اے ابن الاشعث تو نے اپنا پاؤں لمبی رکاب میں پھنسا دیا ہے' امت محمدیہ کے دائرہ میں رہ اور اپنی ذات کا خیال کر' خود کو ہلاک نہ کر اور مسلمانوں کا خون بہانے سے باز رہ اور جماعت میں تفرقہ نہ ڈال اور بیعت کو نہ توڑ' اگر تو یہ کہتا ہے کہ تجھے لوگوں سے اپنے متعلق خوف ہے تو اللہ زیادہ اس کا حق دار ہے کہ تو اس سے خوف کرے' تو خون ریز کرا کر خدا کے لیے اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈال اور حرام کو حلال کرنے کی فکر میں نہ پڑ' السلام علیک' اس نے دوسرا خط جو حجاج کو لکھا اس کا مضمون یہ تھا:

''امابعد! اہل عراق تیری طرف اس طرح بڑھ آئے ہیں جس طرح بلندی سے سیلاب کا پانی نشیب کی طرف بہہ کر آتا ہے' کوئی چیز اس کو روک نہیں سکتی اور وہ اپنی جگہ پہنچ کر ہی ٹھہرتا ہے' اہل عراق شروع میں بڑا زور و شور دکھاتے ہیں' لیکن یہ اپنے بچوں اور بیویوں کے عاشق ہیں ان کو کوئی چیز اپنے بیوی بچوں تک پہنچنے سے نہیں روک سکتی' یہ ان کو چھوڑ کر کہیں اور کسی حالت میں خوش نہیں رہ سکتے' آپ وہیں رہیں اللہ آپ کا حامی و مددگار ہو''۔

جب حجاج نے مہلب کا خط پڑھا تو کہا اللہ جو چاہے گا اس کے ساتھ کرے گا' مجھے تو اس خط کے مضمون میں تامل ہے البتہ ابن عم کے لیے اس میں نصیحت ہے' اور جب حجاج کا قاصد یہ خط لے کر عبدالملک کے پاس پہنچا تو وہ سخت ہراساں ہو گیا اور اپنے تخت سے نیچے اتر آیا اور خالد بن یزید بن معاویہ کو بلا بھیجا اور اس کو حجاج کا خط پڑھوایا۔ اس نے خط پڑھ کر کہا' اے امیر المومنین اگر یہ واقعہ خراسان کی جانب سے ہوتا تو ڈرنے کی بات ہے اور اگر بجستان کی طرف سے ہے تو ڈرنے کی کوئی بات نہیں اس کے بعد عبدالملک نے شام سے عراق کے لیے لشکر بھیجنے کی تیاری شروع کر دی تاکہ حجاج کی بھرپور مدد ہو سکے اور وہ ابن الاشعث کے مقابلہ کے لیے نکل سکے' اور اس نے مہلب کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا جس کا اشارہ اس نے حجاج کے خط میں کیا تھا' حالانکہ اس کے مشورہ میں نصیحت اور صدق و صفا کو دخل تھا اسی دوران حجاج نے عبدالملک کو ابن الاشعث کے متعلق برابر باخبر اور مطلع رکھا۔ اور صبح و شام کی خبریں اس کو پہنچاتا رہا کہ ابن الاشعث کہاں ہے' کس حال میں ہے اور کدھر کوچ کا ارادہ رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس مقصد کے لیے حجاج نے اپنے خاص آدمیوں کو ابن الاشعث کی نقل و حرکت کی خبر رکھنے کے لیے چاروں طرف متعین کر رکھا تھا' چنانچہ اسے معلوم ہوا کہ ابن الاشعث تینتیس ہزار فوج اور بیس ہزار پیادہ فوج لے کر چل پڑا ہے' حجاج بھی شامی فوجیں لے

کر ابن الاشعث کی جانب چلا اور تستر میں پڑاؤ کیا اس نے اپنے لشکر کے مقدمہ کا امیر بنا کر مطہر بن حی الکعبی کو آگے روانہ کیا اور خود اس کے ساتھ عبداللہ بن زمیت اپنے لشکر کے ہمراہ موجود رہا جب اس کا لشکر دجیل پہنچا تو ابن الاشعث کے مقدمۃ الجیش کی مڈبھیڑ عبداللہ بن ابان الحارثی کی قیادت میں حجاج کے لشکر سے ہوئی عبداللہ بن ابان کے مقدمۃ الجیش میں تین سو سوار شامل تھے بہرحال دونوں طرف کی فوجیں یوم الاضحیٰ میں ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آراء ہوئیں اور نتیجتاً حجاج کے مقدمۃ الجیش کو شکست ہوئی اور ابن الاشعث کے لوگوں نے مقدمہ کے تقریباً پندرہ سو آدمیوں کو ہلاک کر دیا اور لشکر کا بہت سا مال واسباب اور گھوڑے وکپڑے وغیرہ ان کے ہاتھ لگے' حجاج کو جب اپنے آدمیوں کی شکست اور مال ومتاع کے لٹنے کی خبر ملی تو اس نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور کہا اے لوگو! بصرہ واپس چلے جاؤ وہاں تم کو آرام ملے گا' لوگ یہ سن کر واپس لوٹے لیکن ابن الاشعث کے لوگوں نے ان کا پیچھا کر کے ان کو بھی مار ڈالا' یہ سن کر حجاج بھی اپنی جان بچا کر بھاگا اور اپنے ٹھکانہ پر پہنچ کر کہنے لگا خدا مہلب کو نیکی دے' جو تجربہ کار حربی اور صائب الرائے ہے اس نے ہم کو اشارۃً کچھ صحیح مشورہ دیا تھا' لیکن ہم نے اس کی بات نہ مانی' اس موقع پر حجاج نے اپنے لشکر کو بہت کچھ انعام واکرام دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی اور ایک لاکھ پچاس ہزار درہم لوگوں میں تقسیم کیے' اور ساتھ ہی اپنے لشکر کے گرد ایک خندق بھی کھدوائی' اہل عراق بھی واپس آ گئے اور بصرہ میں داخل ہو گئے' اور اپنے بال بچوں میں آ کر مشغول ہو گئے' اسی دوران ابن الاشعث بھی بصرہ میں داخل ہو گیا اور یہاں پہنچ کر اس نے لوگوں کو خطاب کیا اور لوگوں نے اس کے ہاتھ پر عبدالملک اور اس کے نائب حجاج بن یوسف سے علیحدگی پر بیعت کی' ابن الاشعث نے لوگوں سے کہا کہ حجاج تو کسی شمار قطار ہی میں نہیں ہے آؤ چلو ہم عبدالملک سے جنگ کرتے چلتے ہیں' اس کی اس پکار پر بصرہ کے تمام فقہاء علماء ومشائخ اور بوڑھے جوان سب تیار ہو گئے۔ اس کے بعد ابن الاشعث نے بصرہ کے اردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا جس پر عمل درآمد ہوا' اور یہ سب کچھ ۸۱ھ کے ذی الحجہ کے آخر میں ہوا۔ اس سال اسحاق بن عیسیٰ نے لوگوں کو حج کرایا اور اسی سال موسیٰ بن نصیر بلاد مغرب کے امیر نے اندلس کے تمام شہروں کو فتح کیا' رقاق کی اراضی کو آباد کیا اور بلاد مغرب میں اندر تک گھستا چلا گیا' واللہ اعلم۔

اسی سال جبیر بن ورقاء الصریمی کا انتقال ہوا جو خراسان کے اشراف واعیان میں شمار ہوتا تھا اور ان قائدین اور امراء کا انتقال بھی ہو گیا جنہوں نے ابن حازم سے جنگ کر کے اس کو قتل کر دیا تھا اور اسی سال بکیر بن وشاح بھی قتل ہوا۔

سوید بن غفلہ بن عوسجہ

یہ امیہ الجعفی کوفی ہیں جنگ یرموک میں دادِ شجاعت دے چکے ہیں' صحابہ کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ کبار مخضرمین میں شمار ہوتے ہیں' کہا جاتا ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے' یہ اس سن میں پیدا ہوئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ نماز بھی پڑھی' لیکن صحیح بات تو یہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہا جاتا ہے کہ یہ حضور کی پیدائش کے دو سال بعد پیدا ہوا' ان کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی مگر کسی نے ان کو کمر جھکائے ہوئے اور کسی چیز کا سہارا لیتے ہوئے نہیں دیکھا۔

کہا جاتا ہے ان کا انتقال ۸۱ھ میں ہوا اور بعض لوگ کہتے ہیں ۸۲ھ میں ہوا واللہ اعلم۔

عبداللہ بن شداد ابن الہاد

یہ عابد وزاہد شخص تھے اور عالموں میں شمار ہوتے تھے ان کی وصیتیں اور عمدہ نصیحت آمیز کلمات مشہور ہیں' بعض صحابہؓ سے احادیث بھی روایت کی ہیں اور تابعین سے بھی۔

محمد بن علی بن ابی طالب

یہ ابوالقاسم اور ابوعبداللہ بھی کہلاتے تھے اور کنیت کے اعتبار سے ابن الحنیفہ کہے جاتے تھے ان کی والدہ کا نام خولہ تھا' جن کا تعلق قبیلہ بنی حنیفہ سے تھا' محمد بن علی حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے' یہ معاویہ اور عبدالملک بن مروان کے پاس بھی گئے' یہی مروان کو یوم جمل میں زمین پر پٹک کر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے تھے اور اس کے قتل کا ارادہ کر چکے تھے کہ مروان نے خدا کی دہائی دی اور بہت عاجزی کی تو انہوں نے اس کو چھوڑا' لیکن یہ جب عبدالملک بن مروان کے پاس حاضر ہوئے تو اس نے ان کو یہ واقعہ یاد دلایا' اس پر انہوں نے کہا یا امیر المومنین مجھے معاف کر دیجیے اس نے معاف کر دیا' اور ان کو بہت کچھ دیا۔ محمد بن علی سادات قریش سے تھے اور مشہور بہادروں میں شمار ہوتے تھے اور بہت طاقتور اور شہ زور سمجھے جاتے تھے۔ جب ابن الزبیر کی بیعت ہوئی تو انہوں نے بیعت نہیں کی اور دونوں میں بڑا جھگڑا بڑھ گیا حتیٰ کہ ابن الزبیر ان کے اور ان کے خاندان کے پیچھے پڑ گئے لیکن جب ابن الزبیر قتل ہو گئے اور عبدالملک کو استقلال حاصل ہو گیا اور اس کی ابن عمرؓ نے بیعت بھی کر لی تو ان کی تقلید میں انہوں نے بھی عبدالملک کی بیعت کر لی اور مدینہ آ گئے اور اسی سال مدینہ میں انتقال کر گئے کہا جاتا ہے کہ ۸۱ھ کے اول میں یا اس کے آخر میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے' لیکن روافض کا خیال ہے کہ یہ جبل رضوی میں مدفون ہیں اور وہ رزق میں زندہ ہیں' یہ لوگ ان کے خروج کے منتظر بھی ہیں' اس سلسلہ میں بہت سے اشعار کہے گئے ہیں' مثلاً مندرجہ ذیل اشعار:

الا ان الائمة من قريش ولاة الحق اربعة سواء

''آگاہ رہو قریش کے چاروں امام حق وصداقت کے یکساں داعی وحمایتی ہیں''

علی والثلاثة من بنيه هم الاسباط ليس بهم خفاء

''ایک علی ہیں اور تین ان کے بیٹے ہیں یہ سب ان کی اولاد ہیں جس میں کوئی شبہ نہیں''

نسبط سبط ايمان وبر وسبط غيبته كربلا

''ایک اولاد ایمان ونیکی کا پتلا تھی اور دوسری اولاد کو کربلا کا میدان نگل گیا''

وسبط لا تنزال العين حتى يعرو الخيل يقدمها لداء

''تیسری اولاد کا آنکھیں انتظار کر رہی ہیں کہ کب وہ گھوڑ سواروں کے آگے جھنڈا لہرا کر آتا ہے''

جب ابن زبیر نے ابن حنفیہ کے پیچھے پڑنے کی ٹھان لی تو ابن حنفیہ نے کوفہ میں اپنے جتھے داروں کو خط لکھ کر مطلع کیا کہ ان میں ابی طفیل واثلہ بن الاسقع اور کوفہ کے المختار بن عبداللہ شامل تھے' ابن زبیر نے ان لوگوں کے دروازوں پر لکڑیاں جمع کرا دیں

تاکہ ان کے گھروں میں آگ لگوائی جائے' جب ابن حنفیہ کا خط مختار کے پاس پہنچا' چونکہ مختار ابن حنفیہ کو بہت مانتا تھا اور ان کو مہدی کہتا تھا اس لیے مختار نے ابوعبداللہ الجدلی کو چار ہزار درہم بنی ہاشم کو ابن زبیر کے مظالم سے بچانے کے لیے دیئے ان کے ساتھ ابن عباس بھی نکلے مگر ان کا طائف میں انتقال ہو گیا' اب ابن حنفیہ ہی اپنے گروہ میں اکیلے رہ گئے تھے جن کو ابن زبیر نے حکم دیا کہ وہ وہاں سے نکل جائیں' چنانچہ ابن حنفیہ مجبور ہو کر اپنے لوگوں کے ساتھ لے کر جن کی تعداد سات ہزار تھی شام چلے گئے اور جب وہ ایلہ پہنچ گئے تو ان کو عبدالملک نے ایک خط لکھ کر تنبیہ کی کہ یا تو میری بیعت کر و ورنہ میرے ملک سے نکل جاؤ اس پر ابن حنفیہ نے جواباً لکھا' میں اس شرط پر تمہاری بیعت کرنے کو تیار ہوں کہ تم میرے ساتھیوں کو پناہ دو گے' عبدالملک نے جب اس کا جواب اثبات میں دیا تو ابن حنفیہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حمد وثنا کے بعد اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارا خون بچالیا اور تمہارے دین کی حفاظت کی پس جو کوئی تم میں سے چاہتا ہے کہ وہ اپنے محفوظ ٹھکانے پر پہنچ جائے اور اپنے شہر کو واپس چلا جائے تو وہ شوق سے ایسا کر سکتا ہے۔

چنانچہ بہت سے لوگ رخصت ہو کر اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے اور صرف سات سو آدمی ابن حنفیہ کے ساتھ باقی رہ گئے' چنانچہ ابن حنفیہ نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی کی گردن میں قلادہ ڈالا اور مکہ کو چل پڑے۔ جب انہوں نے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو ابن زبیر نے اپنے گھوڑ سواروں کو ان کے پاس بھیجا اور ان کو مکہ میں داخلہ سے روک دیا۔ اس کے جواب میں ابن حنفیہ نے ابن زبیر کو خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ ہم لڑنے کو نہیں آئے ہیں' ہم سے تعرض نہ کرو اور ہمیں مناسک عمرہ ادا کرنے دو' پھر ہم خود نکل جائیں گے' جس کا ابن زبیر نے انکار کیا' جب کہ ان کے ساتھ قربانی کے جانور بھی تھے' بہر حال ابن حنفیہ مدینہ واپس ہو گئے اور وہاں ایام حج تک بحالت احرام مقیم رہے اس درمیان میں ابن زبیر قتل ہو گئے اور جب حجاج عراق چلا گیا تو ابن حنفیہ مکہ کی طرف چل کھڑے ہو گئے اور مناسک حج ادا کیے اور ان کو اس کا موقع کئی سال کے بعد ملا تھا' کہا جاتا ہے کہ اس عرصہ میں جوئیں ان کے جسم سے جھڑ جھڑ کر گرتی رہیں اور جب وہ مناسک سے فارغ ہوئے تو مدینہ واپس آ گئے اور وہیں مقیم رہے حتیٰ کہ وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

کہا جاتا ہے جب حجاج نے ابن زبیر کو قتل کر دیا تو اس نے ابن حنفیہ کو لکھا' خدا کا دشمن قتل ہو گیا ہے اب تم بھی بیعت کر لو۔ اس کے جواب میں ابن حنفیہ نے حجاج کو لکھا کہ جب سب بیعت کر لیں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا' اس پر حجاج نے کہا قسم ہے خدا کی میں تمہیں قتل کر دوں گا اس پر حنفیہ نے کہا اللہ تعالیٰ تین سو ساٹھ مرتبہ لوح محفوظ پر نظر ڈالتا ہے اور اس کی ہر نظر میں تین سو ساٹھ معاملات درپیش ہوتے ہیں' شاید ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مرحلہ میں مجھ کو بھی رکھ لے اور اسی میں تجھ کو لپیٹ لے یہ بات حجاج نے عبدالملک کو لکھ کر بھیجی اس کو یہ بات تعجب انگیز معلوم ہوئی اور اس نے حجاج کو لکھ کر بھیجا کہ ہمیں معلوم ہے کہ محمد بن حنفیہ کو ہم سے کوئی اختلاف نہیں ہے' تم اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو' وہ کسی وقت خود چلا آئے گا اور بیعت کر لے گا' لیکن جب عبدالملک نے بحر بن حنفیہ کے مذکورہ بالا جملے لکھ کر ملک الروم کو اپنے عظیم لشکر سے دھمکانا چاہا' تو خط پڑھ کر اس نے کہا عبدالملک ایسی عبارت نہیں لکھ سکتا' ایسی عبارت تو خاندان نبوت کے کسی فرد سے ہی متوقع ہو سکتی ہے۔ بہر حال جب سب لوگ اجتماعی طور پر عبدالملک سے بیعت

کرنے لگے تو ابن عمر نے محمد بن حنفیہ سے کہا' اب کیا باقی رہ گیا ہے تم بیعت کرلو' چنانچہ انہوں نے بیعت کرلی' اور عبدالملک کو لکھ بھیجا اور اس کے بعد وہ عبدالملک سے ملنے بھی گئے۔

محمد بن حنفیہ کا محرم کے مہینہ میں مدینہ میں انتقال ہو گیا' اس وقت ان کی عمر پینسٹھ سال تھی' انہوں نے اپنی اولاد میں مختلف بیویوں سے عبداللہ' حمزہ' علی' جعفر اکبر' حسن' ابراہیم' قاسم' عبدالرحمٰن' جعفر الاصغر' عون اور رقیہ کو چھوڑا۔ اہل تشیع میں سے کچھ لوگ جوان کی امامت کے قائل ہیں' آخری زمانہ میں ان کے دوبارہ خروج وظہور کے قائل ہیں' جب کہ بعض دوسرے شیعہ حضرات امام حسن بن محمد العسکری کی سامرا کی سرنگ سے نکلنے کے منتظر ہیں اور یہ سب کچھ ان کا ہذیان' خرفات' جہالت ونادانی اور گمراہی ہے اس کی مزید وضاحت ہم کسی مناسب موقع پر کریں گے۔ انشاء اللہ۔

۸۲ھ کا آغاز

اور دیر الجماجم کا واقعہ

۸۲ھ کے محرم میں زاویہ کا واقعہ حجاج اور ابن الاشعث کے مابین پیش آیا پہلے دن اہل عراق' اہل شام پر حاوی رہے لیکن دوسرے دن مقابلہ دگرگوں تھا اس دن سفیان بن الابرد نے جو شام کا ایک امیر تھا ابن الاشعث کے میمنہ پر زبردست حملہ کر کے شکست دے دی اور ابن الاشعث کے بہت سے لوگوں کو جن میں قراء بھی شامل تھے' مار ڈالا' حجاج اس فتح پر سجدہ ریز ہو گیا جب کہ اس سے قبل وہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا' اس وقت اس کی تلوار سے خون بہہ رہا تھا اور وہ مصعب بن زبیر پر یہ کہتے ہوئے گویا ترس کھا رہا تھا کہ میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں اس لیے اپنے نفس کو ان کے قتل سے روکے رکھا' ابن الاشعث کے جو لوگ اس معرکہ میں مارے گئے تھے' ان میں ابوالطفیل بن عامر بن واثلہ اللیثی بھی شامل تھے اور جب ابن الاشعث کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تو وہ اپنے بچے کھچے لوگوں کے ساتھ واپس آ گیا اور کوفہ میں داخل ہو گیا' اہل بصرہ کے لوگوں نے عبدالرحمٰن بن عباش بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب پر بھرپور اعتماد کیا اور اس سے انہوں نے بیعت کرلی' اس پر حجاج کی اس سے پانچ راتیں سخت ترین جنگ ہوئی اور پھر عبدالرحمٰن بن عباش وہاں سے واپس آ گیا اور ابن الاشعث سے آ ملا' یہاں اس کے ساتھ بہت سے اہل بصرہ بھی شامل ہو گئے' بصرہ پر حجاج نے اپنا نائب ایوب بن الحکم بن ابی عقیل کو مقرر کر دیا تھا ادھر ابن الاشعث کوفہ میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگ اس کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے عبدالملک اور حجاج سے بیزاری کا اظہار کر کے دونوں سے یکسر علیحدگی کا اعلان کر دیا' جس کے نتیجہ میں حالات کا رخ عبدالملک اور حجاج سے تبدیل ہو کر ابن الاشعث کی طرف پھر گیا' غرض کہ بصرہ کے حالات نے بالکل نیا رخ اختیار کرلیا۔

چنانچہ واقدی کا بیان ہے کہ جب حجاج اور ابن الاشعث کی فوجیں زاویہ میں بالمقابل کھڑی ہوئیں تو حجاج نے پے در پے حملے شروع کر دیئے' تو اس پر قراء بھی خاموش نہ رہے' چنانچہ ان کا سردار جبلہ بن زجر نے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے کہا اس مقام

سے فرار سب سے بڑی برائی ہے تم استقامت واستقلال سے اپنے دین کا دفاع کرو اور اپنی دنیا بھی بچاؤ' سعید بن جبیر نے بھی اسی قسم کے الفاظ کہے' اور شعبی نے بھی کہا ان سے ان کے ظلم کے خلاف لڑنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور اس کے لیے ان سے جنگ کرو کہ یہ تمہیں کمزور اور ضعیف سمجھتے ہیں اور انہوں نے نمازوں کو بھی خیر باد کہہ دیا ہے ان تقریروں کے بعد قراء اور علماء نے حجاج کی فوجوں پر حملہ کر دیا' اور اس میں انہیں غلبہ بھی حاصل ہوا۔ لیکن جب وہ میدان سے واپس آ رہے تھے تو انہوں نے مقدمۃ الجیش کے سردار جبلہ بن زحر کو مرا ہوا پایا' جس سے وہ خوف زدہ ہو گئے۔ اسی دوران حجاج کے لشکر نے آواز بلند کہا: او خدا کے دشمنو! ہم نے تمہارے شیطان کو مار دیا ہے اور پھر حجاج کے لشکر کے میمنہ کے سردار سفیان بن الابرد نے ان لوگوں پر حملہ کر دیا اور ابن الاشعث کے میسرہ کو اس نے خاص طور پر نشانہ بنایا جو ابرد بن برۃ التمیمی کے ماتحت تھا چنانچہ ابن الاشعث کی فوج شکست کھا گئی' اور پھر وہ اس مقام پر جم کر نہیں لڑ سکے' جس کو لوگوں نے بہت محسوس کیا' حالانکہ ابن الاشعث کا میسرہ کا سردار اور زبردست بہادر شخص تھا اور میدان سے بھاگنا نہیں جانتا تھا' لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ ناکام ہو گیا ہے۔ چنانچہ ان کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا اور وہ ایک دوسرے کو مطعون کرنے لگے' ابن الاشعث لوگوں کو اگرچہ جنگ پر برانگیختہ کر رہا تھا مگر کوئی سننے پر آمادہ نہ تھا اور لوگ کوفہ واپس چلے گئے۔

اس کے دیر الجماجم کا واقعہ اس سال کے ماہ شعبان میں پیش آتا ہے۔

واقعہ دیر الجماجم

واقدی لکھتا ہے جب ابن الاشعث نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو کوفہ کے باشندے اس کے استقبال کے لیے امڈ پڑے اور اس کے سامنے آ کر سب جمع ہو گئے۔ البتہ تھوڑے سے لوگوں نے اس سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن حجاج کے نائب مطر بن ناجیہ نے ان لوگوں کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ بہر حال جب ابن الاشعث کوفہ پہنچ گیا تو اس نے سیڑھیوں کا حکم دیا جو قصر امارت پر لگا دی گئیں اس نے مطرف بن ناجیہ کو نیچے آنے کو کہا اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو مطر بن ناجیہ نے کہا مجھے نہ مارو میں تمہارے بہت سے سواروں سے بہتر ہوں اس پر اس نے اس کو قید کر دیا لیکن اس کی منت سماجت پر اس کو رہا کر دیا' مطر بن ناجیہ نے اس کی بیعت کر لی اور کوفہ کے معاملات میں مدد کا وعدہ کیا' اور اہل بصرہ میں سے جو کوئی آیا اس کو اس نے ابن الاشعث سے ملاقات کرا دی' جو لوگ اس موقعہ پر ابن الاشعث سے ملنے آئے ان میں عبدالرحمٰن بن العباس بن ربیعہ بن عبدالمطلب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں' ہر طرف ناکہ بندی کر دی گئی' اور پلوں' شاہراہوں اور چوراہوں کی حفاظت کا بندوست کیا گیا' پھر حجاج اہل شام کو بصرہ سے لے کر روانہ ہوئے اور جب وہ قادسیہ اور عذیب کے درمیان پہنچا تو ابن الاشعث نے رحمٰن بن العباس سے گھوڑ سواروں کے ایک بڑے دستہ کے ساتھ پیغام بھیجا کہ قادسیہ میں داخل نہ ہوں حجاج بہر حال چلتا رہا اور دیر قرہ میں داخل ہو گیا' یہ سن کر ابن الاشعث اہل بصرہ اور کوفیوں کی ایک بڑی فوج لے کر دیر الجماجم پہنچ گیا۔

اس وقت اس کی فوج میں قراء کے علاوہ صالحین وعلماء کی بھی ایک بڑی تعداد شامل تھی' حجاج نے اس جم غفیر کو دیکھ کر کہا' خدا

ابن الاشعث کو ہلاک کرے اس نے پرندوں کو منع نہیں کیا جب اس نے مجھے دیر قرہ میں آتے ہوئے دیکھا اور وہ دیر الجماجم میں تھا ابن الاشعث کی فوجوں کی تعداد اس وقت ایک لاکھ تو ان لوگوں کی تھی جو بخششوں سے نوازے جاتے تھے اور اسی تعداد میں ان کے غلام بھی تھے' بہر حال دونوں طرف سخت کشیدگی تھی' چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے لیے خندقیں کھود لیں تھیں' مگر پھر بھی لوگ جب اور جیسے ہی موقع ملتا ایک دوسرے پر حملے کر لیتے تھے' جس سے کافی لوگوں کو' جن میں قرشی اور غیر قرشی سب ہی شامل تھے' بڑا نقصان پہنچا' اور یہ کیفیت دونوں طرف فوجوں کے ہاتھوں ایک مدت تک باقی رہی' جس سے تنگ آ کر اہل الرائے امراء عبدالملک کے پاس پہنچے اور انہوں نے اس سے کہا اگر اہل عراق آپ سے اس امر پر متفق ہوں کہ ان کے امیر حجاج کو آپ معزول کر دیں اور حجاج کی معزولی لوگوں کا خون بہانے اور قتل و غارت گری کے مقابلہ میں ہزار درجہ بہتر ہے عبدالملک بن مروان نے اس وقت صلاح مشورہ کے لیے اپنے پاس اپنے بھائی محمد بن مروان کو اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عبدالملک کو بھی طلب کر لیا تھا' اور ان دونوں کے ساتھ بھی کثیر فوجیں تھیں' چنانچہ عبدالملک نے ان دونوں کو ایک خط دے کر اہل عراق کے پاس بھیجا' جس میں تحریر تھا کہ اہل عراق اگر تم راضی ہو تو میں حجاج کو تمہاری خاطر معزول کرنے کو تیار ہوں اور اہل شام کی طرح تم کو بھی عطایا دینے کو تیار ہوں اور یہ بھی اختیار دیتا ہوں کہ ابن الاشعث جس جگہ وہ پسند کرے اس کو وہاں کا امیر و گورنر بنا دیا جائے اور جب تک اس کی اور میری زندگی ہے وہ امارت پر متمکن رہ سکتا ہے۔ اور عراق میں محمد بن مروان کو گورنر بنا دیا جائے گا اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر کیا کہ اگر اہل عراق کو یہ پسند نہ ہو تو حجاج اپنی جگہ رہے گا اور امارت حرب بھی اسی کے پاس رہے گی اور محمد بن مروان اور عبداللہ بن عبدالملک اسی کے ماتحت رہیں گے اور جنگ و جدال کی صورت میں بھی اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکیں گے وغیرہ وغیرہ۔

جب حجاج کو یہ معلوم ہوا کہ عبدالملک بن مروان نے اہل عراق کو یہ پیش کش کی ہے اور اس کو معزول کرنے پر بھی آمادگی ظاہر کی ہے تو اس کو سخت ناگوار ہوا اور اس چیز کو بے حد اہمیت دی اور عبدالملک کو لکھا اے امیر المومنین اگر آپ نے اہل عراق کو میری معزولی کا اختیار بھی دے دیا تو وہ اسی پر بس نہیں کریں گے اور آپ کی مخالفت میں بڑھتے ہی چلے جائیں گے اور آپ پر بھی چڑھ دوڑیں گے' کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اہل عراق اشتر نخعی کے ساتھ عثمان بن عفان پر حملہ کرنے دار الخلافہ پہنچ گئے تھے اور جب انہوں نے سوال کیا کہ تم کیا چاہتے ہو تو ان کا جواب سعید بن العاص کی معزولی تھی اور جب ان کا یہ مطالبہ پورا ہو گیا تو وہ اس پر بھی قانع نہ ہوئے اور خلیفہ کی طرف چل پڑے اور ان کو قتل کر کے دم لیا' یاد رکھئے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اللہ آپ کی' جس شک و شبہ میں پڑ گئے ہیں' مدد کرے' والسلام علیک۔

بہر حال عبدالملک نے حجاج کے اجتماع کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور اہل عراق کو اپنی پیش کش ان شرائط کے ساتھ برقرار رکھی' چنانچہ عبداللہ اور محمد اپنے مشن پر روانہ ہو گئے اور وہاں جا کر عبداللہ نے کہا اے اہل عراق! میں عبداللہ ابن امیر المومنین عبدالملک بن مروان ہوں' اس نے تم کو یہ پیش کش کی ہے اور یہ خبر لے کر آیا ہوں اور جو کچھ اس کے باپ عبدالملک نے لکھا تھا' اس کا ذکر کیا' اس کے بعد محمد بن مروان نے کہا میں عبدالملک امیر المومنین کا بھائی ہوں اور تمہارے پاس یہ خبر اور اطلاع لے کر آیا ہوں' اس کے بعد اہل عراق نے کہا کل صبح ہم اس پر غور کریں گے اور کل شام تک اس کا جواب دے دیں گے' اس کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے

اور تمام امراء اہل شام اس کے پاس جمع ہوئے تو ابن الاشعث نے کھڑے ہو کر کہا کہ حجاج کی معزولی قبول کرتے ہوئے عبدالملک کی بیعت اور عطایا قبول کر لو اور عراق پر محمد بن مروان کی امارت بھی حجاج کی جگہ قبول کر لینی چاہیے' اس پر ہر طرف سے انکار ونفرت کا اظہار ہوا اور انہوں نے یک زبان ہو کر کہا نہیں خدا کی قسم ہمیں یہ منظور نہیں' ہم تعداد میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں اور ان کا حال پتلا ہے اور وہ ہمارے سامنے عاجز ومغلوب ہیں' قسم ہے خدا کی ہم قیامت تک یہ پیش کش قبول نہ کریں گے اور بالاتفاق سب نے اس کو مسترد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو عبداللہ اور محمد دونوں نے حجاج سے کہا اب معاملہ آپ پر منحصر ہے جو چاہیں کریں' ہم آپ کی اطاعت کریں گے جیسا کہ امیر المومنین کا حکم ہے اور عبدالملک نے بھی حرب وجنگ کے تمام اختیارات حسب سابق حجاج کے سپرد کر دیئے ہیں اور اب ہر دو فریق جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے' چنانچہ حجاج نے میمنہ پر عبدالرحمٰن بن سلیمان کو' میسرہ پر عمارہ بن تمیم اللخمی کو' سوار دستہ پر سفیان بن الابرد کو اور پیادوں پر عبدالرحمٰن بن حبیب الحکمی کو مقرر کیا اور اسی طرح حجاج کے مخالف ابن الاشعث نے میمنہ پر الحجاج بن حارثۃ الخشعم کو' میسرہ پر الابرد بن مرۃ التمیمی کو اور گھوڑ سواروں پر عبدالرحمٰن بن عباش بن ابی ربیعہ کو اور پیدل دستوں پر محمد بن سعد بن ابی وقاص الزہری کو تعینات کیا اور قاریوں کی جماعت پر جبلہ بن زخیر بن قیس الجعفی کو مقرر کیا گیا' اس جماعت میں سعید بن جبیر' عامر الشعبی' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور کمیل بن زیاد جو بڑھاپے کے باوجود بڑے شجاع اور بہادر تھے' نیز ابوالبختری الطائی وغیرہ جیسے لوگ شامل تھے۔

علاوہ بریں اہل عراق سامان خورد ونوش اور رسد کے اعتبار سے بھی' نیز گھوڑوں وغیرہ کے لیے چارے وغیرہ کے اعتبار سے بھی مطمئن ومسرور تھے' جب کہ حجاج اور اہل شام مذکورہ بالا اعتبارات سے کچھ اچھی حالت میں نہ تھے۔ ان تمام کیفیات کے باوجود لڑائی نے بہت طول کھینچا اور ۸۲ھ کا پورا سال اسی کی نذر ہو گیا اور اہل عراق اور اہل کوفہ روزانہ ایک دوسرے کو جانی ومالی نقصان پہنچاتے رہے' حتیٰ کہ حجاج کی فوج میں سے زیاد بن عمر اور بسطام بن مصقلہ چار ہزار لشکریوں کے ساتھ اس معرکہ میں ایک روز باہر نکل کر ابن الاشعث کے لوگوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کو بے حد نقصان پہنچانے کے ساتھ خود بھی کچھ کم نقصان میں نہیں رہے' اسی سال مہلب بن ابی صفرہ کا انتقال بھی ہوا جو عام الفتح میں پیدا ہوئے' اور جب ان کی قوم مرتد ہوئی تھی تو ان کی سرکوبی کے لیے عکرمہ بن ابی جہل کو بھیجا گیا تھا' مہلب جب بصرہ میں آئے تو معاویہ کے زمانہ میں سندھ کی سرزمین میں بھی یہ ۴۴ھ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھا چکے تھے یہ ابن زبیر کے عہد میں ۶۸ھ میں جزیرہ کے امیر بھی رہ چکے تھے' ان تمام باتوں کی وجہ سے حجاج ان کی بہت قدر کرتا تھا' ان کے عمدہ مقولے بھی لوگوں میں بہت مشہور تھے' مہلب کا انتقال مرورود میں چھہتر سال کی عمر میں ذی الحجہ ۸۲ھ میں ہوا' انہوں نے دس اولادیں اپنی یادگار چھوڑیں جن کے نام یہ ہیں' یزید' زیاد' المفضل' حبیب' المغیرہ' قبیصہ' محمد' ہند' فاطمہ' مدرک۔

مہلب کی مشہور جنگیں ترکوں ازارقہ اور خارجیوں سے ہوئی ہیں' ان کی خدمات کے اعتراف میں ان کے بیٹے یزید کو حجاج اور عبدالملک نے خراسان کا گورنر بنا دیا تھا۔

اسماء بن خارجہ الفزاری الکوفی

بے حد سخی الطبع اور فیاض انسان تھے۔ ایک دلچسپ حکایت اس سلسلہ میں ان کی بہت مشہور ہے۔ انہوں نے ایک روز ایک

نوجوان کو اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا دیکھا' پوچھا بھائی یہاں کیسے بیٹھے ہو' نوجوان بولا کہنے کی جرأت نہیں ہے انہوں نے اصرار کیا تو اس نے بتایا' اس گھر میں ایک لونڈی میں نے جاتے ہوئے دیکھی جس سے زیادہ حسین میں نے آج تک نہیں دیکھی' میرا دل اس کو دیکھ کر بے چین ہو گیا ہے' اسماء نے اس نوجوان کا ہاتھ پکڑا اور گھر کے اندر لے گئے اور تمام لونڈیاں اس کے سامنے پیش کر دیں اور جب وہ لونڈی اس کے سامنے سے گزری تو نوجوان بے اختیار بولا'' یہ لونڈی'' اسماء نے کہا اچھا چلو باہر دروازہ پر چل کر بیٹھو' نوجوان باہر نکل کر دروازہ پر حسب سابق جا بیٹھا' اسماء کچھ دیر بعد لونڈی کو عمدہ لباس پہنا کر اپنے ساتھ لے کر باہر نکلے اور بولے میں نے فوراً ہی یہ لونڈی اس واسطے حوالہ نہیں کی تھی کہ یہ میری بہن کی ہے جو اس کو یوں ہی دینا نہیں چاہتی تھی اس لیے میں اس کو تمہارے لیے تین ہزار میں خرید کر لایا ہوں' اور پھر اس کو یہ عمدہ کپڑے پہنائے ہیں' اب یہ تمہاری ہے' نوجوان نے لونڈی کا ہاتھ تھاما اور خوشی خوشی وہاں سے چل پڑا۔

المغیرہ بن المہلب

مغیر بن ابی صفرہ کے بیٹے تھے' بڑے سخی' بے حد فیاض اور بہادر انسان تھے' ان کی بہت سی باتیں مشہور ہیں۔

الحارث بن عبداللہ

ابن ربیعہ المخزومی کے بیٹے تھے اور قباع کے نام سے مشہور تھے' ابن الزبیر کے دور میں بصرہ کے امیر بھی تھے۔

محمد بن اسامہ بن زید بن حارثہ

تمام صحابہ کے سارے بیٹوں میں سب سے زیادہ عقل مند و زیرک سمجھے جاتے تھے' مدینہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

عبداللہ بن ابی طلحہ بن ابی الاسود

اسحاق فقیہ کے والد عبداللہ کی ماں جب حاملہ ہوئیں اور ابوطلحہ کو یہ خوشخبری ملی تو اس کی اطلاع انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دی' آپ نے ابوطلحہ کو دعا دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ شب زفاف کو خوشیاں تم دونوں کو مبارک فرمائے' نومولود بچہ کے تالو میں تر چھوہاروں کا یہ آمیزہ لگایا۔

عبداللہ بن کعب بن مالک

عبداللہ بن کعب بن مالک اپنے قبیلہ کے قائد و سردار ہوئے تو آپ نابینا تھے آپ سے بہت سی روایات مروی ہیں' ۸۲ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا۔

عفان بن وہب

یہ ابوالایمن خولانی المصری تھے' ان کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا' ان سے روایات بھی ثابت ہیں اور مغرب کی جنگوں میں بھی شرکت کی' مصر میں مقیم رہے اور وہیں فوت ہوئے۔

جمیل بن عبداللہ

ابن معمر بن صباح بن ظبیان بن الحسن بن ربیعہ بن حرام بن ضبہ بن عبید بن کثیر بن عدہ بن سعد بن ہذیم بن زید بن لیث بن سرہد بن اسلم بن اطاف بن قضاعہ ابوعمرو شاعر صاحب' بثینہ' جس نے بثینہ سے عقد کرنا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا تو جمیل نے اپنے جذبات کی تسکین کے لیے تغزل کا سہارا لیا اور اس میں اس کو کافی شہرت حاصل ہوگئی' وہ عرب کے مشہور عاشقوں میں سے تھا' وہ وادی القریٰ میں مقیم تھا اور کردار کے اعتبار سے نہایت عفیف اور پاکدامن تھا اور دینی و اسلامی شاعر تھا' اور اپنے زمانہ کا فصیح ترین شاعر تھا۔ بہت سے لوگوں نے اس کے شعر و ادب کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

ہدبہ بن خترم نے حطیئہ سے اور حطیئہ نے زہیر بن سلمی اور اس کے بیٹے کعب سے جمیل کے متعلق ادباء و شعراء کے حوالہ سے یہ بات کہی ہے کہ جمیل اشعر العرب تھا' جس کے ثبوت کے لیے انہوں نے اس کے کچھ اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

واخبرني تماني ان تيماء منزل لیلیٰ اذا ما الصيف القى الراسيا

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تیماء ہی لیلیٰ کی منزل ہے جب گرمیاں آ جاتی ہیں''

وما زلت بي يا بثن حتى لوانني من الشوق استبكى الحمام بكى ليا

''اے میری محبوبہ تیرا خیال مجھے ہردم رہتا ہے حتیٰ کہ اگر میں تیری محبت میں روؤں تو پیغام رساں کبوتر بھی میرے ساتھ روتا ہے''

ومازاني الوشوان الاصبابة ولا كثرة الناهين الا شاديا

''یہ چغل خور رقیب میری آتش شوق کو اور بھڑکاتے ہیں اور محبت سے منع کرنے والے بھی محبت میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں''

لقد خفت ان القى المنية بغتة وفي النفس حاجات اليک كما هيا

''مجھے اندیشہ ہے کہ میں اچانک نہ مرجاؤں اور تیرے لیے دل میں جو خواہشیں ہیں وہ یوں ہی رہ جائیں''

الم تعلمي يا عزبة الريق انني اظل اذا لم الق وجهک صاديا

''اے شیریں لبوں والی محبوبہ تجھے کیا معلوم ہے جب تک تجھے دیکھ نہیں لیتا ہوں پیاسا ہی رہتا ہوں''

فدنوت مختضيا الم بديتها حتى ولجت الىٰ خفى المولج

''میں تیرے گھر کے قریب چھپ کر اور تکلیف سے پہنچتا ہوں اور ایک تنگ اور خفیہ جگہ میں پناہ لیتا ہوں''

کثیر نے بیان کیا ہے کہ جمیل مجھ سے ملا اور اس نے پوچھا تم کہاں سے آ رہے ہو' میں نے جواب دیا اس محبوبہ (بثینہ) کے پاس سے' پھر اس نے کہا اب کہاں کا ارادہ ہے' اس نے کہا اسی محبوبہ کے پاس ان پر اس نے کہا میں نے تم کو قسم دی تھی کہ جب تم بثینہ سے ملو تو اس سے میری ملاقات کا وقت مانگنا' میں نے تو اسے موسم گرما کے ابتدائی دنوں سے نہیں دیکھا ہے میری اس سے آخری ملاقات وادی القریٰ میں ہوئی تھی' وہ اور اس کی ماں کپڑے دھو رہی تھیں تو ہم نے غروب آفتاب تک باتیں کی تھیں۔

کثیر کا بیان ہے کہ میں واپس آ گیا اور اس کے گھر والوں سے ملا' اس کے یعنی بثینہ کے باپ نے دریافت کیا اے میرے

بھتیجے تمہارا ردعمل کیا ہے؟ میں نے جواب کہا چند شعر ہیں جو میں تمہیں سنانا چاہتا ہوں' اس نے کہا وہ شعر کیا ہیں؟ میں نے ان اشعار کو سنایا جن کو پردہ کے پیچھے بثینہ بھی بغور سن رہی تھی۔

فقلت لها يا عز ارسل صاحبي الیک رسولا والرسول موکل

''میں نے اس سے کہا اے مہربان میرے دوست نے مجھے بھیجا ہے تیری طرف قاصد بنا کر اور قابل بھروسہ ہے''

وان تجعلي بيني وبينک موعدا وان تامريني ماالذی فیه افعل

''تو میرے اور اپنے مابین ملاقات کا وقت بتا نیز یہ کہ مجھے اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہیے؟

واخر عهدی منک يوم لقيتني باسفل وادی الدوم والثوب يغسل

''تیری میری آخری ملاقات اس دن ہوئی تھی جس دن تو وادی دوم میں تھی اور کپڑے دھل رہے تھے''

جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو بثینہ کو لے کر اس جگہ گیا جہاں اس نے وعدہ کیا گیا تھا اسی دوران جمیل بھی وہاں آ گیا اور میں بھی وہاں موجود تھا' میں نے آج تک نہ ایسی عجیب رات دیکھی اور نہ ایسے حسین مذاکرات سنے یہ نشست گزر گئی مگر میں بالکل یہ نہ سمجھ سکا کہ دونوں میں سے کس نے دوسرے کے دل کی بات زیادہ سمجھی۔

زبیر بن بکار نے عباس بن سہل الساعدی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ وہ جمیل کے پاس پہنچا تو وہ مر رہا تھا' اس نے اس سے کہا ایسے شخص کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے جس نے نہ کبھی شراب پی ہے نہ زنا کا ارتکاب کیا ہے اور نہ کسی کا قتل کیا ہے اور وہ کلمہ شہادت بھی پڑھتا ہے' اس نے سن کر جواب دیا' میرے نزدیک تو ایسا شخص نجات پا گیا اور وہ جنتی ہے' ایسا شخص کون ہے؟ جمیل نے کہا وہ شخص میں ہوں' اس پر میں نے کہا' میں تو تمہارے متعلق نہیں سمجھتا تھا کہ تم نجات پاؤ گے تمہارے تو بیس سال بثینہ سے ہی عشق کرتے گزر گئے ہیں' جمیل نے کہا مجھے محمد ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو آج میں ایام آخرت کے پہلے دن میں داخل ہو رہا ہوں اور ایام دنیا کے آخری دن میں گزر رہا ہوں' مجھ سے قسم لے لو' جو میں نے بثینہ کے جسم کو اس خیال سے کبھی ہاتھ بھی لگایا ہو' ہمارا اس کے ساتھ اسی طرح گزر رہا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا انتقال مصر میں ہوا تھا' کیونکہ وہ عبدالعزیز بن مروان کے پاس چلا گیا تھا جس نے اس کی بہت کچھ تعظیم و تکریم کی تھی' اور بثینہ کی محبت کے بارہ میں بھی جب اس سے پوچھا تھا تو اس نے جواب میں کہا تھا: ''بہت شدید'' اور اس کے بعد عبدالعزیز نے اس کے کچھ اشعار بھی اس کی زبانی سنے تھے' اور اس سے عبدالعزیز نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کی ملاقات اس کی محبوبہ سے ضرور کرائے گا' لیکن اس کی موت نے اس کا موقع نہیں دیا اور وہ ۸۲ھ ہی میں مصر میں انتقال کر گیا۔

اصمعی نے ایک شخص کے حوالے سے بتایا ہے کہ اس سے جمیل نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ تم میرا خط بثینہ کے گھر تک پہنچا سکتے ہو؟ اگر ایسا کر سکتے ہو تو جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب کچھ تمہارا ہے اس شخص نے کہا ہاں' میں کام کر دوں گا' اس پر جمیل نے کہا جب میں مر جاؤں تو میری اونٹنی پر سوار ہونا اور میرے کپڑے پہننا اور بثینہ کو میرے اشعار سنانا' جس کا ایک شعر یہ ہے۔

قومی ثبينة فانربی بعويل وابكی خليلا دون كل خليل

''اے بثینہ کھڑی ہو جا اور بلند آواز سے ماتم کر اور اپنے دوست کو یاد کر کے رو''

جب وہ اس خاندان میں پہنچا اور تمام اشعار سنائے تو بثینہ اس طرح نکل کر آئی جیسے گویا وہ جنت کی در مکنون ہے۔ بثینہ نے اس سے کہا تجھ پر افسوس ہے اگر تو واقعی سچا ہے تو تو نے مجھے مار ڈالا ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو تو نے مجھے رسوا کیا ہے۔ اس پر اس نے کہا قسم ہے خدا کی میں سچ کہہ رہا ہوں اور یہ اس کا حلیہ اور اس کی اونٹنی ہے اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو بثینہ نے اشعار پڑھے جس میں اس کی مرثیہ خوانی کی گئی تھی اور صدمہ وافسوس کا اظہار کیا گیا تھا' اور یہ کہ اب اس کی زندگی میں عیش وراحت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے اور نہ آئندہ کسی خیر کی اب اسے امید باقی ہے' پھر اسی وقت اس کا بھی انتقال ہو گیا' اس شخص نے کہا میں نے اپنی زندگی میں ایسا نہ کوئی مرد سوگوار دیکھا ہے اور نہ سوگوار عورت دیکھی۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے دمشق سے جمیل سے کہا تھا کاش تم شعر گوئی ترک کر کے قرآن پاک حفظ کرتے' اس پر اس نے جواب دیا' کہ مجھ سے انس بن مالک نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ بعض شعر بھی علم وحکمت کا خزانہ ہوتے ہیں۔

عمر بن عبید اللہ

ابن عمر بن عثمان ابوحفص القرشی التیمی نہایت فیاض' سخی الطبع اور شریف امراء میں تھے' ان کے ہاتھ پر بہت سے شہر فتح ہوئے' یہ بصرہ میں ابن زبیر کے نائب تھے انہوں نے عبداللہ بن حازم کے ساتھ کابل بھی فتح کیا تھا' اور عبداللہ بن حازم وہ شخص تھا جس نے قطری بن الفجاءۃ کو قتل کر دیا تھا' عمر بن عبید اللہ نے ابن عمرؓ' جابرؓ' عطاء بن ابی رباح اور ابن عون وغیرہ سے روایت کی ہے' موصوف عبدالملک کے پاس دمشق بھی گئے تھے اور وہیں ۸۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

مدائنی نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک کنیز خریدی جو قرآن پاک نہایت عمدہ تلاوت کرتی تھی اور اشعار بھی اچھے پڑھتی تھی' وہ شخص اس کنیز سے بے حد محبت کرتا تھا اور اس نے اس پر اتنا پیسہ خرچ کر دیا تھا کہ اب مفلس وقلاش ہو گیا تھا' اور اس کے پاس اب اس کنیز کے سوا کچھ باقی نہیں رہا تھا' اس سے کنیز نے کہا مجھے معلوم ہے تیرے پاس اب کچھ باقی نہیں رہا ہے اگر تو مجھے فروخت کر دے اور اس سے تجھے نفع حاصل ہو جائے تو تیری معاشی حالت سدھر جائے' چنانچہ اس شخص نے اس کنیز کو عمر بن عبداللہ کے ہاتھ فروخت کر دیا جو اس وقت بصرہ کا گورنر تھا چنانچہ اس نے اس کنیز کو ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا لیکن جب اس کے ہاتھ میں رقم آئی تو وہ خود بھی نادم ہوا اور کنیز بھی پچھتائی' چنانچہ وہ اپنے آقا کو مخاطب کر کے کہتی ہے:

هنيئا لک المال الذی قد اخذته ولم یبق فی کفی الا تفکری

''تجھے وہ مال مبارک ہو جو تجھے میرے عوض ملا ہے اگر چہ میرے دامن میں بجز رنج وفکر کے کچھ نہیں ہے''

اقول لنفسی وهی فی کرب عیشة اقلی فقربان الخلیط او کثری

''میں اپنے نفس سے جو مضطرب ہے کہتی ہوں اپنا اضطراب کم کر یا بڑھا دوست تو جدا ہو گیا''

اذا لم یکن فی الامر عند حیلة   ولم تجدی بلا من الصبر فاصبری

''اور جب تیرے لیے اس معاملہ میں کوئی چارہ کار نہیں ہے اور تیرے لیے بجز صبر کے اب اور کوئی طریقہ نہیں تو صبر کر''

جس کا جواب اس کے آقا نے یہ دیا:

ولو لا قعود الدھر بی عنک لم یکن   لفر قلنا شیء سوی الموت فاصبری

''اگر زمانہ کے مصائب مجھے تجھ سے جدا نہ کرتے تو مجھے تجھ سے بجز موت کے کوئی چیز جدا نہ کر پاتی' بس صبر کر''

العب بحزن من فراقک موجع   اناجی بہ قلبا طویل التذکر

''میں تیری اندوہناک جدائی کے غم میں مبتلا ہوں اسی کے متعلق دل سے سرگوشیاں کرتا رہتا ہوں''

علیک سلام لا زیارة بیننا   ولا وصل الا ان یشاء ابن معمر

''تجھ پر سلامتی ہو اب تجھ کو دیکھنے اور ملاقات کا کوئی امکان نہیں الا یہ کہ ابن معمر ہی ایسا چاہے''

جب ابن معمر نے یہ بات سنی تو بے قرار ہو گیا اور کہنے لگا' ہائے میں نے دو عاشقوں میں جدائی ڈلوا دی' چنانچہ جب اس نے فریقین کو مضطرب و بے چین دیکھا تو اس نے ایک لاکھ درہم اس شخص کو دیئے اور وہ کنیز بھی اسے واپس کر دی اس آدمی نے وہ رقم اور کنیز لے کر خوشی خوشی اپنا راستہ لیا۔

کہتے ہیں عمر بن عبید اللہ کا طاعون کے مرض میں دمشق میں انتقال ہوا اور عبد الملک بن مروان نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے لیے دعائے خیر کی اور اس کی مدح بھی کی' عمر بن عبید اللہ بن معمر کا ایک لڑکا طلحہ تھا' عمر بن عبید اللہ سادات قریش سے تھا' انہوں نے فاطمہ بنت القاسم بن محمد بن جعفر سے چالیس ہزار دینار مہر پر نکاح کیا تھا' جس سے ابراہیم اور رملہ میں پیدا ہوئے تھے رملہ کا نکاح اسماعیل بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے ایک لاکھ دینار دین مہر پر ہوا تھا۔ رحمہم اللہ

کمیل بن زیاد

یہ ابن نہیک بن خثیم الکوفی ہیں' انہوں نے عمر' عثمان' علی' ابن مسعود اور ابو ہریرہؓ سے روایات بیان کی ہیں' یہ حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھے بڑے زبردست بہادر اور عابد و زاہد انسان تھے ۸۲ھ میں ان کو حجاج نے قتل کرا دیا تھا' انہوں نے ایک سو برس کی عمر پائی' حجاج نے ان کو اپنے سامنے ایک تھپڑ کے قصاص میں مطالبہ میں قتل کرا دیا تھا' جو حضرت عثمانؓ نے کبھی ان کو مارا تھا' لیکن جب حضرت عثمانؓ نے ان کو اپنے اوپر قابو دلا کر اپنا قصاص لینے پر آمادگی ظاہر کی تھی تو انہوں نے معاف بھی کر دیا تھا' پھر بھی حجاج نے ان کو معاف نہیں کیا اور ان سے کہا کہ تمہاری یہ جرأت کہ تم نے حضرت عثمانؓ سے ایک تھپڑ کا قصاص لینا چاہا اور پھر ان کی گردن مار دینے کا اس نے حکم دے دیا۔

کہتے ہیں کہ جب حجاج نے حضرت علی کا ذکر چھیڑا تو کمیل نے ان کی بہت تعریف کی اس پر حجاج نے کہا میں تمہارے پاس ایک ایسا آدمی بھیجوں گا جو علی سے اتنا ہی بغض رکھتا ہے جتنا تم ان سے محبت رکھتے ہو اور اس کے پاس اوم کو بھیجا جو حمص کا رہنے والا

تھا' اور جو ابوالجہم بن کنانہ کہلاتا تھا' چنانچہ اس نے ان کی گردن ماردی۔ کمیل سے تابعین کی ایک کثیر جماعت نے روایات بیان کی ہیں' وہ حضرت علیؓ کے بڑے دلدادہ اور ان کے اقوال کے گرویدہ تھے' جن میں سے ایک مقولہ یہ ہے۔

''انسانی قلوب برتن کی مانند ہیں سب سے اچھا قلب وہ ہے جو سب رازوں کو سالے''۔

یہ طویل القامت تھے۔ ان سے ثقہ حفاظ نے بھی روایت بیان کی ہیں۔

زاذان ابوعمرو الکندی

یہ تابعین میں پہلے شراب خور اور طنبورہ بجانے والے شخص تھے' اللہ تعالیٰ نے جب ان کو توبہ کی توفیق دی تو عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاتھ پر توبہ کی اور انابت الی اللہ اور رجوع الی الحق کی طرف بڑی تیزی سے مائل ہو گئے۔ ان کے دل میں زبردست خوف خدا بھی پیدا ہو گیا تھا' خلیفہ کا کہنا ہے کہ اس سال زرین حبیش جو ابن مسعود کے ہم نشین تھے' فوت ہوئے' زاذان ابوعمرو الکندی کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی' ابوعبیدہ کہتے ہیں ان کا انتقال ۸۱ھ میں ہوا۔ اور ابووائل کے بقول انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی سات سال گزارے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایمان لے آئے تھے۔

ام الدرداء الصغریٰ

آپ کا اصل نام ہجیمہ تھا ان کو لوگ جہمیۃ عابدۃ فقیہۃ' عالمۃ' تبیعہ کہتے تھے' لوگ ان سے علم سیکھتے اور ان کے پاس پڑھنے آتے تھے اور جامع دمشق کی شمالی دیوار کے قریب لوگ ان سے فقہی مسائل آ کر معلوم کرتے تھے' حتیٰ کہ عبدالملک بھی ان کے حلقہ درس فقہ میں شامل ہوتے تھے۔ (رضی اللہ عنہا)

۸۳ھ کا آغاز

اور اس کے واقعات

۸۳ ہجری شروع ہوا تو اس کے ساتھ ہی لوگوں نے جنگ وجدال کی پھر تیاری شروع کر دی۔ حجاج اور اس کے ساتھی دیر قرہ میں اور ابن الاشعث اور اس کے حواری دیر الجماجم میں آمادہ بجنگ نظر آتے تھے' حتیٰ کہ جنگ روزمرہ کا شغل بن گئی' بیشتر دنوں میں اہل عراق اہل شام پر کامیابی حاصل کر لیتے تھے' حتیٰ کہ ابن الاشعث نے جو اہل عراق کے دستوں کا امیر تھا' اہل شام یعنی حجاج کے لشکریوں پر اسی مرتبہ سے زیادہ حملہ کر کے سخت جانی نقصان پہنچا چکا تھا' اس کے باوجود حجاج ثابت قدم تھا اور اثبات وعزم اور صبر واستقلال سے یہ سب کچھ برداشت کر رہا تھا' اور پھر بھی اس کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ڈگمگائے' بلکہ جب کسی دن اس کی فوجوں کو اہل عراق پر فتح حاصل ہوتی تھی تو مزید سخت حملے ان پر کرتا تھا اور اپنی فوجوں کی کامیابی اور جنگی چالوں سے برابر باخبر رہتا تھا' وہ اس طریقہ پر برابر عمل پیرا رہا' حتیٰ کہ ایک دن اس نے اپنے آدمیوں کو قاریوں کے دستہ پر ہلہ بول دینے کا حکم دے دیا' کیونکہ لوگ ان کے بڑے متبعین تھے اور وہ لوگوں کو قتال پر ابھارتے رہتے تھے' قاریوں نے اس کے حملہ کو صبر سے برداشت کیا اور اس

کے بعد حجاج نے تمام تیر اندازوں کو جمع کر کے ان سے ان پر حملہ کرا دیا اور یہ حملہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ بہت سے قاریوں کو اس نے مروانہ ڈالا اس کے بعد اس نے ابن الاشعث اور اس کے فوجیوں پر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں ابن الاشعث کے ساتھی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور جدھر ان کا منہ اٹھا ادھر چل پڑے اور ابن الاشعث بھی ان کے سامنے ہی فرار ہوا۔ اس وقت اس کے ساتھ تھوڑے ہی لوگ تھے' اس وقت حجاج نے ایک بڑی فوج لے کر اس کا پیچھا کیا اس وقت حجاج کے ساتھ عمارہ بن غنم اللخمی اور محمد بن الحجاج بھی تھے۔ لیکن عمارہ کے ہاتھ میں تھی' یہ لوگ ابن الاشعث اور اس کے ساتھیوں کے پیچھے لگ گئے تا کہ ان کو قتل کر کے یا قیدی بنا کر فتح و کامرانی حاصل کریں' چونکہ تعاقب کے دوران دوسرے علاقوں کو روندتے ہوئے اکثر گزرنا پڑتا ہی ہے' یہ لوگ بھی ابن الاشعث اور اس کے ساتھیوں کا پیچھا کرتے ہوئے کریان تک پہنچ گئے' اور ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں اہل عراق پہلے مقیم رہ چکے تھے' وہاں پہنچ کر انہوں نے ابی خلدہ ایشکری کے یہ اشعار لکھے ہوئے دیکھے:

یا الهفا ویا حزنا جمیعا ویا حر الفؤاد لما یقینا

''ہائے افسوس اور ہائے ہم سب کا حزن و غم دل میں کیسی ہوک اٹھتی ہے ہم کیوں لڑتے تھے''

ترکنا الدین والدنیا جمیعا واسلمنا الحلائل والبنینا

''ہم دین بھی چھوڑ بیٹھے اور دنیا بھی ہاتھ سے گئی اور ہم نے اپنے بچوں کو بھی دشمنوں کے حوالے کر دیا''

اس کے بعد اس علاقہ میں ابن الاشعث بھی بچے کھچے آدمیوں کے ساتھ ملک الترک رتبیل کے ملک میں داخل ہوا رتبیل نے اس کی بہت تعظیم و تکریم کی اور اس کے اپنے پاس ٹھہرایا اور پناہ دی۔

واقدی کا بیان ہے کہ ابن الاشعث جب رتبیل کے کسی علاقہ سے گزر رہا تھا وہاں اس کو ایک افسر ملا' جس کو اس نے عراق جاتے ہوئے ایک خاص کام متعین کیا تھا' اس افسر یا عامل نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور اپنے پاس ٹھہرایا اور ابن الاشعث کو تحفے بھی دیئے مگر یہ سب کچھ اس نے مکر و فریب سے کیا تھا' اس نے ابن الاشعث سے کہا تم میرے پاس شہر میں آ جاؤ میں تمہیں دشمن سے بچا لوں گا لیکن اپنے کسی ساتھی کو شہر میں داخل نہ ہونے دینا' اس نے اس کو قبول کر لیا' لیکن اس میں بھی اس کا مکر شامل تھا' بہرحال ابن الاشعث نے اپنے آدمیوں کو روک دیا اور اس عامل کی بات کو مانتا رہا' نتیجتاً ابن الاشعث کے تمام آدمی منتشر ہو گئے اور جب ابن الاشعث شہر میں داخل ہوا تو وہ عامل اس پر جھپٹ پڑا اور اس کے ہتھکڑیاں ڈال دیں اور اس کو حجاج کے پاس لے جانے کا ارادہ کیا لیکن رتبیل کو ابن الاشعث کی آمد کے راز کا علم تھا' جب اس کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس وقت عامل شہر بست میں قیام پذیر تھا' رتبیل وہاں پہنچا اور اس نے شہر بست کو محاصرہ میں لے لیا اور وہاں کے مذکورہ عامل کو کہلا بھیجا' خدا کی قسم اگر تم نے ابن الاشعث کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی تو میں اس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک تمہارے پاس پہنچ کر تم سب کو یعنی ایک ایک شہری کو قتل نہ کر دوں' وہ عامل یہ خط پڑھ کر کانپ اٹھا اور ابن الاشعث کو اس کے پاس پہنچا دیا' جس کی رتبیل نے بہت تعظیم و تکریم کی اس کے بعد ابن الاشعث نے رتبیل سے کہا یہ عامل تو میرا مقرر کردہ اور میری طرف سے تعینات تھا' اس نے غداری کی اور جو کچھ اس نے کیا وہ بھی میں نے دیکھ لیا ہے' اب مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو قتل کر دوں۔ رتبیل نے کہا میں اس کو پناہ دے چکا ہوں۔ اس

وقت ابن الاشعث کے ہمراہ عبدالرحمٰن بن عباش ابن ابی ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بھی تھا جو لوگوں کو رتبیل کے ملک میں نماز بھی پڑھاتا تھا۔ اس کے بعد وہ تمام لوگ جو حجاج کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے' پھر اکٹھے ہو گئے اور ابن الاشعث کی تلاش میں نکلے' یہ لوگ اس وقت تعداد میں ساٹھ ہزار تھے جب یہ لوگ بجستان پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ابن الاشعث رتبیل کے پاس پہنچ چکا ہے' ان لوگوں نے بجستان پر غلبہ حاصل کر کے وہاں کے عامل عبداللہ بن عامر النعار اور اس کے عزیز و اقارب کو بہت اذیتیں پہنچائیں اور اس کی دولت وغیرہ پر بھی قابض ہو گئے' اس کے بعد وہ ملک کے دوسرے حصوں میں پھیل گئے' اور خوب لوٹ مار کی' اس کے بعد انہوں نے ابن الاشعث کو لکھا کہ ہمارے پاس آ جائیے تاکہ ہم آپ کے ساتھ مل کر اپنے دشمن سے لڑیں اور خراسان کا ملک بھی چھین لیں' وہاں سنتے ہیں بہت سی فوجیں ہیں اور کافی دفاعی قوت رکھتے ہیں' اگر ہم وہاں پہنچ کر ان پر قابو پا سکیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ حجاج یا عبدالملک کو ہلاک کر دے گا اس کے بعد ہم آپس میں مناسب طور پر مشورہ کر لیں گے کہ آگے کیا کرنا ہے۔

یہ خط پڑھ کر ابن الاشعث چل کھڑا ہوا ابھی وہ خراسان کی طرف تھوڑا سا ہی بڑھا تھا کہ اہل عراق کے کچھ فوجیوں نے جن میں عبداللہ بن سمرہ بھی شامل تھا ابن الاشعث کو معزول کر دیا' یہ دیکھ کر ابن الاشعث کھڑا ہوا اور ان سے اس طرح مخاطب ہوا ''اے غدار اور جنگ سے جی چرانے والو مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے میں اپنے رتبیل کے پاس جا رہا ہوں اور اسی کے پاس رہوں گا' چنانچہ وہ ان کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا کچھ تھوڑے سے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے جب کہ ایک جم غفیر وہیں رہ گیا جب ابن الاشعث ان کو چھوڑ کر چلا گیا تو ان لوگوں نے عبدالرحمٰن بن عباس بن ابی ربیعہ الہاشمی کی بیعت کر لی اور اس کے ہمراہ خراسان روانہ ہو گئے وہاں پہنچے تو ان کا امیر یزید بن المہلب بن ابی صفرہ ان کی طرف بڑھ کر آیا جس نے اس کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے منع کیا اور اسی مضمون کا ایک خط عبدالرحمٰن بن عباش کو لکھا کہ یہ ملک بڑا وسیع ہے جدھر تمہارے لوگ اور تم جانا چاہو وہاں چلے جانا' جہاں کسی کی حکمرانی نہ ہو مجھے تمہارا اقبال بالکل پسند نہیں ہے اگر تمہیں مال و دولت چاہیے تو وہ بھی تمہارے لیے بھیج دیتا ہوں' اس کا جواب عبدالرحمٰن بن عباش نے دیا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ہیں یہاں ذرا دم لینے اور ستانے کے لیے آئے ہیں' ہم آرام کر کے خود چلے جائیں گے' ہمیں تمہارے مال و دولت کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کے بعد عبدالرحمٰن نے آس پاس کے علاقوں سے خراج کی وصول یابی شروع کر دی اور خراسان کے بعض علاقوں کے اوپر اس طرح اپنا اقتدار جمانا چاہا' جس کے بندوبست کے لیے یزید بن المہلب نکلا اور اس کے ہمراہ اس کا بھائی المفضل بھی بہت سی فوج لے کر نکلا' جب ان سے ان لوگوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو خاصے آدمی مارے گئے اور عبدالرحمٰن بن عباش کے لوگ بھاگ گئے' یزید نے بھی ان کے بہت سے لوگ مار ڈالے اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ لے لیا اور لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ ان میں محمد بن سعد بن وقاص بھی تھے ان سب کو حجاج کے پاس بھیج دیا گیا' بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن سعد نے یزید بن المہلب سے کہا' میں تم سے اپنے باپ اور تمہارے باپ کے حوالہ سے درخواست کرتا ہوں مجھے تم کیوں بھیجتے ہو' یہ سن کر اس نے ان کو چھوڑ دیا۔

ابن جریر کا بیان ہے' اب یہ بات بڑی طویل ہے جب سارے قیدی حجاج کے پاس پہنچ گئے تو اس نے ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا اور بعض کو معاف کر دیا۔ حجاج کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ ابن الاشعث پر غالب آتا تھا تو لوگوں میں منادی کراتا تھا'

جو واپس اس کے پاس آ جاتا تھا اس کو پناہ ملتی تھی' اور جو مسلم بن قتیبہ کے پاس رے میں جا کر اس کے ساتھ شامل ہو جاتا تھا' اس کو بھی پناہ ملتی تھی چنانچہ ابن الاشعث کے ساتھیوں میں اکثر مسلم بن قتیبہ کے پاس چلے گئے اور ان کو حجاج نے امان دے دی اور جو اس کے پاس نہیں پہنچا' اس کے پیچھے وہ ہاتھ دھو کر پڑ جاتا تھا' اسی طرح اس نے بہت سی مخلوق کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور سب سے آخر میں جس کو اس نے قتل کیا وہ سعید بن جبیر تھے جن کا ذکر آئندہ آئے گا' جو لوگ مسلم بن قتیبہ کے پاس پہنچے ان میں شعبی بھی تھے ایک دن ان کو بھی حجاج نے یاد کیا تو بتایا گیا کہ وہ مسلم بن قتیبہ کے کیمپ میں چلے گئے ہیں' اس پر حجاج نے مسلم بن قتیبہ کو لکھا کہ میرے پاس شعبی کو بھیج دو' شعبی نے بتایا جب میں حجاج کے پاس پہنچا تو اس کو امیر کہہ کر سلام کیا اور پھر کہا اے امیر لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں تجھ سے معذرت کر لوں بغیر اس کو جانے ہوئے کہ اللہ کے نزدیک اس میں حق کیا ہے اور قسم خدا کی میں حق ہی تیرے سامنے کہوں گا' خواہ اس کا انجام کچھ ہی ہو' قسم ہے اللہ کی ہم نے تجھ سے سرکشی کی اور تیرے خلاف خروج و جہاد کیا' نہ ہم فاجر قوی تھے اور نہ نیک و صالح اللہ نے تجھ کو ہم پر فتح نصیب کی اور ہم پر غلبہ عطا کیا اگر تو غالب آیا تو ہمارے گناہ کا ثمرہ تھا' اور ہماری کرتوتوں کا نتیجہ' اور اگر تو نے کسی کو معاف کیا تو یہ تیرا حلم تھا۔

بہر حال اب تیری ہم پر حجت قائم ہوگئی' یہ سن کر حجاج بولا اے شعبی تو مجھے ان سب لوگوں سے زیادہ عزیز ہے جن کو میری تلوار سے بہنے والے خون نے مطیع کیا ہے اور پھر کہا اے شعبی جو کچھ تو نے کہا کیا اب تو میرے پاس مامون ہے' شعبی کہتا ہے کہ میں حجاج کے پاس سے چل پڑا اور ابھی تھوڑی دیر چلا ہوں گا کہ اس نے پھر کہا شعبی میرے پاس آ ؤ' یہ سن کر مجھے خوف پیدا ہوا پھر اس نے کہا تو نے مجھے اطمینان دلایا تھا' اور میں تیرے قول سے مطمئن بھی ہو گیا تھا تو اس نے کہا تو نے ہمارے بعد لوگوں کو کیسا پایا؟ میں نے جواب میں کہا اللہ امیر کو نیکی دے تو نے لوگوں کی نیندیں اڑا دیں' آسان کو مشکل بنا دیا' خوف کو دور کر دیا' غم والم کو خوشگوار بنا دیا' صالح نوجوان کو ہاتھ سے کھو دیا اور میں نے امیر جیسا کوئی جانشین نہیں پایا' اس کے بعد حجاج نے کہا شعبی تو واپس جا' میں واپس آ گیا۔ یہ باتیں ابن جریر وغیرہ نے بھی بیان کی ہیں اور ابو مخنف نے بھی اس کو اسماعیل بن عبدالرحمٰن السولی کے حوالے سے شعبی کے متعلق یہی باتیں بیان کی ہیں' بیہقی نے بیان کیا ہے کہ اس سے فرائض کا ایک مسئلہ بھی دریافت کیا گیا تھا جو شوہر کی ماں اور بہن سے متعلق تھا اس کے متعلق شعبی نے ابو بکر صدیق' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا قول نقل کر کے تفصیل سے اپنا خیال ظاہر کیا اور آخر میں اس نے حضرت علیؓ کے قول کو مستحسن قرار دیا' لیکن حکم حضرت عثمانؓ کے قول کے مطابق دیا۔

کہا جاتا ہے کہ یزید بن مہلب نے جو قیدی حجاج کے پاس بھیجے تھے ان میں سے پانچ ہزار کو حجاج نے قتل کروایا تھا اور پھر جب وہ کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے اعلان کیا کہ وہ کسی ایسے شخص کی بیعت قبول نہیں کرے گا جو اپنے کفر کا اقرار نہ کرے' چنانچہ جو کوئی کہتا تھا کہ میں واقعی کفر کا مرتکب ہوا تھا اس کی بیعت قبول کر لیتا تھا اور جو کوئی اقرار کرتا تھا اور کفر کے ارتکاب سے منکر تھا اس کو قتل کروا دیتا تھا' چنانچہ جن لوگوں نے اپنے کفر کا اقرار نہیں کیا ان میں سے بہت سے لوگوں کو اس نے موت کے گھاٹ اتروا دیا' چنانچہ اسی دار و گیر کے دوران وہ ایک شخص کے پاس آیا اور کہنے لگا' میرا خیال ہے یہ شخص اپنے کفر کا اقرار اپنے دین کی بقا و اصلاح کی خاطر نہیں کرے گا' گو کہ اس طرح وہ اس کو فریب دینا چاہتا تھا اس شخص نے حجاج کی بات سن کر جواب دیا کیا تو میرے نفس کے

بارہ میں مجھ ہی کو دھوکہ میں رکھنا چاہتا ہے میں تو دنیا کا سب سے بڑا کافر ہوں' فرعون' ہامان اور نمرود سے بھی زیادہ' حجاج اس کا جواب سن کر ہنس پڑا اور اس کی گلو خلاصی کر دی۔

ابن جریر نے ابو مخنف کے واسطہ سے لکھا کہ اعشیٰ ہمدانی کو حجاج کے پاس لایا گیا اس نے حجاج اور عبدالملک کی ہمیشہ ہجو لکھی تھی' اور ابن الاشعث اور اس کے ساتھیوں کی مدح سرائی کرتا تھا' چنانچہ اس سے ایک قصیدہ پڑھوایا گیا تو اس میں عبدالملک اور اس کے گھر والوں کی بڑی تعریف بیان کی گئی تھی' اہل شام نے یہ قصیدہ سن کر بڑی تعریف کی' لیکن حجاج نے اس کو بناوٹ خیال کیا اور اس نے ایک اور قصیدہ کی فرمائش کی' اس نے پھر اسی قسم کا مدحیہ قصیدہ لکھا جس پر حجاج نے طیش میں آ کر اس کی گردن اڑا دی۔ اعشیٰ ہمدانی کا پورا نام عبداللہ بن الحارث ابوالمصنع تھا' مگر وہ ہمدانی الکوفی عام طور پر کہلاتا تھا' یہ عرب کے مشہور اور فصیح و بلیغ شاعروں میں شمار ہوتا تھا' یہ حمص کے امیر نعمان بن بشیر کی مدح سرائی بھی کرتا تھا جس نے ایک مرتبہ اس کو چالیس ہزار دینار اپنی اور فوج کی طرف سے دلوائے تھے' یہ شعبی کی بہن کا شوہر اور شعبی اس کی بہن کا شوہر تھا' اس نے ابن الاشعث کے ساتھ مل کر حجاج کے خلاف خروج بھی کیا تھا جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے' اسی لیے حجاج نے اس کو قتل بھی کروا دیا تھا۔

ایک مرتبہ جب حجاج ابن الاشعث کی گھات میں لگا ہا تھا' اس نے ایک شخص کو ابن الاشعث کی فوج کا پتہ لگانے کے لیے بھیجا اس نے حجاج کو ابن الاشعث کی فوجوں کی پوزیشن کے متعلق تمام باتیں آ کر بتا دیں' کچھ دنوں کے بعد حجاج اور ابن الاشعث کی فوجوں میں پھر مقابلہ ہوا' حجاج اپنے آدمیوں اور سامان کے ساتھ میدان جنگ سے فرار ہو گیا' ابن الاشعث نے ان کا پیچھا کیا اور حجاج کی فوج کا محاصرہ کر لیا' چنانچہ دونوں فوجوں میں شدید جنگ ہوئی اور ابن الاشعث کے بہت سے آدمی مارے گئے اور بہت سے لوگ دجلہ اور دجیل میں غرق ہو گئے اس کے بعد حجاج پھر ابن الاشعث کی فوج میں گھس آیا اور جس جس کو اس نے وہاں موجود پایا اس کو قتل کر دیا' ان مقتولوں کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی جن میں رؤسا اور اعیان بھی شامل تھے' ابن الاشعث تین سو آدمیوں کو بمشکل وہاں سے زندہ سلامت نکال کر اور کشتیوں میں بٹھا کر دریائے دجیل کو عبور کر گیا اور بصرہ پہنچ گیا اور پھر وہاں سے یہ لوگ بلاد الترک میں داخل ہو گئے' حجاج نے یہاں بھی ان کا پیچھا کیا اور بہت سے لوگوں کو مار ڈالا' کہا جاتا ہے ان میں محمد بن سعید بن وقاص وغیرہ کے علاوہ بڑے بڑے زعماء' وصلحاء اور ابرار بھی شامل تھے' حتیٰ کہ سعید بن جبیر بھی انہی میں شامل تھے' جن کے متعلق ہم آئندہ ذکر کریں گے۔

واسط شہر کی تعمیر

ابن جریر نے لکھا ہے کہ ۸۳ھ میں حجاج نے واسط شہر کی بنیاد ڈالی اس کی تعمیر کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک راہب کو گدھی پر دجلہ کے قریب گزرتا ہوا دیکھا جب وہ واسط کے مقام پر پہنچا تو وہ اپنی سواری سے اتر گیا کیونکہ گدھی نے پیشاب کر لیا تھا اور وہ چل کر وہاں پہنچا جہاں گدھی نے پیشاب کیا تھا' اور اس نے اتنی جگہ کھود کر وہاں کی مٹی دجلہ میں پھینک دی' حجاج نے کہا اس راہب کو طلب کیا جائے وہ آیا تو اس سے حجاج نے دریافت کیا تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا ہماری کتابوں میں لکھا ہے اس جگہ مسجد بنائی جائے گی اور جب تک یہ دنیا قائم ہے اس میں خدائے واحد کی عبادت کی جائے گی' یہ سن کر حجاج نے اس جگہ شہر کی تعمیر اور

مسجد کے لیے نشان لگا دیا اور بعد کو شہر کی تعمیر کے بعد مسجد بھی بنوائی گئی۔ اسی ۸۳ھ میں عطاء بن رافع کی صقلیہ میں لڑائی ہوئی اور اسی سال بعض اعیان و امراء فوت ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن حجیرہ

یہ الخولانی المصری ہیں' انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے' عبدالعزیز بن مروان امیر مصر نے ان کو قضاء قصص' اور بیت المال کے محکمے دے رکھے تھے' ان کو سالانہ ایک ہزار دینار تنخواہ ملتی تھی' انہوں نے کبھی ایک حبہ بھی جمع کر کے نہیں رکھا۔

طارق بن شباب

ابن عبدالشمس الاحمصی ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی تھی' انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں غزوات میں حصہ لیا' ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

عبیداللہ بن عدی

ابن الخیار نے رسول اللہ ﷺ کا مبارک زمانہ پایا' انہوں نے صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں' عبداللہ بن قیس بن مخرمہ مدینہ کے قاضی تھے اور قریش کے عالموں اور فقیہوں میں شمار ہوتے تھے' ان کے باپ عدی یوم بدر میں بحالت کفر مارے گئے تھے۔

۸۳ھ میں ہی مرثد بن عبداللہ' ابوالخیر البزنی نے انتقال کیا اور اسی سال ان قراء اور علماء کی ایک جماعت بھی دنیا سے اٹھ گئی جو اشعث کے ہمنواؤں میں تھے' ان میں سے کچھ میدان جنگ سے بھاگ گئے اور کچھ معرکہ میں کام آ گئے' اور کچھ ان میں سے جو حجاج کی قید میں پہنچ گئے' اس کی تلوار کی نذر ہو گئے' بعض لوگوں کو حجاج نے قتل کروایا ان کو زہر دلوایا' ان میں خلیفہ بن خیاط' مسلم بن یسار المزنی شامل ہیں' مقتولین میں ابومرانہ العجلی' عقبہ بن عبدالغفار' عقبہ بن وشاح' عبداللہ بن خالد الجہنی' ابوالجوزا الربعی' نصیر بن انس' ابی حمزہ الضبعی کے والد عمران' ابوالمنہال' سیار بن سلامۃ الریاحی' مالک بن دینار' مرہ بن ز باب الہدادی' ابونجید الہضمی' ابوسیح الخصائی' سعید بن ابی الحسن اور اس کے بھائی الحسن البصری شامل ہیں۔

ابوایوب کا بیان ہے کہ ابن الاشعث سے کہا گیا تھا' اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے اوپر اسی طرح مر کر فدا ہو جائیں جس طرح حضرت عائشہؓ کے کجاوہ کے اردگرد مارے گئے تھے' تو حسن کو اپنے ساتھ لو اور اہل کوفہ میں سے سعید بن جبیر' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ' عبداللہ بن شداد' شعبی' ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود' المعرور بن سوید' محمد بن سعد بن ابی وقاص' ابوالبختری' طلحہ بن مصرف' زبید بن الحارث الیامیان' اور عطاء بن السائب کو اپنے ساتھ رکھو ان میں سے جو کوئی بھی ابن الاشعث کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچا' خوشی سے نہیں پہنچا تھا اور جو کوئی ان میں سے بچ گیا اس نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا جن بزرگوں کو حجاج نے قتل کرایا ان میں عمران بن عصام الضبعی تھے' جو ابی مجرہ کے والد تھے' یہ علماء بصرہ میں شمار ہوتے تھے۔ اور عابد و صالح تھے' جب یہ قیدی بن کر حجاج کے پاس آئے تو ان سے حجاج نے کہا اگر اپنے ارتداد اور کفر کا اقرار کر لو تو چھوڑ دوں گا' انہوں نے جواب دیا' خدا کی قسم ہے جب سے

ایمان لایا ہوں‘ کبھی کفر باللہ کا مرتکب نہیں ہوا‘ یہ جواب سن کر حجاج نے ان کی گردن اڑا دی‘ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بہت سے صحابہ سے روایات بیان کی ہیں‘ ان کے والد ابی لیلیٰ کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل تھا‘ عبدالرحمٰن نے حضرت علیؓ سے قرآن سیکھا تھا‘ وہ بھی اشعث کے ساتھ حجاج کے خلاف میدان جنگ میں لڑے تھے‘ ان کی گردن بھی حجاج نے بڑے ظلم سے ساتھ اڑائی۔

۸۴ھ کا آغاز

واقدی کا بیان ہے اس سال عبداللہ بن عبدالملک نے المصیصہ فتح کیا‘ اس سال محمد بن مروان نے آرمینہ میں جنگ کی اور وہاں کی بہت سی مخلوق کو مار ڈالا‘ گرجاؤں پر قبضہ کیا اور بہت کچھ توڑ پھوڑ کی‘ اس سال کو آگ کا سال بھی کہا جاتا ہے‘ اس سال میں حجاج نے فارس پر چڑھائی کے لیے محمد بن قاسم الثقفی کو مامور کیا اور اسے کردوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا‘ اسی سال عبدالملک نے اسکندریہ کا حاکم عیاض بن غنم الجیبنی کو بنایا اور عبدالملک بن ابی الکنود کو‘ جس کو گزشتہ سال ہی وہاں کا حاکم بنایا گیا تھا معزول کر دیا‘ اسی سال موسیٰ بن نصیر نے مغرب کے کچھ علاقے جن میں ارومہ کا علاقہ بھی شامل تھا‘ فتح کر لیے اور وہاں بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور تقریباً ہزار آدمیوں کو قیدی بنا لیا۔ اس سال حجاج نے ابن الاشعث کے کچھ ساتھیوں کو بھی قتل کرایا جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

ایوب بن القریہ

ایوب بن القریہ بہت فصیح و بلیغ شخص تھا‘ اس کو بھی حجاج نے بڑے ظلم اور سختی کے ساتھ قتل کرایا‘ لوگ کہتے ہیں کہ حجاج اس کے قتل پر بہت نادم تھا‘ اس کا پورا نام ایوب بن زید ابن قیس ابو سلیمان الہلالی المعروف ابن القریہ تھا‘ اس طرح حجاج کے کشتوں میں عبداللہ بن الحارث بن نوفل‘ سعد بن ایاس الشیبانی اور ابو غنیما الخولانی تھے‘ ان کو صحبت بھی حاصل ہوئی اور روایت بھی‘ حمص میں مقیم رہے تھے‘ ابن قتادہ وغیرہ کو بھی حجاج نے قتل کرایا تھا‘ جو لوگ قتل سے کسی طرح بچ گئے تھے ان میں ابو زرعہ الجذری الفلسطینی بھی ہیں‘ یہ اہل شام کے نزدیک ذی مرتبت لوگوں میں سے تھے‘ ان کے مرتبہ کی وجہ سے امیر معاویہ ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا‘ خود ابو زرعہ نے یہ بات محسوس کر لی تھی‘ اس لیے اس نے امیر معاویہ کو مخاطب کر کے کہا تھا اے امیر المومنین اپنے گھر کے بنیادی ستون کو کبھی نہ گرانا اور اپنے ساتھی کو کبھی دکھ نہ دینا اور جس دشمن کو تم نے ہلاک کرنا ہے اسے گالی نہ دینا۔ امیر معاویہ یہ باتیں خاموشی سے سنتا رہا اور ان کے قتل سے باز رہا۔ اس ۸۴ھ میں جن کا انتقال ہوا ان میں عقبہ بن منذر السلمی بھی ہیں یہ جلیل القدر صحابی بھی ہیں اور اہل صفہ میں شمار ہوتے تھے‘ دوسرے عمران بن حطان الخارجی ہیں‘ یہ ابتداءً اہل السنت والجماعت میں تھے‘ انہوں نے ایک حسین و جمیل عورت سے نکاح کر لیا‘ جس کو یہ بہت چاہتے تھے‘ حالانکہ خود کریہہ المنظر تھے۔ انہوں نے بہت چاہا کہ اس کو راہ راست پر لے آئیں مگر جب وہ اہل سنت والجماعت میں داخل نہ ہوئی تو خود اس کے مذہب پر چل کر مرتد ہو گئے‘ یہ بھی ایسے شاعروں میں سے تھے جو طرفہ تر اور عجیب موضوع پر طبع آزمائی کرتے ہیں‘ حضرت علیؓ کے قتل اور ان کے قاتل کے بارہ میں کہتے ہیں:

یا ضربة من تقی ما اراد بها الا لیبلغ من ذالعرش رضوانا

''یہ ایک نیک شخص کی ضرب تھی جس کا مقصد بجز صاحب عرش کی خوشنودی کے حصول کے کچھ نہ تھا''

انی لا ذکرہ یوماً فاحسبه اوفی البیرة عندالله میزانا

''میں جب بھی اس کو یاد کرتا ہوں تو اس کو مخلوق میں عہد کا پکا اور خدا کے نزدیک بھرپور عمل کا حق دار سمجھتا ہوں''

دنیا کے زاہدوں اور زہد کے متعلق کہتے ہیں:

اری اشقیاء الناس لا یسأمونها علیٰ انهم فیها عراة وجوع

''میرے نزدیک یہ زہاد بدنصیب ترین لوگ ہیں' یہ عبادت وتقویٰ سے تھکتے نہیں حالانکہ بھوکے ننگے رہتے ہیں''

کوکب قضوا حاجاتهم وترحلوا طریقهم یادی العلایة مهیح

''یہ ایسے اونٹوں کے مسافر ہیں جو اپنی ضرورتیں پوری کر کے کوچ کر جاتے ہیں''

عمران بن حطان کا انتقال ۸۴ھ میں ہوا' بعض علماء نے ان کے حضرت علیؓ کے قتل کے بارہ میں اشعار کی اسی وزن اور قافیہ میں تردید بھی کی ہے۔

بل ضربة من شقی ما ارادبها الا لیبلغ من ذی العرش خسرانا

''یہ ضرب ایسے بدبخت نے لگائی جس کا مقصد صاحب عرش سے نقصان پہنچنے کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا''

انی لا ذکرہ یوماً فاحسبه اشقی البریة عندالله میزانا

''میں جب بھی اس کے متعلق سوچتا ہوں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ایسا بدنصیب خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ سزا کا مستحق ہے''

روح بن انباع الجذامی

شام کے امراء میں سے تھا' عبدالملک اپنے اہم کاموں میں اس سے مشورے لیتا تھا' ۸۴ ہجری میں ہی عبدالرحمٰن بن الاشعث الکندی ہلاک ہوا لیکن بعض لوگوں کے نزدیک اس کے بعد ہلاک ہوا واللہ اعلم۔

اور یہ اس طرح کہ حجاج نے ملک الترک رتبیل کو اس کے بارہ میں ایک خط لکھا' اسی کے پاس اس نے پناہ لی ہوئی تھی' خدا کی قسم اگر تم نے میرے حوالہ ابن الاشعث کو نہ کیا تو میں اسکے جواب میں تمہارے ملک پر ایک لاکھ مقاتلین کو چڑھائی کے لیے بھیج دوں گا اور ملک کو تہس نہس کر دوں گا۔ جب حجاج کی دھمکی کی توثیق ہوئی' تو اس نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا جنہوں نے رتبیل کو مشورہ دیا کہ ابن الاشعث کو حجاج کے سپرد کر دیا جائے' ایسا نہ ہو کہ وقت گزرنے کے بعد حجاج اس کے شہروں پر قبضہ کر لے' اور عامۃ الناس کو نقصان پہنچائے' چنانچہ رتبیل نے بطور شرائط کے حجاج کو لکھا کہ وہ وعدہ کرے کہ اس کے ملک پر دس سال تک حملہ نہیں کرے گا' اور نیز یہ کہ وہ ان دس سالوں میں ہر سال ایک لاکھ سالانہ خراج سے زیادہ نہیں دے گا' حجاج نے رتبیل کی یہ شرائط منظور کر لیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ حجاج نے اس کو سات سال کا خراج معاف کر دیا تھا' چنانچہ یہ سب کچھ طے ہونے کے بعد رتبیل نے ابن الاشعث سے غداری کی' کہا جاتا ہے کہ رتبیل نے خود اپنے سامنے قتل کرا کر اس کا سر حجاج کے پاس بھیج دیا۔

اور بعض روایات کے مطابق یہ ہے کہ ابن الاشعث کو سخت مرض لاحق ہوا اور جب اس کی جان کنی کا وقت تھا تو اس کو قتل کر دیا گیا' اور یہ بھی مشہور ہے کہ ابن الاشعث اور اس کے تمیں ساتھیوں کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال کر پہلے قید کیا گیا اور پھر ان سب کو حجاج کے پاس بھیج دیا گیا تھا اور جب وہ دوران سفر مقام رخج میں پہنچے تو ابن الاشعث معہ اپنے ایک محافظ کے بیڑیاں پہنے ہوئے قلعہ کی چھت پر چڑھ گیا اور وہاں سے اپنے آپ کو گرالیا اور اس کا محافظ بھی جو اس کی نگرانی پر مامور تھا' اسی طرح گر کر جان دینے پر مجبور ہوا' غرض کہ وہ دونوں اس طرح مر گئے اس کے بعد حجاج کے قاصد کے سپرد ابن الاشعث کا سر کر دیا گیا' جس نے اس کے سر کو اس کے دوسرے ساتھیوں کے کٹے ہوئے سروں کے ساتھ حجاج کے پاس بھیج دیا' حجاج نے اس کے سر کو عراق میں گھمانے کا حکم دیا اور پھر اس کو عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور وہاں بھی اس کا سر شام میں سر بازار گھمایا گیا اور پھر وہاں سے اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کے پاس مصر میں بھیج دیا' اور وہاں بھی اس کے سر کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا جس کے بعد اس کا سر مصر میں دفن کر دیا گیا اور اس کا جسم رخج میں دفن کیا گیا جس کے متعلق بعض شعراء نے لکھا۔

هيمات موضع جثه من رأسها راس بمصر وجثه بالرجع

''افسوس کہ ابن الاشعث کے جسم اور سر کا کیا حشر ہوا سر مصر میں باقی جسم رخج میں دفن ہوا''

ابن جریر کے مطابق ابن الاشعث ۸۴ھ میں قتل ہوا۔ واللہ اعلم۔

رہے عبدالرحمٰن تو یہ بظاہر ابو محمد بن الاشعث بن قیس ہیں اور بعض کے نزدیک عبدالرحمٰن بن قیس بن محمد بن الاشعث بن قیس الکندی الکوفی ہیں' جن کی ایک روایت ابوداؤد اور نسائی نے یہ بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے اور دادا نے ابن مسعودؓ کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی ہے:

''کہ جب بائع اور مشتری میں اختلاف رونما ہو جائے اور متنازعہ مال یا سامان موجود ہو تو ایسی صورت میں بائع کا قول معتبر ہوگا یا دونوں اس میں شرکت کریں گے''۔

اور ان کے متعلق عمیس بھی یہی بات کہتا ہے' نیز یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج نے ان کو ۹۰ھ کے بعد قتل کرایا تھا۔ واللہ اعلم۔

اور پھر سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ لوگوں نے غیر قریش ابن الاشعث کی بیعت کیسے کر لی جب کہ صحابہؓ نے یوم ثقیفہ پر طے کر دیا تھا کہ امارت غیر قریش کے سپرد نہیں کی جائے گی' اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایسے لوگوں سے اس حدیث کے ساتھ حجت بھی قائم کی تھی اور انصار نے جب یہ کہا تھا کہ ایک امیر تم میں سے اور ایک امیر ہم میں سے ہوگا' تو ابو بکر صدیقؓ نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس بناء پر سعد بن عبادہؓ نے جو پہلے ''ایک امیر قریش میں سے اور ایک امیر انصار میں سے'' کے قائل تھے' اپنی بات سے رجوع کر لیا تھا' ایسی صورت میں لوگ ایسے خلیفہ کو کیسے تسلیم کر سکتے تھے' جس کی امارت کا ڈھونگ برسہا برس تک رچایا گیا اور ایک قریشی النسل کو چھوڑ کر ایک کندی کی بیعت کر سکتے تھے' غرض کہ یہ مسئلہ ایسا تھا' جس پر کبھی بھی اہل حل وعقد کا اتفاق نہیں ہوا اور یہی سب سے بڑا فتنہ وفساد کا سبب تھا' جس کے باعث ایک مدت تک خلق کثیر کو تباہی و بربادی کا سامنا کرنا پڑا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ایوب بن القریہ

یہ اس کی ماں ہے' اس کے باپ کا نام یزید بن قیس بن زرارہ بن سلم النمری الہلالی ہے' یہ اعرابی امی تھے' اور فصاحت و بلاغت اور بیان کے لیے ضرب المثل تھے' حجاج کے ساتھ رہے اور عبدالملک کے پاس بھی گئے تھے' جس نے ایک مرتبہ ان کو قاصد بنا کر ابن الاشعث کے پاس بھیجا تھا' تو ابن الاشعث نے ان سے مخاطب ہو کر کہا تھا' اگر تم نے کھڑے ہو کر سب کے سامنے حجاج سے بیزاری اور علیحدگی کا اعلان نہ کیا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا' چنانچہ انہوں نے ابن الاشعث کا کہنا مانا اور اسی کے پاس ٹھہر گئے' جب حجاج کو فوقیت اور غلبہ حاصل ہو گیا تو اس نے ان کو طلب کیا اور ان سے بہت سے سوال و جواب ہوئے اور رد کد بھی ہوئی اور آخر کار ان کی گردن ماردی گئی' کہتے ہیں حجاج ان کے مروانے کے بعد نادم ہوا تھا' لیکن اب ندامت سے کیا حاصل تھا۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے اور ابن خلکان نے وفیات میں تفصیل سے ان کے حالات لکھے ہیں اور ان کے متعلق بہت سی عجیب و غریب باتیں بھی لکھی ہیں' انہوں نے لکھا ہے قریہ بکسر قاف وتشدید یاء ان کی دادی تھیں' اور ان کا دوسرا اور اصل نام جماعۃ بنت جشیم تھا۔ ابن خلکان کا کہنا ہے کچھ لوگ ان کے وجود سے ایسا ہی انکار کرتے ہیں جیسے لوگ لیلیٰ مجنوں کے قصہ اور ابن ابی العقب صاحب الملحمہ' جو دراصل یحییٰ بن عبداللہ بن ابی العقب ہیں' کے وجود سے انکار کرتے ہیں' واللہ اعلم۔

روح بن انباع

سلامۃ جذامی کے بیٹے ابوزرعہ' جن کو ابوانباع الدمشقی بھی کہتے ہیں' کا گھر دمشق میں بروزئین کی جانب صاحب الملحمہ کے گھر کے قریب ہی تھا' یہ بزرگ تابعی تھے' انہوں نے اپنے والد سے روایت بھی کی ہے جن کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل رہا تھا' ان کے علاوہ تمیم الداری' عبادہ بن الصامت' معاویہ اور کعب الاحبار کو بھی یہ شرف حاصل تھا' روح' عبدالملک کی نظر میں ایک وزیر کی طرح تھے جو عبدالملک سے کبھی جدا نہیں ہوتے تھے' اور وہ عبدالملک کے باپ مروان کے ساتھ مرج راہط کی جنگ میں بھی شریک جنگ رہے تھے اور یزید بن معاویہ نے ان کی ڈیوٹی فلسطینی لشکر پر بھی لگا دی تھی' مسلم بن حجاج کا خیال ہے کہ ان کو شرف صحبت بھی حاصل تھا' لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ تابعی تھے صحابی نہیں تھے۔ ان کے مآثر میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ جب حمام سے نکلتے تھے' تو کوئی جانور آزاد کرتے تھے' ابن زید کا بیان ہے کہ ان کا انتقال ۸۴ھ ہجری میں اردن میں ہوا۔ بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ وہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ تک زندہ رہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے حج کیا اور مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی کے کنارے قیام کیا' انہوں نے یہاں پہنچ کر مختلف قسم کے کھانے پکوائے ابھی وہ کھانے ان کے سامنے ہی رکھے گئے تھے' کہ ایک چرواہا بھی وہاں آ گیا' روح نے اس کو کھانے پر بلا لیا وہ چرواہا آیا اور کھانے کو دیکھنے لگا اور کہنے لگا میں روزہ دار ہوں' روح نے کہا ایسی سخت گرمی اور طویل دن میں تم روزہ رکھتے ہو' چرواہے نے جواب دیا کیا میں ان کھانوں کی وجہ سے اپنا روزہ توڑ دوں گا؟ اور پھر وہ چرواہا کھانا چھوڑ کر ایک سمت کو چلا گیا اور روح بن زنباع سے رخصت ہو گیا۔ اور یہ شعر پڑھا۔

لقد ضننت بایامک یا راعی　　　اذا جاز بہا روح بن زنباع

’’اے چرواہے تو نے اپنے آقا کے ساتھ بڑا بخل کیا جب کہ ... نے اس کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا تھا‘‘

اس کے بعد روح بہت دیر تک روتے رہے اور اپنے سامنے سے کھانا بھی اٹھانے کا حکم دے دیا اور کہنے لگے جاؤ دیکھو اگر اس کھانے کے کھانے والے چرواہے یا اعرابی کہیں تم کو مل جائیں اور یہ کہہ کر وہاں سے چل پڑے اور اس چرواہے کا ادنیٰ غلام بن کر اور اس کو اپنے دل میں بسا کر اور ساتھ لے کر کسی طرف کو نکل گئے۔

۸۵ھ کا آغاز

جیسا کہ ابن جریر نے بیان کیا ہے اس سال عبدالرحمٰن بن اشعث کا قتل ہوا' اسی سال حجاج نے خراساں کی امارت سے یزید بن مہلب کو معزول کیا اور اس کی جگہ اس کے بھائی المفضل بن المہلب کا تقرر کیا اس کا سبب یہ تھا کہ حجاج ایک مرتبہ عبدالملک کے پاس گیا جب وہاں سے لوٹا تو دیر سے گزرا' اس کو بتایا گیا کہ یہاں ایک اہل کتاب میں سے بڑا شیخ اور بزرگ رہتا ہے' اس کو طلب کیا گیا' حجاج نے اس سے پوچھا کیا تم اپنی کتاب میں کوئی ایسی بات پاتے ہو جو یہ بتائے کہ تم کس حال میں ہو اور ہم کس مقام پر ہیں' اس بزرگ نے اس کا جواب اثبات میں دے کر کہا ہاں' حجاج نے پھر اس سے پوچھا' تم امیر المومنین کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا ہم اسے ایسا شخص پاتے ہیں جو کسی کا مشورہ قبول نہیں کرتا اور جو شخص اس کے راستہ میں آتا ہے وہ منہ کی کھاتا ہے' حجاج نے کہا پھر کون؟ اس نے کہا ایک شخص ہے جس کا نام ولید ہے' حجاج نے پھر کہا اس کے بعد پھر کون؟ اس نے کہا' وہ ایک ایسا شخص ہوگا جس کے ذریعہ سے راز فاش ہوں گے' حجاج نے کہا تم مجھے اس کی نشاندہی کر سکتے ہو اس نے کہا اس کے بارہ میں تجھ کو بتا چکا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا تم میرا انجام جانتے ہو اس نے کہا ہاں' اس نے پوچھا اس کی تعریف؟ اس نے کہا وہ کل کو تم سے غداری کرے گا' اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔

حجاج نے یہ سن کر اپنے دل میں کہا کہ اس بزرگ کی مراد یزید بن المہلب ہے' اور پھر وہاں سے چل پڑا درانحالیکہ اس بزرگ کی باتوں سے اس کے دل میں ایک طرح کا خوف پیدا ہو گیا تھا اور پھر اس نے عبدالملک کو خط لکھا اور اس سے عراق کی ولایت وحکمرانی سے استعفیٰ کے لیے درخواست کی تا کہ عبدالملک کے نزدیک اپنے مرتبہ کی جانچ کر سکے' عبدالملک نے اس کو جواب دیا' جس میں زجر وتوبیخ کے ساتھ اپنا کام استقلال سے کرتے رہنے کی تاکید کی گئی تھی' اس کے بعد ایک دن حجاج کو لوگوں نے دیکھا کہ بڑے سوچ اور فکر میں غرق بیٹھا ہوا ہے اس نے عبید بن موہب کو اپنے پاس بلایا وہ آیا تو حجاج سر جھکائے زمین کرید رہا تھا' اس نے اپنا سر اوپر اٹھا کر دیکھا اور کہا' افسوس ہے تجھ پر اے عبید اہل کتاب بتاتے ہیں میرے ماتحت ایک شخص ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا اور مجھے صرف یزید بن ابی کبشہ' یزید ابن حصین بن نمیر اور یزید بن دینار کے نام ذہن میں آتے ہیں' ان کے علاوہ اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف یزید بن المہلب ہی ہو سکتا ہے۔

عبید نے سن کر کہا آپ نے اس کو بڑی عزت دے رکھی ہے اور اس سے کوتاہیاں بھی ہوتی رہی ہیں' آپ اس کو برطرف کر دیں' یہ سن کر حجاج نے یزید بن المہلب کو ہٹانے کا مصمم فیصلہ کر لیا اور عبدالملک کو بھی اس کی برائی اور غداری کے بارہ میں لکھا اور

ان اندیشوں کا اظہار کیا جو اس بزرگ نے ظاہر کئے تھے' عبدالملک نے لکھا کہ اپنی پسند کا آدمی منتخب کرلو' جو خراسان کی اصلاح کر سکے' چنانچہ حجاج نے مفضل بن المہلب کو وہاں کی ولایت کے لیے منتخب کرلیا' اور اس کو کچھ کم نو ماہ تک وہاں کا حکمران بنائے رکھا' اس نے بادغیس وغیرہ فتح کیے اور بہت سا مال غنیمت بھی حاصل کیا' اور شعراء نے اس کی مدح میں بہت سے اشعار بھی کہے' لیکن پھر اس کو بھی معزول کر کے حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو وہاں کا والی و حاکم مقرر کر دیا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ ۸۵ھ میں موسیٰ بن عبداللہ بن حازم ترمذ میں مقتول ہوا اس کے بعد اس نے اس کے سبب کا ذکر کیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ باپ کے قتل ہو جانے کے بعد اس کے پاس کوئی ایسا علاقہ باقی نہیں بچا تھا جہاں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ امن وسکون سے رہ سکے وہ جہاں کہیں جاتا تھا' اس ملک کا بادشاہ اس سے لڑنے کے لیے نکل آتا تھا' غرض کہ وہ اسی پناہ کی تلاش میں چلتا رہا اور آخر کار ترمذ کے قریب اس نے پڑاؤ ڈالا یہاں کا بادشاہ کمزور تھا' چنانچہ وہ اس کے پاس تحفے تحائف بھیجتا رہا اور اس کی خاطر و مدارت کرتا رہا' یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے گرویدہ ہو گئے چنانچہ بادشاہ نے موسیٰ بن عبداللہ کے پاس ایک روز اپنا قاصد بھیجا کہ اپنے ایک سو آدمی لے کر تشریف لائیں' موسیٰ نے اپنے سو بہادر نوجوانوں کو اس کے پاس لے جانے کے لیے منتخب کیا' جب یہ لوگ شہر میں داخل ہوئے اور دعوت سے فراغت ہوئی تو موسیٰ بادشاہ کے گھر میں آرام کرنے کے لیے اطمینان کے ساتھ استراحت میں مشغول ہو گیا' یہ گھر اس کو اتنا پسند آیا کہ وہ کہنے لگا کہ اب یہی میری منزل ہو گی یا یہی گھر میری قبر ہو گا۔

اس صورت حال کے پیش نظر اہل قلعہ نے ان کو وہاں سے نکالنے کی کوشش شروع کر دی جس کے نتیجہ میں دونوں فریقوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ اہل ترمذ بہت سے مارے گئے اور بچے خوف کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے ان میں سے بہت سے لوگوں نے موسیٰ کو قبضہ کر لینے کی دعوت دی چنانچہ موسیٰ شہر پر قابض ہو گیا اور پھر اس نے اس قلعہ سے اپنے دشمنوں کا دفاع کیا اور ہر طرح قلعہ کی حفاظت کی چنانچہ وہاں کا بادشاہ بھاگ کر اپنے ترک بھائیوں کے پاس چلا گیا اور ان سے مدد طلب کی انہوں نے کہا ان لوگوں نے جو تعداد میں سو سے زیادہ نہیں تھے تجھ کو نکال باہر کیا' ہم بھی ان سے کیا لڑیں گے' بہر حال ان سے مایوس ہو کر ترمذ کا بادشاہ دوسرے ترک قبائل کے پاس مدد کے لیے پہنچا' انہوں نے حالات معلوم کرنے کے لیے موسیٰ کے پاس کئی قاصد بھیجے' جب موسیٰ نے ان لوگوں کی آمد کا حال سنا اس وقت شدید گرمی پڑ رہی تھی مگر موسیٰ نے اپنے ساتھیوں کو آگ روشن کرنے اور سردی کے کپڑے پہننے کا حکم دیا۔

ان قاصدوں نے موسیٰ اور اس کے آدمیوں سے پوچھا تم لوگ کیا کر رہے ہو انہوں نے جواب دیا ہمیں گرمیوں میں سردی لگتی ہے اور سردیوں میں بڑی کرب و مصیبت سے گزارہ کرتے ہیں' یہ سن کر وہ لوگ لوٹ گئے اور واپس جا کر کہنے لگے' یہ لوگ انسان نہیں معلوم ہوتے بلکہ جنات معلوم ہوتے ہیں اور یہی بات انہوں نے جا کر اپنے بادشاہ سے بھی کہی' اور کہا ایسے لوگوں سے لڑنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے' ان لوگوں سے مایوس ہو کر ترمذ کا بادشاہ دوسرے لوگوں کی تلاش میں نکلا' وہ لوگ آئے اور انہوں نے ترمذ کا محاصرہ کر لیا اسی دوران خزاعی بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے بھی ان کا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ کو مجبوراً دونوں سے لڑنا پڑا صبح کو وہ خزاعی سے لڑتا تھا اور شام کو عجمیوں سے' غرض کہ ان کی موسیٰ سے نہایت زبردست لڑائی ہوئی اور دونوں طرف کے بہت سے

لوگ مارے گئے' عمر خزاعی اب اس جدال و قتال سے عاجز آ چکا تھا اور خوف زدہ بھی تھا۔ ایک دن عمر خزاعی نے اس امیر سے مصالحت کر لی اور اس کے پاس تنہائی میں پہنچ گیا' اس وقت اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا' خزاعی نے کہا اے امیر اللہ آپ کو نیکی دے آپ جیسے آدمی کو بلا ہتھیار کسی وقت نہیں رہنا چاہیے' اس نے کہا نہیں میرے پاس ہتھیار ہے اور بستر کے نیچے سے تلوار نکال کر خزاعی کو دکھائی' عمر نے اس کی تلوار پر قبضہ کیا اور اسی سے اس کو ٹھنڈا کر دیا اور وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد امیر موسیٰ کے لوگ بھی منتشر ہو گئے۔

ابن جریر نے لکھا ہے اسی سال عبدالملک نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو بھی معزول کر دیا اور دیار مصر سے اس کی امارت ختم کر دی' اس امر کی تحسین و تعریف روح بن زنباع الجذامی نے بھی کی' ابھی وہ اور عبدالملک یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ قبیصہ بن ذؤیب بھی رات کو وہاں پہنچ گیا یہ شخص دن رات میں کبھی عبدالملک کے پاس سے غائب نہیں ہوتا تھا' عبدالملک نے اپنے بھائی عبدالعزیز کے بارہ میں اپنے فیصلہ سے اس کو بھی آگاہ کیا' حالانکہ اپنے فیصلہ پر پچھتاتا بھی رہا' وہ صرف اس لیے اپنے فیصلہ پر آمادہ ہوا تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ اس کے بعد بادشاہت کا سلسلہ اسی کی اولاد ولید' سلیمان پھر یزید اور پھر ہشام تک چلے اور یہ سب کچھ اس نے حجاج کے مشورے اور اس کی رائے کے مطابق طے کیا تھا' حالانکہ اس کے باپ مروان کا حکم یہ تھا کہ پہلے عبدالملک بادشاہ بنے گا اور اس کے بعد عبدالعزیز' مگر عبدالملک نے عبدالعزیز کے خاندان کو بادشاہت سے کلیتاً محروم کرنے کے لیے یہ چال چلی اور اپنے بھائی اور اس کی اولاد کو ہٹا کر ہمیشہ کے لیے اپنی اولاد کے لیے راہ ہموار کر دی تاکہ خلافت ہمیشہ عبدالملک کی اولاد ہی میں باقی رہے۔

عبدالعزیز بن مروان

عبدالعزیز بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ابوالاصبغ القرشی الاموی مدینہ میں پیدا ہوئے پھر اپنے باپ مروان کے ساتھ شام چلے گئے تھے' عبدالملک کے بعد یہی ولی عہد تھے ان کے باپ مروان نے انہی کو ۶۵ھ میں دیار مصر کی امارت بخشی تھی' چنانچہ ۸۵ھ تک اسی عہدہ پر برقرار رہے' اور جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں یہ سعید بن عمرو بن العاص کے قتل کے وقت بھی موجود تھے ان کا دمشق میں گھر دارالصوفیہ کے نام سے مشہور ہے' جو خانقاہ ساطیہ کے معروف نام سے سب کو معلوم ہے بعد کو یہ خانقاہ ان کے بیٹے عمر بن عبدالعزیز کو ملی جو بالآخر صوفیا کی خانقاہ میں تبدیل ہو گئی' عبدالعزیز بن مروان نے اپنے باپ عبداللہ بن زبیر' عقبہ بن عامر اور ابو ہریرہؓ سے حدیث روایت کی ہے اور ان سے روایت کی ہوئی حدیث مسند احمد اور ابوداؤد میں موجود ہے' جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آدمی کی بدخصلتوں میں اس کی حد درجہ بزدلی اور حد سے بڑھا ہوا بخل ہے''۔

عبدالعزیز بن مروان سے ان کے بیٹے عمر نے' الزہری نے' علی بن رباح اور ایک جماعت نے احادیث بیان کی ہیں۔

محمد بن سعید کا کہنا ہے یہ ثقہ تھے اور حدیث کم بیان کرتے تھے۔ بعض دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ عبدالعزیز بن مروان گفتگو میں غلطیاں کرتے تھے صحیح گفتگو نہیں کر پاتے تھے' اس کے بعد جب انہوں نے عربی زبان اچھی طرح سیکھی تو اچھی اور فصیح

گفتگو کر لیتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پاس شخص آیا جو اپنے داماد کی شکایت لے کر آیا تھا' اس سے عبدالعزیز بن مروان نے پوچھا من ختنک جس کا مطلب ہے تمہارا ختنہ کس نے کیا ہے اس شخص نے جواب وہی دیا جو اسے دنیا چاہتا تھا' اس نے کہا میرا ختنہ اس شخص نے کیا ہے جو سب کا ختنہ کرتا ہے۔

اس کے بعد عبدالعزیز نے اپنے منشی سے کہا دیکھو اس شخص نے مجھے کیسا بیہودہ جواب دیا ہے۔ منشی نے کہا اے امیر المومنین آپ کو اس سے من ختنک نہیں بلکہ من ختنک کہنا چاہیے تھے یعنی تمہارا داماد کون شخص ہے؟ یہ سن کر عبدالعزیز بن مروان اس وقت تک گھر سے نہیں نکلے جب تک وہ صحیح عربی بولنے کے قابل نہ ہوئے اور اس کے بعد وہ ان لوگوں کو انعام واکرام سے نوازتے تھے' جو فصیح عربی بولتے تھے اور جو لوگ عربی بولنے میں غلطیاں کرتے ان کو بہت کم دیتے تھے' چنانچہ ان کے زمانہ کے لوگوں کو عمدہ عربی بولنے اور لکھنے کا بڑا حوصلہ ملا۔

ایک روز عبدالعزیز نے ایک شخص سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں بنی عبدالدار قبیلہ سے ہوں' اس نے برجستہ کہا اس کا جواب تمہیں جائزہ میں ملے گا اور پھر اس کے جائزہ اور بخشش میں ایک ہزار دینار کی کمی کر دی۔

ابویعلی الموصلی کا کہنا ہے ہمیں مجاہد بن یوسف نے اور اسحاق بن یوسف نے سفیان محمد بن عجلان اور قعقاع بن حکیم کے حوالہ سے بتایا ہے کہ عبدالعزیز بن مروان نے عبداللہ بن عمر کو لکھا' مجھے اپنی ضرورتوں سے آگاہ کیجیے اس کے جواب میں عبداللہ بن عمر نے ان کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

''اوپر کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر اور اچھا ہوتا ہے اور دینے کی ابتداء اس سے کرو جس کی کفالت تمہارے ذمہ ہے''۔

اور پھر ساتھ ہی یہ بھی ان کو لکھا:

''میں تم سے کچھ طلب نہیں کروں گا اور جو کچھ مجھے تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ دلائے گا اسے رد بھی نہیں کروں گا''۔

ابن وہب نے کہا ہے کہ مجھ سے یحییٰ بن ایوب نے انہوں نے یزید بن حبیب سے انہوں نے سوید بن قیس سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھے ایک ہزار دینار دے کر عبدالعزیز بن مروان نے عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا' چنانچہ میں ابن عمر کے پاس پہنچا اور عبدالعزیز کا ان کو خط دیا' انہوں نے کہا دینار کہاں ہیں' میں نے کہا میں رات ہو جانے کے باعث ان کو اپنے ساتھ نہیں لایا۔ صبح کو لے آؤں گا اس پر ابن عمر نے کہا قسم ہے خدا کی ابن عمر کے پاس ہزار دینار ہوں اور وہ رات گزار دے' یہ نہیں ہو سکتا اور پھر خط مجھے واپس کر دیا اور جب میں نے وہ ہزار دینار ان کو لا کر دیے تو انہوں نے اسی وقت سب لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔

عبدالعزیز مرحوم کہا کرتے تھے' اس مومن پر تعجب ہے جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اسے اس کا بھی یقین ہے کہ رزق دینے والا اللہ ہے اور پھر بھی مال چھوڑ جاتا ہے' انسان اس مال کو خیرات کرنے کی بجائے جمع کر کے کس طرح رکھتا ہے' جس کے خرچ کرنے سے ہی اجر ملتا ہے اور تعریف حاصل ہوتی ہے۔ لکھا ہے جب ان کی موت کا وقت آیا تو ان کی دولت ان کے سامنے لا کر رکھی گئی تو تین سو مد سونے کے مساوی تھی اس کو دیکھ کر کہتے تھے کاش میں نجد کے اونٹوں کا چرواہا ہوتا جوان کی دیکھ بھال میں مشغول رہتا' پھر فرمانے لگے کاش میں قابل ذکر انسان نہ ہوتا اور کاش میں اس بہتے ہوئے پانی کی مانند ہوتا یا ارض حجاز کی گھاس پھونس

ہوتا' انہوں نے لوگوں سے کہا مجھے وہ کفن دکھاؤ جس میں تم مجھے کفناؤ گے اور پھر کہنے لگے تف ہے تیرے اوپر تو چھوٹا ہونے کے باوجود لمبا ہے اور کم ہونے کے باوجود بہت ہے۔

یعقوب بن سفیان ابن بکیر سے وہ لیث بن سعد سے ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۸۶ھ کی تیرھویں شب کو ہوئی۔ ابن عساکر کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی عبدالملک سے قبل وفات پائی اور عبدالملک کا انتقال ان کے ایک سال بعد ۸۶ھ میں ہوا' عبدالعزیز بن مروان کریم النفس' شریف اور سخی امیر تھے اور وہ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز کے والد تھے' عمر بن عبدالعزیز نے اپنے والد کے اخلاق اپنائے تھے' بلکہ بہت سے امور میں ان سے بھی بڑھے ہوئے تھے' عبدالعزیز بن مروان کی اولاد میں عمر کے علاوہ عاصم' ابوبکر' محمد اور اصبغ بھی تھے' اصبغ کا انتقال ان کی موت سے کچھ دنوں قبل ہو گیا تھا' جس کا ان کو بہت صدمہ تھا' اس کے علاوہ سہیل بھی ان کے ایک لڑکے تھے' اور چند بیٹیاں بھی تھیں ام محمد و سہیل' ام عثمان' ام الحکم اور ام البنین' یہ سب اولادیں مختلف بیویوں سے تھیں' خود آپ کا انتقال مصر کے اس شہر میں ہوا تھا جو انہوں نے مصر کے قریب آباد کیا تھا' ان کی میت کو دریائے نیل کے قریب لے جایا گیا اور وہیں دفن کیا گیا' عبدالعزیز بن مروان نے بہت مال و دولت چھوڑی تھی جس میں تین سو مد سونا بھی شامل تھا' حالانکہ وہ بڑے فیاض اور جود و عطاء کے دھنی تھے۔ مگر پھر بھی بہت کچھ چھوڑ کر مرے تھے۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو دیار مصر میں لکھ کر بھیجا کہ وہ اپنے منصب سے علیحدہ ہو جائیں جواب اس کے ولی عہد ولید کو ملنے والا ہے اور مجھے سب سے پیارا ہے' اس کے جواب میں عبدالعزیز نے لکھا جو تمہیں اپنے بیٹے ولید میں نظر آتا ہے مجھے بھی وہی ابوبکر میں نظر آتا ہے' اس پر عبدالملک نے عبدالعزیز کو جواب دیا کہ مصر کا تمام خراج میرے پاس بھیج دیا جائے' اس سے قبل عبدالعزیز' خراج وغیرہ عبدالملک کو نہیں بھیجتے تھے' کیونکہ بلاد مصر اور اس کی ساری آمدنی عبدالعزیز کی تھی' اسی لیے عبدالعزیز نے عبدالملک کو جواب دیا: اے امیر المومنین ہم اور تم عمر کی اس حد کو پہنچ گئے ہیں جہاں تک کوئی اور نہیں پہنچا ہے اور ہمیں نہیں معلوم کہ ہم دونوں میں سے کس کو پہلے موت آئے گی' اگر تم میری بقیہ عمر میں مجھ پر تکلیف نہیں ڈالنا چاہتے ہو تو یہ بہتر ہے اس کے جواب میں عبدالملک نے کہا میں تمہاری زندگی میں تم پر کوئی تکلیف نہیں آنے دوں گا' اور عبدالملک نے اپنے بیٹے ولید سے کہا اگر اللہ یہ تم کو عطا کرے گا تو کوئی شخص تم سے اس کو نہیں چھین سکتا۔

اور پھر اس کے بعد ولید اور سلیمان دونوں کو مخاطب کر کے کہا تم نے محرم اور حرام میں کبھی ذوق و امتیاز محسوس کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں خدا کی قسم کبھی نہیں' اس پر عبدالملک نے کہا اللہ اکبر' میں تم سے یہی امید رکھتا تھا' کہتے ہیں جب عبدالعزیز نے ولید کو ولی عہد بنانے کی تجویز سے اتفاق نہیں کیا تو عبدالملک نے اس کے لیے بددعا کی تھی ''اے خدا جس طرح عبدالعزیز نے مجھے قطع کیا ہے تو اس کو بھی قطع کر دے'' چنانچہ عبدالعزیز اسی سال مر گیا' بہر حال جب اس کی موت کی خبر عبدالملک کو ملی تو وہ اور اس کے گھر والے بہت روئے پیٹے اور دل ہی دل میں اس لیے خوش بھی ہوئے کہ ولید کا ولی عہدی کا مسئلہ حل ہو گیا' حجاج نے بھی اس موقع پر عبدالملک کو ولید کے ولی عہد بنائے جانے پر خوشی کا اظہار کیا اور اس سلسلہ میں ایک وفد بھی عمران بن عصام کی ماتحتی میں عبدالملک کے پاس بھیجا جس نے عبدالملک پر زور دیا کہ ولید کی ولی عہدی کے بارہ میں اعلان کیا جائے۔

عبدالملک کی بیعت بطور ولی عہد ولید کے لیے پھر سلیمان کے لیے

گو یہ واقعہ اسی سال پیش آیا مگر عبدالعزیز کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوا' اس بیعت کا اہتمام وانصرام بظاہر دمشق ہی میں ہوا لیکن پھر ساری مملکت میں اس کو منایا گیا پہلے ولید کے لیے بیعت لی گئی اور اس کے بعد سلیمان کے لیے' اس کے بعد جب بیعت اس کی مدینہ میں لی گئی تو سعید بن المسیب نے انکار کیا اور کہا کہ وہ عبدالملک کی زندگی میں کسی کے لیے بیعت نہیں کریں گے' اس پر مدینہ کے نائب گورنر ہشام بن اسماعیل کو حکم دیا گیا کہ سعید بن میسب کو ساٹھ کوڑے لگائے جائیں بالوں کے کپڑے پہنائے جائیں اور اونٹ پر سارے شہر پر گھمایا جائے اس کے بعد ان کو مشہور گھاٹی ثنیہ ذباب لے جایا گیا' جب لوگ وہاں سے دوبارہ مدینہ واپس لائے اور انہوں نے ان کو جیل میں لا کر بند کر دیا تو سعید بن میسب نے کہا اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ مجھے ثنیۃ الذباب قتل کرنے کے لیے نہیں لے جا رہے ہو تو میں یہ کپڑے نہ پہنتا' پھر ہشام بن اسماعیل المخزومی نے عبدالملک کو لکھا اور اس کو سعید بن میسب کی مخالفت سے مطلع کیا تو اس نے ان پر سختی کرنے اور مدینے سے نکال دینے کو کہا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کو لکھا کہ سعید تم سے زیادہ صلہ رحمی کا حق دار ہے اور وہ اس سختی کا مستحق نہ تھا جو تم نے اس کے ساتھ روا رکھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس نے جواباً لکھا تھا کہ اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ بیعت کر لے اور اگر وہ بیعت نہ کرے تو یا اس کی گردن مار دو یا پھر اس کو چھوڑ دو۔

واقدی کا بیان یہ ہے کہ جب ولید کی بیعت کا وقت آیا تو سعید بن میسّب بیعت سے باز رہے تو اس وقت مدینہ کے نائب نے ان کو کوڑ لگائے' نائب گورنر کا نام جابر بن الاسود بن عوف تھا اور ساٹھ کوڑے بھی اس نے لگوائے۔ واللہ اعلم۔

ابو مخنف ابو معشر اور واقدی کا بیان ہے اس سال ہشام بن اسماعیل المخزومی نائب مدینہ نے لوگوں کو حج کرایا اور اس وقت پورے عراق اور کل مشرقی علاقوں پر حجاج حکمران تھا۔ اور ہمارے شیخ حافظ الذہبی نے لکھا ہے کہ اس سال ابان بن عثمان بن عفان امیر مدینہ کا انتقال ہوا۔ ابان بن عثمان کا شمار مدینہ کے ممتاز فقہاء میں سے تھا' یحییٰ بن قطان کا بیان ہے اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ابان بن عثمان بڑے ثقہ شخص تھے' آخر عمر میں وہ بہرے ہو گئے تھے' اور برص میں بھی مبتلا ہو گئے تھے اور موت سے پہلے فالج کا شکار بھی ہو گئے تھے۔

عبداللہ بن عامر

تبوک اور دمشق کے دوران موجود تھے۔ تمرلنگ کے فتنہ میں ان کی مسجد اتنی جلائی گئی تھی کہ کچھ باقی نہ بچا تھا' صرف کچھ اس کے آثار اور نشانات باقی رہ گئے تھے' ان کے گھر کے مشرقی دروازہ پر پانی کی سبیل لگی رہتی تھی۔

خالد بن یزید

خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ قریش میں سب سے زیادہ علوم وفنون کے ماہر سمجھے جاتے تھے' ان کو طب میں ید طولیٰ حاصل تھا' کیمیا میں بھی بہت درک رکھتے تھے جس کو انہوں نے ریانش راہب سے حاصل کیا تھا' خالد فصیح وبلیغ شاعر تھے اور اپنے باپ کی طرح بلیغ بھی تھے' ایک دن عبدالملک بن مروان کے دربار میں حاضر ہوئے وہاں حکم بن ابی العاص بھی

موجود تھے' ان کی موجودگی میں انہوں نے عبدالملک سے شکایت کی کہ ان کا بیٹا ولید ان کے بھائی عبداللہ بن یزید کی تحقیر کرتا ہے' عبدالملک نے قرآن پاک کی یہ آیت جواب میں پڑھی۔

''بادشاہوں کا قاعدہ ہے جب وہ کسی بستی یا شہر میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں فساد پیدا کرتے ہیں اور اعیان و اشراف کو ذلیل کرتے ہیں''۔

اس کے جواب میں خالد نے بھی برجستہ قرآن پاک کے الفاظ میں جواب دیا:

''جب ہم کسی شہر یا بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے امراء کو حکم دیتے ہیں کہ وہ وہاں فسق و فجور کا بازار گرم کریں تو پھر ان پر قول حق لاگو ہو جاتا ہے اور ہم اس بستی کو تباہ کر دیتے ہیں''۔

یہ جواب سن کر عبدالملک نے کہا خدا کی قسم تمہارا بھائی عبداللہ بن یزید میرے پاس آیا تھا وہ تو صحیح عربی بھی نہیں بول سکتا ہے' اس کے جواب میں خالد نے کہا ولید صحیح عربی نہیں بول سکتا ہے' اس پر عبدالملک نے کہا اس کا بھائی سلیمان کبھی عربی بولنے میں غلطی نہیں کرتا ہے' خالد نے کہا میں عبداللہ کا بھائی عربی بولنے میں کبھی غلطی نہیں کرتا ہوں اس موقعہ پر ولید بھی چونکہ وہاں موجود تھا اس نے خالد سے کہا خاموش رہو تمہارا شمار تو نہ عیر میں ہوتا ہے نہ نفیر میں یہ بات سن کر خالد کو طیش آ گیا اور وہ عبدالملک کی طرف بڑھا اور اس کو مخاطب کر کے بولا امیر المومنین افسوس ہے تم پر بعیر و نضیر میرے اسلاف کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں' میرا دادا ابوسفیان صاحب عیر تھا اور میرا دادا عتبہ بن ربیعہ صاحب نفیر تھا' تم غنیمات' جبیلات' طائف اور اللہ رحم کرے عثمان کا حوالہ دیتے ہو تو مان لیتا ہوں' یعنی یہ کہ حکم طائف میں منفی تھا' بکریاں چراتا تھا اور حبلۃ الکرم میں پناہ لیتا تھا' حتیٰ کہ اس نے عثمان بن عفان کو پناہ دی تھی اس پر ولید خاموش ہو گیا اور اس باپ عبدالملک بھی چپ رہا اور دونوں جواب کے لیے ششدر و حیران رہ گئے' واللہ اعلم۔

۸۶ھ کا آغاز

اس ۸۶ھ میں حجاج کے نائب قتیبہ بن مسلم نے مرد اور خراسان پر چڑھائی کر دی اور ترکوں وغیرہ کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور ان کے قلعوں وغیرہ پر قبضہ کرنے کے علاوہ دشمن کے بہت سے آدمیوں کو قیدی بھی بنا لیا' اس کے بعد وہ رک گیا اور لشکر آگے بڑھ گیا' اس پر حجاج نے اس کو لکھا اور ملامت کی اس نے لکھا جب تم دشمن کے علاقہ پر یلغار کا ارادہ رکھتے ہو تو تم کو خود اس وقت مقدمۃ الجیش یعنی اگلے دستہ میں ہونا چاہیے اور جب واپس کا ارادہ کرو تو تم کو اس وقت ساقۃ الجیش یعنی فوج کے پچھلے دستہ میں ہونا چاہیے تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ کر کے فوج کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ یہی طریقہ عمدہ ہے اور پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ قیدیوں میں ایک برمکی کی بیوی بھی تھی (والد خالد بن برمک) اس کو قتیبہ نے اپنے بھائی عبداللہ بن سلام کو تحفہ میں دے دیا تھا' جس سے اس نے مباشرت کی تو وہ حاملہ ہو گئی' پھر قتیبہ نے اس قیدی عورت پر احسان کیا اور اس کو اس کے شوہر کے حوالے کر دیا درانحالیکہ وہ عبداللہ بن مسلم سے حاملہ ہو چکی تھی اور بچہ انہی کے پاس تھا اور جب وہ لوگ مسلمان ہو گئے تو وہ اس کو اپنے ساتھ لے گئے' یہ بنی عباس کے دور میں ہوا' جس کا ذکر آئندہ آئے گا' جب قتیبہ بن مسلم خراسان لوٹا تو بلغار کے دیہاتیوں نے بہت سے تحفوں کے ساتھ اس کا

خیر مقدم کیا جس میں سونے کی ایک کنجی بھی تھی‘ ۸۶ھ میں شام بصرہ اور واسط میں زبردست طاعون پھیلا‘ یہ عورتوں کا طاعون کہلایا‘ کیونکہ اس مرض کا پہلا شکار عورتیں ہی تھیں۔

اس سال مسلمہ بن عبدالملک نے بلاد روم میں جنگ کا آغاز کیا اور اس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ قتل ہوئے اور بہت سے قیدی بنائے گئے‘ اور کافی مال غنیمت بھی ملا۔ اسی حملہ میں ارض روم میں واقعہ بولق اور اخرم کے قلعوں پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اسی سال عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو مصر کا حاکم بنایا اور یہ تقریب عبدالعزیز کے انتقال کے بعد منعقد ہوئی۔ چنانچہ عبداللہ مصر کی امارت کا چارج لینے جمادی الآخر ۸۶ھ میں پہنچا اس وقت اس کی عمر ستائیس سال تھی‘ ۸۶ھ میں روم کا بادشاہ الاخرم لوری کا انتقال ہوا‘ اسی سال حجاج نے یزید بن مہلب کو قید کیا اور ہشام بن اسماعیل المخزومی نے لوگوں کو حج کرایا‘ اسی سال امامہ الباہلی‘ عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور عبداللہ بن الحارث الزبیدی فوت ہوئے۔ ایک قول کے مطابق مؤخر الذکر مصر کی فتح کے وقت موجود تھے‘ اور وہ وہاں مقیم بھی رہے اور یہ مصر میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے‘ اور ۸۶ھ کے ماہ شوال میں امیر المومنین عبدالملک کا بھی انتقال ہو گیا۔

اموی خلفاء کے مورث اعلیٰ عبدالملک بن مروان

ان کا پورا نام مختصر شجرہ نسب کے ساتھ عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ ہے۔ ابوالولید امیر المومنین عبدالملک کو اموی خاندان کا مورث اعلیٰ کہا جاتا ہے‘ ان کی والدہ کا نام عائشہ بنت معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص بن امیہ تھا‘ حضرت عثمانؓ کی مجلس میں اس وقت شرکت وسماعت کے ساتھ ان کے گھر میں بھی اپنے باپ کے ساتھ حاضر ہو چکے تھے‘ جب ان کی عمر صرف دس برس کی تھی‘ یہ پہلے شخص تھے جو ۴۲ھ میں لوگوں کو اپنے ہمراہ لے کر بلاد روم کا چکر لگا کر آئے تھے‘ اور جب یہ مدینہ منورہ کے امیر مقرر ہوئے تو ان کی عمر صرف سولہ برس کی تھی‘ اس وقت ان کو معاویہؓ نے وہاں کا امیر بنایا تھا‘ یہ علماء وصلحاء اور فقہاء وعباد کی مجالس میں شرکت کرتے تھے‘ انہوں نے اپنے باپ کے علاوہ جابرؓ‘ ابی سعید الخدری‘ ابوہریرہ‘ معاویہ‘ ام سلمہ اور حضرت عائشہ کی کنیز بریرہ سے بھی احادیث سن کر بیان کی ہیں اور ایک جماعت نے ان سے بھی احادیث سن کر بیان کی ہیں‘ جن میں خالد بن معدان‘ عروۃ الزہری‘ عمرو بن الحارث‘ رجاء بن حیوۃ اور جریر بن عثمان شامل ہیں۔

محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ ان کے باپ نے ان کا نام قاسم رکھا تھا‘ اور اسی لیے یہ ابوالقاسم اپنی کنیت بیان کرتے تھے‘ پھر ان کے باپ نے ان کا نام تبدیل کر کے عبدالملک رکھ دیا‘ جس کے متعلق مصعب بن زبیر کا کہنا تھا کہ اسلام میں عبدالملک کے نام سے موسوم ہونے والے یہ پہلے شخص ہیں‘ اسی طرح ابن ابی خیثمہ کا کہنا ہے کہ احمد کے نام سے موسوم ہونے والے پہلے شخص خلیل ابن احمد العروضی کے والد ہیں‘ ان کی خلافت کی بیعت ان کے باپ کی زندگی ہی میں ۶۵ھ میں ابن الزبیر کی خلافت میں لی گئی‘ ان کی خلافت شام ومصر میں سات برس تک رہی جبکہ ملک کے بقیہ حصوں میں ابن الزبیر کی خلافت قائم تھی‘ لیکن ابن الزبیر کے قتل ہو جانے کے بعد ساری مملکت اور اقالیم پر عبدالملک کی مستقل خلافت کا علم لہرانے لگا۔ اور یہ ۷۳ھ میں ہوا‘ جیسا کہ ہم گزشتہ سطور

میں لکھ چکے ہیں ان کی اور یزید بن معاویہ کی پیدائش ۲۶ھ میں ہوئی تھی' عبدالملک خلافت سے قبل عابدوں اور زاہدوں میں شمار ہوتے تھے اور ہردم مسجد میں بیٹھے قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں میں شامل رہتے تھے' یہ قد وقامت کے اعتبار سے مردوں میں متوسط القامت تھے مگر پھر بھی کوتاہ قامت معلوم ہوتے تھے' ان کے سامنے کے دانتوں پر سونا چڑھا ہوا تھا' ان کا منہ ہر وقت کھلا رہتا تھا اور بسا اوقات غفلت کی صورت مکھیاں منہ میں گھس جاتی تھیں اسی لیے وہ ابوالذباب بھی کہلاتے تھے' جسامت کے لحاظ سے عبدالملک نہ نحیف ولاغر تھے اور نہ موٹے وفربہ' ان کی دونوں بھنویں ملی ہوئی تھیں آنکھیں قدرے نیلی مگر بڑی تھیں' ناک پتلی' چہرہ وجیہہ' سر اور داڑھی کے بال سفید' مگر خضاب کبھی نہیں لگایا۔

بعض لوگ کہتے ہیں بعد میں خضاب لگانے لگے تھے' نافع کہتے ہیں میں نے مدینہ میں ان سے زیادہ کسی کو چاق وچوبند اور سیروسیاحت کرنے والا اور قرآن پڑھنے والا نہیں دیکھا' ابن الزناد کے بیان کے مطابق مدینہ کے فقہاء چار شخص تھے' سعید بن المسیب' عروہ' قبیصہ' اور امارت کے منصب سے پہلے عبدالملک بن مروان۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں لوگوں کے یہاں بیٹے پیدا ہوتے ہیں لیکن مروان کے یہاں باپ پیدا ہوا ہے' یعنی عبدالملک' لوگوں کا ان کی امارت کے بارہ میں اختلاف رائے دیکھا تو ابن عمرؓ نے کہا کاش کہ اس لڑکے پر سب کا اتفاق رائے ہوجاتا' عبدالملک کہتے ہیں میں ایک دن بریدہ بن الخصیب کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگے عبدالملک تمہارے اندر کچھ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر تم اس قوم کی سربراہی کے قابل ہو' دیکھو خون ریزی سے اجتناب کرنا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے جنت سے ایک آدمی کو دھتکار دیا جائے گا جب اس کی تلوار سے ناحق خون مسلمان بہتا ہوا دیکھا جائے گا۔ داؤ زہیری کہتے ہیں ظہر اور عصر کے مابین عبدالملک اور چند نوجوان دوست اولاً نماز پڑھتے دیکھے گئے۔ اسی طرح سعید بن المسیب کہتے ہیں بکثرت روزہ اور نماز کا نام عبادت نہیں ہے بلکہ عبادت امور الٰہی میں غوروفکر کرنے اور محرمات سے بچنے کا نام ہے۔ شعبی کا بیان ہے میں نے کسی محفل میں اپنے سے زیادہ کسی کو فضیلت میں بڑھا ہوا نہیں پایا بجز عبدالملک کے جب میں کوئی بات بیان کرتا تو وہ اس میں اضافہ کرتے اور جب کوئی شعر سناتا تھا تو وہ اسی نوعیت کے اشعار پڑھنے لگتے تھے۔

خلیفہ بن حیاط نے ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے مروان کو خط لکھا' یہ خط ۵۰ھ میں معاویہ نے اس وقت لکھا تھا جب وہ مروان کا مدینہ میں نائب تھا اس نے مروان کو لکھا کہ عبدالملک کو مدینہ لے جانے والے اس وفد میں شرکت کے لیے بھیج دیں' جو معاویہ بن خدیج کی معیت میں بلاد مغرب کی طرف بھیجا جارہا ہے اور اس میں عبدالملک کی مجاہدانہ صلاحیت واہلیت کا ذکر کیا گیا تھا' بہرحال عبدالملک اس مدت میں مدینہ ہی میں مقیم رہا' درانحالیکہ ابن الزبیر کا اس زمانہ میں تمام بلاد حجاز پر اقتدار قائم تھا۔ اور انہوں نے بنی امیہ کو وہاں سے نکال باہر کیا تھا' حتیٰ کہ حرہ کا مشہور واقعہ پیش آیا جس میں مسلم بن عقبہ نے تین بار مدینہ پر چڑھائی کی اور بنی امیہ کو اقتدار دلانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا' بہرحال عبدالملک اپنے باپ کے ہمراہ شام آئے اور تمام اہل شام نے ان کی بیعت کرلی اور عبدالملک کلیتاً امیر بن گئے اور تمام علاقوں پر ان کا اقتدار بحال ہوگیا' اور رمضان یا ربیع الاول ۵۶ھ میں عبدالملک

مستقل طور پر امیر بنا دیئے گئے اور لوگوں نے متفقہ طور پر ان کو اپنا امیر اور خلیفہ تسلیم کر لیا اور ۷۳ھ کے جمادی الاول میں ابن الزبیر کے قتل کے بعد تو اموی حکومت کا علم ہر طرف لہرانے لگا‘ ابن الاعرابی کا بیان ہے جب عبدالملک کو پوری طرح اقتدار حاصل ہو گیا اور خلافت حاصل ہو گئی تو ان کے ہاتھ میں قرآن پاک موجود تھا اس کو ہاتھ میں اٹھا کر کہنے لگے آج میرے اور تیرے درمیان بعد پیدا ہو گیا ہے۔ بقول ابوالطفیل عبدالملک کے لیے ایوان امارت کو وسیع اور کشادہ کیا گیا اور اس میں تزئین و آرائش کی گئی‘ عبدالملک دنیاوی اعتبار سے بہت دانا ہوشیار و بیدار‘ اور سیاسی امور کو بخوبی سمجھنے والا امیر تھا‘ اور دنیاوی اور سیاسی امور کے لیے وہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتا تھا‘ اس کی ماں جیسا کہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں‘ عائشہ بنت معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص اس کی ماں کا نام تھا‘ عائشہ کے باپ کا نام حناویہ تھا‘ یہ وہی شخص تھا جس نے یوم احد میں عم رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہ کی ناک کاٹ لی تھی۔

سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے‘ جب عبدالملک نے مصعب بن الزبیر سے جنگ کرنے کے لیے عراق کی طرف پیش قدمی کی تو اس کے ساتھ یزید بن الاسود الخرشی بھی تھے‘ جب دونوں فریقوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو یزید بن الاسود نے دعا کی اے اللہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دے اور ان میں سے جو تجھ کو زیادہ محبوب ہو اس کو حکمرانی عطا کر‘ عبدالملک کو کامیابی ہوئی‘ حالانکہ مصعب بن الزبیر عبدالملک کے لیے مشکل ترین انسان تھے‘ سعید بن عبدالعزیز نے مزید بیان کیا ہے جب عبدالملک کی بیعت کی تکمیل ہو گئی تو عبداللہ بن عمر نے ان کو لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط عبداللہ بن عمر کی جانب سے عبدالملک کے نام ہے۔ تم پر سلامتی ہو میں حمد الٰہی کے بعد جس کے سوا کوئی واحدانیت کا اہل نہیں‘ تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تم ایک نوع کے راعی (چرواہے) ہو اور ہر راعی سے اس کی رعیت کے بارہ میں باز پرس ہو گی اور پھر قرآن پاک کی وہ آیت تحریر کی جس کا مطلب یہ ہے:

’’خدا کے سوا کوئی نہیں وہی قیامت کے دن تم سب کو جمع کرے گا اس قیامت کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے‘‘۔

واقدی نے ابن کعب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے عبدالملک کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اے مدینہ کے لوگو! مجھ پر سب سے زیادہ ایک امر کا التزام ضروری ہے‘ ہمارے پاس بہت سی احادیث ملک کے اس شرقی علاقہ سے پہنچی ہیں ہم ان میں سے قرأت قرآن کے علاوہ کسی چیز کو تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ تم لوگ بھی اپنے لیے اسی چیز کو لازم سمجھو جو تمہارے اس قرآن میں ہے‘ جو تمہیں امام مظلوم (حضرت عثمانؓ) نے پہنچایا ہے اور انہی فرائض پر عمل کو ضروری سمجھو جس پر تم کو امام مظلوم یعنی حضرت عثمانؓ نے لگا دیا ہے کیونکہ انہوں نے اس بارہ میں زید بن ثابت سے مشورہ حاصل کیا تھا اور وہ بہترین مشیر تھے رحمہ اللہ۔

چنانچہ تم لوگ اس پر سختی سے عمل کرو۔ عبدالملک بہت روئے اور ان کے غصہ کی انتہا نہ رہی اور پھر انہوں نے حجاج کو بڑا سخت خط لکھا‘ وہ خط حجاج کو ملا اور پڑھنے کے بعد اس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور پھر خط لانے والے سے کہا ہمیں اس کے پاس لے چلو تاکہ ہم اس کو راضی کر سکیں گے‘ ابوبکر بن درید کہتے ہیں کہ عبدالملک نے حجاج کو ابن الاشعث کے ایام میں لکھا‘ تم ضرورت سے

زیادہ ہی اپنے آپ کو غالب وذی عزت سمجھنے لگے ہو اور خدا کی مخلوق کو ضرورت سے زیادہ تنگ اور عاجز سمجھنے لگے ہو تم اس کے لیے خدا سے معافی مانگو۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ایک شخص عبدالملک کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے آپ سے تخلیہ میں کچھ باتیں کرنی ہیں' عبدالملک نے اس سے کہا مگر تین باتوں کا خیال رکھنا اول یہ کہ میری مدح وشنامت کرنا' کیونکہ میں اپنے آپ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں' دوم یہ کہ مجھ سے جھوٹ نہ بولنا کیونکہ جھوٹے آدمی کی بات میں کوئی وزن نہیں ہوتا' سوم یہ کہ میری رعایا کے بارہ میں کسی کے خلاف کچھ نہ کہنا' کیونکہ میری رعایا میرے ظلم وستم سے زیادہ میرے عدل وانصاف کے زیادہ قریب ہے۔ اور اگر چاہو تو میں تمہیں معاف کرسکتا ہوں' اس نے کہا مجھے معاف کردیجیے اس پر عبدالملک نے اس کو معاف کردیا۔

اسی طرح ایک شخص عبدالملک کے پاس کہیں دور دراز سے چل کر آیا اور کہنے لگا چار باتوں کو چھوڑ کر جو کچھ چاہو کہہ سکتے ہو' اول میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا' دوم جس بات کو میں دریافت نہ کروں اس کا جواب نہ دینا' سوئم مجھ سے جھوٹ نہ بولنا' چہارم مجھے میری رعیت کے خلاف نہ بھڑکانا' کیونکہ وہ میرے انصاف اور معدلت ومعیت کی زیادہ مستحق ہے۔ اصمعی کے باپ نے بتایا ہے کہ ایک شخص عبدالملک کی خدمت میں حاضر کیا گیا' عبدالملک نے کہا اس کی گردن اڑا دو' اس شخص نے کہا یا امیر المومنین یہ تو میرا بدلہ کچھ صحیح نہ ہوا' عبدالملک نے پوچھا پھر تمہاری سزا اور کیا ہونا چاہیے' اس نے کہا میں نے آپ کے خلاف فلاں شخص کے ساتھ آپ کی خاطر خروج کیا' اور وہ یہ کہ میں ایک بدنصیب آدمی ہوں جس کسی کے ساتھ ہوتا ہوں وہ شکست کھا جاتا ہے' اور جو کچھ میں آپ کے بارہ میں کہتا ہوں وہ صحیح نکلتا ہے اور اس طرح میں ایک لاکھ رومیوں سے زیادہ آپ کے حق میں مفید ہوں' بہ نسبت ان لوگوں کے جو بظاہر آپ کے خیر خواہ بنے ہوئے ہیں' میں جن کے ساتھ ہوتا ہوں ان کی پوری جماعت کو آپ کے خلاف شکست وہزیمت ہوتی ہے اور وہ جماعت ٹوٹ پھوٹ کر منتشر ہو جاتی ہے' یہ باتیں سن کر عبدالملک کو ہنسی آ گئی اور اس کی گلوخلاصی کردی گئی۔

عبدالملک سے لوگوں نے پوچھا' کون سا انسان افضل ہے؟ اس نے جواب میں کہا وہ شخص جو بڑا ہو کر بھی تواضع کرے اور باوجود قدرت اور توانائی کے تقویٰ اختیار کرے اور باوجود قدرت کے انتقام نہ لے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ آزمائش سے پہلے اطمینان نہیں ہوتا' کیونکہ آزمائش اور جانچ سے پہلے اطمینان کر لینا احتیاط کے منافی ہے۔ عبدالملک کا یہ قول بھی مشہور ہے' بہترین مال وہ ہے جو تعریف کا فائدہ پہنچائے اور شر کو دفع کرے' اور تم میں سے کسی کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اپنے گھر والوں سے خبر گیری کی پہل کرو کیونکہ ساری مخلوق خدا کی عیال ہے اور اس کو اس پر محمول نہ کیا جائے' جو حدیث سے بظاہر ثابت ہوتا ہے۔ مدائنی کا کہنا ہے کہ عبدالملک نے اپنی اولاد کے اتالیق کو یہ ہدایات دیں' ان اتالیق کا نام اسماعیل بن عبیداللہ بن ابی المہاجر تھا' اے اسماعیل بن عبیداللہ میری اولاد کو صدق وراستی کی تعلیم اس طرح دو جس طرح قرآن کی تعلیم دیتے ہو' انہیں کمینہ لوگوں کی صحبت سے بچاؤ کیونکہ یہ لوگ خیر کی طرف کم رغبت کرتے ہیں' ان میں ادب وشائستگی بھی بہت کم ہوتی ہے' ان کو مغلوب الغضب ہونے سے بھی بچانا کیونکہ غیظ وغضب فساد کی جڑ ہے' ان کے شعور میں اضافہ کرانا اس سے ان کو تقویت ملے گی' ان کو گوشت خوری کی طرف مائل کرنا تاکہ وہ قوت وطاقت حاصل کریں' ان کو شعر وادب سکھانا تاکہ ان کو عظمت وتفاخر حاصل ہو اور غلبہ وفوقیت میسر آئے' اور پانی گھونٹ

گھونٹ کر پئیں اور کسی کی پرواہ نہ کریں' ہیثم بن عدی کہتے ہیں عبدالملک نے لوگوں کو داخلہ کے لیے خاص اجازت دے رکھی تھی چنانچہ ایک شخص نے جو نہایت خستہ حال تھا داخلہ کی اجازت چاہی لیکن دربان نے اسے اجازت نہیں دی' اس نے عبدالملک کے پاس ایک رقعہ پھینکا اور وہاں سے رخصت ہو گیا اور پھر پتہ نہ چلا کہ کہاں چلا گیا' اس کاغذ میں جو لکھا ہوا تھا وہ قرآن پاک کی آیات تھیں۔

''اے انسان خدا نے تجھے اپنے اور بندوں کے درمیان کھڑا کر دیا ہے' پس تو ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کر اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کر جو تجھے راستہ سے بھٹکا دے گی اور بے شک جو لوگ راہ خدا سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے بڑا عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے یوم حساب کو بھلا دیا ہے اور کیا وہ یقین نہیں کرتے کہ وہ ایک بڑے دن اٹھائے جائیں گے اس دن رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں' یہ حساب اور جزا کا دن ہوگا جس دن سب لوگ خدا کے سامنے جمع ہوں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا' اور ہم انسان کو ایک محدود مدت کے لیے مہلت دیتے ہیں' اور یہ ان کے ویران گھر ہوں گے بسبب ان کے ظلم کے جو انہوں نے کیئے تھے۔ اور میں تجھے اس دن سے ڈراتا ہوں جس دن منادی کرنے والا پکار کر کہے گا جمع کر لو ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے جوڑوں کو' آگاہ رہو خدا کی لعنت ہے ظالموں پر''۔

لوگ بیان کرتے ہیں ان مختلف آیات کو جو کاغذ میں درج تھیں پڑھ کر عبدالملک کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا اور وہ حرم سرائے میں داخل ہو گیا اور اس کے بعد ہمیشہ اس کے چہرے پر مردگی چھائی رہی۔ زرین بن حبیش نے بھی عبدالملک کو خط لکھا جس کے اخیر میں اس نے لکھا اے امیر المومنین! کہیں تجھے طویل حیات اور درازی عمر کا اس لیے لالچ نہ پیدا ہو جائے کہ بظاہر تیری صحت اچھی ہے' تجھے تو اپنا حال خود ہی اچھی طرح معلوم ہے اور جو کچھ پہلے لوگ کہہ گئے ہیں اس کو کبھی نہ بھولنا۔

اذا الرجال ولدت اولادها وبليت من كبر اجسادها

''جب لوگوں کی اولادیں پیدا ہوں اور بڑھاپے کی وجہ سے ان کے جسم بوسیدہ اور کمزور ہو جائیں''

وجعلت اسقامها تعتادها تلك زروع قد دنا حصارها

''اور بیماریاں ہر دم ان کو لگی رہیں تو سمجھ لو اب یہ ایسی کھیتیاں ہیں جن کی فصل کٹنے کا وقت آ گیا ہے''

عبدالملک نے جب اس خط کو پڑھا تو اتنا رویا کہ اس کے کپڑے تر ہو گئے اور پھر کہا زر نے سچ کہا ہے اگر وہ اسکے علاوہ کچھ اور بھی لکھتا تو کم ہی ہوتا اکثر عبدالملک اپنے مصاحبین سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت کے واقعات سنتا تھا تو کہتا تھا حضرت عمر کی نصیحتیں فاسد اور مفسد امیروں کے لیے بڑی کڑوی ہوتی ہیں یحییٰ قبانی ملی اپنی دادی کے حوالے سے کہتا ہے کہ عبدالملک ایک روز جامع دمشق میں ام الدرداء کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا ام الدرداء نے عبدالملک سے کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو عبادت کے بعد شراب بھی پیتا ہے عبدالملک نے کہا ہاں قسم اللہ کی میں نے خون بھی پیا ہے۔ اس کے بعد ایک غلام آیا جس کو عبدالملک نے کسی کام سے بھیجا تھا اور چونکہ تاخیر سے آیا تھا اس کو مخاطب کر کے...... عبدالملک نے کہا خدا تم پر لعنت کرے تجھے کس وجہ سے دیر ہوئی؟ ام الدرداء نے سن کر کہا امیر المومنین ایسا نہ کہہ میں نے ابوالدرداء سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لعنت کرنے والے جنت میں داخل نہ ہوں گے''۔

ابوبکر بن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب نے جب عبدالملک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نہ اچھا عمل کر کے مجھے خوشی ہوتی ہے اور نہ برے عمل سے مجھے غم ہوتا ہے۔ تو کہا اب اس کے قلب کی موت ہو چکی ہے اصمعی کے دادا نے بتایا کہ ایک مرتبہ عبدالملک نے ایک بلیغ خطبہ دیا پھر اچانک اس کو ختم کر کے رونے لگا اور پھر کہنے لگا:

''اے رب میرے گناہ بہت ہیں اور تیرا کم سے کم عفو بھی میرے گناہوں سے بڑا ہے اے اللہ تو اپنے قلیل عفو سے میرے عظیم گناہوں کو بخش دے''۔

جب یہ خبر حسن کو ملی تو وہ بہت روئے اور کہنے لگے:

''اگر کسی کلام کو سونے سے لکھا جا سکتا ہے تو وہ یہ کلام ہے''۔

اور بعض دوسرے لوگوں سے بھی اس قسم کی باتیں سننے میں آئی ہیں' اور انہوں نے بھی حسن کی طرح عبدالملک کی دعا سن کر اس کی تحسین فرمائی ہے۔ مسہر الدمشقی کا بیان ہے کہ ایک دن جب عبدالملک کے سامنے دسترخوان لگایا گیا تو اس نے دربان سے کہا خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو بلاؤ' اس نے کہا امیر المومنین وہ تو مر چکے ہیں' اس پر عبدالملک نے کہا اس کے باپ عبداللہ بن خالد بن اسید کو بلاؤ' دربان نے کہا وہ بھی مر چکے ہیں' عبدالملک نے پھر کہا خالد بن یزید بن معاویہ کو بلاؤ' دربان نے کہا وہ بھی مر گئے ہیں' عبدالملک نے کہا فلاں فلاں کو بلاؤ اور بہت سے لوگوں کے نام لیے جو مر گئے تھے اور جن کے متعلق وہ خوب جانتا تھا' جب سب کے متعلق یہی ایک جواب اس نے سنا تو اس نے کہا دسترخوان اٹھا لو اور یہ شعر پڑھا:

ذهبت لداتی وانقضت ایاهم　　وغبرت بعدهم ولست بخالد

''میرے دشمن جا چکے اور ان کا عہد گزر گیا ان کے بعد میں بھی پادر ہوا ہوں اور ہمیشہ رہنے والا نہیں''

کہتے ہیں جب عبدالملک کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے پاس اس کا بیٹا ولید آیا اور رونے لگا' اس پر عبدالملک نے اس سے کہا لونڈیوں اور کنیزوں کی طرح یہ رونا کیسا' دیکھو جب میں مر جاؤں تو اپنی کمر کس لینا' ہمت و حوصلہ سے کام لینا اور چیتے کی طرح ہر وقت ہوشیار' چوکنا اور حالات کے مطابق تغیر و تنکر پر آمادہ رہنا' حالات کا ہمیشہ احتیاط سے جائزہ لینا' قریش سے محتاط رہنا۔ عبدالملک نے اس کے بعد ولید سے کہا اے ولید جو کام تجھے میرا نائب و خلیفہ ہونے کی حیثیت سے سپرد ہے اس میں خدا سے ڈرتے رہنا' مری وصیت کی حفاظت کرنا' میرے بھائی معاویہ پر نظر کرم رکھنا اور میرے بھائی محمد پر بھی نظر عنایت رکھنا اور اس کو جزیرہ کا حاکم بنائے رکھنا اور اس کو وہاں سے معزول نہ کرنا اور میرے چچازاد بھائی علی ابن عباس پر بھی مہربانی کرتے رہنا اگرچہ اس نے محبت کا رشتہ ناطہ توڑ لیا ہے لیکن اس کا بہر حال ہمارے ساتھ نسبی تعلق ہے اور اس لحاظ سے کچھ حق رکھتا ہے' اس کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور اس کے حقوق کی پاسداری کرنا' اور حجاج بن یوسف پر بھی نظر عنایت کرنا اور اس کی عزت و توقیر کرنا کیونکہ اس نے تمہارے لیے دشمنوں کو دبایا ہے اور ان پر غلبہ حاصل کر کے ملک کو تمہارے لیے حاصل کیا ہے' انہوں نے خوارج کی بیخ کنی بھی کی ہے' تم سب بھائی تفرقہ و انتشار سے بچ کر ہمیشہ متحد و متفق رہنا اور اولاد آدم بن کر ہمیشہ ایک رہنا جنگ میں احرار کی طرح رہنا اور نیکی خیر و معرف کے لیے مینارہ بنے رہنا۔ کیونکہ جنگ بھی موت کو وقت سے قبل قریب نہیں لا سکتی' اور خیر و معروف کے لیے مینارہ

بنے رہنا۔ کیونکہ جنگ بھی موت کو وقت سے قبل قریب نہیں لاسکتی' اور خیر و معروف انسان کے ذکر اور نام کو بلند کرتا ہے اور اس کو جلا بخشتا ہے۔ اور لوگوں کو رفعت و محبت کی طرف مائل کرتا ہے' اور نیکی ہی کسی انسان کے لیے ذکر جمیل کا سبب بنتی ہے۔

ایک روایت کے مطابق عبدالملک نے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے طلب کرنا اور جو انکار کرے اس کو تلوار کے حوالے کرنا اپنی بہنوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی عزت کرنا' اور فاطمہ کی خصوصیت سے دلجوئی کرنا' عبدالملک نے اس کو قبطی ماریہ اور الدرہ الیتیمیہ دو لونڈیاں عطا کی تھیں۔ اور اس کے بعد اس نے کہا اے اللہ اس کے بارہ میں میری حفاظت فرما۔ اس نے اس کی شادی اپنے چچازاد بھائی عمر بن عبدالعزیز سے کر دی تھی۔

ایک روایت کے مطابق جب اس کی نزع کا وقت آیا اور اس نے غسال کے بارہ میں سنا کہ وہ کپڑے دھوتا ہے تو کہنے لگا کاش میں بھی غسال ہوتا اور روزانہ اپنی روزی اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا اور خلیفہ نہ بنتا' اور پھر یہ اشعار پڑھے:

لعمری لقد عمرت فی الملک برھة ودانت لی الدنیا بوقع البوائر

''قسم ہے میں نے حکمرانی کا طویل دور گزارا ہے جس میں دنیا میرے بہت قریب آ گئی تھی''

واعطیت حمو المال والحکم والنھی ولی سلمت کل المملوک الجبابر

''میں نے لوگوں کو عمدہ مال کے ساتھ مثبت و منفی احکام بھی دیئے اور تمام جابر بادشاہ میرے مطیع ہو گئے''

فاضحی الذی قد کان مما یسرنی کحلم مضی فی المزمنات الغوابر

''لیکن وہ تمام امور جن سے مجھے خوشی حاصل ہوئی ایک میٹھے اور شیریں خواب کی طرح گزر گئے''

فیالیتنی لم اعن بالملک لیلة ولم اسع فی لذات عیش نواضر

''کاش میں حکومت میں اتنی دلچسپی نہ لیتا اور کاش میں لذتوں سے بھری زندگی کو اتنی وسعت نہ بخشتا''

ابو مسہر کا بیان ہے عبدالملک سے مرض الموت کے بارہ میں لوگوں نے پوچھا' کیا حال ہے' اس نے جواب دیا میرا وہ حال ہے جو قرآن کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے ''اور تم ہمارے پاس فرداً فرداً آؤ گے جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا''۔

اور سعید بن عبدالعزیز کا کہنا ہے کہ جب عبدالملک کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے محل کے تمام دروازے کھول دینے کا حکم دے دیا' اور جب سب دروازے کھل گئے تو اس نے ایک دھوبی کو وادی میں دیکھا اور پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ دھوبی ہے' اس پر عبدالملک نے کہا کاش میں دھوبی ہوتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی پر گزارہ کرتا' جب سعید بن مسیّب کو عبدالملک یہ بات بتائی گئی تو انہوں نے برجستہ کہا خدا کا شکر ہے جس نے موت کے وقت ان جیسے لوگوں کو ہم لوگوں کی طرف بھاگ کر آنے کی توفیق دی اور ہمیں ان کی طرف بھاگنے سے بچالیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب عبدالملک کو موت آئی تو وہ بہت اظہار ندامت کر رہا تھا' اور اپنے ہاتھ سے اپنا سر پیٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا' مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں روزانہ اپنی روزی حاصل کروں اور اللہ عزوجل کی عبادت میں مشغول رہوں' ان کے علاوہ کسی شخص نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب عبدالملک کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو اپنے پاس بلایا اور کچھ وصیتیں کیں اور کہا شکر ہے اس خدائے ذوالجلال کا کہ میں اپنی رعایا میں سے کسی چھوٹے یا

رے شخص سے کبھی کسی نوع کا کوئی سوال نہیں کیا اور پھر یہ شعر پڑھا: ؎

فهل من خالد اما هلكنا وهل للموت للباقين غار

''اگر ہم مر گئے تو پھر اور کون ہمیشہ رہنے والا ہے کیا باقی لوگ مر کر غار میں اتر جائیں گے''

ایک روایت یہ بھی ہے کہ عبدالملک نے اپنے لوگوں سے کہا ''مجھے اٹھاؤ'' انہوں نے اس کو اوپر اٹھایا اور جب اس کے دماغ میں ہوا کا جھونکا آیا تو اس نے کہا ''اے دنیا تو کیسی خوشبودار ہے' تیرا طویل قصیر ہے اور تیرا کثیر حقیر ہے اور ہم سب تجھ سے دھوکہ کھا رہے ہیں اور یہ اشعار پڑھے:

ان تناقش يكن نقاشك يارب عذابا لا طرق لي بالعذاب

''اے رب اگر تو مواخذہ کرے تو تیری گرفت میرے لے عذاب بن جائے گی جس سے رہائی مشکل ہے''

او تجاوز فانت رب صفوح عن مسيء ذنوبه كالتراب

''اور اگر تو درگزر کرے گا تو درگزر کرنے والا رب ہے جو کثرت سے گنہگاروں کو معاف کر دیتا ہے''

کہتے ہیں کہ اس کی وفات جمعہ کے روز دمشق میں واقع ہوئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں بدھ کے دن اس کا انتقال ہوا' اور بعض کہتے ہیں کہ جمعرات کے دن ہوا تھا' جب کہ نصف شوال تھا' اور سن ۸۶ھ چھیاسی ہجری تھا' ان کی نماز جنازہ ان کے بیٹے ولید نے جو ولی عہد بھی تھا' پڑھائی' انتقال کے وقت ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی' ابومعشر نے کہا جس کی تائید واقدی نے بھی کی ہے کہ عبدالملک کی عمر تریسٹھ سال کی ہوئی لیکن مدائنی کے بقول اٹھاون سال ہوئی' ان کو جابیہ الصغیر کے دروازہ دفن کیا گیا' ان کی اولاد اور ازواج میں' ولید' سلمان' مروان الاکبر' زوج' زور عائشہ اور ان کی ماں ولادۃ بنت العباس بن جزء بن الحارث بن زہیر بن جذیمہ بن رواحہ بن ربیعہ بن مازن بن الحارث بن قطیعہ بن عبس بن بغیض کا نام تاریخ میں مذکور ہے' ان کے علاوہ دوسری بیویوں سے بھی اولادیں ہوئیں' ان سب کی کل تعداد انیس ہے اور وہ یہ ہیں یزید' مروان الاصغر' معاویہ' درج' ام کلثوم اور ان کی ماں عاتکہ بنت یزید بن معاویہ بن ابی سفیان' اور ہشام اور ان کی ماں ام ہشام' عائشہ' اور بقول مدائنی بنت ہشام بن اسماعیل المخزومی اور ابوبکر جس کا نام بکار بھی تھا' اور ان کی ماں عائشہ بنت موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ التیمی اور الحکم درج اور ان کی ماں ام ایوب بنت عمرو بن عثمان بن عفان الاموی فہیر فاطمہ اور ان کی ماں المغیرہ بنت المغیرہ بن خالد بن العاص بن ہشام بن مغیرہ المخزومی اور عبداللہ ومسلمہ ومنذر' عنبسہ' محمد' سعید الخیر اور حجاج' عبدالملک کی مدت خلافت اکیس سال تھی' جس میں سے نو سال ابن الزبیر کی خلافت کے ساتھ کا مشترکہ زمانہ بھی گزرا' اور تیرہ سال اور ساڑھے تین ماہ ان کا مستقل اور خود اپنا دور خلافت قائم رہا۔ ان کے عہد کے قاضی کا نام ابوادریس الخولانی تھا' اور ان کے کاتب کا نام روح بن زنباع تھا' دربان کا نام یوسف تھا' جو ان کا غلام بھی تھا' بیت المال اور مہر کے انچارج قبیصہ بن ذوئب تھے اور پولیس کے سربراہ کا نام ابوالزغیرہ تھا۔ عبدالملک کی بعض دوسری بیویاں شقراء بنت سلمہ بن حلیس الطائی اور علی بن ابی طالب کی ایک بیٹی تھیں جن کے باپ کی ماں بنت عبداللہ بن جعفر تھیں۔

ارطاۃ بن زفر

ابن عبداللہ بن مالک بن شداد بن ضمرہ بن غفغان بن ابی حارثہ بن مرہ بن شبہ بن غیظ بن مرہ بن عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان الولید المری جو ابن شہید کی کنیت سے مشہور ہے۔ اس عورت کی ماں بنت راملؔ بن مروان بن زھیہ بن ثعلبہ بن خدیج بن جشم بن کعب بن عون بن عامر بن عوف یہ بنی کلاب کی قیدی تھی اور ضرار بن الازور کے پاس رہی تھی اور پھر زفر کے پاس چلی آئی تھی' وہ حاملہ تھی۔ چنانچہ وہ ارطاۃ کو لے کر زفر کے پاس ہی رہی۔ ارطاۃ کی ایک سوتیں برس سے زیادہ عمر ہوئی یہ شریف سردار تھا' سب لوگ اس کا کہنا مانتے..........اور اس کی تعریف کرتے تھے اور نہایت اچھا شاعر بھی تھا۔

اور مدائنی کا یہ بھی کہنا ہے کہ بنی غفقان بن حظلہ بن رواحہ بن ربیعہ بن مازن بن الحارث بن مرہ بن شبہ میں داخل ہو گئے تھے اور بنی غفقان بن حارثہ بن مرہ کہلانے لگے ابوالولید ارطاۃ بن زفر عبدالملک کے پاس پہنچے تو یہ اشعار ان کو سنائے۔

رأیت المرء تاکل اللیالی کاکل الارض ساقط الحدید

''لیل ونہار کی گردشیں آدمی کو اس طرح کھا جاتی ہیں جس طرح زمین برادے کو''

وما تبعتی المیۃ حین تاتی علی نفس ابن ادم بن یزید

''موت جب آتی ہے تو انسانی جان کا تسمہ لگا نہیں چھوڑتی''

واعلم انما ستکر حتی توفی نذرھا بابی الولید

''یاد رکھ کہ موت جب دوبارہ آئے گی تو اس مرتبہ ابوالولید کو نذرانہ میں لے گی''

یہ اشعار سن کر عبدالملک خوف زدہ ہو گئے اور سمجھے کہ ارطاۃ بن زفر نے ان اشعار میں عبدالملک کو ہی مراد لیا ہے اس پر ابوالولید ارطاۃ بن زفر نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین ان اشعار میں میں نے خود اپنے آپ کو مراد لیا ہے' اس پر عبدالملک نے کہا اللہ کی قسم جو تم پر گزر رہا ہے وہ عنقریب مجھ پر بھی گزرنے والا ہے۔

مطرف بن عبداللہ بن الشخیر

یہ کبار اور بزرگ تابعین میں سے تھے اور عمران بن حصین کے اصحاب میں تھے اور مقبول الدعا بھی تھے۔ کہا کرتے تھے' کسی انسان کو عقل سے بہتر کوئی فضیلت نہیں بخشی گئی' اور لوگوں کو ان کی فضیلتوں کے مطابق عقل دی گئی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ جس انسان کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے' تو خدا کہتا ہے یہ واقعی میرا سچا بندہ ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی تھا کہ جب کسی کی عیادت کرنے جاؤ اور تم اس کو اپنے لیے بھی دعا کرتا پاؤ تو سمجھ لو اس کی دعا بارگاہ ایزدی میں ضرور مقبول ہو گی کیونکہ وہ ٹوٹ پھوٹ چکا ہوتا ہے اس لیے وہ جب دعا کرے گا تو رقت قلب سے کرے گا۔ جو مقبول ہو گی۔

بانی جامع دمشق

ولید بن عبدالملک کی خلافت

ولید جب اپنے باپ عبدالملک کی تکفین وتجہیز سے فارغ ہو کر باب الجابیہ الصغیر سے واپس آیا تو یہ جمعرات کا دن تھا' اور بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق جمعہ کا دن تھا' اور یہ ۸۶ھ شوال کی پندرہ تاریخ تھی۔

تجہیز وتکفین کے بعد ولید گھر میں داخل نہیں ہوا اور منبر پر چڑھ گیا' جامع دمشق کا منبر اس نے اپنے پہلے خطاب کے لیے منتخب کیا' اس نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ تھا' پہلے اس نے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہا اور پھر کہا میں اللہ ہی سے امیر المومنین کی وفات کے صدمات کے لیے استعانت طلب کرتا ہوں اور خلافت جیسی نعمت کے حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں' لوگو! کھڑے ہو اور میری بیعت کرو' جو شخص سب سے پہلے بیعت کے لیے کھڑا ہوا اس کا نام عبداللہ بن ہمام السلولی تھا اور جو اشعار پڑھ رہا تھا۔

اللّٰہ اعطاک التی لا فوق لھا وقد اراد الملحدون عوقھا

''اللہ نے تجھے وہ شے عطا کی جس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں' اور ملحدوں نے تو نافرمانی کا ارادہ کیا ہوا ہے''

عنک ویابی اللّٰہ الا سوقھا الیک حتیٰ قلدوک طوقھا

''یہ لوگ خواہ کچھ ہی کریں مگر اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں تیری اطاعت کا طوق ڈلوا دے گا''

بہرحال اس کی بیعت کے بعد سب لوگوں نے بیعت کی۔ واقدی لکھتے ہیں کہ ولید نے خدا کی حمد وثنا کی اور کہا اے لوگو! اللہ نے جو موخر کر دیا ہے اسے کوئی مقدم نہیں کر سکتا اور جو مقدم کر دیا ہے اسے کوئی موخر نہیں کر سکتا' اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوا ہے عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور موت کے فرشتے' اور مرتبین اور متشککین کے ساتھ جو معاملات ہوں گے اور صدیقین وصالحین کے ساتھ جو حسن سلوک ہوگا' اور دشمنان خدا کے ملکوں پر جو عذاب نازل ہوتا ہے' سرحدوں پر جو جنگیں ہوتی ہیں اور دنیاوی امور جو لوگوں کو پیش آتے ہیں' ان سب میں قضائے الٰہی کے فیصلوں کو ہی دخل ہوتا ہے' وغیرہ وغیرہ کا تذکرہ کرنے کے بعد ولید نے لوگوں سے کہا اے لوگو! تم پر میری اطاعت فرض ہے اور جماعت کے ساتھ وابستگی بھی ضروری ہے کیونکہ اکیلے آدمی پر شیطان غالب آ جاتا ہے' جس شخص نے ہماری اطاعت کی اس نے اپنی ذات کو بچا لیا اور جس نے مخالفت اور سرکشی کی اس نے اپنے آپ کو ہلاک کیا' ولید سخت گیر اور جابر خلیفہ تھا' ولید بظاہر کم گو تھا لیکن کسی امر کے بارہ میں اپنی رائے قائم کرنے میں بہت احتیاط اور ہوشیاری اختیار کرتا تھا' ولید کی سیرت کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ تھی کہ جوانی کی لغزشیں' مثلاً عشق ومحبت کا خیال اس

کو بھی نہیں آیا ایک مرتبہ دینی مجلس میں اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں قوم لوط کا ذکر نہ کرتا تو شاید مردوں کی طرف لوگوں کو رغبت کا خیال بھی عورتوں کو چھوڑ کر نہ آتا' ولید بن عبدالملک دمشق کی مشہور عالم اور خوبصورت ترین مسجد کا بانی مبانی تھا جو دس سال تین ماہ گزار کر فوت ہوئی اور یہی اس کی مدت خلافت تھی جب اس مسجد کی جگہ ایک گرجا ہوا تا جس کو کنشیاء یوحنا کہتے تھے' جب صحابہ نے دمشق فتح کیا تو اس کے انہوں نے دو برابر حصے کر دیئے ایک حصہ کنشیاء کا جو شرقی جانب تھا' اس کو مسجد بنا لیا اور غربی جانب کے کنشیائی حصہ کو بحال رکھا' جو ۱۴ھ سے اب تک اسی حال پر تھا' اس کے بعد ولید نے کنشیۂ یوحنا کے بقیہ حصہ کو بھی لے کر مسجد میں شامل کر کے وسیع کرنے کا ارادہ کر لیا' اور اس کے عوض اس نے کنشیۂ مریم کو عیسائیوں کے حوالے کر دیا۔ غرض کہ اس طرح دمشق کی مشہور جامع مسجد تزئین و آرائش کے بعد اپنی تکمیل کو پہنچی۔

۸۷ھ کا آغاز

۸۷ھ میں ولید بن عبدالملک نے ہشام بن اسماعیل کو مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ اپنے چچازاد بھائی اور فاطمہ بنت عبدالملک کے شوہر عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا' عمر بن عبدالعزیز ربیع الاول ۸۷ھ میں تیس اونٹوں کے قافلہ کے ساتھ وارد ہوئے اور مروان کے گھر میں اترے' لوگ ان کے سلام کے لیے حاضر ہوئے' اس وقت عمر بن عبدالعزیز کی عمر پچیس برس تھی' جب وہ ظہر کی نماز پڑھ چکے تو مدینہ کے دس فقہاء کو طلب کیا جن کے نام یہ ہیں' عروہ بن الزبیر' عبیداللہ بن عبداللہ بن عقبہ' ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام' ابوبکر بن سلیمان بن خیثمہ' سلیمان بن یسار' قاسم بن محمد' سالم بن عبداللہ بن عمر اور ان کے بھائی عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر بن امر ربیعہ اور خارجہ بن زید بن ثابت' یہ فقہاء عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امیر سے ان کی سلام علیک ہوئی اور انہوں نے خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور عمر بن عبدالعزیز کی بھی مناسب تعریف و توصیف کی' انہوں نے فقہاء سے کہا' میں نے آپ لوگوں کو ایک ایسے امر کے لیے بلایا ہے جس کا اللہ آپ کو اجر دے گا اور آپ ایک امر حق پر میری معاونت کریں گے' میں ایک معاملہ کو آپ لوگوں کی رائے پر ختم کر دینا چاہتا ہوں' اگر اب لوگوں میں سے کوئی کسی کے اوپر ظلم کرتا ہوا دیکھے یا میرے کسی عامل کو ایسا کرتا ہوا پائے تو مجھ تک اس کی شکایت پہنچائی جائے' تمام فقہاء اس کو دعائیں دیتے ہوئے وہاں سے نکل آئے' ولید بن عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ ہشام بن اسماعیل کو مروان کے قریب ہی رکھا جائے' ولید کی ہشام کے متعلق بہت بری رائے تھی' اس لیے کہ اس نے اپنی مدت ولایت میں اہل مدینہ کے ساتھ برے سلوک کیے تھے' اس کی مدت امارت چار سال تھی' اس کی یہ برائیاں سعید بن مسیب اور علی بن حسین کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ نمایاں تھیں' لیکن اس کے باوجود سعید بن مسیب نے اپنے بیٹے اور غلاموں سے کہہ دیا تھا' کہ میرے سلسلہ میں کوئی شخص اس کی بابت کچھ نہ کہے' البتہ جہاں تک اس سے بات چیت کا تعلق ہے وہ اس سے کبھی نہیں کروں گا۔ ایک دن علی بن حسین راستہ سے گزر رہے تھے اور ہشام راستہ میں کھڑا ہوا تھا انہوں نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا اور اپنے آدمیوں کو بھی اس سے منع کر رکھا تھا' جب علی بن الحسینؓ ہشام کے قریب سے آگے گزر گئے تو ہشام نے انہیں پکار کر کہا اللہ ہی کو معلوم ہے کون آدمی کس منصب کا اہل ہے۔

اسی سال مسلمہ بن عبدالملک نے بلاد روم پر چڑھائی کر کے وہاں کے بہت سے لوگوں کو مار ڈالا بہت سے قلعے فتح کر لیے اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسی سال بلاد روم میں جس شخص نے جنگ کی وہ ہشام بن عبدالملک تھا اس نے بولق کا قلعہ فتح کیا پھر اخرم کا قلعہ فتح کیا خراسان کا دریا فتح کیا اور بولس و قمیقم کے قلعے فتح کیے اور تقریباً ایک ہزار مستعربہ قتل کیے اور ان کی اولاد کو قیدی بنالیا' اسی سنہ میں قتیبہ بن مسلم نے بلاد ترک میں جنگ کی اور وہاں کے بادشاہ نیزک سے زرہ کثیرہ پر صلح کر لی' جس کے شرائط میں ایک شرط یہ تھی' کہ اس کے ملک میں جتنے مسلمان قیدی ہیں ان سب کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اسی سال قتیبہ نے بیکند میں جنگ کی لیکن یہاں اس کے مقابلہ میں ترک بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور انہوں نے زبردست ہنگامہ کھڑا کر دیا یہ سب اہل بخاری کی کرتوت تھی جب قتیبہ ان کی سرزمین میں داخل ہوا اہل بخاری نے اہل صغد سے مسلمان فوجوں اور قتیبہ کے خلاف مدد طلب کر لی اور ان کے علاوہ آس پاس کے تمام ترک بھی اس میں شامل ہو گئے' چنانچہ ان سب نے مل کر قتیبہ پر یورش کر دی اور اس کے نکلنے کے تمام راستے مسدود و تنگ کر دیئے جس کی وجہ سے قتیبہ تقریباً دو ماہ گھر کر وہیں رہ گیا' وہ نہ ان کے پاس اپنا سفیر بھیج سکا اور نہ ان کی طرف سے ہی کوئی قاصد قتیبہ کے پاس آیا' حجاج کو بھی قتیبہ اور اس کی فوجوں کی عرصہ تک کوئی خیر خبر نہیں ملی' جس سے اس کو سخت اندیشہ لاحق ہو گیا اور ترکوں کے انبوہ عظیم اور جم غفیر کے سبب مسلمانوں کی زندگی کو خطرہ میں ہونے کے خوف سے سخت تشویش میں مبتلا ہو گیا۔

چنانچہ اس نے مسلمانوں سے مساجد میں دعاء کی درخواست کی اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں سے بھی یہی اپیل کی گئی' اس دوران قتیبہ مسلمان فوجوں کے ساتھ روزانہ ہی ترکوں سے معرکہ آرائی کرتا رہا۔ ایک عجمی شریف کو جو تندر کہلاتا تھا' اہل بخاری نے بہت سی دولت دی کہ وہ کسی طرح قتیبہ کے پاس جا کر اس کو ملک چھوڑ کر چلے جانے پر راضی کر لے۔ اس نے کہا یہ تمہارا گورنر جلدی تمہارے خلاف سخت اقدام کرنے والا ہے۔ اگر تم اپنی فوج کو لے کر مرو واپس چلے جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہو گا' قتیبہ نے یہ سن کر اپنے غلام کو اس کی گردن مارنے کا حکم دیا اور قتیبہ کے حکم پر اس کے غلام سیاہ نے اس کی گردن اڑا دی۔ اس سے پہلے تندر نے قتیبہ کے پاس آنے کے بعد تخلیہ کرالیا تھا۔ اور اب کے اس کے پاس سوائے ضرار بن حصین کے اور کوئی نہ تھا' جب تندر کا ضرار کی موجودگی میں کام تمام ہو گیا تو قتیبہ نے ضرار کو بھی آگاہ کرتے ہوئے کہا دیکھو یہاں میرے اور تمہارے سوا کسی کے علم میں یہ بات نہیں ہے اور کسی نے اس کو قتل ہوتے ہوئے بھی نہیں دیکھا ہے' میں نے خدا سے عہد کیا ہے اگر تم نے اس واقعہ کو جنگ ختم ہونے تک کسی پر ظاہر کیا تو اچھا نہ ہو گا اور تمہارا بھی وہی حشر ہو گا جو اس کا ہوا ہے۔ لہٰذا اپنی زبان بند رکھنا کیونکہ اس راز کے افشاء ہونے سے لوگوں میں اضطراب پھیلے گا' اور اس سے ہمارے دشمن کو تقویت پہنچے گی۔

اس کے بعد قتیبہ کھڑا ہوا اور اس نے لوگوں کو جنگ کے لیے خوب آمادہ کیا اور علم برداروں کو بھی اس نے اسی قسم کی تلقین کی' چنانچہ ترکوں سے زبردست جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صبر و استقلال سے لڑنے کی ہمت دی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ٹوٹ کر لڑے اور قبل ظہر مسلمان فتح یاب ہو گئے' اور ترکوں کو زبردست شکست ہوئی اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب بھی کیا اور ان کے بہت سے لوگوں کو قتل بھی کیا اور بہت سے لوگوں کو جنگی قیدی بنالیا۔ جن کو شہر میں رکھا گیا قتیبہ نے ان کو جب پوری طرح

سرنگوں کرنے کا ارادہ کیا تو ترکوں نے اس سے صلح کی درخواست کی جس کے عوض سب مال و دولت دینے کا وعدہ کیا' اس پر قتیبہ نے ان سے صلح کر لی اور ایک ایک آدمی انہی کا ان پر تعینات کر کے فوج کو واپسی کا حکم دیا' جب یہ قیدی قتیبہ کی فوج کے ساتھ واپس آ رہے تھے اور ابھی انہوں نے پانچ میل کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور انہوں نے ان آدمیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا' جو ان پر نگرانی کے لیے مقرر تھے' حتیٰ کہ انہوں نے ان کی ناکیں بھی کاٹ دیں' چنانچہ قتیبہ پھر ان سب کو محاصرہ میں لے کر ان کی ایک ماہ تک اچھی طرح سرکوبی کرتا رہا اور اس نے ان کو سخت اذیتیں دیں حتیٰ کہ وہ پھر مصالحت پر آمادہ ہو گئے' اس مرتبہ ترکوں کی بدعہدی دیکھ کر قتیبہ نے صلح سے انکار کر دیا اور سخت خون ریزی کے بعد پورے علاقہ کو مکمل طور پر فتح کر لیا۔ بہت سوں کو قیدی بنا لیا اور بہت کچھ مال و دولت بھی غنیمت میں حاصل ہوا' مسلمانوں کو یہاں مال غنیمت میں جو کچھ ملا اس میں سونے چاندی کے برتن اور سونے کی مورتیاں وغیرہ بھی شامل تھیں' اس میں ایک مورتی چاندی کی تھی' جب اس کو توڑا گیا تو اس میں سے ڈیڑھ لاکھ دینار نکلے' اس کے علاوہ ملک کے متعدد مال خانوں سے بھی بہت سا اسلحہ اور زر کثیر مسلمانوں کو حاصل ہوا' بہت سی قیمتی اشیاء بھی ملیں' یہ تمام واقعات اور فتح سے متعلق جملہ حالات' جب حجاج کو لکھ کر بھیجے گئے' تو اس نے حکم دیا کہ تمہارے لکھنے کے بموجب ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ جتنی دولت اس جنگ میں ہاتھ آئی ہے وہ سب مسلمان فوج میں تقسیم کر دی جائے۔

چنانچہ جب اس پر عمل ہوا تو مسلمان بڑے متمول ہو گئے اور دشمنوں سے لڑنے کے لیے ان کے حوصلے بہت زیادہ بلند ہو گئے' قتیبہ کے ساتھ اس جنگ میں جتنے آدمی تھے وہ سب مال و دولت کے علاوہ اسلحہ اور گھوڑے وغیرہ لے کر بے حد خوش ہوئے اور اس کو انعام خداوندی سمجھا' اس سال عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو بحیثیت امیر مدینہ حج کرایا' اس زمانہ میں مدینہ کے قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم تھے' اور عراق کے علاوہ پورے مشرقی علاقہ پر حجاج بن یوسف گورنر تھے' اور ان کے نائب گورنر بصرہ میں الجراح بن عبداللہ الحکمی تھے اور یہاں کے قاضی عبیداللہ بن آذینہ تھے' کوفہ میں عامل حرب زیاد بن جریر بن عبداللہ البجلی تھے اور یہاں کے قاضی ابوبکر بن ابی موسیٰ الاشعری تھے' اور خراسان کے نائب گورنر قتیبہ بن مسلم تھے' ۸۷ھ میں جن اعیان واشراف کا انتقال ہوا ان کے نام یہ ہیں:

عتبہ بن عبد السلمی

جلیل القدر صحابی تھے' حمص میں آئے تھے' روایت ہے کہ وہ بنی قریظہ کے ساتھ معاملہ کے وقت موجود تھے' عرباض کہتے ہیں کہ مجھ سے عتبہ بتایا کرتے تھے کہ وہ مجھ سے بہتر ہیں اور یہ کہ وہ ان سے ایک سال قبل اسلام آئے تھے۔ واقدی وغیرہ نے کہا ہے کہ عتبہ ۸۷ھ میں وفات پا گئے تھے' جب کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کا انتقال نوے ۹۰ھ کے بعد ہوا واللہ اعلم۔

ابوسعید بن الاعرابی نے کہا ہے کہ عتبہ بن عبد السلمی اہل صفہ میں سے تھے' عتبہ بن عبد السلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا اگر ایک شخص پیدائش سے لے کر بڑھاپے تک گناہ کا ارتکاب کرتا رہا ہے تو اللہ اس کو قیامت کے دن ذلیل و رسوا کرے گا۔

عتبہ بن عبد السلمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سردی کی شکایت کی تو آپؐ نے مجھے دبیز کتان کی دو چادریں اڑھا دیں۔ آپؐ دیکھ رہے تھے کہ میں نے انہیں صحابہ کو اڑھا دیا۔

المقدام بن معدیکرب

جلیل القدر صحابی گزرے ہیں' ان سے احادیث بھی مروی ہیں اور ان سے متعدد تابعین نے بھی احادیث بیان کی ہیں' ابوحفص الفلاس اور ابوعبید نے کہا ہے کہ ان کا انتقال ۸۷ھ میں ہوا' لیکن بعض دیگر صاحبان کا خیال ہے کہ ان کا انتقال ۹۰ھ کے بعد ہوا ہے' واللہ اعلم۔

ابو اسامہ الباہلی

ان کا اصلی نام صدی بن عجلان تھا' یہ بھی حمص آ گئے تھے ان سے بھی احادیث مروی ہیں' ''تلقین المیت بعد الدفن'' والی حدیث کے راوی ہیں' اس کو طبرانی نے دعا میں بیان کیا ہے' وفیات میں ان کا ذکر گزر رہا ہے۔

قبیصہ بن ذؤیب

یہ ابوسفیان الخزاعی المدنی ہیں' عام الفتح میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کے لیے لایا گیا' انہوں نے صحابہ کی کثیر جماعت سے احادیث روایت کی ہیں' ان کی آنکھ یوم الحرہ میں ضائع ہو گئی تھی' یہ مدینہ کے فقہاء میں شمار ہوتے تھے' عبدالملک کے دربار میں ان کا مرتبہ تھا' اس کے پاس بلا اجازت پہنچ جاتے تھے' پہلے یہ باہر شہروں سے آئے ہوئے خطوط پڑھتے تھے اور اس کے بعد عبدالملک کے پاس جا کر ان خطوط کے مضامین سے عبدالملک کو باخبر کرتے تھے' یہ عبدالملک کے راز دان بھی تھے' ان کے گھر دمشق میں باب البرید میں تھا' دمشق میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

عروہ بن مغیرہ بن شعبہ

یہ حجاج کے عہد میں امیر کوفہ تھے' بڑے شریف اور عقل مند تھے' لوگ ان کا کہنا مانتے تھے' آنکھوں سے بھینگے تھے' ان کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا تھا' مرو کے قاضی بھی تھے' یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن شریف میں نقطے لگائے' یہ عالم و فاضل شخص تھے' ان کے احوال و معاملات کا بہت چرچا تھا۔ ان سے روایتیں بھی منقول ہیں' یہ فصیح ادیب تھے انہوں نے ابوالاسود الدولی سے عربی ادب میں درک حاصل کیا تھا۔

شریح بن الحارث بن قیس القاضی

انہوں نے عہد جہالت بھی دیکھا تھا' حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ قاضی مقرر کیا تھا' جہاں انہوں نے پینسٹھ سال تک عہدۂ قضا کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیئے' یہ نہایت عالم و فاضل اور عادل باخبر تھے اور اخلاق حسنہ کے مالک تھے' ان میں خوش مزاجی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی' ان کی چگی داڑھی تھی یعنی رخسار پر بال نہ تھے' صرف ٹھوڑی پر داڑھی کے بال تھے۔ یہی کیفیت عبداللہ بن زبیر کی بھی تھی' اور الاحنف بن قیس اور قیس بن سعد بن عبادہ کی بھی داڑھیاں ایسی ہی تھیں' شریح کے نسب و سن پیدائش میں اختلاف ہے اور سال وفات میں بھی اختلاف ہے' مگر ابن خاقان نے ترجیحی طور پر ۸۷ھ کو سال وفات مانا ہے' مگر میرا کہنا ہے کہ

قاضی شریح کی سوانح میں گزشتہ سطور کے مطابق جہاں قاضی شریح کے متعلق اور بہت سی باتیں بھی بیان کی گئی ہیں' ان کا سنہ وفات ۸۷ھ بھی درج ہے۔

۸۸ھ کا آغاز

۸۸ھ میں صائفہ کی جنگ ہوئی' جس میں مسلمہ بن عبدالملک اور اس کے بھتیجے العباس بن الولید بن عبدالملک نے حصہ لیا' ان دونوں نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر طوانہ کا قلعہ جمادی الاول ۸۸ھ میں فتح کیا' یہ قلعہ بڑا مضبوط تھا' اس کے قریب بڑی زبردست جنگ ہوئی جس میں بڑا قتل اور خون ریزی ہوئی اس میں مسلمانوں نے نصاریٰ پر زبردست حملہ کر کے شکست سے دوچار کیا اور ان کو گرجا میں گھس جانے پر مجبور کر دیا' اس کے بعد نصاریٰ وہاں سے برآمد ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں پر پلٹ کر ایسا کاری حملہ کر دیا کہ مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے' اور کوئی مسلمان اپنی جگہ کھڑا نہ رہا صرف عباس بن الولید اور ان کے ساتھی ابن محیریز الجمحی وہاں کھڑے رہ گئے' عباس نے ابن محیریز سے کہا یہ رضائے الٰہی کے خواہاں قرآن کے قاری کدھر چلے گئے' عباس نے کہا انہیں آواز دو' ابن محیریز نے کہا اے اہل قرآن واپس آ جاؤ' چنانچہ وہ لوگ واپس آئے اور پھر انہوں نے ایکبارگی ایسا ٹوٹ کر حملہ کیا اور ان کو قلعہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور مسلمانوں نے اس کا بھی محاصرہ کر کے بالآخر اس کو فتح کر لیا۔

ابن جریر نے ذکر کیا کہ ۸۸ھ کے ماہ ربیع الاول میں ولید بن عبدالملک کا خط عمر بن عبدالعزیز کے نام آیا جس میں اس نے مسجد نبوی ﷺ کو منہدم کر دینے کو لکھا تھا' اور ساتھ ہی ازواج مطہراتؓ کے حجروں کو بھی گرا دینے اور اس کے بعد مسجد کے قبلہ کی جانب سے نیز ہر چہار طرف سے وسیع کرنے کا حکم دیا گیا تھا' تا کہ مسجد کا رقبہ دو سو ضرب دو سو گز (۲۰۰×۲۰۰) ہو جائے' اور لکھا کہ جو شخص اپنی ملکیت فروخت کرنا چاہے اس سے خرید لی جائے اور اس کو منصفانہ طریقہ پر اس کی قیمت ادا کی جائے' اور پھر اس کو گرایا جائے' اس میں تم کو حضرات عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے سابقہ طریقہ و مثال سے مدد مل سکتی ہے۔

اس خط کے موصول ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بڑے بڑے صحابہ فقہاء عشرہ اور اہل مدینہ کو جمع کیا اور ان کو ولید کا خط سنایا اس پر اختلاف ہوا اور لوگوں کو یہ امر نا گوار گزرا انہوں نے کہا یہ حجرے نیچی چھتوں کے ہیں ان کی چھتیں کھجور کے تنوں اور شاخوں کی ہیں ان کی دیواریں کچی اینٹوں کی ہیں ان کے دروازے ٹاٹ کے پردے پڑے ہوئے ہیں ان کو بعینہ اور علیٰ حالہ چھوڑ دینا ہی مناسب ہے تا کہ حجاج و زائرین اور مسافران کو اور رسول اللہ (ﷺ) کے گھروں کو دیکھ کر فائدے کے ساتھ عبرت بھی پکڑیں تا کہ وہ دنیاوی زینت و آرائش کی طرف مائل نہ ہوں اور زہد و تقویٰ کی زندگی کی طرف رغبت رکھیں اور بقدر ضرورت سر چھپانے کو معمولی سے مکان میں زندگی بسر کرنے اور فراعنہ اور اکاسرہ کی طرح اونچے اونچے اور عالی شان محلات و مکانات میں رہائش اختیار کرنے سے گریز کریں' یہ تمام باتیں عمر بن عبدالعزیز نے جن پر فقہاء عشرہ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا' ولید کو لکھ کر بھیج دیں' ولید نے عمر بن عبدالعزیز کا خط موصول ہوتے ہی مسجد کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دے دیا' اور چھتیں اونچی رکھنے کی ہدایات دیں' اس حکم کے موصول ہونے کے بعد عمر بن عبدالعزیز کے لیے مسجد کے انہدام کے سوا کوئی چارہ نہ

تھا' جب مسجد کا انہدام شروع ہوا تو اشراف واعیان وغیرہ نے چیخنا چلانا شروع کیا اور اسی طرح آہ و بکا لوگوں نے شروع کر دی جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت کی گئی تھی' غرض کہ مسجد کے قریب جن لوگوں کے مکانات تھے ان کو خرید نا شروع کر دیا اور مسجد کی تعمیر زور شور سے شروع ہو گئی' ولید نے بہت سے کاریگر اور مزدور شام سے مدینہ بھیج دیئے اور مسجد نبوی میں حجرہ نبوی کو شامل کر لیا (یعنی حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو) اور اس طرح قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں داخل ہوئی' گویا وہ قبر شرق کی جانب سے اور تمام امہات المومنین کی جانب سے آخری حد قرار دی گئی اور یہی حکم ولید کا بھی تھا۔

روایت ہے کہ جب حجرہ نبوی کی شرقی دیوار کو کھودا گیا تو لوگوں کو وہاں قدم نظر آیا' لوگوں کا خیال ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے لیکن جب تحقیق کی گئی تو یہ حضرت عمرؓ کا قدم تھا' بیان کیا جاتا ہے کہ سعید بن مسیبؒ حجرہ عائشہ کو مسجد میں شامل کرنے کے خلاف تھے انہیں اندیشہ تھا' کہ اس طرح قبر مسجد بن جائے گی' واللہ اعلم۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ ولید نے ملک الروم کو مسجد کی تعمیر کے لیے صناع اور کاریگروں کو بھیجنے کی درخواست کی تھی' جس پر اس نے ایک سو کاریگروں اور بہت سے نگینے مسجد نبویؐ کے لیے بھیجے تھے اور یہ بھی مشہور ہے کہ یہ دمشق کی مسجد کے لیے کیا گیا تھا واللہ اعلم۔

ولید نے عمر بن عبدالعزیز کو یہ بھی لکھا کہ مدینہ میں فوارہ بھی تیار کیا جائے اور اس کے پانی کے نکاس اور اخراج کا بھی بندوبست کیا جائے' چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے حکم کی تعمیل کی اور نہریں کھدوانے کے علاوہ شاہراہیں وغیرہ بھی بنوائیں اور مدینہ کے باہر سے فوارہ میں پانی پہنچانے کا بندوبست کیا اور فوارہ مسجد کے باہر بنایا گیا' جو دیکھنے میں بہت اچھا لگتا تھا۔

۸۸ھ میں قتیبہ نے الملک الترک کورنقانوں سے جنگ کی جو چین کے بادشاہ کا بھانجا تھا اس کے ساتھ دو لاکھ جنگ جو فوجی تھے جو تمام اہل صغد اور اہل فرغانہ وغیرہ سے تھے چنانچہ ان سے زبردست جنگ ہوئی اور قتیبہ کے ساتھ ملک الترک نیزک تھا' بہر حال جنگ ہوئی اور قتیبہ نے ان کو شکست دے کر بہت سا مال و دولت مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا اور دشمن کے بہت سے لوگوں کو قیدی بھی بنالیا' اس سال عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو حج بھی کرایا اور اس کے ساتھ بہت سے قریشی اشراف بھی حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے' جب عمر بن عبدالعزیز تنعیم میں تھے تو ان سے بہت سے لوگوں نے بارش نہ ہونے کے باعث پانی کی کمیابی کی شکایت کی' اس پر عمر بن عبدالعزیز نے صحابہ سے کہا کیا ہم بارش کی دعا نہ مانگیں' چنانچہ سب لوگوں نے بارش کے لیے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں' ابھی وہ دعائیں مانگ ہی رہے تھے' کہ جل تھل ایک ہو گئے اور جب مکہ میں داخل ہوئے تو بارش اور باران رحمت لے کر داخل ہوئے' اتنی زبردست بارش ہوئی کہ سیلاب آ گیا اور اہل مکہ بکثرت بارش سے خوفزدہ ہو گئے' یہی حال مزدلفہ اور عرفات ومنا کا بھی ہوا' غرض کہ اس باران رحمت کے باعث سرزمین مکہ اور آس پاس کے اطراف میں ہر طرف شادابی اور سرسبزی کے آثار نظر آنے لگے' اور یہ سب کچھ عمر بن عبدالعزیز اور دوسرے صالحین صحابہ کی دعا کا اثر تھا۔ اس سال جو اعیان واشراف دنیا سے رخصت ہوئے ان میں عبداللہ بن بسر بن ابی بسر المازنی بھی تھے جو اپنے والد کی طرح صحابی تھے' حمص میں رہتے تھے' ان سے تابعین کی ایک جماعت نے بھی روایت کی ہے۔

واقدی نے کہا ہے کہ یہ بزرگ ۸۸ھ ہی میں چورانوے سال کی عمر میں انتقال کر گئے' بعض لوگوں نے اس پر یہ اضافہ بھی

کیا ہے کہ شام میں انتقال کرنے والے آخری صحابی تھے' حدیث میں ان کے متعلق آتا ہے کہ وہ ایک صدی زندہ رہیں گے' چنانچہ واقعی وہ سو برس زندہ رہے۔

عبداللہ بن ابی اوفی

یہ لوگ علقمہ بن خالد بن الحارث الخزاعی ثم الاسلمی ہیں' جلیل القدر صحابی ہونے کے ساتھ کوفہ کے صحابہ میں آخری صحابی تھے۔ بخاری کے بقول ان کا سن وفات ۸۸ھ یا ۸۹ھ ہے' لیکن واقدی کے علاوہ متعدد مؤرخین نے ان کی سنہ وفات ۸۶ھ تسلیم کی ہے' یہ سو برس سے تجاوز کر گئے تھے' بعض لوگ کہتے ہیں سو کے قریب پہنچ گئے تھے۔ رحمہ اللہ

ہشام بن اسماعیل

ابن ہشام بن الولید المخزومی المدنی عبدالملک کے سسر اور مدینہ میں اس کے نائب تھے' جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزرا ہے' انہوں نے سعید بن مسیّب کو مارا تھا' پھر یہ دمشق آ گئے تھے' اور وہیں ان کا انتقال ہوا' یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے دمشق میں درس قرآن شروع کیا ۸۸ھ ہی میں ان کا بھی انتقال ہوا۔

عمیر بن الحکیم

یہ العنسی الشامی ہیں' ان سے بھی روایت منسوب ہے' شام میں ان کے سوا کوئی شخص نہ تھا جو کھلم کھلا حجاج کی برائی بیان کر سکتا ہو' یہ ابن محیریز ابوالابیض کے متعلق بھی عیب جوئی کرتے تھے۔ ۸۸ھ میں بلاد روم میں طوانہ کی لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔

۸۹ھ کا آغاز

اس سنہ میں مسلمہ بن عبدالملک اور اس کے بھتیجے العباس نے بلاد روم میں جنگ کی جس میں انہوں نے بڑی زبردست جنگ کی اس میں بہت مخلوق ماری گئی' اور بہت سے قلعے بھی فتح ہوئے جن میں سوریہ' عموریہ اور قموریہ کے قلعے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں' اس جنگ میں مال غنیمت بھی مسلمانوں کو بہت ملا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بھی بنایا گیا تھا۔ اس سال قتیبہ نے صغد' نسف اور کش کے شہروں میں جنگ کر کے غلبہ حاصل کیا' ان شہروں میں ترکوں کے جم غفیر سے مسلمانوں کا واسطہ پڑا لیکن پھر بھی مسلمان ہی فتح یاب اور کامران ثابت ہوئے' لیکن اس جنگ میں کامیابی حاصل کر کے مسلمان وہاں سے رخصت ہوئے تو اہل نجاری سے ان کا سامنا ہو گیا اور ان سے شدید جنگ ہوئی' ان سے یہ لڑائی دو یوم تک شب و روز خرقان نامی مکان کے قریب ہوتی رہی' بالآخر قتیبہ ہی اس جنگ میں کامیاب و کامران رہا جس کے بارہ میں سبار بن توسعہ کہتا ہے:

وباتت لهم منا بخرقان ليلة وليلتنا كانت بخرقان اطولا

''خرقان میں لڑتے ہوئے ساری رات گزر گئی اور ہماری یہ رات خرقان میں بڑی طویل ہو گئی''

اس کے بعد قتیبہ نے وردان کا رخ کیا جس کو ملک نجاری ذلیل و خوار کیا تھا' لیکن وردان نے قتیبہ کا سخت مقابلہ کیا جس

کے باعث قتیبہ وردان کو زیر کرنے میں ناکام رہا اور مجبوراً مرو واپس آ گیا' جب حجاج کو اس امر کا پتہ چلا تو اس نے قتیبہ کو لکھا اور اس کو فرار ہونے اور دشمن اسلام کے مقابلہ میں ہزیمت اٹھانے پر نہایت سخت سست کہا اور لکھا کہ مجھے اس شہر کے فوٹو بھیجے جائیں چنانچہ اس کے پاس اس شہر کے فوٹو کھنچوا کے بھیجے گئے' جب فوٹو حجاج کے پاس گئے تو اس نے قتیبہ کو اس کی دوبارہ لڑنے کا حکم دیا اور لکھا کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور خدا سے مغفرت طلب کرو' اور اس شہر میں فلاں فلاں جانب سے داخل ہو اور وردان کا مقابلہ کرو' مگر اس پوری کاروائی میں پوری طرح ہوشیار اور محتاط رہنا۔ اس سال ولید بن عبدالملک نے مکہ کی امارت خالد بن عبداللہ القسیری کے سپرد کی' جس نے ایک کنواں ولید کے حکم سے طویٰ کی اور حجون کی گھاٹی میں کھدوایا جس سے نہایت شیریں پانی نکلا' چنانچہ لوگ اس سے خوب سیراب ہونے لگے۔

واقدی نے روایت کیا ہے کہ مجھ سے بنی مخزوم کے غلام نافع نے بیان کیا ہے کہ میں نے خالد بن عبداللہ القسیری کو منبر پر مکہ میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے' اے لوگو! بتاؤ کون شخص بڑا ہے لوگوں کا' خلیفہ یا رسول جوان کی طرف مبعوث ہوا' خدا کی قسم تم خلیفہ اور ابراہیم خلیل اللہ کی فضیلت کا فرق اگر سمجھتے ہو' جنہوں نے ایک کنواں کھودا' تو لوگوں کو کھاری پانی پینے کو ملا اور ہمارے خلیفہ نے کنواں کھدوایا تو اس سے میٹھا پانی لوگوں کو ملا' یعنی وہ کنواں جو طویٰ اور حجون کی گھاٹیوں میں کھدوایا گیا ہے اس کا پانی وہاں سے ایک بڑے مشکیزے میں لا کر زمزم کے پانی کے قریب رکھا جاتا تاکہ لوگ دونوں پانیوں کا نمایاں فرق واضح طور پر محسوس کر لیں۔ اس کے بعد اس کنویں کا پانی زمین سے اتر گیا اور اب کو نہیں معلوم کہ وہ کنواں کہاں چلا گیا' یہ سند غریب ہے اور یہ کلام کفر کے مترادف ہے' اگر واقعی کہنے والے نے یہ بات کہی' میرے نزدیک عبداللہ کی طرف یہ کلام منسوب کرنا صحیح نہیں ہوتا ہے' اگر واقعی ہے تو وہ خدا کا دشمن قرار پائے گا' کہا جاتا ہے کہ اس قسم کا کلام حجاج بن یوسف کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے' بہرحال اس قسم کا کلام کسی کا بھی ہو کفریہ کلمات پر مشتمل ہے۔

۸۹ھ میں قتیبہ بن مسلم نے ترکوں سے جنگ کی اور وہ آذربائیجان کی طرف باب الابواب تک پہنچ گیا اور بہت سے شہر اور قلعے فتح اس نے فتح کر لیے۔ اس سال عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو حج بھی کرایا' ہمارے شیخ الذہبی بیان کرتے ہیں اسی سال صقلیہ اور میروقہ یا میرقہ بھی فتح ہوئے اور یہ دونوں مقامات جزیرہ صیقلیہ اور بلاد اندلس کے مقام خوردہ کے مابین دریا کے کنارے واقع ہیں۔

اسی سال موسیٰ بن نصیر نے اپنے بیٹے کو نقرس کی فتح کے لیے روانہ کیا جہاں پہنچ کر اس نے مزید بہت سے شہر فتح کیے' اس سال جو اعیان و اشراف انتقال کر گئے' ان میں عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر بھی شامل ہیں' جو تابعی تھے اور شاعر تھے' لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو زندگی میں دیکھا تھا' اور آپؐ نے ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا تھا' اور زہری نے اس بزرگ سے نسب کی بابت بہت کچھ سیکھا تھا' اس سال جو عمال مقرر تھے وہ وہی تھے جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

۹۰ھ کا آغاز

اس سنہ میں مسلمہ بن عبدالملک اور العباس بن الولید نے بلادِ روم میں جنگ کی اور دونوں نے متعدد قلعے فتح کر لیے اور رومیوں کی کثیر تعداد موت کے گھاٹ اتار دی' اس جنگ میں انہیں بہت سا مال غنیمت بھی ملا اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو قیدی بھی بنالیا' اس جنگ میں رومی خالد بن کیسان صاحب البحر کو پکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے جس نے بہت سے تحفے ولید بن عبدالملک کے پاس بھیجے۔ اسی سال ولید نے اپنے بھائی عبداللہ بن عبدالملک کو مصر کی امارت سے معزول کیا اور اس کی جگہ قرۃ بن شریک کو وہاں کا امیر بنادیا۔ اسی سال محمد بن قاسم نے سندھ کے راجہ داہر بن صعصعہ کو قتل کیا' اس جنگ میں محمد بن قاسم حجاج کی طرف سے اسلامی لشکر کا امیر وسردار بنا کر بھیجا گیا تھا' نیز اس سال قتیبہ نے نجاری شہر کو فتح کیا اور وہاں کی تمام ترک آبادی کو جو دشمن پر کمر بستہ تھے' شکست پر مجبور کردیا' جوواقعات یہاں پیش آئے ان کا ذکر بڑا طویل ہے جس کو ابن جریر نے بیان کیا ہے۔ اسی سال ملک الصفد طرخون نے نجاری کی فتح کے بعد قتیبہ سے سالانہ خراج ادا کرنے کے وعدہ پر صلح کرنا چاہی جس کا قتیبہ نے اثبات میں جواب دیا۔ اسی سال وردان حزاہ نے ترکوں کے ساتھ مل کر قتیبہ پر یورش کرنے کا ارادہ کیا اور قتیبہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا' چنانچہ وردان حزاہ نے مسلمانوں پر حملہ کردیا اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا لیکن مسلمانوں نے پلٹ کر وردان خزاہ پر زبردست حملہ کر کے ان کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا' اس موقع پر ملک الصفد سے صلح کر کے نجاری اور اس کے قلعوں کو فتح کرلیا' اس کے بعد قتیبہ نے اپنے لشکر کو لے کر اس کے ملک کی طرف واپس چلا جس کی حجاج نے اس کو اجازت دے دی تھی جب وہاں پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ صاحب الصفد نے ترکی بادشاہوں سے کہا ہے کہ عرب ڈاکوؤں اور چوروں کی طرح ہیں اگر تم انہیں کچھ دے دو گے تو یہ اسے لے کر واپس چلے جائیں گے' اور قتیبہ بھی اسی نیت سے ترک بادشاہوں کے پاس اپنی فوج لے کر آیا ہے اور اس کا مقصد بھی کچھ وصول کرنا ہے اگر ان سے اس کو کچھ مل جائے گا تو یہ اس کو لے کر واپس چلا جائے گا' اور قتیبہ نہ خود بادشاہ ہے اور نہ کسی بادشاہ پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے۔

قتیبہ کو ان باتوں کا علم ہوا تو اس نے وہ صلح نامہ توڑ ڈالا جو صاحب الصفد اور قتیبہ کے مابین ہوا تھا' اس پر تمام بادشاہ صاحب الصفد کے ساتھ ہو گئے اور قتیبہ کے خلاف سب متحد اور انہوں نے طے کرلیا کہ آئندہ فصل ربیع قتیبہ سے کر جنگ کی جائے گی' چنانچہ موجودہ فصل ربیع کے موسم میں ان بادشاہوں کے ساتھ زبردست جنگ ہوئی' یہ جنگ اس قدر شدید تھی کہ اس کی مثال نہیں ملتی قتیبہ نے اس جنگ میں ان لوگوں کے ان گنت آدمی مار ڈالے اس فتح کے بعد تمام مفتوحہ علاقوں کو ایک نظام اور ضابطہ میں منسلک کردیا گیا' جو چار فرسخ کے علاقہ پر مشتمل تھا' اس سے ان سب کی کمر ٹوٹ گئی' اور رہی سہی قوت مدافعت بھی جاتی رہی' غرض کہ ان کی جمعیت ہمیشہ کے لیے منتشر ہوگئی۔

اس سال یزید بن مہلب اور اس کے دنوں بھائی مفضل اور عبدالملک حجاج کی جیل سے فرار ہو گئے تھے' اور سلیمان بن عبدالملک کے پاس پہنچ گئے تھے' جس نے ان کو حجاج سے پناہ دی تھی' اس کی وجہ یہ تھی' کہ حجاج نے ان پر سخت پابندی لگا رکھی تھی اور

سخت تکالیف میں مبتلا کر رکھا تھا اور ان میں سے اس نے ہر ایک سے چھ لاکھ جرمانہ بھی وصول کیا تھا' ان میں سب سے زیادہ عقوبت برداشت کرنی [illegible] یزید بن مہلب تھا اور جب چاہتے تھے اس پر ظلم کرتے وہ اس کی ایک بات تک نہیں سنتا تھا اس لیے حجاج مغلوب الغضب ہو جاتا تھا' کسی شخص نے حجاج سے کہا کہ یزید بن المہلب کی پنڈلی میں بھالے کا نشان زخم میں ہنوز باقی ہے اور جب اس میں کوئی چیز لگتی ہے تو وہ بے قرار ہو کر چیخنے پر مجبور ہو جاتا ہے' حجاج نے کہا اس جگہ مزید پر کے لگائے جائیں' اس پر یزید مزید چیخا اور چلایا اور جب اس کی بہن ہند بنت المہلب جو کہ حجاج کی بیوی تھی' نے سنا اور یزید کی چیخ و پکار کی آواز اس کے کانوں میں پہنچی تو وہ بہت روئی اور آہ و بکا کی' اس پر حجاج نے ہند کو طلاق دے دی' اس کے بعد ان سب کو جیل بھیج دیا' ایک روز حجاج رات کو لشکر کا معائنہ کرنے نکلا' کچھ کرد بھی اس کے ساتھ تھے' اس نے یہاں رکھے ہوئے قیدیوں پر کچھ نگران چوکیدار بھی مقرر کر رکھے تھے' جن کے لیے کھانا تیار ہو رہا تھا' رات کے وقت جب کھانا کھانے اور کھلانے کا بندوبست ہو رہا تھا' یزید بن مہلب باورچی کا روپ بھر کر اور سفید داڑھی لگا کر' اس کی داڑھی کسی باورچی کی داڑھی سے ملتی تھی' اس لشکر گاہ سے باہر نکلنے پر کامیاب ہو گیا مگر وہاں سے نکلتے ہوئے کسی آدمی کو اس پر شبہ ہو گیا اس نے حجاج کو مطلع کیا' مگر اس دوران وہ اپنے دونوں بھائیوں مفضل اور عبدالملک کو اپنے ساتھ شام لے جانے اور ساحل تک پہنچ کر کشتیوں میں سوار ہو جانے میں کامیاب ہو گیا۔

جب حجاج کو ان باتوں کا علم ہوا اور ان تینوں کے فرار ہو جانے کی اطلاع ملی تو وہ اس سے بہت پریشان ہوا اور اس وہم میں مبتلا ہو گیا کہ شاید یہ لوگ خراسان چلے گئے ہیں اس لیے اس نے قتیبہ بن مسلم کو لکھا اور ان کی آمد سے محتاط رہنے اور ضروری نگرانی کرنے اور پیش بندیاں کرنے کی ہدایات دیں' اور سرحدی امراء کو بھی ان کی گرفتاری وغیرہ کے لیے احکامات جاری کیے' اور امیر المومنین کو بھی ان کے فرار ہونے کی اطلاع دی اور لکھا کہ وہ خراسان کے سوا اور کہیں نہیں گئے ہوں گے' اس کو خاص طور سے یزید ابن مہلب کے متعلق اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں وہ بھی خروج کر کے ابن اشعث کا کردار ادا نہ کرے اور لوگوں کو اپنے گرد جمع نہ کر لے' لیکن یزید بن مہلب وغیرہ سنگریزوں سے پر وادی سے گزر کر جہاں تک پہنچے تھے' وہاں گھوڑے ان کے لیے تیار تھے جو اس کے بھائی مروان بن مہلب نے بھیجے تھے' اور آج کے دن کے لیے تیار رکھے تھے' چنانچہ وہ گھوڑوں پر سوار ہوئے' اور ایک شخص عبدالجبار بن یزید کی راہنمائی میں شام کی طرف چل پڑے' اس بات کی اطلاع حجاج کو دو دن کے بعد ملی کہ یزید بن مہلب شام کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔

چنانچہ اس نے ولید کو لکھا اور تمام حالات سے اس کو مطلع کیا' اس دوران یزید بن مہلب اپنے بھائیوں کے ہمراہ اپنے سفر پر گامزن رہا اور بالآخر اردن میں وہیب بن عبدالرحمٰن الازدی کے گھر جا پہنچا' وہیب سلیمان بن عبدالملک پر بڑا مہربان تھا چنانچہ وہ اس کے پاس پہنچا اور اس سے بولا کہ یزید اور اس کے دونوں بھائی میرے مکان میں ہیں وہ حجاج کے خلاف تمہاری پناہ میں آ رہے ہیں' سلیمان نے وہیب سے کہا جاؤ تم انہیں میرے پاس لے آؤ وہ میری پناہ میں ہوں گے اور اس وقت تک مامون و محفوظ رہیں گے جب تک میں زندہ ہوں' وہیب بن عبدالرحمٰن الازدی واپس چلا گیا اور ان تینوں کو سلیمان بن عبدالملک کے پاس لے آیا' سلیمان نے ان سب کو پناہ دے کر اپنے بھائی ولید کو لکھا کہ میں نے آل المہلب کو پناہ دی ہے اور ان کے پاس سے لیے ہوئے

حجاج کے تین لاکھ میرے پاس موجود ہیں' اس خط کے جواب میں ولید نے سلیمان کو لکھا کہ خدا کی قسم میں یزید بن المہلب کو اس وقت تک پناہ نہیں دوں گا جب تک تم اسے میرے پاس بھیج نہ دو گے' سلیمان نے اس کا جواب دیا کہیں خدا کی قسم میں کہیں بھیجوں گا تا وقتیکہ میں خود اس کے ساتھ آپ کے پاس نہ پہنچوں' اور کہا اے امیر المومنین کیا آپ میرے جوار اور مہمان کے بارہ میں مجھے رسوا اور ذلیل کرنا چاہتے ہیں' اس پر ولید نے سلیمان کو لکھا' خدا کی قسم آپ ہرگز اس کے ساتھ نہ آئیں اور اس کو بجھ پر بھروسہ کرکے میرے پاس بھیج دیں' یزید نے اس موقع پر سلیمان سے کہا آپ مجھے ولید کے پاس بھیج دیں' میں آپ دونوں میں اپنی وجہ رنجش وعداوت پیدا نہیں کرانا چاہتا' آپ مجھے اس کے پاس بھیج دیں اور اپنے بیٹوں کو بھی میرے ساتھ بھیج دیں اور ایک خط شگفتہ عبارت میں اس کو لکھیں۔

چنانچہ سلیمان نے ولید کے پاس یزید بن المہلب کو اپنے بیٹے ایوب کے ہمراہ بھیج دیا اور اپنے بیٹے کو روانہ کرتے وقت ہدایت کی کہ جب تم ولید کی دہلیز میں داخل ہو تو میرے خط کو زنجیر پہن کر ولید کو دینا' چنانچہ جب ولید نے بھتیجے کو اس حلیہ میں دیکھا تو کہا خدا کی قسم سلیمان نے تو حد کر دی اس کے بعد ایوب نے اپنے باپ کا خط ولید کو دیا اور کہا چچا جان میں آپ پر قربان ہو جاؤں میرے باپ کی ذمہ داری کو ٹھیس نہ لگنے دیجیے گا' اور مجھے بھی ان مہمانوں کی سلامتی وتحفظ کے بارہ میں مایوس نہ کیجیے گا' اس کے بعد ولید نے سلیمان کا خط پڑھا جس میں لکھا تھا:

''امابعد! یا امیر المومنین میں سمجھتا ہوں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو پناہ نہیں دی جو آپ کا مخالف اور دشمن ہو' بلکہ میں نے ایسے لوگوں کو پناہ دی ہے جو سمیع اور مطیع ہیں اور جن کے اندر اسلام کے لیے مصائب برداشت کرنے کا جذبہ وحوصلہ ہے' مجھے امید ہے کہ آپ ان کے لیے میری ذمہ داری اور پناہ دینے کی توہین وتذلیل نہیں کریں گے بلکہ اس کی قدر کریں گے' امیر المومنین! خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میری اور آپ کی بقاء کب تک ہے میں نے جو کچھ کیا ہے اس میں آپ کی خیر خواہی اور خیر سگالی کو مدنظر رکھا ہے اور رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھا ہے' مجھے پوری امید ہے آپ میری خاطر یزید سے درگزر کریں گے اور جو کچھ اس سلسلہ میں آپ سے طلب کیا ہے اس کا احسان بھی مجھ پر ہوگا''۔

جب ولید نے سلیمان کا خط پڑھا تو کہا سلیمان نے ہمیشہ ہمارے ساتھ شفقت کی ہے اور اس کے بعد اپنے بھتیجے کو اپنے قریب بلایا' اس موقع پر یزید بن المہلب نے بھی گفتگو کی اس نے کہا:

''اے امیر المومنین! آپ کی تکالیف وآلام کو ہم اپنی تکالیف وآلام سمجھتے ہیں آپ کا وقار اور عزت ہمیں دل وجان سے زیادہ عزیز ہے' ہم نے مشرق ومغرب' شمال وجنوب ہر جگہ آپ کی اور آپ کے خاندان کی خیر وبھلائی کے لیے مصائب وآلام کو انگیز کیا ہے اور آپ کے دشمنوں سے انتقام لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے' آپ کے احسانات ہم پر اتنے عظیم ہیں کہ ہم ان کے بوجھ سے کبھی اپنی گردن نہیں اٹھا سکتے''۔

ولید نے یزید کی زبان سے یہ کلمات سن کر اس کو بیٹھنے کا حکم دیا اور اس کو امن وسلامتی کا مژدہ سنایا اور اس کو سلیمان کے پاس واپس بھیج دیا اور ساتھ ہی سلیمان کے لیے بہت سے قیمتی تحفے بھی بھیجے' اور حجاج کو بھی خط لکھا اور اس میں تاکید کی کہ یزید کے ساتھ

کوئی سختی نہ کی جائے اور جو کچھ اس سے مال وغیرہ کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اس کو بھی معاف کیا جائے اس پر حجاج نے یزید بن مہلب سے تعرض کرنا ہی چھوڑ دیا اور رقم کے مطالبہ کو بھی نظر انداز کر دیا۔ حتیٰ ابی عیینہ بن المہلب پر ایک لاکھ درہم کی واجب الادا رقم بھی معاف کر دی اس کے بعد یزید بن المہلب حجاج کی وفات تک سلیمان بن عبدالملک کے پاس ہی مقیم رہا حجاج کا انتقال ۹۵ھ میں ہوا جس کے بعد ولید نے بلاد عراق کا والی حکمران یزید بن المہلب کو بنا دیا اس سنہ میں جن بزرگوں کا انتقال ہوا وہ یہ ہیں:

بتاذوق الطبیب

طبیب حاذق تھے فن طبابت میں ان کی متعدد تصانیف ہیں حجاج کے دربار میں ان کا بڑا مرتبہ تھا ۹۰ھ کے قریب واسط میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اسی سنہ میں عبدالرحمٰن بن المسور بن مخرمہ ابوالعالیہ ریاحی اور سنان بن سلمہ بن المحبق جو ان سب سے بہادر تھے کا بھی انتقال ہوا موخر الذکر یوم الفتح پر ایمان لائے تھے غروہ ہند میں شریک ہوئے تھے اسی سنہ میں محمد بن یوسف ثقفی کا بھی انتقال ہوا جو حجاج بن یوسف ثقفی کا بھائی تھا یہ یمن کا امیر تھا اور منبر پر حضرت علیؓ پر لعنت بھیجتا تھا کہا جاتا ہے اسی نے حجر المنذری کو بھی حضرت علیؓ پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا تھا جس کے جواب میں اس نے کہا تھا جو علیؓ پر لعنت بھیجے اس پر اللہ لعنت بھیجے اور جس پر اللہ لعنت بھیجے اس پر ہزار لعنت کہا جاتا ہے ان کے پیٹ میں اس لعنت کے سبب زخم ہو گئے تھے۔

خالد بن یزید بن معاویہ

یہ ابوہاشم الاموی الدمشقی بھی کہلاتے ہیں ان کا مکان دمشق میں دارالحجارۃ کے نزدیک تھا یہ عالم و شاعر تھے علم کیمیا سے متعلق کئی چیزیں ان سے منسوب ہیں علوم طبیعہ کا بھی ان کو علم تھا انہوں نے اپنے باپ اور دحیہ الکلبی سے روایات بیان کی ہیں اور ان سے الزہری وغیرہ نے۔ زہری کا کہنا ہے کہ خالد اکثر و بیشتر روزے رکھتے تھے وہ جمعہ سنیچر اور اتوار کو عام طور پر روزہ سے رہتے تھے بالفاظ دیگر وہ تہوار کے دنوں میں روزے رکھنے کے عادی تھے مثلاً جمعہ کے دن کہ وہ مسلمانوں میں عید کا دن ہے سنیچر کے دن کہ وہ یہودیوں میں عید کا دن ہے اور اتوار کے دن کے وہ عیسائیوں میں یوم العید ہے۔

ابوزرعہ الدمشقی نے کہا ہے خالد اور اس کا بھائی معاویہ قوم کے عمدہ لوگوں میں سے تھے اور خلافت کے لیے اپنے بھائی معاویہ بن یزید کے بعد انہی کا نام زبان پر آتا تھا اور مروان کے بعد انہی کو ولی عہد مقرر کیا گیا تھا لیکن یہ اس کو راس نہ آیا اور مروان اس کی ماں کا شوہر تھا اس کے چند اقوال یہ ہیں۔

سب سے قریب چیز موت ہے۔

اور سب سے بعید آرزو۔ اور سب سے اچھی خواہش عمل ہے بعض شعراء نے اس کی تعریف میں اشعار کہے ہیں:

سألت الندا والجود حران انتما فردا وقالا اننا لعبيد

''میں نے دولت و عطا سے جو کہا تم آزاد ہو تو انہوں نے جواباً کہا ہم آزاد کہاں ہیں ہم تو غلام ہیں''

فقلت ومن مولا كما فتطاولا على وقالا خالد بن يزيد

''میں نے کہا تمہارا آقا کون ہے تو دیر تک مصر رہے اور کہنے لگے وہ خالد بن یزید ہے''

اس پر خالد نے شاعر کو ایک لاکھ درہم عطا کیے خالد بن یزید بن معاویہ حمص کے امیر تھے اور یہی وہ شخص ہے جس نے حمص کی جامع مسجد بنوائی تھی اس کے پاس چار سو غلام اس کام کے لیے مامور تھے جب یہ کام ختم ہوا تو اس نے ان سب غلاموں کو آزاد کر دیا' خالد حجاج سے کبیدہ خاطر رہتا تھا' یہی وہ شخص تھا جس نے عبدالملک کو اس وقت اشارہ کیا تھا' جب حجاج نے بنت جعفر سے نکاح کیا تھا' کہ وہ اس کو طلاق دے دے تو حجاج نے طلاق دے دی تھی' جب خالد کا انتقال ہوا تو ولید اس کے جنازہ میں شریک تھا اور اس نے اس کی نماز بھی پڑھی تھی' ایک زمانہ میں خالد کمزور ہو کر پیلا پڑ گیا تھا اس پر عبدالملک نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے اسے کچھ نہیں بتایا لیکن کچھ دنوں بعد عبدالملک کو معلوم ہو گیا کہ خالد مصعب بن زبیر کی بہن رملہ کی محبت میں گرفتار ہے' چنانچہ عبدالملک نے خالد کے لیے اس کا رشتہ طلب کیا تو رملہ نے کہا وہ پہلے اپنی بیویوں کو طلاق دے' اس پر خالد نے ان کو طلاق دے دی تو رملہ سے نکاح ہوا۔ اس نے اس کے متعلق بھی اشعار کہے تھے' اس کی وفات ۹۰ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۸۴ھ میں ہوئی ہے' لیکن پہلی تاریخ صحیح ہے۔

عبداللہ بن زبیر

ابن سلیم الاسدی الشاعر ابو کثیر جو ابوسعید بھی کہلاتا تھا' ایک روز عبداللہ بن زبیر کے پاس آیا اور ان کی تعریف و توصیف بیان کی مگر انہوں نے اس شاعر کو کچھ نہ دیا تو اس نے جل کر کہا کہ اس اونٹنی پر لعنت کرے جو مجھے تیرے پاس لے کر آئی ہے' اس پر ابن الزبیر نے کہا ہاں اور اس کے سوار پر۔ کہا جاتا ہے ان کا انتقال حجاج کے زمانہ میں ہوا۔

۹۱ھ کا آغاز

اور اس کے واقعات

۸۱ھ میں مسلمہ بن عبدالملک اور اس کے بھتیجے عبدالعزیز بن الولید نے جنگ کی تیاریاں شروع کیں' موسم گرما کی ان جنگی تیاریوں کے سلسلہ میں مسلمہ نے بلاد الترک کا رخ کیا اور مارچ کرتا ہوا آذربائیجان کی جانب سے الباب تک پہنچ گیا اور مدائن کے علاوہ بہت سے قلعے اس نے فتح کر لیے' ولید نے اپنے چچا محمد بن مروان کو جزیرہ اور آذربائیجان کی گورنری سے معزول کر کے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو وہاں کا والی و حاکم بنا دیا۔

اس سنہ میں موسیٰ بن نصیر نے بلاد مغرب پر چڑھائی کر کے بہت سے شہروں کو فتح کر لیا اور وہ ان ملکوں میں اندر تک گھستا چلا گیا' حتیٰ کہ وہ دور دراز کی آبادیوں اور بستیوں تک پہنچ گیا' جہاں ایسے محلات و مکانات تھے جو بالکل غیر آباد پڑے تھے وہاں اس نے اس ملک کی نعمتوں اور مال و دولت کے عظیم آثار و نشانات دیکھے جو ہر طرف نظر آ رہے تھے' جن سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کے باشندے کس قدر خوش حال و متمول تھے لیکن یہ سب ہلاک ہو چکے تھے' اور کوئی ان کے متعلق بتانے والا نہ تھا۔

قتیبہ بن مسلم کے لیے یہ ملک ایک حوالہ گاہ تھا' جہاں کے ترک باشندوں نے پچھلے سال بدعہدی کر کے فصل ربیع میں ان کی پیچھے کر اپنے لیے مصائب پیدا کر لیے تھے اور قتیبہ کے مقابلہ میں انہوں نے سب نے مل کر یہ عہد کیا تھا کہ جب تک وہ قتیبہ کو اس خطہ سے نکال نہ دیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے قتیبہ نے بھی ان کو کچل کر رکھ دیا اور ان کے تمام عزائم خاک میں ملا دیے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور جو کچھ صلح کرتے وقت ان لوگوں سے طے ہوا تھا اس کو بھی ختم کر دیا اور کفار سے جدال وقتال کے قتل ان کو ذلیل وخوار کر کے کیفر کردار کو پہنچایا گیا' اس کے بعد قتیبہ نے ملک الترک الاعظم نیزک خان کا تعاقب شروع کیا اور ایک اقلیم سے دوسری اقلیم تک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک اور ایک کمین گاہ سے دوسری کمین گاہ تک اس کو چھان مارا' غرض کہ اسی طریقہ پر اس کا پیچھا جاری رہا حتیٰ کہ اس کو ایک قلعہ میں تلاش کر لیا گیا اور دو ماہ تک مسلسل اس کا محاصرہ جاری رہا یہاں تک کہ نیزک خان کے پاس خوراک کا جمع شدہ ذخیرہ ختم ہو گیا اور نیزک خان اور اس کے ساتھی بھوک سے ہلاکت کے قریب پہنچ گئے اور قتیبہ نے ان کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا' تو نیزک خان قتیبہ کے پاس ذلیل وخوار ہو کر امن وپناہ کی درخواست لے کر آیا' قتیبہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور حجاج کو اس کے بارہ میں مطلع کیا' چالیس دن کے بعد حجاج کا حکم آیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے' اس پر قتیبہ نے اپنے تمام امراء واعیان کو جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا ان میں اس معاملہ میں اختلاف پیدا ہوا ایک نے کہا اس کو قتل کر دیا جائے دوسرے نے کہا قتل نہ کرو۔

بعض امراء نے کہا کہ تم نے خود سے عہد کیا تھا' اگر تم اس پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو اس کو قتل کر دو گے' اور اب تم کو اللہ نے اس پر قابو بخشا ہے' قتیبہ نے یہ سن کر جواب دیا' اگر میری عمر کے تین لمحات کلمے کہنے کے لیے باقی ہیں تو میں کہتا ہوں اس کو قتل کر دو' اس کو قتل کر دو' اس کو قتل کر دو' چنانچہ نیزک خان اور اس کے سات سو ساتھی اگلے دن صبح کو قتل کر دیئے گئے اور قتیبہ نے اس کے تمام اسباب واموال' گھوڑے' بیٹے اور عورتیں اور دیگر بہت سی قیمتی اشیاء اپنے قبضہ میں لے لیں۔

اس کے علاوہ اس سال اور بہت سے شہر فتح ہوئے' اس کے بعد قتیبہ طائفان کی طرف بڑھا جو بہت بڑا شہر تھا اور اس میں متعدد قلعے اور علاقے بھی شامل تھے۔ اس جنگ میں اس نے بعض ایسے قلعوں پر بھی قبضہ کیا' جو عورتوں اور مال واسباب سے بھرے ہوئے تھے' جن میں سونے چاندی کے برتن بھی تھے' اس کے بعد قتیبہ بن مسلم نے فاریاب کی طرف کوچ کیا جس میں بہت سے شہر اور چھاؤنیاں موجود تھیں' قتیبہ کو داخل ہوتا دیکھ کر اس ملک کا بادشاہ قتیبہ کے پاس مطیع ہو کر حاضر ہوا' یہاں قتیبہ نے اپنا ایک عامل مقرر کر دیا اور خود جوز جان کی طرف بڑھا اور اس علاقہ کو بھی اس کے حکمران سے حاصل کر کے یہاں بھی اپنا عامل مقرر کیا اور پھر بلخ کی طرف کوچ کیا اور بلخ میں داخل ہونے کے بعد ایک دن وہاں قیام کیا اور وہاں سے نکل آیا اور بغلان کے نیزک خان کا قصد کیا۔

نیزک خان نے مقابلہ کا ارادہ کیا اور اپنے لشکر کے پڑاؤ کے لیے اس گھاٹی کے دھانہ کا انتخاب کیا جو اس کے ملک میں داخل ہونے کا راستہ تھا' اور اس گھاٹی کے دھانہ پر ایک زبردست قلعہ تھا جس کو شمسیہ کہتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی' کہ یہ قلعہ بہت بلند وبالا' مضبوط اور نہایت وسیع تھا' قتیبہ کے پاس الرؤب خان جو روسب خان اور سمنجان کا بادشاہ تھا آیا اور اس نے قتیبہ سے اس شرط پر امان چاہی کہ وہ قلعہ کا راستہ بتائے گا قتیبہ نے اس کو پناہ دے کر اپنے آدمیوں کو اس کے ہمراہ قلعہ تک بھیجا' وہ رات کو

وہاں پہنچ گیا اور وہاں جنگ وجدال کے بعد بہت سے لوگوں کو مار ڈالا اور باقی لوگ بھاگ گئے اور قتیبہ گھاٹی میں داخل ہو گیا اور منجان میں بھی جو ایک بڑا شہر تھا داخل ہوا قتیبہ نے یہیں قیام کیا اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو اس علاقے کے بادشاہ نیزک خان کے تعاقب میں روانہ کیا اور ایک بڑا لشکر اس کے ساتھ کر دیا' چنانچہ عبدالرحمن اس کے پیچھے چلا اور اس کو بغلان میں جا کر گھیر لیا اور وہاں دو ماہ محاصرہ کیے رہا' حتی کہ اس کے پاس کھانے پینے کی رسد ختم ہو گئی قتیبہ نے اپنے پاس سے ایک قاصد کو ترجمان بنا کر بھیجا اس ترجمان کا نام ناصح تھا اور اس سے کہا تم نیزک خان کو لے کر میرے پاس آ ؤ اور اگر تم اس کو نہ لا سکے تو تمہاری گردن اڑا دوں گا' قتیبہ نے اس ترجمان کے ساتھ بہت سے تحفے تحائف بھی اور عمدہ کھانے بھی بھیجے۔

چنانچہ ترجمان نیزک خان کے پاس پہنچا اور اس کو کھانے وغیرہ پہنچائے اس کھانے پر نیزک خان کے تمام آدمی ٹوٹ پڑے' یہ لوگ سخت بھوک میں تھے' نیزک خان کو ترجمان نے امان بخشی اور غداری نہ کرنے کا حلف اٹھایا اور نیزک خان اور اس کے سات سو ساتھیوں وغیرہ کو اپنے ہمراہ لے کر قتیبہ کے پاس آیا اور یہاں پہنچ کر ان سب نے قتیبہ سے امان چاہی جو قتیبہ نے منظور کر لی اور ان کے ملکوں پر اعمال مقرر کر دیئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

واقدی کا بیان ہے کہ اس سال امیر المومنین ولید بن عبدالملک نے لوگوں کو حج بھی کرایا اور جب وہ مدینہ کے قریب پہنچا تو عمر بن عبدالعزیز نے اشراف واعیان مدینہ سے کہا کہ وہ امیر المومنین سے ملاقات کریں' چنانچہ جب وہ لوگ آئے تو ولید بن عبدالملک نے ان لوگوں کو خوش آمدید کہا اور ان کے ساتھ احسانات کئے' اور جب وہ مدینۃ النبیؐ کے اندر داخل ہوا تو اس کے لیے مسجد نبوی خالی کر دی گئی' اور وہاں کوئی شخص بجز سعید بن المسیب کے موجود نہ تھا' اور کسی کی جرأت بھی نہ تھی کہ ان کو وہاں سے نکال سکے۔ اس وقت ان کے جسم پر جو کپڑے تھے وہ پانچ درہم کے بھی نہ تھے' لوگوں نے ان سے کہا اے شیخ اب مسجد سے نکل جایئے' امیر المومنین آنے والے ہیں' انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم میں نہیں نکلوں گا' اتنے میں ولید مسجد میں داخل ہوا اور مسجد میں گھوم پھر کر جگہ جگہ نماز پڑھنے لگا اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے لگا عمر بن عبدالعزیز نے کہا میں نے کوشش کی کہ امیر المومنین کو سعید بن مسیّب کی جگہ نہ لے جاؤں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر ان کی نظر پڑ جائے' مگر وہ قریب پہنچ ہی گئے' اور کہنے لگے کیا یہی سعید بن المسیب ہیں؟ میں نے کہا ہاں یا امیر المومنین یہ ضعیف البصر ہیں' یہ میں نے بطور معذرت کے سعید بن المسیب کے لیے کہہ دیا تھا' اس پر ولید نے کہا ہمارا حق ہے کہ ہم ان کے پاس جائیں' جب ولید ان کے پاس پہنچا اور سلام کیا تو سعید بن المسیب اس کے لیے کھڑے نہیں ہوئے۔ اس کے بعد ولید نے کہا' شیخ کیا حال ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا الحمد للہ خیر ہے' امیر المومنین کیسے ہیں؟ ولید نے جواب دیا ''بخیر والحمد للہ وحدہ'' اسکے بعد ولید وہاں سے واپس آ گیا اور عمر بن عبدالعزیز سے کہا یہ عوام کے فقیہہ ہیں؟ عمر بن عبدالعزیز نے کہاں ہاں یا امیر المومنین' لوگ بیان کرتے ہیں۔

اس روز ولید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا اور پہلے خطبہ میں بیٹھا رہا دوسرے میں کھڑا ہوا گیا' اور پھر کہا حضرت عثمانؓ نے ایسے ہی خطبہ دیا' پھر اتر آیا اور اہل مدینہ میں بہت سا سونا تقسیم کیا اور مسجد نبوی پر اس طرح کا دبیز دیبا کا غلاف چڑھایا جیسا کہ کعبہ پر چڑھایا تھا اور جو اس کے ساتھ تھا۔

اس سال جس شخص کا انتقال ہوا اس کو صحابی [illegible] تھا، ان کے باپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا تو اس وقت السائب کی عمر سات سال تھی' یہ بخاری کی روایت ہے اور اس کو واقدی نے بھی تسلیم کیا ہے' یہ ۳ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۹۱ھ میں وفات پا گئے تھے' بعض لوگوں نے ۸۶ھ اور بعض نے ۸۸ھ مانا ہے واللہ اعلم۔

سہل بن الساعدی

جلیل القدر صحابی اور مدنی ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ان کی عمر پندرہ برس تھی یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو حجاج نے بولنے اور پبلک میں زبان کھولنے سے منع کر رکھا تھا' تاکہ لوگ ان کی آراء اور مشوروں سے مستفید نہ ہو سکیں' یہ لوگ سہل بن الساعدی کے علاوہ انس بن مالک اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم تھے' واقدی کا بیان ہے یہ آخری شخص ہیں جن کا مدینہ میں سو برس کی عمر میں ۹۱ھ میں انتقال ہوا۔

محمد بن سعد نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بخاری وغیرہ نے ان کا سنہ وفات ۸۸ھ بتایا ہے واللہ اعلم۔

۹۲ھ کا آغاز

اس سال سلمہ اور اس کے بھتیجے عمر بن الولید نے بلاد روم میں جنگ کا آغاز کیا اور بہت سے قلعے فتح کر لیے اور کافی مال غنیمت حاصل کیا اور رومی بھاگ کر اپنے ملک کی آخری حدوں پر چلے گئے' موسیٰ بن نصیر کے غلام طارق بن زیادہ نے اندلس کے شہروں میں بارہ ہزار فوج سے لڑائی کا آغاز کیا تو اس کے مقابلے کے لیے وہاں کا بادشاہ آرذیقون نکل کر میدان میں آ گیا' اور بڑے تام جھام اور تزک واحتشام کے ساتھ آیا اس کی سواری کے ساتھ اس کا تخت بھی موجود تھا' اور سر پر تاج بھی' طارق نے اس کو شکست دے کر فرار ہونے پر مجبور کر دیا اور جو کچھ اس کے لشکر کے پاس تھا' وہ بھی بطور مال غنیمت ملا جس میں تخت وغیرہ بھی شامل تھا۔ غرض کہ اندلس کے بہت سے شہروں پر طارق کا قبضہ ہو گیا۔

ذہبی نے بیان کیا ہے کہ طارق بن زیاد طنجہ کا جو بلاد مغرب کا آخری حصہ ہے' امیر تھا' اور موسیٰ بن نصیر کا غلام تھا اور ساتھ ہی اس کا نائب بھی تھا۔ اس کو جزیرہ خضراء کے مالک نے خط لکھا اور اس سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی' چنانچہ طارق اندلس کے جزیرہ میں زقاق کی سمت میں داخل ہو گیا لیکن فرنگیوں کے باہمی جدال وقتال کو بہت غنیمت سمجھ کر اندلس کے اندرونی علاقوں میں گھس گیا اور موسیٰ بن نصیر کو فتح کی خوشخبری سنائی' مگر موسیٰ کو اس کی اس انفرادی کامیابی سے حسد پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے ولید کو اس فتح کی خوشخبری تو سنائی لیکن اس فتح کو اس نے اپنی طرف منسوب کیا اور طارق بن زیاد کو دھمکی آمیز خط لکھا کہ اس نے اس کی اجازت کے بغیر ایسا قدم کیوں اٹھایا اور اس کو حکم دیا کہ وہ اس وقت تک آگے نہ بڑھے جب تک وہ وہاں خود نہ پہنچ جائے اور پھر تیزی کے ساتھ اپنی فوج لے کر اندلس میں داخل ہو گیا اس کے ساتھ حبیب بن ابی عبیدہ الفہری بھی تھا' موسیٰ کئی سال رہا اور بلاد اندلس کی فتوحات میں لگا رہا اور بہت سے شہر اور کثیر مال ودولت حاصل کرتا رہا' اس نے لوگوں کو قتل کرایا اور عورتوں اور بچوں کو

قیدی بنالیا' اس کو غنیمت میں اتنا مال و دولت ملا جس کی کوئی حد نہ تھی' سونے چاندی کے برتن' اثاث البیت اور نہایت قیمتی گھوڑے اور چیزوں کے علاوہ بکثرت دیگر قیمتی اشیا بھی اس کے ہاتھ آئیں' غرض کہ بچے کھچے تمام اندلس علاقوں اور بڑے بڑے شہروں پر اس کا قبضہ ہو گیا' اس کے علاوہ سپاہ روم کے شہروں اور قلعوں میں سے سندہ کا قلعہ بھی مسلمہ اور اس کے بھتیجے عمر بن الولید کے ہاتھ لگا اور یہ دونوں فتح کا جھنڈا لہراتے ہوئے خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گئے اس سال قتیبہ بن مسلم نے شومان' کش اور نسف کو بھی فتح کیا اور جب اہل فریاب نے اس میں رکاوٹ ڈالی تو قتیبہ نے آگ لگوادی' قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو ساز و سامان سے آراستہ و تیار کر کے صفد کی طرف روانہ کیا اور وہاں کے بادشاہ طرخون پر چڑھائی کرنے کے لیے کہا۔ عبدالرحمٰن نے طرخون خان سے بہت سے مال کے عوض صلح کر لی اور اپنے بھائی قتیبہ کے پاس واپس آ گیا جو نجاری میں مقیم تھا۔ اور پھر مرو واپس آ گیا جب طرخون نے عبدالرحمٰن سے صلح کی اور وہاں سے چلا آیا تو اہل صفد جمع ہوئے اور انہوں نے طرخون خاں سے کہا تم نے بزدلی دکھائی ہے اور عبدالرحمٰن کو جزیہ دیا ہے تم بوڑھے ہو گئے ہو اب ہمیں تمہاری ضرورت نہیں اور اس کو معزول کر کے اس کے بھائی غورک خان کو اپنا سردار بنالیا اور پھر اہل صفد نے سرکشی کر کے عبدالرحمٰن سے کیا ہوا عہد و پیمان بھی توڑ دیا جس کا حال آگے آئے گا۔

اسی سال قتیبہ نے سجستان میں ملک الترک رتبیل سے جنگ کا آغاز کیا' چنانچہ جب قتیبہ رتبیل کے علاقہ میں داخل ہوا تو اس کے قاصد صلح کرنے اور اس کے عوض بہت سا مال دینے کے لیے گفتگو کرنے کی نیت سے قتیبہ سے آ کر ملے' جو مال ان لوگوں نے صلح کی شرط کے بطور پیش کیا اس میں زرنقد کے علاوہ گھوڑے' غلام' عورتیں اور علاقہ کے بادشاہوں کی بیٹیاں بھی شامل تھیں' جب یہ سب چیزیں قتیبہ کے پاس پہنچ گئیں تو صلح ہو گئی۔

اس سال عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو حج بھی کرایا' جو اس وقت مدینہ کے نائب گورنر تھے۔

اس سال جو بزرگ وفات پا گئے' وہ مالک بن اوسؓ بن الجعد ان النضیری اور ابوسعید المدنی ہیں۔ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ جاہلیت میں گھوڑ سواروں میں تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا تھا' ان کے بارہ میں محمد بن سعد کہتے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا' لیکن ان کی حدیث یاد نہیں کی تھی' لیکن ابن معین اور بخاری اور ابوحاتم اس امر کے قطعی منکر ہیں' وہ کہتے ہیں ان کی صحبت رسولؐ صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

ان کا انتقال اسی ۹۲ھ میں ہوا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے قبل ہوا' واللہ اعلم۔

طویس المغنی

ان کا نام عیسیٰ بن عبداللہ ابوعبدالمنعم المدنی تھا۔ یہ بنی مخزوم کے غلام تھے۔ اپنے ہنر میں مہارت رکھتے تھے' دراز قد تھے اور سکہ ڈھالنے کا کام کرتے تھے' آنکھ سے بھینگے تھے' اور منحوس سمجھے جاتے تھے' کیونکہ جس دن رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اس دن ان کی پیدائش ہوئی تھی اور ان کا دودھ جس دن چھڑایا گیا اس دن حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوئی۔ جس دن حضرت عمرؓ کا قتل ہوا اس دن یہ بالغ ہوئے اور جس دن حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اس دن ان کی شادی ہوئی' جس دن حضرت حسین ابن علیؓ شہید ہوئے ان

کے یہاں اس دن لڑکا پیدا ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس دن حضرت علیؓ شہید ہوئے اس دن ان کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔

ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے ان کا انتقال ۹۲ھ میں بیاسی سال کی عمر میں سویدا میں ہوا۔ جو مدینہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے۔

اخطل

شاعر تھے ان کی شاعری میں آمد بہت تھی' یہ اپنے ہم عصر شعراء سے شعر گوئی میں سبقت لے گئے تھے۔

۹۳ھ ہجری

اس سن میں مسلمہ بن عبدالملک نے بلاد روم کے اکثر و بیشتر قلعے فتح کر لیے' جن میں چند خاص قلعوں کے نام یہ ہیں:
حصن الحدید' قلعہ غزالہ اور قلعہ ماسہ وغیرہ' اسی سال عباس بن ولید نے سمطیہ فتح کر لیا اور اسی سال مروان بن ولید نے روم پر دھاوا بولا اور حجرہ تک پہنچ گیا۔ اور اسی سال خوارزم شاہ نے قتیبہ کو صلح کی دعوت دیتے ہوئے لکھا کہ وہ اس کو اپنا شہر مدائن دے دے گا۔ اور اس کے علاوہ بہت سامال اور غلام بھی اس کو دے گا۔ بشرطیکہ وہ اس کے خوارزم بھائی سے لڑ کر اس کو شکست دے دے اور اس کو اس کے حوالہ کر دے' اس لیے کہ اس نے زمین میں فتنہ وفساد پھیلا دیا ہے اور لوگوں پر زیادتی کی ہے۔

خوارزم کے بھائی کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کسی کی بات نہیں سنتا تھا۔ اور جس کسی امیر کے پاس مال' غلام' عورتیں اور بچے دیکھتا تھا وہ اس سے طلب کر لیتا تھا۔ قتیبہ نے اپنی فوج بھیج کر خوارزم شاہ کی مدد کی۔ اور خوارزم شاہ نے بھی اپنی شرط کے مطابق جو اس نے طلب کیا وہ دے دیا۔ اور خوارزم شاہ کے بھائی کے خلاف قتیبہ نے اپنی فوج لڑنے کے لیے بھیج دی جس نے شدید قتال کے بعد خوارزم کے بھائی کو گرفتار کر لیا اور اس کے چار ہزار فوجیوں کو بھی قیدی بنا لیا۔ قتیبہ نے قیدیوں کے بارہ میں گردن زنی کا حکم دے دیا۔ جس کے مطابق ایک ہزار قیدی اس کے سامنے قتل کیے گئے۔ ایک ہزار سیدھے ہاتھ کی جانب' ایک ہزار بائیں ہاتھ کی جانب اور ایک ہزار اس کے پیچھے کی طرف قتل کر دیئے گئے۔ تاکہ اس سے ترک دشمنوں کو خوف زدہ اور مرعوب کیا جا سکے۔

فتح سمرقند

جب قتیبہ بن مسلم بلاد روم کی فتوحات سے فارغ ہوا تو اس نے وطن واپسی کا ارادہ کیا تو اس کے بعض امراء نے اس سے کہا اہل صفد نے اس سال تم کو امن کا موقع دیا ہے۔ تم ان پر اسی وقت کامیاب ہوتے جب ان کو تم بے خبری میں اچانک جا پکڑتے ہو' ورنہ مشکل ہے۔ قتیبہ نے اس امیر سے کہا' کبھی ایسی بات تم نے کسی اور سے بھی کہی ہے' اس نے کہا' اگر تم کسی اور سے ایسی بات کرو گے' تو تمہاری گردن اڑا دے گا۔ اس کے بعد قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن مسلم کو بیس ہزار فوج دے کر سمرقند کی طرف روانہ کیا اور بقیہ فوج قتیبہ خود لے کر اس سے جاملا۔

جب ترکوں نے اس کی آمد کی خبر سنی تو انہوں نے اپنے بہترین صاحبان شکوہ امراء وملوک کو جمع کر کے قتیبہ کے مقابلہ کے

لیے رات کو نکلنے کے لیے کہا' تا کہ مسلمانوں پر رات ہی کو حملہ کر دیا جائے۔ جب یہ خبر قتیبہ کو ملی تو اس نے اپنے بھائی صالح کو چھ سو بہادر سورماؤں کا دستہ دے کر حکم دیا کہ وہ ترکوں کو راستہ ہی میں جا پکڑے۔ چنانچہ وہ لوگ اسی مقصد سے چل کھڑے ہوئے اور راہ میں رک گئے۔ اور پھر تین ٹکڑیوں میں تقسیم ہو گئے۔ اور جب شب کا اندھیرا اچھی طرح پھیل گیا تو قتیبہ کے بھائی کی فوج نے ترکوں کو للکارا اور ایک دم ان پر ٹوٹ پڑے اور ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ ترکوں میں سے صرف تھوڑے ہی آدمی زندہ بچ پائے۔ صالح کی فوج نے ترکی فوج کے بہت سوں کے سر کاٹ لیے اور ان کا سارا مال لوٹ لیا اور جو اسلحہ اور سونا اور قیمتی سامان ان کے ہمراہ تھا وہ بھی لوٹ لیا' ترک فوج کے بعض لوگ آپس میں یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ تمہارا مقابلہ اس مقام قتیبہ کی سوار فوج سے ہوا ہے۔ آج ان کے حملے کے سامنے ہمارے سورما اور بڑے بڑے بہادر ٹھہر نہ سکے۔ بہر حال قتیبہ نے وہ سارا مال غنیمت' جس میں سونا اور ہتھیار اور قیمتی اشیاء شامل تھیں' سب اپنے ان فوجیوں میں تقسیم کر دیا جنہوں نے اس حملہ میں حصہ لیا تھا۔ اور اسکے بعد وہ صفد کے سب سے بڑے شہر سمرقند کے قریب مارچ کرتا ہوا پہنچ گیا۔ شہر کے قریب پہنچ کر اس نے اپنی منجنیقوں کا رخ سمرقند کی طرف پھیر دیا اور ان کے شہر پر گولہ باری کی۔ اور اسکے ساتھ اہل صفد سے سخت قتال بھی شروع ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر صفد کے بادشاہ غورک خاں نے قتیبہ کو کہلا بھیجا کہ تم مجھ سے لڑنے کے لیے میرے گھر والوں اور میرے لوگوں کو چڑھا کر لائے ہو۔ اگر ہمت ہے تو عربوں کو ساتھ لے کر لڑو۔

یہ سن کر قتیبہ آگ بگولا ہو گیا۔ اور اس نے عجمیوں کو عربوں سے علیحدہ کر کے عرب بہادروں کو عمدہ اسلحہ سے لیس کر کے شہر پر چڑھائی کا حکم دیا' جنہوں نے شہر پر زبردست حملہ کیا اور منجنیقوں سے شہر پر گولہ باری جاری رکھی' جس کے باعث سب کچھ ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا اور غورک خاں کی ساری تدبیریں شہر کو بچانے کی ناکام ثابت ہوئیں۔ غورک خاں کی فوج کے ایک شخص نے بلندی پر کھڑے ہو کر قتیبہ کو گالیاں دینی شروع کیں تو ایک مسلمان فوجی نے ایک تیر اس کی آنکھ میں ایسا مارا کہ آر پار ہو گیا اور اس کی آنکھ کو پھوڑ کر تیر باہر نکل گیا۔ اور فوراً ہی وہ شخص مر گیا۔ قتیبہ نے اس تیر انداز کو دس ہزار دیئے۔ اتنے میں رات کی تاریکی پھیل گئی۔ اور جب صبح ہوئی تو مسلمانوں نے پھر منجنیقوں سے کام لیا جس سے سخت نقصان پہنچایا۔ مسلمان منجنیقوں پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے مسلسل اہل شہر کو بھی اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ اس پر ترکوں نے قتیبہ سے کہا آج تم واپس چلے جاؤ۔ ہم کل تم سے صلح کر لیں گے۔ قتیبہ واپس آ گیا اور اگلے دن اس نے تین لاکھ سالانہ جزیہ پر صلح کر لی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس سال وہ اس کو تیس ہزار غلام دیں گے جن میں نہ کوئی بچہ ہو گا نہ بوڑھا نہ عیب دار۔

ایک روایت میں دس ہزار غلاموں کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے مورتیوں کے زیورات اور آتش کدوں کے قیمتی سامان حوالے کرنے کا بھی وعدہ کیا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ وہ شہر سے لڑنے والوں کو ہٹا لیں گے اور قتیبہ اگر چاہے تو وہاں مسجد بنا لے اور لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے اس میں منبر بھی رکھوا لے۔ اور دن کا کھانا کھا کر باہر نکل جائے۔ ان سب باتوں کو قتیبہ نے قبول کر لیا۔ چنانچہ جب قتیبہ شہر میں داخل ہوا تو اس کے ساتھ چار ہزار بہادر لوگ تھے۔ وہ شہر میں داخل ہوا اس نے وہاں مسجد بنوائی' اور اس میں ایک منبر بھی رکھوایا اور خطبہ دیا' کھانا کھایا اور پھر بتوں اور مورتیوں کے قریب آیا اور ان کو اس نے اپنے ہاتھ سے اوپر

نیچے رکھا، جس نے ایک قلعہ کی شکل اختیار کر لی۔ اس کے بعد قتیبہ نے ان سب مورتیوں اور بتوں کے ڈھیر میں آگ لگانے کا حکم دیا۔ اس پر وہاں کھڑی ہوئی پبلک جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے دھاڑیں مار مار رونے لگے۔ اس دوران ایک مجوسی نے مورتیوں میں آگ لگنے کا منظر دیکھا تو اس نے کہا ان میں ایسے قدیم بت ہیں کہ جو کوئی ان کو جلائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اور ملک غورک بھی نکل آیا اور اس نے قتیبہ کو اس فعل سے منع کیا اور قتیبہ کو مخاطب کر کے کہا۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اس کے بعد قتیبہ کھڑا ہوا اور اس کے ہاتھ میں شعلہ نار تھا۔ اس نے کہا دیکھو میں آگ لگاتا ہوں اور اپنے ہاتھ سے ان مورتیوں اور خاص بت کو نذر آتش کرتا ہوں، دیکھو تم سب مل کر میرا کیا بگاڑتے ہو۔ اور پھر کھڑے ہو کر اس نے اللہ اکبر کہا اور اس بت کو آگ میں جھونک دیا۔ اور جب وہ جل چکا تو اس میں سے تقریباً پچاس ہزار مثقال سونا برآمد ہوا۔ اور جو مال غنیمت قتیبہ کو اس موقع پر ہاتھ لگا، اس میں ایک کنیز بھی تھی جو یزدجرد کی بیٹی تھی۔ اس نے اس کنیز کو بطور تحفہ ولید کے پاس بھیج دیا، جس سے یزید بن ولید پیدا ہوا۔ پھر قتیبہ نے اہل سمرقند کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، میں تم لوگوں سے اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا جس پر میری تم سے صلح ہوئی ہے لیکن میری فوج کے کچھ حصہ کا یہاں رہنا ضروری ہے یہ سن کر غورک خاں وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور قتیبہ نے قرآن پاک کی وہ آیت تلاوت کی جس کا مطلب یہ ہے۔ ''اور اللہ نے عاد اولیٰ کو ہلاک کر دیا اور ثمود کو، اور کسی کو باقی نہ چھوڑا'' اس کے بعد قتیبہ وہاں سے مرو کو کوچ کر گیا۔ اور سمرقند میں اپنے بھائی عبداللہ بن مسلم کو اپنا نائب مقرر کر گیا اور اس کو نصیحت کر گیا کہ کسی مشرک کو سمرقند کے گیٹ میں بلا ہاتھ پر مہر لگائے اندر نہ آنے دینا اور اس کے ہاتھ پر صرف مہر کی مٹی ہی باقی رہنا چاہیے۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو اس کو قتل کر دینا، اور اگر کسی کے ہاتھ میں تلوار، چھری یا اور کوئی لوہے کی دھار چیز دیکھو تو اس کو اسی سے قتل کر دینا اور دروازہ بند کرتے وقت اگر ان میں سے کسی کو وہاں کھڑے موجود پاؤ تو اس کو بھی قتل کر دینا۔

کعب الاشعری نے اس سلسلہ میں چند اشعار کہے ہیں:

کل یوم یحوی قتیبة نهباً　　وزید الاموال مالاً جدیداً

''قتیبہ ہر روز جبراً قبضہ کر لیتا ہے اور مال و دولت میں نیا اضافہ کرتا جاتا ہے''

روخ الصغر بالكتائب حتى　　ترك الصغر بالعراء قعوداً

''اس نے اہل صغد کو اپنے لشکر سے ذلیل کر دیا ہے حتیٰ کہ ان کو کھلے میدان میں یوں ہی بیٹھا چھوڑ دیا ہے''

تولید یبکی لفقر ابیه　　واب موجع یبکی الولیدا

''بیٹا باپ کے کھونے پر ماتم کرتا ہے اور باپ غمزدہ ہو کر بیٹے کو روتا ہے''

کلما حل بلدة او اتاها　　ترکت خیله بها احذودا

''جب وہ کسی شہر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے گھوڑے وہاں کی سرزمین کو روند ڈالتے ہیں''

اس سال موسیٰ ابن نصیر نے اپنے غلام طارق کو اندلس کی امارت سے معزول کر دیا تھا حالانکہ اس نے ہی اس کو طلیطلہ شہر کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا، جہاں اس نے حضرت سلیمان بن داؤد کا مشہور دسترخوان یا کھانے کی میز دیکھی، جس پر انواع واقسام

کے اور سونے چاندی کی بہت سی اشیاء تھیں جن کو طارق نے ولید بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ مگر اس کے اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور اس کی جگہ اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہو چکا تھا۔ چنانچہ مائدہ سلیمان علیہ السلام سلیمان بن عبدالملک کو ملا جس کا تذکرہ ہم آگے چل کر مناسب مقام پر کریں گے۔ اس میں ایسی ایسی چیزیں شامل تھیں جن کو دیکھ کر عقل حیران ہوتی تھی۔ موسیٰ بن نصیر نے اپنے غلام کی جگہ اپنے بیٹے عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر کو اب عامل و حاکم بنا دیا تھا۔ اس سال موسیٰ بن نصیر نے بلاد مغرب میں اپنی فوجیں بھیج کر ہر طرف پھیلا دیں اور بہت سے شہر جزیرۂ اندلس کے مثلاً قرطبہ اور طنجہ فتح کر لیے گئے۔ اس کے بعد موسیٰ بہ نفس نفیس اندلس کے مغرب میں روانہ ہوا اور اس نے ماجہ اور البیضاء کے علاوہ اور بہت سے شہر اور علاقے فتح کیے اور کافی قصبات اور دیہات پر بھی قبضہ کر لیا۔

وہ جب کسی شہر یا علاقہ کا رخ کرتا' اس کو فتح کیے بغیر واپس نہیں کرتا تھا۔ اس نے بہت سے فوجی یونٹ اندلس کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پوری طرح تیار کر کے روانہ کیے۔ چنانچہ اس کے بھیجے ہوئے یہ فوجی یونٹ ایک ایک شہر اور ایک ایک علاقہ کو فتح کرتے جاتے تھے اور مال غنیمت حاصل کرتے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ عورتوں اور بچوں کو قیدی بھی بنا لیتے تھے۔ موسیٰ بن نصیر جب غربی اندلس سے واپس آیا تو اس کے پاس بے شمار مال غنیمت اور بے حساب تحفے تھے۔

اس سال افریقہ میں سخت قحط پڑا اور یہاں کے باشندے شدید خشک سالی اور قحط کا شکار ہو گئے تو موسیٰ بن نصیر ان کو نماز استسقاء پڑھانے کے لیے باہر نکلا اور نماز و دعا میں سب مشغول رہے حتیٰ کہ دن نکل آیا۔ اور موسیٰ بن نصیر نے منبر سے اترنا چاہا تو اس سے لوگوں نے کہا' کیا امیر المومنین کے لیے آپ دعا نہ مانگیں گے۔ اس نے جواب دیا اس کا یہ موقع نہیں ہے۔ ابھی وہ یہ کلمات زبان سے ادا کر ہی رہا تھا کہ باران رحمت جوش میں آئی اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی' جس سے لوگوں کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں اور معاشی حالت بہتر ہو گئی۔

اس سال عمر بن عبدالعزیز نے خبیب بن عبداللہ بن زبیر کے پچاس کوڑے بھی ولید کے حکم سے لگوائے اور سخت سردی میں ان کے سر پر ٹھنڈا یخ پانی بھی ڈلوایا اور ان کو مسجد کے دروازہ پر کھڑا کرا دیا تھا۔ جہاں اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خبیب کی موت کے بعد عمر بن عبدالعزیز سخت خوف زدہ رہنے لگے تھے۔ اور جب کبھی کوئی شخص آخرت کی بشارت دیتا تھا تو وہ کہتے تھے کیا کہتے ہو' خبیب میرے راستہ میں ہیں اور پھر نامراد بیوہ عورت کی مانند گریہ وزاری کرنے لگتے تھے۔ اور جب لوگ ان کی تعریف و توصیف میں کچھ کہتے تھے تو کہتے تھے اگر میں خبیب کی وجہ سے پکڑ میں نہ آؤں تو سمجھ لو خیر ہے ورنہ نہیں۔ وہ مدینہ کے حکمران تھے اور خبیب کے کوڑے لگنے کے واقعے تک رہے۔ مگر ہمیشہ ملول و اداس اور غمگین رہے اور عبادت کے ساتھ گریہ وزاری میں زندگی گزاری لیکن اس حزن و ملال اور سخت خوف نے ان کی زندگی کو یکسر بدل دیا تھا اور وہ پہلے سے زیادہ عدل و انصاف' صدقہ و خیرات' غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کی طرف مائل ہو گئے تھے۔

اسی سن میں حجاج بن یوسف کے عم زاد بھائی محمد بن قاسم نے دیبل اور سندھ کے دوسرے شہر فتح کیے۔ حجاج نے جب محمد بن

قاسم کو ہندوستان کی مہم پر بھیجا تھا اس وقت اس کی عمر صرف سترہ برس تھی چنانچہ وہ اپنی فوجوں کی قیادت کرتا ہوا راجہ داہر کے مقابلہ کے لیے میدان میں آ گیا۔ داہر کی فوج میں اس وقت بڑے جنگجو اور بہادر لوگ تھے۔ ستائیس منتخب اور چیدہ ہاتھی بھی تھے۔ بہر حال جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں تو گھمسان کا رن پڑا اور راجہ داہر اور اس کی فوج کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے ہندوؤں کا تعاقب کر کے ان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم کیرج اور برہا لو فتح کرنے کے لیے آگے بڑھا اور بہت سا مال غنیمت اور بے شمار دولت اور زر و جواہر لے کر لوٹا۔

اس عہد میں بنی امیہ کے سر میں جہاد کا سودا سمایا ہوا تھا۔ اور ان کا اس کے سوا کوئی شغل ہی نہ تھا وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے مشرق و مغرب اور بحر و بر میں پھیل گئے تھے۔ ان کی فتوحات نے چار دانگ عالم میں کفار و مشرکین کے قلوب میں مسلمانوں کا رعب اور اسلام کی عظمت و سطوت کا سکہ رواں دواں کر دیا تھا۔ مسلمان اللہ کے فضل سے جدھر بھی رخ کرتے تھے' میدان مارتے چلے جاتے تھے۔ دشمن ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر یا ہتھیار ڈال کر صلح کر لینے پر مجبور ہو جاتے تھے یا جنگ کرتے تھے تو شکست ان کا مقدر ہوتی تھی' اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمان اعلاء کلمۃ اللہ کے مقصد سے اور ظلم و جبر کے استیصال کے لیے نکلتے تھے' اور ان کی فوج میں اکثر و بیشتر صحابہ و تابعین اور صلحاء و متقین شامل ہوتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد فرماتا تھا اور کامیابی و فتح سے ہمکنار کرتا تھا۔

قتیبہ بن مسلم بلاد اتراک کو فتح کرتے ہوئے چین کی سرحد تک پہنچ گیا' جہاں پہنچ کر اس نے وہاں کے بادشاہ کو بلایا۔ وہ غریب خوف زدہ ہو گیا اور اس نے بہت سے تحفے تحائف اور بیش قیمت اشیاء بطور نذرانہ اس کے پاس بھیجیں۔ غرض کہ ہر ملک اور ہر علاقہ کے لوگ اس سے اس قدر خائف ہو گئے تھے کہ باوجودیکہ ان کی زبردست فوجیں تھیں' مگر قتیبہ بن مسلم کا نام ہی اس کے مقابلہ میں آتے ہوئے گھبراتے تھے اور خراج ادا کرنے پر راضی ہو جاتے تھے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر فتوحات کا سلسلہ جاری رہتا اور حجاج بھی کچھ دنوں زندہ رہتا تو مسلمانوں کی فوجیں چین سے واپس نہ آتیں۔ لیکن جب حجاج کا انتقال ہو گیا تو فوجیں چین کی سرحد سے واپس بلا لی گئیں اور پھر اس کے بعد قتیبہ بھی قتل ہو گیا۔ جس کو بعض مسلمانوں نے قتل کیا تھا مختصر یہ کہ ایک طرف مسلمہ بن عبدالملک بن مروان' اور امیر المومنین کا بیٹا ولید اور اس کے دو بھائی بلاد روم کی فتوحات میں مشغول رہے اور شام کی فوجوں کے ساتھ ادھر ادھر کے معرکوں میں مصروف رہے' حتیٰ کہ وہ فتوحات کرتے ہوئے قسطنطنیہ تک جا پہنچے' اور وہاں پہنچ کر انہوں نے ایک شاندار جامع مسجد کی بنیاد ڈالی' جس کو دیکھ کر فرنگیوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا اور مسلمانوں کی شجاعت اور بسالت کے کارناموں سے ان کے دل پر رعب و خوف بیٹھ گیا۔ اور دوسری طرف محمد بن قاسم ہند کے شہروں میں فتوحات کا غلغلہ بلند کر رہا تھا اور عراق کی فوجوں کا لوہا منوا رہا تھا۔ اور تیسری طرف موسیٰ بن نصیر بلاد مغرب میں اپنے مجاہدانہ کارناموں کے باعث اسلام کا نام روشن کر رہا تھا۔

اب ان تمام فتوحات کے باعث یہ تمام علاقے شرک و بت پرستی کے دائرہ سے نکل کر خدائے وحدہ لاشریک کے سچے دین کے آغوش میں آ چکے تھے' اور شام و مصر' عراق و یمن بلاد ترک' بلاد مغرب اور ماوراء النہر کے علاقے اب لا الہ الا اللہ کی پر کیف آواز

سے گونج رہے تھے اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے دل میں ہجرت کے بعد ہی اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ بیدار ہو چکا تھا اور اسلامی فتوحات کی داغ بیل حضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ کے دور ہی میں بڑھ چکی تھی اور ہجرت کے بعد ہی مسلمانوں نے اللہ کے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لیے جو جہاد شروع کیا تھا اس کو اولین عروج بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں ملا۔لیکن رفتہ رفتہ اس میں اتار چڑھاؤ شروع ہوا اور جذبہ جہاد جب سرد پڑنا شروع ہوا تو بلادِ مغرب میں اولاً فرنگیوں نے پھر ابھرنا شروع کیا۔اور انہی علاقوں میں جہاں مسلمان بڑے زور وشور سے آگے بڑھے تھے' اسلام کے نام لیواؤں کے تفرقہ وانتشار کے باعث دشمنان اسلام کو غلبہ وفوقیت کا ملنا شروع ہو گیا۔جس کے نتیجہ میں بلاد مغرب میں مسلمانوں کا پہلے زوال شروع ہوا حتیٰ کہ فاطمین کی حکومت بھی دیار مصر وشام میں کمزور پڑ گئی' اور فرنگی وہاں غالب آ گئے اور انہوں نے شام اور فلسطین پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر مسلمانوں کو موقع عنایت کیا' اور بنی ایوب اور نور الدین زنگی کے ہاتھوں پھر اس علاقہ میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا۔اور انہوں نے پھر ان علاقوں میں اسلامی حکومت قائم کر لی' جس کا ہم آگے ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

اسی سال ولید نے عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کی امارت سے علیحدہ کیا' جس کا سبب یہ تھا کہ عمر بن عبدالعزیز نے ولید کو لکھا کہ حجاج اہل عراق پر بڑے مظالم کر رہا ہے' اور وہاں کے باشندے اس کے ظلم وجور سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔یہ بات حجاج کے کانوں میں پڑ گئی' اس نے ولید کو لکھا کہ عمر بن عبدالعزیز کا ضبط ونظم بڑا کمزور ہے' اس لیے کسی سخت آدمی کو مدینہ کی گورنری پر مقرر کیا جائے جو حرمین شریفین کا معقول انتظام کر سکے۔ولید نے عثمان بن حیان کو مدینہ کا اور خالد بن عبداللہ القسری کو مکہ کا والی مقرر کر دیا' اور وہی کیا جو حجاج چاہتا تھا۔چنانچہ عمر بن عبدالعزیز شوال میں مدینہ سے نکل آئے اور سویداء میں مقیم ہو گئے اور عثمان بن حیان نے ماہ شوال ختم ہونے سے دو یوم قبل مدینہ کا چارج لے لیا۔

اس سال عبدالعزیز بن ولید نے لوگوں کو حج کرایا جو بزرگ صحابہؓ وغیرہ اس سنت میں وفات پا گئے' ان کے نام یہ ہیں:

انس بن مالکؓ

ابن النضر بن ضمضم بن زید بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار' ابو حمزہ اور بعض کے نزدیک ابو تمامہ الانصاری خادم وصاحب رسول اللہ ﷺ تھے' ان کی والدہ کا نام ام حرام ملیکۃ بنت ملجان بن خالد بن زید بن حرام تھا' جو ابی طلحہ زید بن سہل الانصاری کی زوجہ تھیں۔

انس بن مالکؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کافی حدیثیں بیان کیں ہیں اور وہ اہم علوم سے واقف تھے۔حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ اور ابن مسعودؓ وغیرہ سے بھی انہوں نے روایات بیان کی ہیں' اور خود ان سے تابعین نے روایات بیان کی ہیں۔

انسؓ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میں دس برس کا تھا۔اور جب آپ انتقال فرما گئے' تو میری عمر بیس سال تھی۔ثمامہؒ کہتے ہیں' کسی نے انسؓ سے دریافت کیا' کیا آپ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔انہوں نے جواب میں کہا' میں جنگ بدر سے کہاں غائب ہو جاتا' تیری ماں نہ رہے' انصاری نے کہا' جنگ بدر میں یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کر رہے تھے۔

ہمارے شیخ حافظ ابوالحجاج المزی نے بیان کیا ہے کہ یہ بات اصحاب المغازی میں سے کسی نے بیان نہیں کی ہے میں نے کہا وجہ ظاہر ہے کہ انہوں نے بحیثیت غازی کے بعد کوہی شرکت کی ہوگی۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان کی ماں اور ایک روایت کے مطابق ان کے چچا ابوطلحہ جو ان کی ماں کے شوہر تھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کو لے کر آئے تھے ان کی ماں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کو پیش کرتے ہوئے کہا تھا یا رسول اللہ ﷺ یہ سمجھدار انس ہے آپ کی خدمت کرے گا' میں نے انس کو آپ کو بخش دیا ہے۔ اور آپؐ نے قبول فرمالیا۔ میں نے آپؐ سے عرض کیا' یا رسول اللہؐ آپ اس کے لیے دعا کیجیے۔ تو آپؐ نے اس کے لیے دعا کی ''اے اللہ تو انس کو کثیر مال واولاد دے اور جنت میں داخل کر''۔

حضرت انس بن مالکؓ سے یہ قول پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ ''میری کنیت حضور نے ہی رکھی تھی'' آپؐ مجھے منخلہ کہتے تھے' اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی بحرین میں کھجوریں صاف کرنے اور جمع کرنے والے عملہ کے لیے اسے استعمال کیا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ کے انتقال کے بعد بصرہ منتقل ہو گئے تھے' وہاں ان کے چار مکانات تھے' ان کو حجاج کی طرف سے تکلیفیں پہنچیں اور یہ ابن الاشعث کے فتنہ کے باعث تھا جس کے باعث حجاج کو یہ وہم ہو گیا کہ شاید ان کا بھی اس معاملہ سے کچھ تعلق ہے۔ انس بن مالکؓ نے اس بارہ میں کوئی فتویٰ دیا تھا جس کی وجہ سے حجاج نے ان پر نہایت سختی کی' جس کی شکایت انہوں نے عبدالملک سے کر دی' عبدالملک نے اس سختی کے بارہ میں حجاج سے باز پرس کی' جس سے حجاج گھبرا گیا اور انس بن مالکؓ سے اس نے صلح مصالحت کر لی۔

انس بن مالکؓ ولید بن عبدالملک کے پاس اس کی ولایت کے زمانہ میں بھی ملنے گئے تھیں مکحول کہتے ہیں کہ ۹۲ھ میں جب دمشق کی جامع مسجد تعمیر ہو رہی تھی' میں نے انس بن مالکؓ کو مسجد میں چلتے ہوئے دیکھا تو میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور ان سے نماز جنازہ کے لیے وضو کی بابت دریافت کیا' اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ وضو کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ ابی مہاجر نے بتایا ہے کہ انسؓ جب ولید کے پاس پہنچے' تو اس نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے متعلق کیا سنا ہے انہوں نے کہا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ''قیامت اور تم دو انگلیوں کے مابین شگاف کے مانند ہو''۔

الزہری کہتے ہیں' انس بن مالکؓ کے پاس حاضر ہوا تو وہ رو رہے تھے' میں نے کہا' کیوں رو رہے ہو؟ جواب دیا' میں رسول اللہ ﷺ اور اصحاب زمانہ کی اب کوئی بات بجز نماز کے نہیں دیکھتا ہوں اور اس میں بھی تم نے جو چاہا وہ کر لیا ہے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق انہوں نے کہا ''اور یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے''۔ یعنی نماز کو بھی خلفاء بنی امیہ تاخیر کر کے ادا کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے'' یہ لوگ ہمیشہ تاخیر سے نماز پڑھتے تھے۔ سوائے عمر بن عبدالعزیز کہ وہ اپنی خلافت کے زمانہ میں نماز میں تاخیر نہ ہونے کا اہتمام رکھتے تھے۔

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ مجھے میری والدہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئیں' اس وقت میں لڑکا تھا' اس لیے انہوں نے مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا تھا ''یا رسول اللہؐ یہ آپ کا ادنیٰ خادم ہے' آپؐ اس کے لیے دعا

کیجیے'' تو آپ ﷺ نے یہ دعا کی تھی ''اے اللہ تو اس کو کثیر مال واولاد دے اور اس کو جنت میں داخل کر''۔ اس کے بعد انس بن مالکؓ نے کہا' دو تو ہو چکے ہیں اور تیسرے کی امید ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق انسؓ نے کہا' میرے پاس مال بھی بہت ہے۔ حتیٰ کہ میرے کھجور اور انگور کے درخت سال میں دو بار پھل دیتے ہیں۔ اور میری اولاد کی تعداد سو سے تجاوز ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے' میری صلبی اولاد ایک سو چھ ہے۔ اس روایت کو مختلف طریقوں اور الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق انس بن مالکؓ نے کہا ہے' مجھے میری بیٹی آمنہ نے کہا ہے کہ میری نسل کے ایک سو بیس افراد حجاج کی آمد تک مر چکے ہیں۔

ثابت نے انسؓ سے دریافت کیا' کیا کبھی تمہارا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے مس ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا' ہاں۔ انہوں نے کہا' ذرا مجھے اپنا ہاتھ دو' میں چوم لوں۔

سعید ذراء نے کہا ہے کہ میں نے انس بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس دن شب کو میں اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھتا ہوں' اور پھر وہ رونے لگے تھے۔ اسی طرح ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ ﷺ کے نعلین کی حفاظت کرتے تھے اور ان کے سامان کی بھی۔

ابو داؤد نے ثابت کے حوالہ سے انسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی امید رکھتا ہوں۔ اور جب یہ ملاقات ہوگی تو میں کہوں گا' یا رسول اللہ ﷺ آپ کا ننھا' خادم۔

امام احمد نصر بن انس کے حوالہ سے حضرت انس بن مالکؓ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسؓ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے دن شفاعت کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا' میں کروں گا۔ اس پر انسؓ نے حضورؐ سے پوچھا' میں آپ ﷺ کو کہاں تلاش کروں' فرمایا اولاً مجھے صراط پر تلاش کرنا۔ انسؓ نے پوچھا' یا نبی اللہ اگر میں آپ ﷺ سے وہاں نہ مل سکوں تو پھر؟ کہاں رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا پھر میزان کے پاس ملوں گا۔ انسؓ کہتے ہیں اگر آپ مجھے وہاں بھی نہ ملے تو آپ ﷺ نے فرمایا' تو تم بلا خطا مجھے حوض کوثر پر پاؤ گے۔ قیامت کے دن ان تین مقامات کے سوا میں کہیں نہ ہوں گا۔ ابو ہریرہؓ کے مطابق کسی شخص کو میں نے انس بن مالکؓ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ ابن سیرین کہتے ہیں انس بن مالکؓ حضر اور سفر میں سب لوگوں سے اچھی نماز پڑھتے تھے۔ انسؓ نے ایک مرتبہ کہا تھا' مجھ سے نماز کا طریقہ سیکھو' میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سیکھا ہے اور حضور ﷺ کو وہ طریقہ خدا نے سکھایا ہے۔ آخر کار تم کسی کو مجھ سے زیادہ قابل اعتماد نہیں پاؤ گے۔

سلیمان کے باپ بیان کرتے ہیں' میں نے انسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' میرے سوا اب کوئی قبلتین کی طرف نماز پڑھنے والا زندہ نہیں ہے۔ ابو حباب نے حریری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انس بن مالک شروع ہی سے ایسے ہیں میں نے انہیں ذکر الٰہی کے سوا کبھی بات کرتے سنا ہی نہیں' تاوقتیکہ وہ احرام اتار نہ دیں۔ اس پر انہوں نے مجھ سے کہا ہاں میرے بھتیجے حالت احرام میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے پوتے صالح بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج کے یہاں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ انس بن مالکؓ آئے اور انہوں نے کہا' باتیں بند کرو' چنانچہ جب نماز کھڑی ہوگئی تو انسؓ نے کہا مجھے

اندیشہ ہے میں نے اپنا جمعہ آپ لوگوں کو خاموش رہنے کی تاکید میں ضائع کر دیا۔ جناب ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں انس بن مالکؓ کے ہمراہ تھا۔ اتنے میں قہرمانہ آئیں اور انہوں نے کہا اے ابوحمزہ ہماری زمینیں خشک ہوگئی ہیں۔ اس پر انسؓ نے وضو کیا اور باہر کھلے میدان میں نکل گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی میں نے دیکھا پانی سے بھرے ہوئے بادل امڈے چلے آرہے ہیں اور پھر اچانک بارش شروع ہوگئی' خیال تھا کہ اس سے جل تھل ایک ہوگئے ہوں گے لیکن جب بارش رکی تو انہوں نے اپنے گھر کے کسی فرد کو یہ دیکھنے کے لیے بھیجا کہ بارش کہاں تک ہوئی ہے' اس نے جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کے گھر تھوڑی ہی بارش ہوئی تھی۔

ابن عوف محمد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب انسؓ رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو بعد کو یہ بھی کہتے تھے یا جیسا رسول اللہ نے کہا۔ ابن عوف محمد سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ انس بن مالکؓ نے کہا کہ کسی امیر نے ان کے پاس مال غنیمت میں سے کچھ بھیجا' انسؓ نے پوچھا۔ کیا خمس ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس جواب کو سن کر انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا۔

ایک مرتبہ انسؓ بیمار ہوئے' ان سے کسی نے کہا' کیا ہم کسی طبیب کو بلالیں؟ انہوں نے جواب میں کہا' کیا طبیب نے مجھے بیمار ڈالا ہے؟ علی بن یزید کہتے ہیں' میں ایک دن حجاج کے ساتھ محل میں تھا۔ اور ابن الاشعث کے واقعات لوگوں کو بتا رہا تھا۔ اتنے میں انسؓ بن مالک بھی وہاں آ گئے۔ حجاج نے کہا' یہی وہ خبیث فتنہ پرور ہے جو کبھی علی کے ساتھ ہوتا ہے' اور کبھی ابن الزبیر کے ساتھ مل جاتا ہے اور کبھی ابن الاشعث کا ہمنوا بن جاتا ہے قسم ہے اس ذات کی' جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس کو اس طرح اکھاڑ پھینکوں گا جس طرح گوند کو اکھاڑ لیا جاتا ہے' تکلے کی طرح اس کو سیدھا کر دوں گا۔ علی بن یزید نے بیان کیا' یہ سن کر انسؓ نے کہا' کیا میں یا امیر حجاج نے کہا' ہاں میری مراد بھی اسی سے ہے' اللہ تیری سماعت کھودے' حجاج نے کہا۔

چنانچہ انسؓ وہاں سے واپس آ گئے' اور حجاج اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ علی بن یزید کہتے ہیں' جب انسؓ وہاں سے چل پڑے اور ایک کھلی جگہ میں آئے تو ہم بھی ان کے ساتھ ہوئے۔ کاش اگر آج مجھے چھوٹے بچے یاد نہ آئے ہوتے تو میں اس بات کی پرواہ نہ کرتا کہ میں کس کروٹ مارا جاتا ہوں یا میں کس کو مارتا ہوں۔ جو کلمات آج میں نے سنے ہیں اس سے زیادہ استحقاف کرنے والے کلمات شاید اس کے بعد کبھی نہ سنوں گا۔ چنانچہ ابوبکر بن عیاش لکھتے ہیں کہ انس بن مالکؓ نے عبدالملک کو حجاج کے خلاف سخت شکایت لکھ بھیجی' جس میں لکھا' اگر کسی شخص کو یہود و نصاریٰ اپنے نبی کی مذمت کرتا ہوا دیکھے تو وہ اس کی عزت و توقیر کرتے' جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیس سال خدمت کی' تو میرے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ اس پر عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا کہ جیسے ہی تمہیں میرا خط ملے فوراً ابوحمزہ (انسؓ) کے پاس جاؤ' اور اس کو راضی کرو اور اس کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دو۔ ورنہ تمہیں وہی سزا ملے گی جس کے تم مستحق ہو۔

جب یہ سخت خط حجاج کو ملا' اس نے انسؓ کے پاس خود جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن اسماعیل بن عبیداللہ بن ابی المہاجر نے جو خط لایا تھا' اس نے انس کو مشورہ دیا کہ وہ حجاج کے پاس جائے اور مصالحت کے لیے سبقت کرے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اسماعیل حجاج کا دوست تھا' چنانچہ انسؓ آئے اور حجاج نے کھڑے ہو کر ان سے ملاقات کی اور کہا' ہم اور تم ایک ہیں۔ اے میرے

[illegible] موقع نہیں ملنا چاہیے۔

ابن قتیبہ نے کہا عبدالملک نے حجاج کو انس بن مالکؓ کے ساتھ گستاخی کرنے کے بعد لکھا اے بچھڑائے ہوئے زاویہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تجھے ایسی لات ماروں گا تو جہنم میں ہی جا کر گرے گا۔ اے چندھی آنکھوں والے ہوش میں آ جا احمد بن صالح عجلی نے کہا ہے جذام اور برص کی بیماری میں مبتلا صحابہ میں صرف دو ہی شخص اچھے ہوئے تھے۔ ایک معیقیب جن کو جذام کا مرض تھا۔ دوسرے انسؓ جن کو برص کی بیماری تھی۔ ابوجعفر کا کہنا ہے۔ میں نے انس کو بڑے بڑے لقمے کھاتے دیکھا اور ان کو برص کی بیماری تھی۔ اور ایوب کہتے ہیں' انس بن مالکؓ بوجہ بڑھاپا یا کمزوری روزہ رکھنے سے معذور تھے اس لیے وہ کھانا پکا کر تیس مسکینوں کو کھلاتے تھے۔ موسیٰ سنبلاوی کہتے ہیں' میں نے انسؓ سے کہا' آپ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے باقی رہ جانے والے آخری صحابی ہیں۔ اس کا جواب وہ یہ دیتے تھے' یوں تو پوری قوم عرب باقی ہے البتہ صحابہؓ میں آخری زندہ رہنے والا ہوں۔ جب ان سے مرض کی شدت کے وقت طبیب کو بلانے کے لیے کہا گیا تو جواب میں کہا کیا طبیب نے مجھے بیمار کیا ہے۔ اور کہتے تھے۔ کہ مجھے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو' یہ مختصر حکم ہے' چنانچہ اسی کا ورد کرتے کرتے دم آخر ہو گیا۔ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک پٹکا تھا' جس کو ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا تھا۔ عمر بن شبہ وغیرہ نے کہا' انسؓ کی عمر مرتے وقت ایک سو سات برس تھی۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں چورانوے سال لکھی ہے' ان کی سن وفات میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ۹۰ھ سے قبل وفات ہوئی۔ کسی نے ۹۱ھ کسی نے ۹۲ھ اور کسی نے ۹۳ھ بتائی ہے۔ اور یہی مشہور ہے واللہ اعلم۔

انس بن مالکؓ کا انتقال ہوا تو رمورق العجلی نے کہا' آج نصف علم اٹھ گیا۔ لوگوں نے کہا' یہ کیسے اے ابوالمعتمر؟ اس نے جواب دیا جب اہل الاہوا رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے بارہ میں ہماری مخالفت کرتے تھے تو ہم ان سے کہا کرتے تھے' آؤ اس شخص کے پاس چلیں جس نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست حدیث سنی ہیں

عمر بن عبداللہ بن ابی ربیعہ

ابن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم شاعر تھے۔ کہا جاتا ہے جس دن عمرؓ ابن خطاب کا انتقال ہوا تو یہ پیدا ہوئے تھے۔ اور جس دن ان کی ختنہ ہوئی' اس دن عثمان مقتول ہوئے تھے اور جس دن علیؓ قتل ہوئے اس دن ان کا نکاح ہوا' واللہ اعلم۔ یہ ملیح غزلیں کہتے تھے اور ایسی عورت کے متعلق غزلیں کہا کرتے تھے جس کا نام ثریا تھا اور علی بن عبداللہ الاموی کی بیٹی تھی' مگر اس کی شادی سہیل بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری سے ہوگئی تھی جس کے بارہ میں عمر بن ابی ربیعہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔

ایھا المنکح الثریا سھیلاً　　　عمرک اللہ کیف یلتقیان

''یہ ثریا اور سہیل کا نکاح خدا خیر کرے کیسے نباہ ہوگا''

ھی شامیۃ اذا ما استقلت　　　وتھل اذا استقل یمان

''ثریا جب کھڑی ہوتی ہے تو اس پر نحوست کا سایہ ہوتا ہے　اور سہیل برکتوں میں گھرا رہتا ہے''

بلال بن ابی الدرداء

پہلے ان کو دمشق کی امارت ملی' پھر وہاں عہدہ قضاء پر مامور ہوئے' اس کے بعد عبدالملک نے اس عہدہ سے ان کو معزول کر کے ابوادریس الخولانی کا تقرر کر دیا۔ بلال عمدہ سیرت و کردار کے آدمی تھے اور کثیر العبادت تھے۔ اور بظاہر وہ قبر جو باب الصغیر کے پاس ہے' وہ انہی ابوالدرداء کی ہے یعنی بلال بن ابی الدرداء کی نہ کہ بلال بن حمامہ کی جو رسول اللہ ﷺ کے مؤذن تھے' کیونکہ بلال مؤذن داریا میں دفن ہیں۔ واللہ اعلم۔

بشر بن سعید

المزنی السید فقیہہ اور عابد گزرے ہیں' ان کا شمار متقی اور نہایت عبادت گزاروں میں ہوتا تھا' مدینہ میں انتقال ہوا۔

زرارہ بن اوفی

یہ ابن حاجب عامری کہلاتے تھے' بصرہ کے قاضی تھے اور اہل بصرہ میں علماء کبار اور صالحین میں شمار ہوتے تھے۔ ان سے کثیر روایات منسوب ہیں۔ ایک دن صبح کی نماز میں سورۃ المدثر تلاوت کر رہے تھے۔ جب آیت:

﴿ فاذا نقر في الناقور ﴾۔

''جب صور پھونکا جائے گا''

پر پہنچے تو گر پڑے اور خدا کو پیارے ہو گئے۔ ان کا انتقال بصرہ میں ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔

خبیب بن عبداللہ

عبداللہ بن زبیر کے بیٹے تھے۔ ان کو ولید کے حکم سے عمر بن عبدالعزیز نے پٹوایا اور اس کے صدمہ سے یہ مر گئے تھے۔ اس کے چند دنوں بعد عمرؓ بھی جب معزول ہو گئے تو ان کے پٹوانے پر افسوس کر کے روتے تھے۔ خبیب بن عبداللہ کا مدینہ میں انتقال ہوا۔

حفص بن عاصم

یہ عمر بن خطاب المدنی کے بیٹے تھے۔ ان سے کثیر روایات منسوب ہیں۔ صالحین میں سے تھے۔ مدینہ میں انتقال ہوا۔

سعید بن عبدالرحمٰن

یہ عتاب بن اسید الاموی کے بیٹے تھے۔ بصرہ کے شرفاء میں سے تھے۔ نہایت سخی اور فیاض الطبع شخص تھے اور سخاوت و کرم کے لیے ان کی مثال دی جاتی تھی۔

فروہ بن مجاہد

کہا جاتا ہے کہ یہ ابدال میں سے تھے۔ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ قیدی بنا لیے گئے اور بادشاہ کے سامنے سب کے ساتھ یہ بھی پیش ہوئے۔ بادشاہ نے ان سب کو ایک مکان میں قید رکھنے اور صبح تک نگرانی کرنے کا اپنے لوگوں کو

حکم دیا۔ جب صبح کو فروہ کو پیشی کے لیے بلایا گیا تو اس نے پوچھا' کیا کبھی تمہارا گزر ہمارے ملک میں ہوا ہے۔ اس کے جواب میں اس نے کہا تمہارے ملک میں نہیں جانے کی یہ صورت پیش آئے گی۔ یہ سن کر فروہ نے تمام قیدیوں کی ہتھکڑیوں کو اپنا ہاتھ لگایا تو وہ ہاتھوں سے نکل پچیں تھیں۔ اس کے بعد وہ جیل کے دروازہ پر آئے۔ اور دروازہ کو ہاتھ لگایا تو دروازہ بھی کھل گیا۔ اس کے بعد یہ اور ان کے سب ساتھی جیل سے باہر نکل آئے اور چل پڑے اور اپنے لشکر میں آ کر شامل ہو گئے ہوا بھی تک اپنے ملک پہنچا نہ تھا۔

ابوالشعثاء جابر بن یزید

ابوالشعثاء تین چیزوں میں قیمت کم کرانے اور گھٹانے کی کبھی کوشش نہیں کرتے تھے' مکہ کے لیے سواری کے کرایہ میں' غلام کو آزاد کرنے کے خیال سے خریدنے میں' اور قربانی کا جانور خریدنے میں۔ فرماتے تھے' اللہ کے لیے جو چیز خریدو' اس میں اس کی قیمت گرانے کی کوشش نہ کرو۔

ابن سیرین لکھتے ہیں۔ ابوالشعثاء درہم ودینار کے معاملہ میں سچے مسلمان تھے' کسی نے کہا:

انـی ارأیـت فـلا تظنوا غیره   ان التـورع عـنـد هـذا الـدرهـم

''میں نے آزمالیا ہے تم بھی غلط نہ سمجھنا کہ زہد وتقویٰ درہم ودینار کے قریب ہے''

فـاذا قـدرت عـلیـه ثـم تـركـتـه   فاعلم بان تقاک تقوی المسلم

''جب تمہیں پیسہ ملے اور پھر تمہیں اسے چھوڑ دو تو سمجھو تمہارا یہ عمل مسلم کا تقویٰ ہے''

ابوالشعثاء کہتے تھے کسی یتیم ومسکین پر خرچ کیا ہوا ایک حبہ مجھے حج سے زیادہ محبوب ہے۔ ابوالشعثاء ان لوگوں میں سے تھے جو صاحب علم ہوتے ہیں' یہ بصرہ میں فتوے بھی دیا کرتے تھے۔ اور جابر بن عبداللہ جیسے صحابی سے جب لوگ کوئی مسئلہ دریافت کرتے تھے تو وہ کہتے تھے' جب تمہارے یہاں ابوالشعثاء جیسے لوگ موجود ہیں تو ہم سے مسئلہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جابر بن عبداللہ ابوالشعثاء سے کہا کرتے تھے' اے ابن یزید آپ بصرہ کے فقیہہ ہیں۔ آپ سے لوگ فتوے پوچھتے ہیں۔ آپ قرآن ناطق اور سنت ماضیہ کے مطابق ہی فتویٰ دیا کریں۔ اگر آپ نے اس کے سوا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا تو آپ خود بھی ہلاک ہوں گے اور دوسروں کو بھی ہلاک کر دیں گے۔ عمر بن دینار نے کہا ہے میں نے یقیناً کسی شخص کو جابر بن زید سے زیادہ بہتر عالم اور مفتی نہیں دیکھا۔ جب جابر بن یزید دفن کیے جا رہے تھے تو قتادہ نے کہا تھا' آج اس سرزمین کا سب سے بڑا عالم دفن ہوگیا' اسی طرح عمرو بن دینار نے کہا کہ ابوالشعثاء کہا کرتے تھے۔ الحکم بن ایوب نے چند آدمیوں کو قضاء کے منصب کے لیے متعین کیا اور میں بھی ان میں سے ایک تھا۔ اگر مجھے موقع ملتا تو میں سواری پر سوار ہو کر اس سرزمین سے نکل جاتا اور یہ عہدہ قبول نہ کرتا۔

ابوالشعثاء کا یہ قول بھی تھا کہ نیکی اور تقویٰ کے اعمال پر میری نظر الٰہی ہے' نماز بدنی عبادت ہے مال سے اس کا کوئی سروکار

نہیں۔ روزہ بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن حج بدنی اور مالی دونوں طرح کی عبادت ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں حج سب سے افضل عبادت ہے ابوالشعثاء کہتے ہیں میں ایک جمعہ کو ایک مسجد میں پہنچ کر اس کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے اللہ مجھے سب سے زیادہ اپنی طرف توجہ کرنے والا بنا دے اور سب سے زیادہ مقرب بنا دے۔ اور جو لوگ تجھ سے دعا مانگیں اور کامران ہوں ان سب سے زیادہ مجھے کامران و کامیاب اور مستجاب الدعاء بنا دے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ جابر بن یزید ہمارے پاس نماز پڑھنے کی جگہ میں ایسی حالت میں آئے کہ وہ بہت ہی پرانی جوتیاں پہنے ہوئے تھے آ کر کہنے لگے میری عمر ساٹھ سال کی ہوگئی ہے لیکن یہ جوتیاں مجھے ہر چند سے زیادہ پیاری اور عزیز تر ہیں الا یہ کہ کوئی عمل خیر کروں۔

جابر بن یزید کو اگر کہیں سے کھوٹا سکہ مل جاتا تو وہ اس کو توڑ ڈالتے تھے تاکہ کوئی مسلمان اس کو دھوکہ میں نہ لے لے۔

امام احمد نے مالک بن دینار کے حوالہ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک روز جابر بن یزید ان کے پاس آئے تو وہ قرآن پاک کی کتابت کر رہے تھے تو انہوں نے ابوالشعثاء سے پوچھا کہ یہ کام انہیں کیسا لگا' کہنے لگے' تم اللہ کے کتاب کی' اس کے ایک ورق اور ایک ایک آیت کی کتابت کر رہے ہو۔ یہ تمہارا فعل حلال ہی ہے' اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور مالک بن دینار نے کہا ہے' میں نے ابوالشعثاء سے اس قول خداوندی کے بارہ میں دریافت کیا:

﴿ اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ﴾ .

اس کے جواب میں انہوں نے کہا' اس سے عذاب دنیا کا ضعف اور عذاب آخرت کا نصف مراد ہے۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیْنَا نَصِیْرًا ﴾ .

''اور پھر تجھ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی مدد پہنچانے والا نہ ملے گا''۔

سفیان کہتے ہیں' لوگوں نے بوقت مرگ جابر بن یزید سے پوچھا' اب تمہاری کیا خواہش ہے۔ کہنے لگے حسن کو ایک نظر دیکھنے کی آرزو ہے۔ ثابت کہتے ہیں حسن کو خبر کی گئی' اور جب وہ آئے تو سواری پر آئے' اتر کر اندر داخل ہوئے تو جابر بن یزید نے کہا' مجھے اٹھا کر بٹھا دو' جب بیٹھ گئے تو برابر زبان سے یہی کہتے رہے' اے اللہ میں تجھ سے عذاب نار اور سوء حساب سے تیری پناہ کی درخواست کرتا ہوں۔ ابن عیینہ کہتے ہیں۔ میں نے ہندہ بنت المہلب بن ابی صفرہ کی بابت سنا ہے کہ وہ سب عورتوں سے اچھی تھیں۔ اور جب لوگوں نے ان سے جابر بن یزید کی بابت ذکر کیا تو وہ بولیں' جابر بن یزید مجھ سے اور میری ماں سے ٹوٹ کر ملتے تھے' اب مجھے عرصہ سے ان کا کچھ پتہ نہیں' وہ ہر اس چیز کی مجھے تلقین کرتے تھے' جو خدا سے قریب کر دیتی' اور ہر اس چیز سے مجھے منع کرتے تھے جو خدا سے دور کر دیتی۔ انہوں نے کبھی مجھ ترک دنیا اور رہبانیت کی طرف راغب نہیں کیا۔ اور نہ کبھی اس کا حکم دیا کہ میں مصائب پر صبر کروں۔ اور وہ مجھے حکم دیتے کہ میرا دوپٹہ کہاں ہونا چاہیے۔ اور اس کے بعد اس نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ لیا' جابر بن یزید نے صحابہ کی متعدد جماعت سے روایات بیان کی ہیں۔ اور ان کی اکثر و بیشتر روایات ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔

۹۴ھ کی فتوحات

اس سن میں عباس بن ولید نے ارض روم میں جنگ کا آغاز کیا اور انطاکیہ فتح کیا اور ان کے بھائی عبدالعزیز بن ولید نے جنگ کا بیڑہ اٹھایا تو غزالہ پہنچ گیا۔ اور ولید بن ہشام معیطی نے مرج الحمام کی سرزمین پر دھاوا بول دیا۔ اور یزید بن ابی کبشہ شام کی سرزمین پر اتر گیا' جہاں زلزلہ آیا۔ اور اسی سن میں مسلمہ عبدالملک نے ارض روم میں پہنچ کر سندرہ کو فتح کرلیا۔ غرض کہ اسی مبارک سال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں ولید بن عبدالملک کے عہد میں اور ان کی اولاد واقرباء وامراء کے دور میں ایسی شاندار اور عظیم کامیابیاں عطا فرمائیں کہ عمر فاروق ؓ کا مبارک جہاد کا نقشہ نظروں کے سامنے آ گیا' اسی عہد میں محمد بن قاسم نے ارض ہند کو فتح کیا' جہاں اموال کثیرہ غنیمت میں اتنا مال ملا جو حد شمار سے باہر تھا۔ اس سال قتیبہ بن مسلم نے شاش اور فرغانہ کے علاقے فتح کیے' اور وہ فتح کرتا ہوا خجندہ اور کاشان تک پہنچ گیا۔ خجندہ اور کارشان دراصل فرغانہ صوبہ کے ہی دو مشہور شہر ہیں۔ اور یہ سب کچھ صغد اور سمرقند کی فتوحات کے بعد کی فتوحات ہیں۔ قتیبہ بن مسلم ان فتوحات کے بعد کابل کی طرف بڑھا' اور اس کا محاصرہ کر کے اس نے اس کو بھی فتح کرلیا۔ یہاں اس کو بہت سے ایسے مشرکوں سے سابقہ پڑا جو نسلاً مشرک تھے۔ چنانچہ قتیبہ نے ان لوگوں سے خجندہ کے قریب دو دو ہاتھ کر کے ان کا صفایا کر دیا' اور ان کے تمام علاقوں پر قبضہ کرلیا اور ان کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور جو باقی بچے' ان کو قیدی بنالیا۔

مقتل سعید بن جبیرؒ

ابن جریر لکھتا ہے ۹۴ھ میں حجاج نے سعید بن جبیرؒ کو قتل کرا دیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب حجاج بن یوسف ثقفی نے ملک الترک رتبیل سے جنگ کرنے کے لیے ابن الاشعث کی سرکردگی میں فوج روانہ کی تو فوج کے خزانچی کے طور پر اس نے اشعث کے ساتھ سعید بن جبیرؒ کو بھی بھیجا تھا۔ لیکن جب ابن الاشعث حجاج کے خلاف ہو کر حجاج کی اطاعت سے نکل گیا تو ابن الاشعث کی پیروی میں سعید بن جبیرؒ نے بھی حجاج کو چھوڑ دیا۔ لیکن جب حجاج ابن الاشعث کے خلاف کامیاب ہو گیا تو سعید بن جبیرؒ بھاگ کر اصفہان چلے گئے۔ حجاج نے اپنے نائب کو لکھا کہ سعید کو میرے پاس بھیج دیا جائے۔ جب سعید بن جبیرؒ کو معلوم ہوا تو وہاں سے فرار ہو کر مکہ آ گئے' اور ہر سال عمرہ اور حج میں مشغول رہنے لگے۔

مکہ کا گورنر اس زمانہ میں خالد بن عبداللہ القسری تھا۔ کسی نے سعید بن جبیرؒ کو اشارہ کیا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ اس پر سعید بن جبیرؒ نے کہا' قسم ہے خدا کی اب مجھے بھاگتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کیوں بھاگوں؟ اور تقدیر سے بھاگ کر کہاں جاؤں گا۔ اب عمر بن عبدالعزیز کی جگہ عثمان بن حیان مدینہ کا گورنر ہو گیا تھا۔ اور ابن الاشعث کے آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر مدینہ سے حجاج کے پاس بھیج رہا تھا۔ اس نے خالد بن ولید القسری سے بھی معلومات حاصل کیں۔ اس نے ایسے مفرور لوگوں اور حجاج کے خلاف آدمیوں میں سے چند آدمیوں کے نام مکہ سے بھی بتلا دیئے جن میں سعید بن جبیرؒ' عطاء بن رباح' مجاہد بن جبیرؒ' عمرو ابن دینار اور طلق ابن

حبیب شامل تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حجاج نے ولید کو لکھ کر بھیجا تھا کہ مکہ میں کچھ اہل شقاق ونفاق جمع ہیں۔ اس پر خالد بن عبداللہ القسری نے عطاء اور عمرو بن دینار کو تو معاف کر دیا اور بقایا تین آدمیوں کے نام لکھ کر حجاج کو بھیج دیئے۔ اور ساتھ ہی ان تینوں کو اس کے پاس روانہ کر دیا۔ ان میں سے طلق تو منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں فوت ہو گئے اور مجاہد حجاج کی موت سے قبل ہی جیل میں مر گئے۔ اب صرف حجاج کے سامنے پیش ہونے کے لیے سعید بن جبیرؒ ہی رہ گئے تھے۔ یہ جب حجاج کے سامنے آئے تو اس نے کہا اے سعید! کیا میں نے تمہیں اپنی امانت میں شریک نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے تمہیں عامل بنا کر نہیں بھیجا تھا؟ کیا میں نے یہ نہیں کہا تھا؟ کیا میں نے وہ نہیں کیا تھا۔ سعید ہر ایک کے جواب میں کہتے جاتے تھے' ہاں۔ سعید کہتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ حجاج شاید میری گلوخلاصی کر دے گا۔ حتیٰ کہ اس نے جب یہ پوچھا کہ سعید آخر کیا وجہ تھی کہ تم میرے خلاف ہو گئے۔ اور امیر المومنین ولید کی بیعت سے نکل گئے۔ اس پر سعید نے کہا اس پر مجھ سے ابن الاشعث نے بیعت لی تھی۔ یہ جواب سن کر حجاج غضب ناک ہو گیا اور غصہ سے کانپ گیا حتیٰ کہ چادر بھی اس کے کندھے سے گر گئی اور کہا' سعید افسوس ہے تجھ پر کیا تمہیں میرے مکہ کے اقدامات کا علم نہیں جہاں میں نے ابن الزبیر کو قتل کیا' اور اس کے اہل وعیال سے بیعت لی تھی۔ اور تم سے امیر المومنین عبدالملک کے لیے بیعت لی تھی' اس پر سعید نے کہا' ہاں صحیح ہے پھر تم کوفہ آئے اور وہاں کے والی عراق کے سامنے پھر امیر المومنین کے لیے بیعت کی تجدید کی' اور پھر میں نے تم سے دوبارہ امیر المومنین کی بیعت لی۔ سعید بن جبیرؒ نے اس کا جواب بھی اثبات میں دیا' اس پر پھر حجاج نے کہا' آخر تم نے دو مرتبہ امیر المومنین کی بیعت کیوں توڑی اور اس جولاہے کے بیٹے جولاہے کا ساتھ دیا۔ ''سنتری اس کی گردن اڑا دو''۔ چنانچہ سعید بن جبیرؒ کی گردن اڑا دی گئی۔

واقدی بھی اسی قسم کے واقعات لکھتے ہیں۔ البتہ اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ حجاج نے سعید بن جبیرؒ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے ایک لاکھ روپیہ تمہیں دیا تھا اور کیا میں نے یہ نہیں کہا تھا' وہ نہیں کیا تھا۔ مالک بن اسماعیل کا بیان ہے۔ جب حجاج نے سعید بن جبیرؒ کو قتل کرا دیا تو ان کا سر کھل گیا۔ اور انہوں نے تین دفعہ لا الہ الا اللہ کہا۔ ایک مرتبہ واضح طور پر اور دو مرتبہ غیر واضح طور پر یہ الفاظ سنے گئے۔ ابوبکر باہلی کہتے ہیں میں نے انس بن ابی شیخ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب حجاج سعید بن جبیرؒ کے پاس آیا تو اس نے کہا' خدا لعنت کرے اس نصرانی کے بچہ خالد القسری پر' جس نے سعید بن جبیرؒ کو مکہ سے حجاج کے پاس بھیج دیا' کیا میں سعید بن جبیرؒ اور اس کے گھر کو جو مکہ میں ہے' اچھی طرح نہیں جانتا ہوں۔ اس کے بعد وہ سعید بن جبیرؒ کے سامنے آ کر بالمشافہ کھڑا ہوا' اور کہنے لگا' اے سعید تمہیں میرے خلاف کس چیز نے خروج پر مجبور کیا؟ اس پر سعید نے کہا' خدا امیر کو نیکی دے' میں ایک مسلمان ہوں' کبھی صحیح کام کرتا ہوں اور کبھی غلط کام بھی ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر حجاج خوش ہو گیا اور اس کے چہرہ پر سے غصہ کے آثار جاتے رہے۔

ایک اور روایت کے مطابق سالم افطس بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیرؒ کے پاس حجاج نہیں پہنچا' تو سعید سواری پر کہیں جانے کا ارادہ کر رہے تھے' اور انہوں نے اپنا ایک پاؤں رکاب میں رکھ بھی لیا تھا کہ حجاج نے کہا' تم اس وقت تک سوار نہیں ہو سکو گے' جب تک میں تمہیں جہنم رسید نہیں کر دوں گا۔ پھر حکم دیا' ان کی گردن اڑا دو' اور گردن اڑا دی گئی۔

راوی بیان کرتا ہے' ایسا معلوم ہوا تھا کہ حجاج سعید بن جبیرؒ کا مرتبہ نہیں پہچان سکا' گویا اس کی عقل ماری گئی تھی اور وہ بیڑیاں بیڑیاں کی آواز لگا رہا تھا۔ لوگوں نے اس سے یہ سمجھا کہ سعید بن جبیرؒ کی وہ بیڑیاں نہیں جو ان کے پیروں میں ڈال دی گئیں تھیں اور آج کاٹ کر ان کی پنڈلیوں سے نکالی گئی تھیں۔ عبداللہ بن خباب کہتے ہیں کہ سعید بن جبیرؒ حجاج کے پاس لائے گئے اس نے کہا' تم نے کیا مصعب بن زبیر کو لکھا تھا' اس نے کہا' ہاں لکھا تھا۔ اور کہا خدا کی قسم میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا۔ انہوں نے جواب دیا' میں جیسا کہ میری ماں نے میرا نام رکھا ہے' سعید بن جبیر ہوں۔

کہا جاتا ہے اس کے بعد حجاج نے سعید بن جبیرؒ کو قتل کرا دیا مگر سعید کو قتل کرانے کے بعد حجاج بھی چالیس دن مر گیا۔ اور جب وہ سوتا تھا تو سعیدؒ اس کا دامن پکڑ کر کہتے تھے' تو نے آخر مجھے کیوں قتل کیا ہے؟ اے دشمن خدا' اس کے جواب میں حجاج کہتا تھا' مجھے اور سعید کو کیا ہو گیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے' سعید بن جبیر ہشام الاسدی بنی والبہ کے غلام تھے جو کوفہ کے اہم تابعین میں تھے' اور سیاہ رنگ کے تھے۔ کہا جاتا ہے سعید بن جبیرؒ کا قتل شعبان میں ہوا تھا اور حجاج کا انتقال رمضان میں ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں' اس سے چھ ماہ قبل ہوا تھا۔ امام احمد کہتے ہیں سعید بن جبیرؒ قتل ہو گئے' لیکن ان کی موجودگی میں اس سرزمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو۔ کہا جاتا ہے ان کے بعد حجاج نے پھر کسی شخص پر اپنا تسلط نہیں جمالیا۔ ہم حجاج کے تذکرہ میں اس کے متعلق بیان کریں گے۔ ابن جریر نے کہا ہے اس سال کو فقہاء کا سال کہا جاتا کیونکہ ۹۴ھ میں بہت سے فقہاء مدینہ سے اٹھ گئے۔ اولاً علی بن الحسین بن زین العابدین کا انتقال ہوا۔ ان کے بعد عروہ بن الزبیر کا' پھر سعید بن المسیب کا' پھر ابوبکر عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کا۔ اور اہل مکہ میں سے سعید بن جبیرؒ کا۔ ہم نے ان سب کا ذکر اپنی کتاب تکمیل میں تفصیل سے لکھا ہے اور کچھ یہاں سے بھی انشاء اللہ ذکر کریں گے۔ ابن جریر کے قول کے مطابق اسی سن میں ولید نے ہشام بن سلیمان بن صرد کو قاضی بنالیا اور امسال عباس بن ولید نے لوگوں کو حج کرایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلمہ بن عبدالملک نے حج کرایا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلمہ بن عبدالملک نے حج کرایا تھا۔ مکہ کا نائب گورنر اس وقت خالد القسری تھا اور مدینہ کا عثمان بن حیان تھا اور پورے مشرقی علاقہ کا گورنر حجاج تھا۔ اور خراسان میں قتیبہ بن مسلم۔ اور کوفہ کا نائب گورنر حجاج کی طرف سے زیاد بن جریر مقرر تھا۔ یہاں عہدۂ قضا پر ابوبکر ابی موسیٰ تھے۔ اور بصرہ کی امارت پر حجاج کی طرف سے جراح بن عبداللہ الحکمی امیر مقرر تھے۔ اور یہاں کے عہدۂ قضا پر عبداللہ بن آذینہ مامور تھے۔ واللہ اعلم۔

جو مشاہیر واعیان ۹۴ھ میں وفات پا گئے

سعید بن جبیر الاسدی ابوالبی جن کے مولا و آقا ابو محمد تھے' کوفی اور مکی تھے۔ اصحاب ابن عباس کے اکابرین میں تھے۔ اور تفسیر وفقہ اور مختلف علوم کے امام تھے۔ اللہ کے نہایت اور صالح بندے تھے رحمہ اللہ۔ انہوں نے کثیر صحابہؓ کو دیکھا تھا۔ اور ایک کثیر جماعت سے روایات بھی بیان کی ہیں۔ ان سے بھی تابعین کی معتدبہ جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز میں پورا قرآن شریف ختم کر لیا کرتے تھے' وہ کعبہ میں بیٹھ کر قرآن پاک ختم کر لیتے تھے۔ انہوں

نے اکثر قرآن پاک خانہ کعبہ کے اندر وسط میں بیٹھ کر ختم کیا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ میں ایک رات میں ڈھائی قرآن ختم کیے تھے۔ عمرو بن میمون اپنے باپ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ سعید بن جبیرؒ مر گئے مگر کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس نے ان سے اپنے علم کی پیاس نہ بجھائی ہو۔ انہوں نے ابن الاشعث کے ساتھ حجاج کے خلاف علم اختلاف بلند کیا تھا اور جب حجاج ابن الاشعث پر غالب آ گیا تو سعید بن جبیرؒ بھاگ کر اصبہان چلے گئے مگر بہرحال عمرہ اور حج کے لیے مکہ آتے رہے۔ وہ جب کوفہ میں داخل ہوتے تھے لوگوں سے احادیث بیان کرتے ہیں' لیکن خراسان میں وہ احادیث نہ بیان کرتے تھے اور نہ کوئی ان سے دریافت کرتا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ لوگ علمی باتیں مجھ سے دریافت کریں۔ وہ تقریباً بارہ سال حجاج کے خوف سے اس کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔ اس کے بعد خالد قسری مکہ کے نائب امیر نے ان کو حجاج کے پاس بھیج دیا۔ اور وہاں اس نے ان کے ساتھ نہایت ناروا اور ظالمانہ سلوک کیا۔

سالم بن ابی حفصہ بیان کرتے ہیں کہ جب سعید بن جبیرؒ کو حجاج کے پاس لایا گیا تو اس نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا' تم فاتر العقل کے بد بخت بیٹے ہو۔ انہوں نے جواب دیا نہیں' میں سعید بن جبیرؒ ہوں۔ اس نے کہا' میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا' تم بد بخت کہتے ہو اور میری ماں کو بھی بد بخت کہتے ہو۔ حالانکہ میرا نام سعید رکھا ہے۔ اس کے بعد حجاج نے ان کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا' مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو۔ حجاج نے کہا' ان کا چہرہ نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو۔ انہوں نے جواب دیا اور قرآن کی آیت پڑھی جس کا مطلب ہے ''تم جدھر رخ کرو گے اللہ کا رخ بھی ادھر پاؤ گے''۔ پھر سعید بن جبیرؒ نے کہا' میں تجھ سے ٹھیک اسی طرح رحمٰن کی پناہ مانگتا ہوں جس طرح مریم نے مانگی تھی۔ اور قرآن کی یہ آیت پڑھی جس کا مطلب ہے۔ ''میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو نیک ہے''۔

سفیان کہتے ہیں' حجاج نے سعید بن جبیرؒ کے بعد صرف ایک آدمی اور مارا تھا۔ ایک روایت میں ہے حجاج نے جب سعید بن جبیرؒ سے کہا کہ تمہیں آگ کی دھکتی دنیا میں پھینک دوں گا۔ تو انہوں نے جواب دیا' اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تمہارے اختیار میں یہ بھی ہے تو میں تمہیں معبود بنا لیتا۔ ایک اور روایت میں ہے۔ جب حجاج نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو کہا کہ ان کا منہ نصاریٰ کے قبلہ کی طرف پھیر دو' تو انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

﴿ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ﴾ .

پھر حجاج نے کہا' ان کو زمین پر گرا دو۔ اس پر سعید بن جبیرؒ نے آیت پڑھی:

﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴾ .

''ہم نے مٹی ہی سے تم کو پیدا کیا ہے' اسی میں تم کو لوٹا دیں گے' اور اسی سے تم کو دوبارہ نکال لیں گے''۔

اور جب حجاج نے حکم دیا' ان کو ذبح کر دو تو سعید بن جبیرؒ نے کہا' اے اللہ! آج کے بعد اس کو کسی پر قابو نہ دینا۔ ابو نعیم نے سعید بن جبیرؒ کے قتل کے متعلق اور بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ کہتے ہیں۔ اس ہولناک قتل کے بعد حجاج زیادہ زندہ نہیں رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا سے اٹھا لیا۔ کسی روایت کے مطابق پندرہ دن' اور کسی روایت کے مطابق چالیس دن بعد اس کا بھی انتقال ہو گیا۔

سعید بن جبیرؒ کی عمر کے بارے میں قدرے اختلاف ہے' کسی کے نزدیک ان کی عمر بوقت قتل انچاس سال تھی۔ اور کسی کے نزدیک ستاون سال۔ ابوالقاسم الکلائی کہتے ہیں ان کا قتل ۹۵ھ میں ہوا' لیکن ابن جریر کہتے ہیں ۹۴ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم۔

اس کے بعد ہم سعید بن جبیرؒ کے کچھ اچھے مقولے بیان کرتے ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے' بہترین خشیت وہ ہے کہ انسان اللہ سے ایسا خوف وخشیت رکھے جو اس کے اور معصیت کے درمیان حائل ہو جائے۔ اور بندہ کو طاعت الٰہی پر آمادہ کر دے' ایسی ہی خشیت نفع بخش ہوتی ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا' کہ اطاعت الٰہی کا نام ذکر ہے' جس نے اللہ کی اطاعت کر لی' اس نے اس کا ذکر کر لیا۔ اور جس نے اطاعت نہ کی' اس کا ذکر بے معنی ہے' خواہ کتنی ہی تسبیح وتہلیل کرتا رہے۔ ان لوگوں نے پوچھا' سب سے بڑا بندہ کون سا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا' جو گناہوں سے دور رہے۔ اور جب کبھی اس کے گناہ کے مقابلہ میں اس کے اعمال حسنہ کا ذکر کیا جائے تو اپنے اعمال کو بڑا نہ سمجھے' بلکہ حقیر جانے۔

حجاج نے جب ایک مرتبہ ان سے کہا کہ تم پر افسوس ہے' تو انہوں نے کہا افسوس اس پر ہے جو جنت سے دھتکارا جائے اور دوزخ داخل کیا جائے۔ اس پر حجاج نے کہا' ان کی گردن اڑا دی جائے' اس پر انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا' میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہاں تک کہ میری تمہاری ملاقات قیامت کے دن ہو۔ میں اللہ کے نزدیک تمہارا دشمن ہو۔ اس پر ان کو گردن کے پچھلے حصہ کی طرف ذبح کیا گیا۔ جب اس دردناک قتل کی اطلاع حسن کو ہوئی' تو انہوں نے کہا' جابروں اور ظالموں کا زور توڑنے والے خدا' تو حجاج کو ہلاک کر دے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ تین دن زندہ رہا اور پیٹ میں کیڑے پڑ جانے اور بدبو پھیل جانے کے بعد مر گیا۔

سعید بن المسیب

ابن حزن بن ابی ذہب بن عائذ بن عمران المخزوم القرشی ابومحمد المرتف سید التابعین گزرے ہیں۔ اور عمر فاروقؓ کی اختتام خلافت سے دو چار سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ الحاکم عبداللہ بیان کرتے ہیں انہوں نے عشرہ مبشرہ کا زمانہ پایا تھا۔ انہوں نے عمرؓ سے روایات بیان کی ہیں۔ کہا جاتا ہے' انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمانؓ' حضرت علیؓ اور سعید اور ابی ہریرہؓ سے حدیث کی سماعت کی تھی۔ اور مؤخر الذکر کے داماد بھی تھے اور ان کی باتوں سے واقف بھی تھے۔

ابن عمرؓ کہتے ہیں' سعید بن المسیب بڑے متقی اور مطیع الٰہی تھے۔ الزہری بیان کرتے ہیں' میں ان کے ساتھ سات برس رہا ہوں' ان سے زیادہ کسی کے پاس میں نے علم نہیں دیکھا۔ اور مکحول بیان کرتے ہیں' میں نے طلب علم کے لیے دنیا بھر کا چکر لگایا' لیکن سعید سے زیادہ کسی کو عالم نہیں پایا۔ اوزاعی کہتے ہیں الزہری اور مکحول سے لوگوں نے پوچھا' ان کی نظر میں سب سے زیادہ فقیہہ کون ہے؟ دونوں نے بالاتفاق سعید بن المسیب کا نام لیا۔ لوگ ان کو فقیہ الفقہاء کہتے تھے۔ یحییٰ بن سعید سعید بن المسیب کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک حدیث کی تلاش میں شب وروز کا سفر کیا ہے۔

مالکؒ بیان کرتے ہیں' مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن عمرؓ سعید بن المسیب کے پاس آدمی بھیج کر حضرت عمرؓ کے قضایا احکام معلوم

کیا کرتے تھے۔ ربیع نے امام شافعی کے حوالے سے کہا ہے۔ کہ سعید بن المسیب سے منقول مرسل کا درجہ بھی حسن کے برابر ہے۔ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک صحیح کے برابر ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ سعید بن المسیب افضل التابعین ہیں۔ علی بن المدینی کا قول ہے' مجھے تابعین میں سعید بن المسیب سے زیادہ کوئی عالم نظر نہیں آتا ہے۔ احمد بن عبداللہ العجلی نے کہا ہے' سعید صالح اور فقیہ انسان تھے' وہ عطایا قبول نہیں کرتے تھے' ان کی کل پونجی چار سو دینار تھی۔ وہ زیتون کی تجارت کرتے تھے اور بھینگے تھے۔ ابوزرعہ نے کہا ہے' وہ مدنی اور ثقہ امام تھے۔ ابوحاتم نے کہا ہے' تابعین میں ان سے زیادہ نجیب و افضل کوئی نہ تھا اور وہ ابوہریرہؓ کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ واقدی نے کہا ہے' وہ فقہاء کے سال یعنی ۹۴ھ میں انتقال کر گئے' ان کی عمر پچھتر سال کی ہوئی' رحمہ اللہ۔

سعید بن المسیب نہایت متقی اور زاہد و متورع انسان تھے' وہ کبھی فضول اور بیکار باتیں کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور حدیث بیان کرتے وقت ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ایک شخص ان کے پاس آیا اور یہ مریض تھے' اس نے ان سے کوئی حدیث پوچھی' سعید بیٹھ گئے' حدیث بیان کی اور پھر لیٹ گئے۔ اس شخص نے کہا' شاید آپ میری طرف توجہ نہیں کر رہے ہیں۔ سعید نے جواب دیا' یہ بات نہیں ہے بلکہ میں نے ایسی صورت میں حدیث بیان کرنا سوءادب سمجھا' جب کہ میں لیٹا ہوا تھا۔ ان کے مولا برد کا بیان ہے کہ چالیس سال ہو گئے کہ مسجد میں اذان ہونے سے قبل سعید بن مسیّب موجود ہوتے ہیں۔ ابن ادریس کہتے ہیں' عشاء کے وضو سے سعید بن میسّب نے پچاس سال صبح کی نماز پڑھی ہے۔ ان کا قول تھا' رات کی تاریکیوں کو اپنے اوپر قلب کی صفائی کی بدولت غالب نہ آنے دو۔ شیطان جب ہر طرح مایوس ہو جاتا ہے تو عورت کا حربہ استعمال کرتا ہے۔

سعید بن میسّب کے مقولات میں سے یہ بھی ہے کہ بندے اللہ کی اطاعت سے زیادہ کسی چیز سے عزت و تکریم نہیں پا سکتے۔ اور اسی طرح اللہ کی نافرمانی سے زیادہ کسی چیز سے اپنے نفس کو ذلیل و خوار نہیں کر سکتے۔ سعید بن میسّب کا یہ بھی کہنا تھا کہ بندہ کی مدد کے لیے اللہ کی طرف سے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا دشمن معصیت الٰہی میں گرفتار ہے۔ سعید بن میسّب کہا کرتے تھے' جس کو اللہ استغناء کی دولت بخش دے' پھر بندے اس کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ سعید بن میسّب کہتے تھے کہ کوئی شریف' کوئی عالم اور کوئی عقلمند عیب سے خالی نہیں ہوتا' مگر دوسروں کو بھی ان کے عیب تلاش نہیں کرنا چاہیے۔ نیز یہ کہ جس شخص کے فضائل زیادہ ہوں' اس کے نقائص پر پردہ ڈال دینا چاہیے۔ سعید ابن میسّب نے اپنی بیٹی کا نکاح دو درہم مہر پر کثیر بن ابی وداعۃ سے کر دیا تھا۔ حالانکہ وہ خوبصورت ترین عورت تھیں' اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کی عالمہ تھیں اور نہایت شائستہ خاتون تھیں۔

سعید لوگوں کو حقوق شوہر بھی بتاتے تھے' یہ چونکہ فقیر تھے' ان کے پاس پانچ ہزار اور بعض لوگ کہتے ہیں بیس ہزار دینار بھجوائے گئے' اور ان سے کہا گیا کہ یہ خرچ کر لو۔ اس سلسلہ میں ان کا قصہ خاصا مشہور ہے۔ عبدالملک نے اپنے لڑکے ولید کے لیے سعید کی لڑکی مانگی چاہی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اور لڑکی اس کے نکاح میں دینے کے قطعی منکر ہو گئے۔ چنانچہ ان کے خلاف بادشاہ نے مکروفریب کے داؤ چلے' حتیٰ کہ ان کے کوڑے بھی لگوائے گئے جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔ اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ولید عبدالملک کے زمانہ میں مدینہ آیا تو اس کے نائب ہشام بن اسماعیل نے سعید کو پٹوایا اور شہر میں گھموایا پھرایا' اور ان کو مار ڈالنے کی دھمکی دی' لیکن انہوں نے ایک نہ مانی اور بیعت نہیں کی۔ جب ان کو واپس لے جا رہے تھے تو راستہ میں ایک

عورت نے دیکھ کر کہا' سعید یہ کیا رسوائی ہے؟ سعید نے جواب دیا' ہم رسوائی سے تو نکل آئے ہیں' جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔ اگر ہم ان کا کہا مان لیتے تو بے شک دنیا و دین کی رسوائی میں گرفتار ہو جاتے۔ یہ اپنے جسم پر بکری کی کھال اوڑھے رہتے تھے' اور ان کے پاس کچھ سامان بھی ہوتا تھا' جس کو یہ بیچتے تھے اور کہتے جاتے تھے' اے اللہ! تو جانتا ہے نہ مجھے مال کا لالچ ہے اور نہ مجھے بخل ہے۔ اور نہ مجھے دنیا کی محبت ہے' اور نہ دنیاوی ترغیبات کی خواہش۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ میں اس کے ذریعہ اپنا چہرہ بنی مروان سے چھپائے رکھوں' حتیٰ کہ تجھ سے آملوں۔ اور تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اے اللہ! تو مجھے صلہ رحمی کی توفیق دے اور ادائے حقوق کی توفیق دے' تاکہ میں اس تھوڑی سی پونجی سے مسکینوں' غربا' فقراء' یتیموں اور پڑوسیوں کے کچھ کام آسکوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

طلق بن حبیب الغنزی

جلیل القدر تابعی تھے۔ انہوں نے انسؓ' جابرؓ' ابن الزبیرؓ' ابن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ سے روایات بیان کی ہیں۔ اور خود ان سے بھی حمید الطویل' الاعمش اور طاؤس نے' جو ان کے ہم عصر تھے' روایات بیان کی ہیں۔ عمرو بن دینار ان کی بہت تعریف کرتے تھے' لیکن لوگ ان کے فلسفہ رجائیت سے مطمئن نہیں تھے۔ اور ان سے سوالات کرتے رہتے تھے۔ جب لوگوں نے تقویٰ کی تعریف دریافت کی' تو انہوں نے کہا۔ تقویٰ اطاعت الٰہی کو کہتے ہیں جو نور الٰہی پر قائم ہو اور رحمت الٰہی کی امیدوار ہو۔ اسی طرح ترک معصیت بھی نور الٰہی کی بنیاد پر خوف عتاب پر مبنی ہو۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ حقوق اللہ اتنے عظیم و اعلیٰ ہیں کہ بندے ان کو ادا ہی نہیں کر سکتے۔ اور اللہ کی نعمتیں حد شمار سے باہر ہیں اور ان کا شکر بھی انسان ادا نہیں کر سکتا' اس لیے بندوں پر فرض ہے کہ صبح ہو تو توبہ کریں اور شام ہو تو توبہ کریں۔ طلق جب بھی نماز پڑھنے کے لیے نکلتے تھے تو ان کے پاس خیرات کرنے کے لیے کوئی چیز ضرور ہوتی تھی۔ اور اس کے لیے وہ قرآن کی یہ آیت پیش کرتے تھے۔

''اے ایمان والو! جب تم رسولؐ کے پاس صلاح مشورہ کے لیے جاؤ' تو اپنے ساتھ صدقہ لے جاؤ''۔

اور جب رسولؐ کے لیے یہ حکم ہے تو مناجات الٰہی سے پہلے صدقہ دینا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔

مالک کہتے ہیں حجاج نے طلق کو اور قاریوں کی ایک جماعت کو' جن میں سعید بن جبیرؒ اور مجاہد بھی شامل تھے' مکہ سے بلا کر قتل کرا دینا چاہا تھا۔ چنانچہ عبداللہ القسری مکہ کے گورنر نے ان تینوں کا روانہ کیا تو طلق بن حبیب تو راستہ ہی میں فوت ہو گئے تھے' اور مجاہد جیل میں ختم ہو گئے تھے۔ اور سعید بن جبیرؒ پر جو گزری اس کا حال اوپر گزر ہی چکا ہے۔

عروہ بن الزبیر بن العوام

یہ بزرگ جو القرشی الاسدی ابو عبداللہ المدنی تھے۔ عروہ بن زبیر العوام کے نام سے مشہور و معروف تھے۔ جلیل القدر تابعی تھے۔ انہوں نے اپنے والد کے علاوہ عبادلہ' مساویہ' ابی ہریرۃؓ اپنی والدہ اسماءؓ ام سلمہ سے روایات بیان کی ہیں۔ اور تابعین کی ایک کثیر جماعت نے بھی ان سے بہت سی احادیث بیان کی ہیں۔ محمد بن سعد کا بیان ہے کہ عروہ ثقہ و کثیر الحدیث تھے' اور ایسے عالم

تھے جن کے متعلق اطمینان کیا جا سکتا ہے۔ العجلی بیان کرتے ہیں مدنی ایسے تابعی تھے جو کسی فتنہ میں نہیں پڑے۔ واقدی لکھتے ہیں عروہ فقیہ' عالم' حافظ' لائق حجت اور سیرتوں کے عالم تھے' وہ پہلے شخص تھے' جنہوں نے مغازی تصنیف کیں۔ اور مدینہ کے معدودے چند فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ انہی کے پاس مسائل پوچھنے آتے تھے' اشعار بھی خوب سناتے تھے۔ ان کے بیٹے ہشام کہتے تھے' علم تین قسم کے لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔ صاحب حسب ونسب کے پاس' صاحب دین کے پاس اور صاحب حجت اخروی کے پاس' اور ان شرائط پر میرے نزدیک صرف عروہ بن زبیر اور عمر بن عبدالعزیز پورے اترتے ہیں۔ عروہ روزانہ چوتھائی قرآن شب میں ختم کر لیا کرتے تھے کھجوروں کے دنوں میں اپنے باغ کا دروازہ لوگوں کے لئے کھلا رکھتے تھے تاکہ لوگ آئیں اور سیر ہو کر جائیں۔ عروہ کسی کے لیے نہ اپنے دل میں کدورت رکھتے تھے اور نہ کسی کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ عروہ بن عبدالعزیز کا بیان ہے' عروہ سے زیادہ کوئی شخص کسی شے سے باخبر اور واقف نہ تھا۔ وہ ان دس فقہاء میں سے تھے جن کی طرف عمر بن عبدالعزیز اپنی گورنری کے دوران مسائل کے لیے رجوع کیا کرتے تھے۔ کئی لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے' کہ وہ ولید کے پاس دمشق بھی گئے تھیں اور جب وہ وہاں سے واپس آئے تو ان کے پیر میں زخم ہو گیا تھا' جس کے لیے جب معالجوں نے آپریشن کرنا چاہا تو ان کو کوئی چیز پلانا چاہی جس سے ان کے ہوش وحواش جاتے رہے۔ ان کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے کہا' کوئی مومن ایسی کوئی چیز استعمال نہیں کر سکتا' جس کے بعد وہ اپنے آپ کو بھی نہ پہچان سکے۔ چنانچہ بلا دوا پلائے ان کا پیر کاٹ دیا گیا اور وہ خاموش رہے کچھ نہ بولے۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ عمل نماز میں کیا گیا' اور نماز میں اتنا استغراق تھا کہ ان کو اس تکلیف دہ آپریشن کا احساس بھی نہ ہوا۔ اتفاق کی بات جس شب کو ان کا پیر کاٹا گیا' ان کے محبوب ترین بیٹے محمد کا انتقال بھی ہو گیا۔ اور جب لوگ ان کے پاس تعزیت کے لیے آئے تو انہوں نے کہا' اے اللہ! تو نے مجھے سات بیٹوں سے نوازا تھا جس میں سے ایک تو نے واپس لے لیا اور چھ باقی رکھے' میرے چار ہاتھ پاؤں تھے۔ تین تو نے باقی رکھے ایک لے لیا۔ جو کچھ تو نے دیا اور جو لے لیا' اس کے لیے تیرا ہزار شکر ادا کرتا ہوں یہی بات انہوں نے ولید کے سامنے بھی دہرائی تھی۔ جب ولید ان کی مزاج پرسی کے لیے آیا تھا۔

اوزاعی لکھتے ہیں عروہ جب اس آپریشن کے بعد صحت یاب ہو گئے تو خدا تعالیٰ سے کہتے تھے اے اللہ! تو خوب جانتا ہے' جب میرا پاؤں سلامت تھا' تب بھی میں نے کہیں غلط جگہ قدم نہیں اٹھایا۔ عروہ بن الزبیر نے ایک آدمی کو ہلکی پھلکی نماز پڑھتے دیکھا تو اس کو اپنے پاس بلا کر کہا' اے میرے بھائی' نماز میں خدا سے مانگنے کے لیے تیرے پاس کوئی حاجت نہیں ہے' میں تو خدا سے سب کچھ مانگتا ہوں حتیٰ کہ نمک تک بھی۔ عروہ کہتے تھے بعض اوقات چھوٹی بات کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور ذرا سی شے ذلت اور ذرا سی بات سے عزت نصیب ہو جاتی ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا' جب تم کسی کو اچھا کام کرتے دیکھو' تو سمجھ لو اس نیکی اور خیر کے پہلو میں نیکی وخیر کی دوسری اصناف بھی موجود ہیں۔ اور جب کسی کو برا کام کرتے دیکھو تو سمجھ لو' اس برے کام کے پہلو میں دوسرے بہت سے برے کام بھی چھپے ہوئے ہیں۔

عروہ جب اپنے باغ کی چاردیواری میں داخل ہوتے تھے یہ آیت پڑھتے ہوئے داخل ہوتے تھے:

﴿ وَاِذَا دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ﴾۔

اور جب تک باغ میں رہتے' اسی آیت کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے وہ حضرت عمرؓ کی زندگی میں پیدا ہوئے' لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ ۲۳ھ میں پیدا ہوئے تھے ان کی وفات کے متعلق بھی مختلف روایات ہیں لیکن مشہور ۹۴ھ ہے۔ واللہ اعلم۔

علی بن الحسینؒ

یہ ہمارے جد امجد علی بن الحسین علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی ہیں جو زین العابدین کے نام سے مشہور ہیں' ان کی والدہ ام ولد تھیں' اور سلامۃ نام تھا۔ ان کے ایک بڑے بھائی بھی تھے جو باپ کے ساتھ ہی شہید ہو گئے تھے' ان کا نام بھی علی تھا۔ علی نے یہ بات اپنے والد' اپنے تایا الحسن بن علی' جابرؓ' ابن عباس' المسور بن مخرمہ اور ابی ہریرہؓ نیز امہات المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ اور خود ان سے ایک جماعت نے بیان کیا ہے' جن میں ان کے بیٹے زید' عبداللہ اور عمرؓ شامل تھے۔ ان کے علاوہ ابو جعفر' محمد بن علی بن باقر اور زید بن اسلم اور طاؤس نے جو ان کے ہم عصر تھے' بتائی ہے۔ اور الزہری' یحییٰ بن سعید انصاری اور ابو سلمہ وغیرہ نے بیان کی ہے۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ ام سلمہ فارس کے آخری بادشاہ یزدجر کی بیٹی تھیں۔ اور زمخشری نے ربیع الابرار میں بیان کیا ہے کہ یزدجر کے تین بیٹیاں تھیں جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قیدی بن کر آئی تھیں۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن عمرؓ کے حصہ میں آئیں' جن سے سالم پیدا ہوئے' دوسری محمد بن ابی بکر الصدیقؓ کو ملیں' جن سے قاسم پیدا ہوئے۔ اور تیسری حسینؓ ابن علی کو ملیں جن سے زین العابدین پیدا ہوئے' اس لیے یہ سب اس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ جب قتیبہ بن مسلم نے فیروز بن یزدجرد کو قتل کیا۔ تو اس نے فیروز کی دونوں بیٹیوں کو حجاج کے پاس بھیج دیا تھا' جب میں سے ایک نے خود رکھ لی اور دوسری ولید کے پاس بھیج دی' جس سے ولید ناقص پیدا ہوا۔

قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ زین العابدین کی ماں سندھی تھی جس کا نام سلامۃ تھا اور بعض روایت کے مطابق اس کا نام غزالہ تھا۔ اور زین العابدین اپنے باپ کے ساتھ کربلا میں تھے۔ کہا جاتا ہے' ان کو کم عمری کی وجہ سے' اور بعض کے نزدیک بیماری کی وجہ سے ان کو شہید کرنے سے چھوڑ دیا گیا تھا' اس وقت ان کی عمر صرف تئیس سال تھی' اور بعض لوگ کہتے ہیں' اس سے کچھ زیادہ تھی۔ زین العابدین کو عبیداللہ بن زیاد نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا' مگر بحکم الٰہی اس سے باز رہا۔

کہا جاتا ہے بعض فاسق و فاجر لوگوں نے یزید بن معاویہ کو زین العابدین کو قتل کر دینے کا اشارہ کیا تھا مگر بحکم الٰہی وہ بھی اس ارادہ سے باز رہا۔ اس کے بعد یزید زین العابدین کی عزت و تکریم کرنے لگا تھا اور اپنے پاس بٹھاتا تھا' اور اپنے پاس بٹھا کر کھانا بھی کھلاتا تھا۔ اس کے بعد اس نے ان کو مدینہ بھیج دیا تھا' جہاں لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ ابن عساکر لکھتے ہیں ان کے نام سے منسوب مسجد بھی ہے' جو دمشق میں بہت مشہور ہے' لیکن میرے خیال کے مطابق جامع دمشق کا مشرقی حصہ مشہد علی ہے' زہری کا کہنا ہے کہ میں نے علی سے زیادہ متورع اور صاحب تقویٰ آدمی نہیں دیکھا۔ جب یہ اپنے باپ کے ساتھ کربلا کی قتل گاہ میں تھے تو عمر ابن سعد نے ان کو دیکھ کر کہا تھا کہ اس مریض سے تعرض نہ کیا جائے۔

واقدی لکھتے ہیں کہ زین العابدین سب سے زیادہ متقی اور عبادت گزار اور خوف خدا رکھنے والے بندہ خدا تھے' وہ چلتے تو

زمین پر عاجز بندے کی طرح چلتے تھے' ان کی چال میں فخر و غرور کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ سفید عمامہ باندھتے تھے' جس کو پیچھے کی طرف سے قدرے ڈھیلا چھوڑ دیتے تھے۔ ان کی کنیت ابوالحسن تھی' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ابومحمد تھی اور کچھ لوگ کہتے ہیں' ابوعبداللہ تھی۔ محمد بن سعد کہتے ہیں کہ علی نہایت ثقہ' کثیر الحدیث' عالم اور متقی اور حد درجہ عابد تھے۔ بعد ازاں حسن کی ماں غزالہ نے اپنے مولا زبید سے نکاح کر لیا' جس سے عبداللہ بن زبید پیدا ہوئے' جو علی اصغر کہلائے' لیکن اکبر باپ کے ساتھ ہی قتل ہو گئے تھے۔ سعید بن المسیب نے کہا ہے اور زید بن اسلم اور ابوحازم نے بھی ان کی تائید کی ہے کہ اہل بیت میں حسینؓ کی مانند کوئی شخص نہیں تھا۔

یحییٰ بن سعید الانصاری کہتے ہیں' میں نے علی ابن الحسین کو' جو افضل الہاشمین تھے' یہ کہتے ہوئے سنا ہے اے لوگو! تم ہم سے اسلام کی خاطر محبت کرتے ہو' اور تمہاری محبت سے ہمیں شرم بھی آتی ہے۔ بعض روایات کے مطابق تم لوگوں نے ہمیں آخر مبغوض بنا دیا ہے۔ اصمعی نے لکھا ہے کہ امام حسینؓ کے بعد ان کی نسل میں علی بن الحسین کے سوا کوئی نہیں رہا۔ اور علی بن الحسین کے خاندان میں سوائے تائے حسن کی اولاد کے کوئی باقی نہیں ہے' اس لیے مروان بن الحکم نے علی بن الحسین سے کہا' کاش تم باندیاں رکھتے تو تمہارے یہاں بکثرت اولاد ہوتی۔ اس پر علی بن الحسین نے جواب دیا' میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ میں اس کے ذریعہ کنیزیں رکھ سکوں۔ اس پر مروان بن الحکم نے علی بن الحسین کو ایک لاکھ درہم کنیزوں کی خریداری کے لیے قرض دیئے۔

چنانچہ ان کے یہاں اولاد پیدا ہوئی' اور بکثرت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد جب مروان بیمار ہوئے تو انہوں نے وصیت کی کہ علی بن حسینؓ سے قرض واپس نہ مانگا جائے۔ بہرحال تمام حسینی انہی کی نسل سے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس مکان میں علی ابن الحسن نماز پڑھ رہے تھے' اس میں آگ لگ گئی' لوگوں نے ان سے پوچھا' آپ آگ سے نکل کر باہر کیوں نہیں آئے؟ کہنے لگے' میں آگ سے دوسری آگ کی مدافعت میں مشغول تھا' اس لیے کیسے نکل کر آتا۔ وہ جب وضو کرتے تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا تھا' اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو ان کی پیشانی کانپنے لگتی تھی' وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے' کیا تم نہیں جانتے؟ میں کس کی جناب میں کھڑا ہوں اور کس سے مناجات کر رہا ہوں۔ جب انہوں نے حج کیا اور لبیک کہنے کا ارادہ کیا تو میرے پاؤں تک کانپ گئے اور کہنے لگے' ڈرتا ہوں کس منہ سے لبیک کہوں' چنانچہ جب لبیک کہی تو غش کھا کر سواری سے گر پڑے۔ وہ چوبیس گھنٹہ میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

طاؤس کہتے ہیں' میں نے دیکھا' وہ حجر اسود کے پاس سجدے میں پڑے ہوئے کہہ رہے تھے۔ تیرا بندہ تیرے گھر میں پڑا ہوا ہے' تیرا بندہ سائل بنا ہوا ہے تیرے گھر کے احاطہ میں تجھ سے سوال کر رہا ہے' تیرا فقیر تیرے گھر کی چوکھٹ پر پڑا ہوا تجھ سے بھیک مانگتا ہے۔ طاؤس کہتے ہیں' جب کبھی میں نے اس انداز سے دعا مانگی' میری مصیبت ضرور دور ہو گئی۔ لوگوں نے ذکر کیا کہ علی بن الحسین رات کو بہت صدقات' خیرات دیا کرتے تھے' وہ کہا کرتے تھے' رات کا صدقہ و خیرات رب کا غصہ ٹھنڈا کرتا ہے۔ قلب کو اور قبر کو منور کرتا ہے۔ اور قیامت کے دن بندہ کی تاریکی کو دور کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے عوض بندہ کو دو مرتبہ عنایت کرتا ہے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں' مدینہ کے لوگ عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے تھے' لیکن جب علی ابن حسین انتقال کر گئے' جو ان کو رات میں گھروں میں جا کر گزر بسر کے لیے دے کر آتے تھے تو ان کو معلوم ہوا کہ وہ کون شخص تھا جس کے اٹھ جانے سے ان پر

زندگی اجیرن ہوگئی۔ جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان کے کندھوں اور کمر پر اس بوجھ کو لاد کر لے جانے کے نشانات ہیں۔ جو وہ غریبوں اور ناداروں اور مسکینوں کے گھروں تک رات کی تاریکی میں پہنچاتے تھے' کہتے ہیں کہ وہ مدینہ کے ایک سو گھروں کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ اور یہ راز ان کے مرنے کے بعد ہی کھلا۔ ایک روز علی بن الحسین' محمد بن اسامہ بن زید کے پاس ان کی عیادت کو گئے تو وہ رونے لگے۔ علی ابن حسین نے پوچھا اے میرے بھائی کیوں روتے ہو؟ کہنے لگے قرض کو سوچ کر روتا ہوں' انہوں نے پوچھا کتنا قرض ہے؟ ابن اسامہ کہنے لگے' پندرہ ہزار دینار۔ اور روایت کے مطابق ستر ہزار' علی بن الحسین نے سن کر کہا' ان کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔

علی بن الحسین کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا جو مرتبہ اور عزت و وقار رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ان کے نزدیک تھا۔ وہ ان کی وفات کے بعد بھی دونوں کے ساتھ قائم رہا۔ ایک دن علی بن حسین نے ایک شخص کو کچھ دیا' اور پھر اس سے نظریں پھیر لیں۔ اس آدمی نے سامنے آ کر کہا' میں تمہارے ہی پاس آیا ہوں۔ انہوں نے کہا' میں تم سے چشم پوشی کر رہا ہوں۔ یہ سن کر اس آدمی نے علی بن حسین کو گالیاں دیں تو لوگوں نے اس کو برا بھلا کہا' تو علی بن حسینؓ نے کہا' لوگو! اسے چھوڑ دو' کچھ نہ کہو۔ اور پھر اس کے پاس پہنچے اور کہا' اللہ نے تجھ سے جو ہمارے عیوب چھپا رکھے ہیں وہ تو بہت ہی ہیں۔ کیا تیری واقعی ایسی کوئی ضرورت ہے جس کے لیے تیری مدد کی سخت ضرورت ہے' وہ آدمی یہ سن کر بے حد شرمندہ ہوا اس کے بعد علی بن حسین نے ایک ہزار درہم اس کو دینے کے لیے حکم دیا اور ایک بہترین کپڑا بھی اس کے جسم پر اپنا اتار کر ڈال دیا۔ اس کے بعد جب بھی وہ شخص علی بن الحسین کو دیکھتا تھا تو کہتا تھا' تم بے شک اولاد نبی ہو۔ لوگوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علی بن الحسین اور حسن ابن حسن کا آپس میں جھگڑا ہوا جس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی بات پیدا ہوگئی تھی۔ حسن بن حسن کا اس میں پلہ بھاری رہا اور علی بن الحسین خاموش رہے۔ جب رات ہوگئی تو وہ حسن بن حسن کے گھر گئے اور کہا' یا ابن عم! اگر تم سچے ہو تو اللہ میری مغفرت کرے' اور مگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہاری مغفرت کرے اور سلام کر کے واپس لوٹ آئے۔ اس پر خود حسن ابن حسن ان کے پاس آئے' اور ان سے مصالحت کی' لوگوں نے علی بن الحسین سے کہا' باعتبار نظر سب سے بڑا آدمی کون ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا جو اپنے نفس کے لیے دنیا کو کوئی اہمیت نہ دے' انہوں نے اس کے ساتھ یہ بھی کہا' انسانی فکر اس کا آئینہ ہے جس میں آدمی کو اپنی اچھائی اور برائی نظر آ جاتی ہے۔

ان کا یہ قول تھا کہ دوستوں کو کھو دینا غربت ہے۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے' جو لوگ خدا کی عبادت خوف سے کرتے ہیں' یہ عبادت غلاموں کی ہے۔ جو لوگ رغبت و لالچ کے خیال سے کرتے ہیں ان کی عبادت تاجروں کی سی ہے۔ اور جو لوگ خدا کی عبادت خدا کی محبت و شکر کے لیے کرتے ہیں ایسی عبادت کو احرار و اخیار کی عبادت کہیں گے۔

ایک مرتبہ وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے۔ انہوں نے اس سے کہا' اے میرے بیٹے کبھی فاسق سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تھوڑے نفع کے لیے تجھے بیچ دے گا۔ اور نہ بخیل سے دوستی کرنا کیونکہ وہ ہر اپنے اس مال میں تجھ کو رسوا کرے گا جس کی تجھ کو اس سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اور نہ جھوٹے سے دوستی کرنا کیونکہ اس کی دوستی شراب کی مانند ہے جو دور سے قریب معلوم ہوتا ہے اور قریب سے دور۔ اور نہ احمق سے دوستی کرنا کیونکہ وہ تجھ کو نفع پہنچانا چاہے گا لیکن اس میں تیرا نقصان ہوگا۔

علی بن الحسین جب مسجد میں داخل ہوتے تھے تو لوگوں کے اوپر سے پھلانگتے ہوئے زید بن اسلم کے حلقہ درس میں پہنچتے تھے۔ لوگوں نے ان سے خصوصاً نافع بن جبیر نے کہا' اللہ تمہاری مغفرت کرے' تم سید الناس ہو۔ اہل علم کے کندھوں کے اوپر سے گزرتے ہوئے اور قریش کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے اس حبشی غلام کے پاس پہنچتے ہو۔ اس کے جواب میں علی بن الحسین نے کہا' آدمی وہیں بیٹھتا ہے جہاں اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ اور علم وہیں سے حاصل کیا جاتا ہے' جہاں ملتا ہے۔ اعمش ابن مسعود بن مالک کا یہ قول نقل کرتے تھے کہ ان سے علی بن الحسین نے کہا تھا کیا تم مجھے اور سعید بن جبیرؒ کو ایک جگہ اکٹھا کر سکتے ہو۔ اس پر میں نے کہا' تمہیں ان سے کیا لینا ہے۔ علی بن الحسین نے جواب دیا تھا' میں ان سے ایسی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں جو ہمیں فائدہ دیں گی اور جس سے نقصان قطعاً نہیں ہوگا۔ بتا رہے تھے' ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو ہمیں ان تک لے جائے اور اس کے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ کیا۔

امام احمد کہتے ہیں زر بن حبیش بیان کرتے تھے کہ میں ابن عباسؓ کے پاس موجود تھا کہ علی ابن الحسین وہاں آئے' ان کو دیکھ کر ابن عباس نے کہا' مرحبا بالحبیب ابن الحبیب' اسی طرح ابن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ ہم جابر بن عبداللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ علی بن الحسین آئے اور انہوں نے کہا' میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھا اور وہاں حسین بن علی آئے۔ آنحضور ﷺ نے ان کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور ان کو پیار کیا اور کہا' میرے اس لڑکے کے ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام علی ہوگا۔ قیامت کے دن منادی پکار کر کہے گا کہ سید العابدین کھڑے ہو جائیں۔ پس وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ یہ حدیث غریب ہے جس کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ الزہری کہتے ہیں' میری اکثر نشست و برخاست علی بن الحسین کے ساتھ رہتی تھی۔ میں نے کسی کو ان سے زیادہ فقیہہ نہیں پایا۔ وہ احادیث کم بیان کرتے تھے' وہ اہل بیت میں سب سے افضل اور طاعت الٰہی میں سب سے بہتر تھے اور مروان کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اور اس کے بیٹے عبدالملک کو بھی ان سے بہت محبت تھی' ان کا نام زین العابدین عام طور پر لیا جاتا تھا جویریہ اسماء کہتی ہیں' علی بن الحسین نے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے تعلق سے کسی سے ایک درہم کا فائدہ نہیں اٹھایا رحمہ اللہ۔

خالد المقبری کے حوالہ سے کہا ہے۔ مختار علی بن الحسین کے پاس ایک لاکھ دینار بھیجے۔ انہوں نے قبول کرنا بھی برا سمجھا اور رد کرنا بھی اچھا نہیں سمجھا' وہ ان کو اپنے پاس بطور امانت رکھے ہوئے تھے کہ مختار کا قتل ہو گیا۔ چنانچہ علی بن الحسین نے عبدالملک بن مروان کو پوری کیفیت لکھ کر بھیج دی۔ اس پر عبدالملک نے علی بن الحسین کو لکھا' اے ابن عم! آپ یہ رقم بلا خطر اپنے استعمال میں لائیں اور میری طرف سے بھی قبول کریں۔

علی بن الحسین کہا کرتے تھے' دنیا میں لوگوں کے سردار اسخیاء اور اتقیاء ہوتے ہیں۔ اور آخرت میں اہل الدین' اہل الفضل اور اہل العلم ہوں گے' کیونکہ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں اپنے کسی بھائی کو دیکھوں' اور اس کے لیے خدا سے جنت کی دعاء مانگوں اور دنیا میں اس کے لیے بخل کروں۔ جس دن قیامت قائم ہوگی تو کہا جائے گا' جب تمہارے ہاتھ میں جنت تھی تو بخل سے کام لیتے تھے اور حد درجہ بخیل تھے حد درجہ بخیل تھے۔

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ علی بن الحسین اکثر روتے رہتے تھے' جب لوگ ان سے اس کی وجہ دریافت کرتے تھے تو وہ کہتے

تھے‘ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں روتے روتے اندھے ہوگئے تھے۔ میرے خاندان کے بیسیوں آدمی ایک ایک دن میں ذبح کیے جاتے ہیں۔ کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو‘ میرے قلب پر ان کا کوئی غم نہیں۔ عبدالرزاق کہتے ہیں‘ ایک کنیز ان کے ہاتھ دھلا رہی تھی کہ لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ علی بن الحسین نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو کنیز نے قرآن پاک کی آیت پڑھی‘ جس کا مطلب ہے ''اور غصہ کو ضبط کرنے والے'' اس پر علی بن الحسین نے کہا‘ میں نے اپنا غصہ ضبط کرلیا۔ پھر کنیز نے دوسری آیت پڑھی‘ جس کا مفہوم ہے۔ ''اور لوگوں کو معاف کرنے والے''۔ اس پر علی بن الحسین نے کہا۔ میں نے معاف کردیا۔ اس کنیز نے آخری آیت پڑھی‘ جس کا مطلب ہے۔ ''اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔ اس پر علی بن الحسین نے کہا‘ تو خدا کے لیے آج سے آزاد ہے۔

ابی الدنیا روایت کرتے ہیں کہ ایک غلام کے ہاتھ سے گوشت بھوننے کی کڑھائی علی بن الحسین کے بچہ کے سر پر گری‘ جس سے وہ مرگیا۔ علی بن الحسین بھاگے ہوئے غلام کے پاس آئے اور اس سے صرف اتنا کہا تم ناقابل اعتماد ہو‘ جاؤ آج سے تم آزاد ہو۔ اور بچہ کی تجہیز وتکفین میں لگ گئے۔ علی بن الحسین کہا کرتے تھے‘ میں سوسرخ اونٹ ذراسی بھی ذلت گوارہ کرکے لینا ہرگز گوارہ نہیں کروں گا۔ ایک شخص کا لڑکا خود اس کی غفلت اور زیادتی سے ہلاک ہوگیا۔ وہ شخص سخت گھبرایا ہوا علی بن الحسین کے پاس آیا۔ انہوں نے اس کو تسلی دی اور کہا‘ تمہارے بیٹے کے پیچھے تمہارے تین رفیق دوست ابھی تمہاری تسکین کے لیے موجود ہیں‘ ان سے تسلی اور ڈھارس لو‘ ان میں سے کتاب لا الہ الا اللہ کی شہادت‘ دوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت‘ سوم اللہ عزوجل کی وسیع رحمت۔

مدینی کہتے ہیں‘ الزہری سے ایک گناہ سرزد ہوگیا‘ وہ بہت شرمندہ اور پریشان ہوئے اور بھاگے ہوئے علی بن الحسین کے پاس آئے‘ انہوں نے زہری سے کہا‘ تم خدا کی وسیع رحمت سے مایوس ہوتے ہو‘ جو ہر شے پر چھائی ہوئی ہے‘ اور تمہارے گناہوں سے بہت عظیم ہے۔ ایک روایت کے مطابق زہری سے ناحق خون ہوگیا تھا‘ علی بن الحسین نے ان کو توبہ واستغفار کی تلقین کی۔ اور مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کرنے کی ہدایت بھی کی۔ چنانچہ زہری نے ایسا ہی کیا۔ زہری کہتے ہیں‘ علی بن الحسین کے مجھ پر زبردست احسانات ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ علی بن الحسین کہا کرتے تھے‘ ایک آدمی دوسرے آدمی کے متعلق خیر کی قطعی بات اس وقت تک نہیں کرسکتا‘ جب تک اس کو قطعی علم نہ ہوجائے۔ لیکن اگر شر کے متعلق اس سے پوچھا جائے تو وہ اس میں شک ظاہر کرے۔ تاوقتیکہ اس کے برعکس علم نہ ہو۔ لوگوں نے کہا کہ علی بن الحسین نے اپنے غلام کو آزاد کیا‘ اور اپنی ام ولد ماں کا نکاح اس اپنے غلام سے کردیا جس کو انہوں نے آزاد کردیا تھا۔ اس کا علم جب عبدالملک کو ہوا تو علی بن الحسین کو اس فعل پر ملامت کی تو اس کے جواب میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو پیش کردیا۔ آپ نے حضرت صفیہ کو پہلے آزاد کیا‘ اور پھر ان سے نکاح کیا۔ اسی طرح اپنے غلام یزید بن حارثہ کو آزاد کرکے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے کردیا۔

یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ علی بن الحسین سردیوں کے موسم میں خیزران کی قیمتی واسکٹ جس کو خمیصہ کہا جاتا تھا‘ پہنتے تھے۔ لیکن جب گرمیوں کا موسم آتا تھا تو اس کو خیرات کردیتے تھے۔ اور پیوند لگے معمولی کپڑے بھی پہن لیا کرتے تھے‘ اور قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کرتے جاتے تھے:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ﴾

''آپ کہہ دیجیے زینت وآرائش کی چیزیں' جنہیں اللہ نے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے کس نے حرام کی ہیں اور عمدہ رزق''۔

صولی اور حریری نے مختلف طریقوں سے تصدیق کر کے لکھا ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے باپ اور اپنے بھائی ولید کے عہد میں حج کیے' جب وہ طواف کرتا اور اس کے بعد حجر اسود کو بوسہ دینا چاہتا تو دے نہ پاتا تھا' چنانچہ اس کے لیے منبر کھڑا کیا گیا اس نے بوسہ دیا۔ وہ منبر پر بیٹھ گیا تو اہل شام اس کے اردگرد کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران علی بن الحسین بھی وہاں آ گئے۔ اور جب وہ حجر اسود کے قریب آئے تا کہ بوسہ دے لیں تو لوگ احتراماً ان کو دیکھ کر خود ہٹ گئے۔ یہ ملیح شکل وصورت وجیہہ کے انسان تھے۔ اہل شام نے جب ہشام سے پوچھا' یہ کون شخص ہے تو ہشام نے از راہ حقارت اور تجاہل عارفانہ کے طور پر کہا' میں اس شخص کو نہیں پہچانتا' نہ معلوم یہ کون شخص ہے تا کہ اہل شام بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ مردزن مشہور شاعر وہاں موجود تھا' اس سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا انہیں کون نہیں جانتا۔ جب لوگوں نے کہا یہ کون ہے تو شاعر نے کہا' لوسنو' یہ کون ہیں:

هذا لذی تعرف البطحاء وطاته　　　والبيت يعرفه والحل والحرام

''یہ تو وہ شخص ہے جسے بطحاء کا سب علاقہ جانتا ہے　اس کو خانہ کعبہ اور حرم اور غیر حرم سب پہچانتے ہیں''

هذا ابن خير عبادالله كلهم　　　هذا التقى الطاهر العلم

''یہ تو اللہ کے بہترین بندہ کا بیٹا ہے　یہ نہایت متقی' پرہیزگار' صاف اور پاکیزہ ہے''

اذا راته قريش قال قائلها　　　الى مكارم هذا ينتهى الكرم

''جب اس کو اہل قریش دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں　اس پر مکارم وفضائل ختم ہیں''

يغضى حياء ويغضى مهابته　　　فما يكلم الا حين يتبسم

''وہ حیا سے آنکھیں نیچی رکھتا ہے لوگوں کی آنکھیں اس کے سامنے نیچی رہتی ہیں　جب وہ ہنستا ہے تب ہی لوگ اس سے بات کرتے ہیں''

ينجاب نور الهدى من نور غرته　　　كالشمس ينجاب عن اشراقها الغيم

''ہدایت کا نور اس کی پیشانی سے ہویدا ہوا ہے　جس طرح سورج کی کرنیں بادلوں سے چھوٹ کر نکلتی ہیں''

حمال اثقال اقوام اذا فرحوا　　　حلو الشمائل تحلو عند لغم

''قوموں کا بوجھ اٹھانے والا ہے جب وہ بوجھ سے دب جائیں گے　اور حالات کو سازگار بنانے والا ہے''

هذا ابن فاطمه ان كنت جاهله　　　بجده انبياء الله قد ختموا

''یہ فاطمہ کا لال ہے اگر تم ناواقف ہو تو سن لو　ان کے جدامجد پر نبوت ختم ہو چکی ہے''

من جده وان فضل الانبياء له　　　وفضل امته وانت لها الامم

''افضل انبیاء ہونے کے باعث فضیلت ان کے دادا کو ملی ہے　اور خیر الامت کا لقب بھی انہی کی امت کو ملا ہے''

عم البرية بالاحسان فانقشعت عنها الغواية والاملاق والظلم

''مخلوق پر ان کا عام احسان ہے اس لیے گمراہی و تنگدستی و فاداری اور ظلم مٹ گیا ہے''۔

مكتا يديه غياث عم نفعهما يستو كفاف و لا يعرو هما العدم

''ممدوح کے دونوں ہاتھوں کے فیضان سے ان کا نفع عام ہو گیا ہے ان کے دونوں ہاتھ کبھی خالی نہیں رہتے ہیں''

سهل الخليفة لا تخشى بوادره بزينه اثناتان الحلم والكرم

''موصوف نرم طبیعت کے انسان ہیں جن سے نقصان کا کوئی خوف نہیں ان کی ذات بردباری اور کرم سے مزید نکھر گئی ہے''

لا يخلف الوعد ميمون بغيبته رحب الفناء اريب حين يعتزم

''وہ وعدہ خلافی کبھی نہیں کرتے ان کی غیر حاضری بھی امن کی ضمانت ہے وہ کشادہ دست اور نہایت اولوالعزم ہیں''

من معشر حبهم دين وبغضهم كفر وقربهم منجى ومعتصم

''جماعت سے ان کی محبت دین اور ان کا بغض کفر ہے اور ان کا قرب نجات واستحکام بخشنے والا ہے''

يستدفع السوء والبلوى بحبهم وليتزاد به الاحسان والنعم

''وہ لوگوں کی محبت سے بلاؤں اور مصیبتوں کو ٹال لیتے ہیں اور اس پر مستزاد ان کا احسان وانعام ہوتا ہے''

مقدم بعد ذكر الله ذكرهم في كل حكم ومختوم به الكلم

''اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ہی ذکر مقدم ہے ان کا ہر حکم سر بہ مہر ہوتا ہے''

ان عرا هل التقى كانوا ائمتهم او قيل من خير اهل الارض قيل لهم

''اگر اہل تقویٰ کا شمار کیا جائے تو ان کے پیشوا بھی وہیں نکلیں گے اور اگر اہل خیر کی تلاش ہو گی تو بھی انہی کا نام لیا جائے گا''

لا يستطيع جواد بعد غايتهم ولا يسرانيهم قوم وان كرموا

''ان کی انتہاء کو پہنچنے کی کسی سخی میں ہمت نہیں' اگر وہ کرم پر مائل ہو جائیں تو کوئی قوم ان کی ہمسری نہیں کر سکتی''

هم الغيوث اذا ما ازمه اذمت والاسد اسد الشرىٰ والباس محتزم

''وہ زبردست طاقت والے ہیں جب کسی کا ذمہ لیتے ہیں پہاڑی شیر لگتے ہیں اور خطرات کے وقت غضبناک ہو جاتے ہیں''

يابى لهم ان يحل الذم ساحتهم خيم كرام وايدى بالندىٰ هضم

''وہ برائی اور ذلت قبول نہیں کر سکتے ہیں ان کے خیمے کے مہمان نواز ہیں اور ان کے ہاتھ سخاوت کے عادی ہیں''

اى الخلائق ليست فى رقابهم لاولية هـذا ادلـه لـفـحـم

''کون سی مخلوق ان کے زیر بار احسان نہیں ہے اس کی ہدایت کے لیے ان کے انعام واکرام کافی ہیں''

فليس قولك من هذا البصائر العرب تعرف من انكرت والعجم

''ان کے متعلق تجھے کچھ کہنا نہیں ہے' یہ ان کی بصیرت ہے جس کا تو منکر ہے اسے عرب و عجم خوب جانتے ہیں''

من یعرف اللہ یعرف اولیة اذا فالدین من بیت ھذا نالہ الامم

''جو خدا کو پہچانتا ہے' وہ اس کو بھی سمجھتا ہے اور دین کا مفہوم تو قوموں نے ان گھرانہ سے سیکھا ہے''

کہتے ہیں' جب ہشام نے علی بن الحسین کی شان میں فرزوق کے مدحیہ اشعار سنے تو وہ آگ بگولا ہو گیا' اور اس نے فرزوق کو عسفان کی جیل میں بند کرنے کا حکم دے دیا ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے جب علی بن الحسین کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرزوق کے پاس بارہ ہزار درہم بھیجے' لیکن اس نے قبول نہیں کیے' اور کہا میں نے جو کچھ کہا ہے اللہ عزوجل کے لیے اور حق کی نصرت وحمایت کے لیے کہا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اولاد کے حق کے لیے کہا ہے۔ اس لیے مجھے اس کے لیے کسی معاوضہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر علی بن الحسین نے فرزوق کو کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری صدق نیت کا علم ہے' تم یہ میرا ہدیہ ضرور قبول کرو۔ چنانچہ اس نے اس رقم کو قبول کر لیا۔ اور پھر ہشام کی ہجو کی' جس کے اشعار ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

تحبسنی بین المدینة والتی ایھا قلوب الناس تھوی فیما

''تو نے مجھے مدینہ اور اس کے مقام مکہ کے درمیان قید کر رکھا ہے جس کی طرف لوگوں کے دل راغب ہوتے ہیں''

یقلب راسا لم یکن راس سید وعینین حولا دین باد عیوبھا

''وہ اپنے سر کو اس طرح گھماتا ہے جس سے وہ کسی سردار کا سر نہیں لگتا اس کی دونوں آنکھیں بھینگی ہیں جو معیوب لگتی ہیں''

حافظ ابن عساکر نے مختلف طریقوں سے روایت کیا۔ الزہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ علی بن الحسین سید العابدین اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے اپنے رب سے اس طرح مناجات کیا کرتے تھے'' اے نفس دنی! تو نے اپنے لیے دنیا کے سکون کو لازمی قرار دے رکھا ہے اور اسی کی آبادکاری کی طرف رجحان ہے۔ کیا تو نے کبھی ان کے بارے میں بھی سوچا ہے جو تیرے اسلاف میں سے گزر چکے ہیں۔ اور کبھی یہ بھی خیال کیا ہے کہ تیرے دوستوں اور عزیزوں میں سے کون اس زمین کا وارث ہوگا اور کتنوں کو تو اپنے بھائیوں میں سے نوحہ کناں چھوڑ جانے والا ہے' اور کتنے تیرے ہم عصر تیرے بعد مٹی میں جا چکے ہیں۔ اور پیدائش کے بعد زمین کے پیٹ میں چلے گئے ہیں۔ تو اب تو دیکھ کہ دنیا میں آ کر کیسا دنیا کا ہو کر رہ گیا ہے اور لذات دنیوی میں کھو گیا ہے' حالانکہ تیرے پاس ڈرانے والے اور تنبیہہ کرنے والے آ چکے ہیں' لیکن ان کی تعلیم کو آج کی لذت اور لہو ولعب میں بھلا بیٹھا ہے۔

اہل تاریخ نے علی بن الحسین کی تاریخ وفات میں اگرچہ اختلاف کیا ہے' لیکن صحیح اور مشہور یہی ہے کہ ان کا انتقال ۸۴ھ ہی میں ہوا اور وہ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ابی المنہال الطائی کہتے ہیں کہ علی بن الحسین جب کسی مسکین کو کچھ دیتے تھے تو پہلے اس کو بوسہ دیتے تھے اور پھر اس کو جو کچھ دینا ہوتا وہ دیتے تھے۔ ایسے ہی عینی اپنے باپ کے حوالہ سے علی بن الحسین کے متعلق کہتے تھے کہ وہ بنی ہاشم کے بقیہ چار آدمیوں میں سب سے افضل تھے۔ اپنے بیٹے سے علی بن الحسین کا کہنا تھا' اے میرے بیٹے جو مصائب تجھ پر آئیں اس پر صبر کر اور حقوق سے تعرض نہ کر۔ اور اپنے بھائی کو کسی نفع بخش کام سے کبھی محروم نہ کر۔

طبرانی نے باسناد ذکر کیا ہے کہ ایک دن علی بن الحسین جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ گھر میں کوئی شور بلند ہوا' وہ اٹھ کر گھر میں گئے اور پھر مجلس میں واپس آ گئے۔ لوگوں نے پوچھا' کیا کوئی حادثہ پیش آ گیا تھا' جواب دیا' ہاں لیکن لوگوں کو ان کے صبر

واستقلال کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ جب لوگوں نے اصرار کیا تو صرف اتنا کہا' ہم اہل بیت ہیں' اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں خواہ ہمیں وہ چیز بھلی لگے یا بری۔

طبرانی لکھتے ہیں' علی بن الحسین کہا کرتے تھے' جس دن قیامت قائم ہوگی تو منادی پکار کر کہے گا جو اہل فضل ہیں وہ کھڑے ہو جائیں۔ کچھ لوگ اس آواز پر نکل آئیں گے تو ان سے کہا جائے گا جنت کی طرف چلو' راستہ میں ان سے فرشتے پوچھیں گے کہاں جا رہے ہو؟ وہ جواب دیں گے' جنت کی طرف' وہ کہیں گے' حساب سے قبل ہی؟ وہ جواب دیں گے' ہاں فرشتے کہیں گے' تم کون لوگ ہو' اس پر وہ جواب دیں گے' ہم اہل فضل ہیں' فرشتے کہیں گے' تمہارا فضل کیا تھا؟ وہ جواب دیں گے' جب ہم سے لوگ جہالت و نادانی کے ساتھ پیش آئے تو ہم نے برداشت کیا۔ اور جب ہم پر ظلم ہوا تو ہم نے صبر کیا۔ اور جب ہمارے ساتھ برائی کی گئی تو ہم نے معاف کر دیا۔ اس پر فرشتے کہیں گے۔ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ عمل کرنے والوں کو اچھا ہی اجر ملتا ہے۔ پھر ایک اور منادی آئے گا اور کہے گا اہل صبر کھڑے ہو جائیں' تو کچھ لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔ ان سے بھی کہا جائے گا جنت کی طرف چلو' ان سے بھی راستہ میں فرشتے ملاقات کریں گے اور وہی سوالات ان سے بھی پوچھیں گے جو دوسروں سے پوچھے گئے تھے' تو یہ کہیں گے ہم اہل صبر ہیں' فرشتے کہیں گے' تم نے کیسا صبر کا مظاہر کیا تھا' تو یہ جواب دیں گے' ہم نے طاعت الٰہی پر صبر کیا تھا۔ اس کے علاوہ ہم نے معصیت الٰہی سے گریز پر صبر کیا تھا اور مصائب و آلام پر صبر کیا تھا۔ ان سے فرشتے کہیں گے جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ' ''فنعم اجر العاملین'' پھر ایک اور منادی آئے گا' وہ کہے گا' اللہ کے گھر کے پڑوسی کھڑے ہو جائیں۔ اس مرتبہ کھڑے ہونے والے لوگ تھوڑے ہوں گے' ان سے بھی کہا جائے گا' جنت میں چلو' ان سے بھی فرشتوں کی راستہ میں ملاقات ہوگی اور سوال و جواب ہوں گے۔ فرشتے کہیں گے' تمہیں اللہ تعالیٰ کی مجاورت کا حق کیسے حاصل ہو گیا؟ وہ جواب دیں گے' ہم اللہ کے گھر کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اللہ کے لیے وہاں بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے۔ اور جو توفیق ہوتی تھی اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا' جنت میں چلے جاؤ۔

علی بن الحسین کہتے تھے' اللہ تعالیٰ گنہگار توبہ کرنے والے مومن کو دوست رکھتا ہے' وہ فرمایا کرتے تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا چھوڑ دینے والا قرآن پاک کو پس پشت ڈالنے والے کی مانند ہے بجز اس کے کہ وہ کوئی خوف و اندیشہ محسوس کرتا ہو۔ لوگوں نے دریافت کیا' اندیشہ اور خوف کیسا؟ انہوں نے کہا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں اس کو کسی جابر و ظالم کے جبر و قہر کا سامنا ہو۔

ایک شخص نے سعید بن المسیب سے کہا' میں نے فلاں آدمی سے زیادہ کسی کو متقی و پرہیزگار نہیں دیکھا' اس پر سعید نے اس شخص سے پوچھا' تم نے علی بن الحسین کو بھی دیکھا ہے؟ اس نے کہا' نہیں۔ سعید بن المسیب نے جواب دیا' میں نے علی بن الحسین سے زیادہ کسی کو متورع نہیں پایا۔ سفیان بن عیینہ زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز وہ علی بن الحسین کے پاس گئے تو انہوں نے پوچھا اے زہری! تم کس معاملہ میں گفتگو کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا' ہم روزہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ اور میری اور سب کی رائے یہ تھی کہ رمضان کے روزوں کے سوا کوئی روزے فرض نہیں ہیں۔ اس پر علی بن الحسین نے کہا' جیسا تم کہہ رہے ہو'

ایسا نہیں ہے۔ روزے چالیس طرح کے ہیں جس میں سے دس واجب ہیں ٹھیک رمضان کے روزوں کی طرح' اور دس ان میں سے حرام ہیں' اور چودہ روزوں کا رکھنے والے کو اختیار ہے۔ چاہے رکھے چاہے افطار کرے۔ اور صوم النذر واجب ہے' صوم الاعتکاف واجب ہے۔ زہری نے کہا یا ابن رسول اللہؐ اس کی تشریح کیجیے۔ فرمایا رمضان کے روزے واجب ہیں اور قتل خطاء کے پے در پے دو ماہ کے روزے اس کے لیے جو غلام آزاد نہ کر سکے' واجب ہیں۔ اور تین دن کے روزے کفارہ یمین کے لیے جو کھانا کھلانے کی سکت نہ رکھتا ہو۔ اور سر کے حلق کرانے کے روزے' اور دم تمتع کا روزہ' بشرطیکہ ہدی میسر نہ ہو۔ اور شکار کرنے کا روزہ۔ لیکن جس دن روزہ کو رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار دیا گیا ہے وہ دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ ہے۔ اس کے علاوہ ماہ شوال کے چھ روزے' عرفہ کا روزہ' اور یوم عاشورہ کا روزہ۔ ان روزوں کے رکھنے یا نہ رکھنے کا بھی اختیار ہے' لیکن صوم اذن' تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ عورت بلا اجازت شوہر نفلی روزہ نہ رکھے۔ اور یہی حکم غلام اور باندی کے لیے بھی ہے۔

جو روزے حرام ہیں' وہ یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کے ہیں ایام تشریق تک۔ اور یوم الشک میں رمضان کا روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ اسی طرح یوم الوصال' یوم الصمت' اور معصیت کی نذر کا روزہ بھی حرام ہے اور صوم الدہر بھی۔ مہمان کو بھی نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہیے' البتہ میزبان کی اجازت سے رکھ سکتا ہے۔ روزہ میں اگر بھول کر کچھ کھا پی لے تو معاف ہے۔ جہاں تک مریض اور مسافر کے روزہ رکھنے کا سوال ہے' کچھ لوگ کہتے ہیں' اس کا رکھنا ہوگا' کچھ کہتے ہیں نہیں رکھنا ہوگا' کچھ لوگ کہتے ہیں' دونوں امر کی اجازت ہے چاہے رکھے نہ رکھے' لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر دو صورت میں روزہ نہیں رکھنا ہوگا۔ اگر سفر اور مرض کی حالت میں روزہ رکھا تو قضا واجب ہے۔ (یہ مصری اضافہ ہے)

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث

ابن الہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المدنی مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک تھے' کہتے ہیں' پہلے ان کا نام محمد' اور بعض کے نزدیک ابوبکر تھا' ان کی کنیت ابوعبدالرحمان تھی۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ ان کی کنیت اور نام ایک ہی ہے' ان کی اولاد اور بھائی بہت ہیں۔ یہ جلیل القدر تابعی گزرے ہیں۔ انہوں نے ابوہریرہؓ' اسماء بنت ابوبکرؓ' عائشہؓ اور ام سلمہؓ وغیرہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ اور خود ان سے بھی ایک جماعت نے' جن میں بنو سلمہ' عبداللہ' عبدالملک' عمر اور ان کے غلام سمی' عامر الشعبی' عمر بن عبدالعزیز' عمرو ابن دینار' مجاہد اور الزہری نے روایات بیان کی ہیں۔ یہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوران پیدا ہوئے تھے۔ ان کو لوگ قریش کا راہب بھی کہتے تھے' اس لیے کہ نمازیں کثرت سے پڑھتے تھے' نابینا تھے' اور صائم الدہر بھی تھے۔ ثقہ' امین' فقیہہ اور صحیح الروایت تھے۔

صحیح یہ ہے کہ ان کا انتقال ۹۴ھ میں ہوا' کچھ لوگ ان کی تاریخ وسن وفات آگے پیچھے بھی بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اسی سن میں فضل بن فریاد القرشی کا بھی انتقال ہوا' جو بڑے عابد وزاہد تھے۔ ان کے بڑے مناقب وفضائل ہیں' ان کا قول ہے' اے شخص تجھے دنیا والے بہکا کر تیرے نفس سے تجھے بیگانہ نہ بنا دیں' کیونکہ اس معاملہ کا تعلق خالصتاً تیری ذات سے ہے' اس

لیے تو اپنی صبح کسی کے کہنے سننے سے ضائع نہ کر۔ جو کچھ تو کرے گا یا کہے گا' وہ تیرے ہی لیے محفوظ رہے گا۔

ابو سلمہ ابو عبدالرحمٰن بن عوف الزہری کی مدینہ کے فقہاء میں سے ایک تھے۔ اور امام اور عالم تھے۔ انہوں نے بھی بہت سی روایات صحابہؓ کی جماعت سے نقل کی ہیں۔ یہ وسیع العلم تھے' ان کا انتقال مدینہ میں ہوا۔

عبدالرحمٰن بن عائذ الازدی بھی عالم تھے اور کثیر الروایات تھے' بہت سی کتابیں ان کی یادگار ہیں۔ صحابہؓ کی ایک جماعت سے انہوں نے روایات بیان کی ہیں۔ ابن الاشعث کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا' اس میں ان کو بھی حجاج نے قید کر دیا تھا' مگر پھر چھوڑ دیا تھا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ قاضی اور عالم و فاضل تھے۔ ان سے ایک جماعت نے احادیث بیان کی ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز بن مروان کے زمانہ میں قاضی اور پولیس کے سربراہ تھے۔

۹۵ھ کا آغاز

اس ۹۵ھ میں عباس بن ولید نے بلاد روم میں جنگ کا آغاز کیا اور بلاد روم کے بہت سے قلعے فتح کر لیے۔ اسی سن میں سلمہ بن عبدالملک نے بلاد روم کا ایک شہر فتح کیا' اور پھر اس کو جلا ڈالا اور پھر اس کو بیس سال میں دوبارہ تعمیر و آباد کیا۔ اس سن میں محمد بن قاسم نے ملتان شہر کو فتح کیا' جہاں سے اس کو بہت سا مال اور دولت حاصل ہوئی' اور اسی سن میں موسیٰ بن نصیر نے بلاد اندلس سے آگے بڑھ کر افریقہ تک مارچ کیا جہاں سے اس کو بہت سا مال ملا۔ اور تقریباً تیس ہزار قیدی بھی وہاں سے اس کے ہاتھ آئے۔ اسی سال قتیبہ بن مسلم نے بلاد شاش فتح کر کے وہاں کے بہت سے شہروں اور علاقوں پر قبضہ کیا۔ جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا تو حجاج بن یوسف ثقفی کی موت کی خبر آ گئی' جس نے سب چیزوں پر پانی پھیر دیا۔ اور لوگ شہر کی طرف جانا شروع ہو گئے' کسی شاعر نے اس موقع پر کہا ہے۔ ؎

فان یحیی لا املک حیاتی وان تمت فمـافـی حیـات بعد موتک طـائـل

''اگر تو زندہ ہے تو تجھے اپنی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں اور اگر تو مر جائے تو تیرے بعد میری زندگی میں کیا رہ جاتا ہے''

اس سال ولید نے قتیبہ بن مسلم کو لکھا کہ حالات کو جوں کا توں رکھا جائے اور دشمنوں سے جنگ کی بجائے صلح کی بنیاد ڈالی جائے۔ ولید نے قتیبہ کے جنگی کارناموں اور فتوحات اور کامیابیوں کی تعریف کے ساتھ اس کو انعام و اکرام سے نوازنے کی خوشخبری بھی سنائی۔ حجاج نے نماز کے علاوہ کوفہ اور بصرہ کے شہروں پر اپنا نائب اپنے بیٹے عبداللہ کو بنا دیا تھا۔ ولید نے اس کی جگہ یزید بن کبشہ کو یہ ذمہ داری سونپی اور خراج کی وصولیاں کا انچارج ان دونوں شہروں کے لیے یزید بن مسلم کو بنایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ انتظام حجاج خود کر گیا تھا' جس کو ولید نے برقرار رکھا' اور باقی شہروں میں بھی حجاج کے قائم کیے ہوئے نائبین علیٰ حالہ برقرار رکھے گئے۔ حجاج کی وفات ۲۵ یا ۲۷ رمضان ۹۵ھ کو ہوئی۔ اگرچہ بعض لوگ شوال ۹۵ھ بتاتے ہیں۔ ۹۵ھ میں بشر بن الولید بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا۔ ابو بشر اور واقدی لکھتے ہیں کہ ۹۵ھ میں وضاحی ارض روم میں قتل ہوا' جب کہ اس کے ایک ہزار

ساتھی اس کے ساتھ تھے اور اسی سال ابوجعفر منصور عبداللہ بن محمد ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس کی ولادت ہوئی۔

حجاج بن یوسف ثقفی کی سوانح وتذکرہ وفات

یہ ہیں حجاج بن یوسف بن ابی عقیل بن مسعود بن عامر بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو ابن سعد بن عوف بن ثقیف بو قسی بن عسبہ بن بکر بن ہوازن ابوجمد ثقفی ہیں۔ حجاج نے ابن عباس کو سنا ہے اور انس' سمرہ بن جندب' عبدالملک بن مروان اور ابی بردہ بن ابوموسیٰ سے روایت کی ہے اور خود ان سے روایت کرنے والوں میں انس بن مالک' ثابت البنانی' حمید الطویل' مالک بن دینار' جواد بن مجالد' قتیبہ بن مسلم اور سعید بن عروبہ شامل ہیں۔ عساکر کہتے ہیں دمشق میں حجاج کے کئی مکانات تھے' جن میں سے ایک دارالروایہ تھا جو ابن ابی الحدیہ کے محل کے قریب تھا' عبدالملک نے حجاج کو حجاز کا گورنر بنا دیا تھا۔ لیکن جب انہوں نے ابن الزبیر کو قتل کر دیا تو حجاز کی گورنری سے معزول کر دیا گیا اور عراق کا گورنر بنا دیا گیا۔ پھر حجاج عبدالملک کے پاس وفد کی صورت میں دمشق آیا۔ مغیرہ بن مسلم کہتے ہیں' میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حجاج قبر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ وحدت وغربت کا گھر ہے اور روتا تھا اور اتنا روتا تھا کہ اس کے پاس کھڑے ہونے والے بھی سن کر رونے لگتے تھے' اس کے بعد حجاج نے عبدالملک کے متعلق کہا' کہ میں نے امیر المومنین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مروان اپنے خطبہ میں حضرت عثمانؓ کے متعلق کہا کرتے تھے' اور رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نقل کرتے تھے کہ آپ جب کبھی بھی کسی قبر کو دیکھتے یا اس کا ذکر فرماتے تھے تو رویا کرتے تھے۔ اس حدیث کی شہادت سنن ابی داؤد وغیرہ سے بھی ملتی ہے' انہوں نے مالک بن دینار کے حوالہ سے حجاج سے سنی ہوئی ایک اور حدیث نقل کی ہے' مالک بن دینار کہتے ہیں' ایک روز میں حجاج کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے بتایا' اے ابا یحییٰ! کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حسن حدیث نہ سناؤں' میں نے کہا' ہاں ضرور سنایئے' تو حجاج بولے' مجھ سے ابو بردہ نے ابوموسیٰ کی سنی ہوئی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس کسی کو کوئی حاجت پیش آئے تو فرضوں کے بعد یہ دعا مانگے۔ اس حدیث کی شہادت فضالہ بن عبید وغیرہ کے حوالہ سے سنن اور مسانیہ میں موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

شافعی کا بیان ہے میں نے ایک آدمی کو مغیرہ بن شعبہ کے بارہ میں ذکر کرتے ہوئے سنا ہے کہ ایک روز وہ اپنی بیوی کے پاس پہنچا' تو وہ خلال کر رہی تھی اور صبح کا وقت تھا۔ مغیرہ نے کہا' خدا کی قسم' اگر تو نے صبح ہی صبح کھا پی لیا ہے تو تو بڑی کمینی اور حقیر عورت ہے اور اگر تو رات کے کھانے کی خلال اس وقت کر رہی ہے تو تجھ سے اور کوئی غلیظ عورت نہیں۔ اس کی بیوی نے جواب دیا۔ تم جو کچھ سوچ رہے ہو' ایسی کوئی بات نہیں ہے' میں تو صبح کے وقت اپنا منہ صاف کرنے کی غرض سے حسب معمول مسواک کر رہی تھی کیونکہ اس کا کوئی ریشہ میرے دانت میں پھنس گیا تھا' اس کو نکالنے کے لیے خلال کر رہی تھی۔ مغیرہ نے حجاج سے کہا' یہ عورت کسی سردار کی بیوی بننے کے لائق ہے' میں اسے طلاق دیتا ہوں تم اس سے نکاح کر لو۔ حجاج نے اس سے نکاح کر لیا۔ شافعی کہتے ہیں' حجاج جب شب زفاف میں اس کے قریب گیا اور اس سے مباشرت کی تو خواب میں دیکھا تو نے پیوندکاری میں بڑی عجلت کی ہے۔

ابن خلکان نے کہا ہے' حجاج کی والدہ کا نام فارعہ تھا۔ یہ ہمام بن عروہ بن مسعود ثقفی کی بیٹی تھیں' جن کے شوہر کا نام حارث

ابن کلدۃ الثقفی تھا۔ جو طبیب عرب تھے۔ صاحب العقد نے ذکر کیا ہے کہ حجاج اور ان کا باپ دونوں ٹیچر تھے اور طائف میں معلّمی کا پیشہ کرتے تھے۔ پھر حجاج روح بن زنباع کے پاس دمشق آیا تو ان کے پاس عبدالملک موجود تھے۔ عبدالملک نے روح بن زنباع سے لشکریوں کی شکایت کی یہ لوگ آتے ہیں تو ان کی کوئی منزل نہیں ہوتی' اور کہیں جاتے ہیں تو ان کے پڑاؤ کا کوئی پروگرام وغیرہ نہیں ہوتا۔ روح نے کہا میرے پاس ایک شخص ہے وہ اس کا بندوبست کر سکتا ہے۔

چنانچہ عبدالملک نے حجاج کو لشکر کے امور کا انتظام سپرد کر دیا۔ اور اب لشکر کے آمد و رفت اور کوچ وغیرہ کی تاخیر کی شکایت باقی نہیں رہی حتیٰ کہ حجاج جب روح بن زنباع کے خیموں سے آگے گزر گیا' وہاں جا کر دیکھا تو یہ لوگ کھانے پینے میں مصروف تھے۔ چنانچہ ان سب کی گوشمالی کی گئی' اور ان کے خیموں کو گھیر کر جلا ڈالا گیا۔ اس کی شکایت روح نے عبدالملک سے کی' اس نے حجاج سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہوا۔ میں ایسا کیوں نہ کرتا ان کے ساتھ تو یہ فعل آپ خود ہی کر چکے ہیں۔ اب میرا ہاتھ آپ کا ہاتھ ہے اور میرا کوڑا اب آپ کا کوڑا ہے۔ اور اس میں نقصان کیا ہوا۔ میں نے روح کو ایک خیمہ کی جگہ دو خیمے دے دیئے ہیں اور ایک غلام کی جگہ دو غلام دیئے ہیں۔ عبدالملک نے حجاج کے اس اقدام کو سراہا اور حجاج کو اپنا مقرب بنا لیا۔

کہا جاتا ہے حجاج نے واسط شہر آباد کیا۔ اور اس کی آبادکاری ۸۶ھ میں مکمل ہوئی۔ حجاج کے زمانہ میں قرآن شریف میں نقطے لگائے گئے' حجاج کا نام شروع میں کلیم تھا' بعد کو حجاج رکھا گیا' یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ حجاج جب پیدا ہوا تو اس کے براز کا راستہ بند تھا جس کو کھولا گیا۔ اور کئی دن اس نے دودھ بھی نہیں پیا۔ اس کے لیے ایک سالہ مینڈھی اور اونٹنی کے دودھ کا آمیزہ بنا کر اس کو پلایا گیا۔ اور اونٹ کا خون جسم و چہرہ پر ملا گیا' اس میں شجاعت و صالت بے حد تھی' اور اس کی تلوار بڑی ظالم اور خون آشام تھی۔ اس نے قتل و خون ریزی کا بازار گرم کر رکھا تھا اور ادنیٰ سے شبہ پر بھی بے دریغ قتل کر دیتا تھا۔ جو جانیں اللہ کے نزدیک قتل و خون ریزی کے لیے حرام تھیں' اس کے نزدیک حلال تھی' اس میں جابر بادشاہوں کا ظلم اور غصہ بھرا ہوا تھا۔

ابن عساکر نے سلیم بن عنز التجبی قاضی مصر کی سوانح کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ وہ کبار تابعین میں تھے اور حضرت عمر فاروقؓ نے جابیہ میں جو خطبہ دیا تھا' اس میں شریک ہوئے تھے۔ یہ بڑے عابد و زاہد تھے اور شب کی نماز میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ مقصود یہ ہے کہ حجاج جب اپنے باپ کے ساتھ مصر کی جامع مسجد میں پہنچا تو حجاج کے والد نے سلیم بن عنز سے سلام علیک کے بعد کہا' کہ وہ امیر المومنین سے ملنا چاہتا ہے۔ سلیم بن عنز التجبی نے دریافت کیا' خیر تو ہے' کیا کوئی کام ہے؟ انہوں نے جواب دیا' ہاں میں امیر المومنین سے کہوں گا کہ مجھے عہدۂ قضاء سے سبکدوش کر دیں۔ سلیم بن عنز التجبی نے کہا' سبحان اللہ مجھے تو آج تک آپ سے بہتر کوئی قاضی نظر نہیں آیا۔ اور اس کے بعد وہ اپنے بیٹے حجاج کی طرف کچھ اس سے بھی مشورہ لینے کے لیے متوجہ ہوئے تو حجاج نے کہا' بابا جان کیا آپ ایسے آدمی سے اس بارہ میں صلاح مشورہ لے رہے جو تجبی ہے اور آپ ثقفی' باپ نے جواب دیا' بیٹے میرا خیال ہے ایسے لوگوں کے ذریعے لوگوں کا کام بن جاتا ہے اور ان پر رحم کیا جاتا ہے۔ اس پر حجاج نے جواب دیا' میرے نزدیک تو ایسے لوگوں سے زیادہ امیر المومنین کا کوئی دشمن نہیں ہوسکتا۔ باپ نے پوچھا' بیٹا وہ کیسے؟ حجاج نے جواب دیا۔ ایسے ہی لوگ امیر المومنین کے پاس لوگوں کو لے جاتے ہیں اور ان کو ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرتوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور اس طرح لوگوں کی نظر میں

امیر المومنین کی حقارت اور تذلیل ہوتی ہے اور وہ امیر المومنین کو دونوں خلفاء سے کمتر پا کر ان کو نظروں سے گرا دیتے ہیں۔ اور امیر المومنین سے بغاوت کا جذبہ ان کے دلوں میں پرورش پاتا ہے۔ قسم خدا کی اگر میرا بس چلے تو میں ایسے لوگوں کی گردنیں اڑا دوں۔ اس پر باپ نے کہا' اے میرے بیٹے' میرا خیال ہے' تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا شقی القلب پیدا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاج کا باپ خلیفہ کے نزدیک مقرب ومعزز تھا اور صاحب فراست تھا اسی لیے باپ نے اپنی فراست سے بیٹے کے خیالات کو پہلے ہی سے سمجھ لیا تھا جو بالآخر بعد کو پیش آئے۔

لوگوں نے تحریر کیا ہے کہ حجاج کی پیدائش ۳۹ھ میں ہوئی۔ بعض لوگوں ۴۰ھ اور ۴۱ھ بھی لکھی ہے۔ یہ بڑا ہوا تو خاصا فصیح وبلیغ تھا اور حافظ قرآن بھی تھا۔ بعض اسلاف نے لکھا ہے کہ حجاج روزانہ رات کو قرآن پڑھتا تھا۔ ابوعمرو بن العلاء کہتے ہیں' میں نے حجاج اور حسنؒ بصری سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا' لیکن حسنؒ' حجاج سے بھی زیادہ فصیح تھے۔

دارقطنی کا کہنا ہے کہ عقبہ بن عمرو کہتے تھے کہ میں نے لوگوں کو عقلیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی پائی ہیں۔ مگر حجاج اور ایاس بن معاویہ اس سے مستثنیٰ ہیں' ان دونوں کو عقلی لحاظ سے سب لوگوں پر فوقیت ہے۔

پہلے گزر چکا ہے کہ جب عبدالملک بن زبیر کو ۷۳ھ میں قتل کرا دیا تو حجاج کو اپنے بھائی عبداللہ کے پاس مکہ بھیجا' اس نے وہاں پہنچ کر مکہ کا محاصرہ کیا اور حج کا بندوبست بھی کرایا لیکن خود اور اس کے ساتھی خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر سکے۔ اور نہ ہی ابن زبیر اور ان کے ساتھیوں کا طواف کا موقع ملا۔ بہرحال محاصرہ برقرار رہا اور بالآخر حالات پر قابو پانے میں اس کو کامیابی ہوئی اور جمادی ۷۳ھ میں اس کی تکمیل ہوگئی۔ اس کے بعد عبدالملک نے حجاج کو مکہ مدینہ اور طائف اور یمن کا نائب مقرر کیا اور اپنے بھائی بشر کی موت کے بعد حجاج کو عراق بھیج دیا' جہاں سے وہ کوفہ میں داخل ہوا۔ ان مقامات میں اس کا عمل دخل بیس سال تک مکمل طور پر قائم رہا۔ یہاں بیٹھ کر اس نے زبردست فتوحات کیں۔ اور اسلامی فتوحات کا دائرہ سندھ اور ہند کے دوسرے علاقوں تک پھیل گیا' چاروں طرف مسلم فوجوں کی تاخت جاری رہی' حتیٰ کہ چین تک بھی مسلمان یلغار کرتے ہوئے پہنچ گئے۔

جعفر مدینی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف سعید بن المسیب کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا' انہوں نے دیکھا کہ حجاج امام سے قبل سجدہ میں چلا جاتا ہے اور امام سے قبل سر اٹھا لیتا ہے۔ جب حجاج نے سلام پھیرا تو سعید نے اس کی چادر کا کونہ پکڑ کر کہا کہ وہ اس سے کچھ بات کریں گے' اس پر حجاج ان سے جھگڑا کرنے لگا' مگر سعید نے اس معاملہ کو اس وقت رفع دفع کر دیا اور خاموش ہو گئے۔ مگر تھوڑی دیر بعد وہ حجاج کے پاس آئے اور کہنے لگے' اے سارق وخائن! تو اس طرح نماز پڑھتا ہے' میں نے ارادہ کیا ہے' تیری اس جوتے سے خبر لوں گا اور تیرے منہ پر جوتا ماروں گا' مگر حجاج نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن حجاج حج کے دنوں میں واپس آ کر واپس چلا گیا۔ اور پھر شام سے حجاز کا نائب بن کر واپس آیا اور جب ابن الزبیر کا قتل ہو گیا تو مدینہ کا نائب بھی بن گیا' اور مسجد نبویؐ میں داخل ہوا۔ وہاں سعید بن المسیب بھی بیٹھے ہوئے تھے' لوگوں نے دیکھا کہ وہ سعید کی طرف بڑھا' اور سعید کے لیے خطرہ بھی محسوس کیا گیا' مگر حجاج سعید کے قریب آ کر ان کے سامنے بیٹھ گیا' اور کہنے لگا' آپ صاحب الکلمات ہیں۔ اس پر سعید نے اپنے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا' ہاں' حجاج بولا' بحیثیت معلم ومؤدب کے اللہ آپ کو جزائے خیر دے' میں

نے اس دن کے بعد سے کوئی نماز نہیں پڑھی ہے‘ مگر آپ کی نصیحت کے مطابق جو اس دن آپ نے مجھے کی تھی‘ نماز یاد رکھی ہے اور پھر کھڑا ہو گیا اور وہاں سے چل دیا۔

ابی عمرو بن العلاء بیان کرتے ہیں‘ جب حجاج نے ابن الزبیر کو قتل کر دیا تو سارا مکہ چیخ پکار سے گونج اٹھا تو حجاج نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا‘ اور پھر منبر پر چڑھ کر لوگوں کو مخاطب کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا:

''اے اہل مکہ! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے بڑوں نے ابن الزبیر کو قتل کر ڈالا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ زبیر اچھے لوگوں میں تھے‘ مگر انہوں نے خلافت حاصل کرنا چاہی اور اس کے لیے جھگڑا کیا اور ان لوگوں سے مقابلہ کیا جو اس کے اہل تھے‘ اور اس طرح طاعت الٰہی سے نکل گئے اور حرم وحدود اللہ کو توڑا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا‘ ان میں روح پھونکی۔ اور ان کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اور ان کی عزت کرائی‘ اور ان کو جنت میں ٹھہرایا۔ لیکن جب انہوں نے قصور کیا‘ اور ان سے خطا سرزد ہوئی تو ان کو جنت سے نکال دیا‘ حالانکہ آدم اللہ کے لیے ابن الزبیر سے زیادہ مکرم ومعزز تھے اور جنت باعتبار حرمت کعبہ سے زیادہ محترم ہے۔ تم اللہ کو یاد کرو‘ اللہ تم کو یاد کرے گا''۔

امام احمد نے ابی الصدیق الناجی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حجاج اسماء بنت ابی بکرؓ کے پاس ان کے بیٹے عبداللہ کے قتل کے بعد آیا‘ اور کہنے لگا‘ تمہارے بیٹے نے خانہ خدا میں الحاد و بے دینی کا عمل اختیار کیا تھا‘ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو عذاب الیم کا مزہ چکھا دیا ہے‘ انہوں نے کہا‘ تو جھوٹا ہے وہ تو والدین کا مطیع وفرمانبردار تھا‘ وہ روزہ دار اور قائم اللیل تھا۔ اللہ کی قسم ہمارے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ بنی ثقیف میں دو کذاب پیدا ہوں گے‘ جن میں دوسرا پہلے سے زیادہ خبیث وشریر ہو گا۔ کذاب تو ابن ابی عبید ہے یعنی مختار‘ لیکن مبیر تو ہے۔

نافع نے بیان کیا ہے کہ ابن عمرؓ نے ابن زبیر اور حجاج کو جب ایک شب منیٰ میں لڑتے جھگڑتے دیکھا تو انہوں نے حجاج کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دی اور ثوری ابن جابر کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر جب حجاج کے پاس پہنچتے لیکن ان کو سلام نہیں کرتے تھے‘ اور حجاج کے ساتھ نماز بھی نہیں پڑھتے تھے چنانچہ ابن الصلت بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حجاج نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا‘ کہ ابن الزبیر نے کتاب اللہ کو بدل ڈالا ہے۔ اس پر ابن عمرؓ نے کہا‘ اللہ ابن الزبیر کو اس پر قادر کرے گا اور نہ ان کے ساتھ تجھ کو‘ اور اگر میں چاہوں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے۔ چنانچہ حوشب وغیرہ کی روایت ہے کہ ایک دن جب حجاج نے خطبہ طویل کر دیا تو ابن عمرؓ نے کئی بار پکار پکار کر کہا‘ نماز‘ نماز‘ چنانچہ نماز کھڑی ہو گئی اور حجاج نے نماز پڑھائی۔ اور جب ابن عمر واپس آئے تو حجاج نے ان سے کہا‘ تم کو یہ کہنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے‘ انہوں نے جواب دیا‘ تم وقت پر نماز پڑھانے کے لیے آتے ہو تو نماز ہر وقت پڑھاؤ اور ادھر ادھر کی باتوں سے قوم کے وقت کو ضائع اور تفرقہ سے بچاؤ۔

اصمعی کہتے ہیں میں نے اپنے چچا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب حجاج ابن الزبیر کے قتل سے فارغ ہو گیا۔ اور وہ مدینہ سے باہر اس کو ایک شیخ ملا۔ اس شیخ سے حجاج نے مدینہ کا حال احوال دریافت کیا۔ شیخ نے کہا‘ بہت برا حال ہے‘ رسول اللہ ﷺ کے حواری قتل کر دیئے گئے ہیں‘ حجاج نے پوچھا‘ ان کو کس نے قتل کیا ہے؟ شیخ نے جواب دیا‘ ایک فاجر وفاسق اور لعین حجاج نے‘ اللہ

اس کو ہلاک کرے اور سب لعنت بھیجنے والے اس پر لعنت بھیجیں۔ یہ سن کر حجاج غضب آلود ہو گیا اور کہا اے شیخ اگر تم حجاج کو دیکھو تو اس کو پہچان سکتے ہو؟ شیخ نے کہا ہاں خدا وند الله اس کو کبھی خیر وفلاح سے ہمکنار نہ کرے۔ اس کے بعد حجاج نے اپنے منہ پر پڑی ہوئی نقاب ہٹا دی۔ اے شیخ اب تم اسے خوب پہچان لو گے جب تمہارا خون بہے گا۔ جب شیخ کو پتہ یقین ہو گیا تو اس نے کہا یہ تو بہت ہی تعجب خیز بات ہوئی ہے۔ اے حجاج! اگر تجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں کون ہوں تو یہ بات کبھی نہ کہتا۔ میں عباس ابن ابی داؤد ہوں اور دن میں پانچ مرتبہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے۔ یہ سن کر حجاج نے کہا' جا چلا جا یہاں سے الله تجھے کبھی اس دورہ سے نجات نہ دے۔ خالد بن معاویہ نے عبدالملک سے کہا' کیا آپ مجھے اس سے نجات دلا سکتے ہیں۔ عبدالملک نے کہا' کس شخص سے اور کیا خوف ہے تجھے' یزید بن عبدالملک نے جواب دیا' قسم ہے الله کی' اے امیر المومنین جب سے میں نے رملہ بنت زبیر سے نکاح کیا ہے آل زبیر کی طرف سے میرے دل میں جو غبار بھرا ہوا تھا وہ نکل گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ ایک روز سویا ہوا تھا کہ اس کو اٹھا کر بیدار کیا گیا اور اس نے فیصلہ کر لیا اور اس نے حجاج کو لکھا کہ وہ رملہ کو طلاق دینے کا پختہ ارادہ کر چکا ہے۔ چنانچہ اس نے رملہ کو طلاق دے دی۔ سعید بن ابی عروبہ کہتے ہیں کہ حجاج نے ایک بار حج کیا اور وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان سے گزر رہا تھا' اس نے اپنے دربان سے کہا' دیکھو کسی مہمان کو بلاؤ' ہم اس کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ دربان باہر نکلا تو اس کو ایک اعرابی نظر آیا' اس کو بلا کر اپنے امیر حجاج کے پاس لے آیا۔ جب وہ شخص حجاج کے سامنے آیا تو حجاج نے اس کو مخاطب کر کے کہا' ہاتھ دھو لو اور ہمارے ساتھ ناشتہ کرو۔ اس اعرابی نے کہا مجھے اس نے پہلے ہی دعوت دے رکھی ہے جو آپ سے بہتر ہے' حجاج نے کہا' وہ کون ہے' اس نے کہا الله جس سے مجھے روزہ رکھنے کی دعوت دی ہے۔ اور میں نے اس کی دعوت قبول کر لی ہے۔ حجاج نے کہا' اس سخت گرمی اور تپش میں روزہ؟ اور کہا' آج کھانا کھالو' کل روزہ رکھ لینا۔ اس نے جواب دیا' آپ کل کی مجھے ضمانت دے سکتے ہیں؟ حجاج نے کہا نہیں۔ اعرابی نے کہا' تو آپ مجھ سے آج کے لیے اس کل کا کیوں سوال کرتے ہیں جس پر آج آپ کو قدرت نہیں۔ حجاج نے کہا' ہمارا کھانا عمدہ اور مزیدار ہے۔ اس نے جواب دیا مجھے لذت کی نہیں' بلکہ عافیت کی ضرورت ہے۔

فصل

ہم ۷۵ھ میں حجاج کے کوفہ میں داخلہ کی کیفیت اور وہاں پہنچ کر خطبہ دینے کا حال بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ حجاج نے وہاں پہنچ کر لوگوں کو کس طرح دھمکایا اور ڈرایا۔ نیز یہ کہ وہاں پہنچ کر اس نے عمیر بن ضابی کو قتل کر دیا تھا اور کمیل بن زیاد کو بھی بری طرح قتل کرا دیا تھا۔ اور اس کے بعد ابن الاشعث کے ساتھ قتال خون ریزی کا حال بھی ہم نے گزشتہ سطور میں بیان کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ کس طرح حجاج نے ابن الاشعث سے نمٹنے کے بعد اس کے ساتھی امراء زہد وعباد اور قراء کو بے دردی سے قتل کرایا اور سعید بن جبیر جیسے فقیہہ وعالم اور عابد وزاہد بزرگ کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا۔

ابن عاصم کہتے ہیں حجاج نے دیر جماجم کے بعد اہل عراق کو مخاطب کر کے کہا:

اے اہل عراق! شیطان تمہارے گوشت پوست اور رگ پٹھوں میں گھس گیا ہے اور اس نے تمہارے اعضاء و جوارح پر قبضہ کر لیا ہے جس کے باعث تمہارے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں سلب ہو گئی ہیں اس نے تمہارے دل و دماغ میں اپنی ذریت پھیلا دی ہے جس کی وجہ سے تمہارے دلوں میں نفاق و شقاق پیدا ہو گیا ہے اور تم ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے ہو اور تم صراط مستقیم سے ہٹ کر ٹیڑھے راستے پر جا رہے ہو۔ نہ کسی کی نصیحت سے تمہیں کوئی فائدہ پہنچا ہے اور نہ کسی کا مشورہ تمہیں فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ کیا تم .... اہواز میں میرے ساتھی اور ہمنوا نہ تھے۔ لیکن پھر تم نے پہلو بدلے اور غداری و بے وفائی کی طرف مائل ہو گئے اور اسلام سے ہٹ کر کفر پر مجتمع ہو گئے' اور تمہیں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو رسوا اور خوار کر دے گا اور خلافت کو ذلیل کر دے گا' حالانکہ خدا کی قسم میں تمہارے قریب ہی موجود ہوں۔ لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ تم چوروں کی طرح کھسکتے جا رہے ہو اور جھوٹی پناہ کے لیے ادھر ادھر بھاگ رہے ہو اور پناہ کی تلاش میں سرگرداں ہو۔ لیکن تمہاری ان حرکتوں سے تمہیں ذلیل و رسوا کر دیا ہے' تم فتنہ و فساد کی نذر ہو گئے ہو تمہارے تفرقہ اور انتشار نے تمہاری ہوا اکھاڑ دی ہے اور تم دنیا کی نظر میں منتشر اور ذلیل و خوار ہو گئے ہو۔ اللہ نے بھی تمہاری مدد سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور تم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے اور تم سے بری الذمہ ہو گیا ہے۔ آج تمہارا حال یہ ہو گیا ہے کہ بڑوں کو اپنے چھوٹوں کی اور چھوٹوں کو اپنے بڑوں کی خبر نہیں ہے' سب ایک دوسرے کے حال سے بے خبر اور بے زار ہو گئے ہیں۔ تم کو دیر جماجم سے سبق لینا چاہیے جہاں ایسی زبردست خوں ریزی ہوئی ہے جس نے دوست کو دوست سے اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ہے اور تلواروں کی جھنکار اور تیر و تفنگ کی بارش سے لوگ خدا کی پناہ مانگتے تھے۔

اے اہل عراق اور اے اہل غدر اور بے وفا لوگو! اگر میں تمہیں سرحدوں پر بھیجتا ہوں تو تم بے وفائی اور غداری کرتے ہو۔ اگر تم کو کسی چیز کا امین بناتا ہوں' تو اس میں خیانت کرتے ہو۔ اور اگر تم مامون و مصئون ہوتے ہو' تب بھی مضطرب و بے قرار رہتے ہو۔ اور جب تم کو خوف لاحق ہوتا ہے تو چھپ کر اونٹ کی طرح پیر بچھا کر بیٹھ جاتے ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد نہیں کرتے ہو' اور خدا کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرتے ہو۔ تم بدعہدی کرتے ہو تو شرم نہیں کرتے ہو۔ کسی گمراہ کو تم راہ پر نہیں لا سکتے۔ نہ کوئی گنہگار تمہاری بدولت گناہوں سے بچ سکتا ہے تم کسی ظالم کے خلاف کسی فریادی کی مدد نہیں کر سکتے۔ نہ کوئی محروم آدمی تمہاری بدولت اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے بلکہ اس کے برعکس مظلوم کے خلاف ظالم کی حمایت کے لیے آمادہ رہتے ہو اور غاصب کی پکار پر لبیک کہتے ہو۔ اور اشرار او باش قسم کے لوگوں کی مدد کے لیے بڑی سرعت سے بڑھ کر جاتے ہو' خواہ اس کے لیے تمہیں پیدل جانا پڑے خواہ سواری پر۔

اے اہل عراق! کوئی بھی شوریدہ سر تمہیں پکارے گا تو تم اس کی آواز پر لبیک کہو گے' اور کوئی بھی ہنگامہ کرنے والا اور راہ حق سے ہٹانے والا تمہیں آواز دے گا تو تم اس کی آواز پر لبیک کہو گے اور ایسے لوگوں کو نہ صرف خوش آمدید کہو گے' بلکہ ان کی اتباع اور پیروی کے لیے بھی دل و جان سے تیار ہو گے۔ اے اہل عراق! کیا میں نے تمہیں بار بار نصیحت نہیں کی ہے اور کیا تم نے تمام واقعات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کر لیا؟ اور کیا تم کو اللہ نے تمہارے اس رویہ کا مزہ نہیں

چھپایا کہ تم بار بار دھوکے نہیں کھاتے ہو؟ کیا تم قدرت کی طرف سے خوف و خطرات میں بار بار مبتلا نہیں کیے گئے ہو مگر پھر بھی تمہاری آنکھیں نہیں کھلتی ہیں''۔

اس کے بعد حجاج اہل شام کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا' اے اہل شام میں تمہارے لیے شہسوار و تیر انداز کی طرح ہوں' جو اپنے ماتحتوں کی طرف سے پوری طرح ہر قسم کا دفاع کرتا ہے اور اپنے بچوں کی ہر طرح حفاظت کرتا ہے۔ اور ان کو ہر طرح کی تکالیف اور خطرات سے بچا کر آرام و آسائش پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اے اہل شام! تم مملکت کی ڈھال اور ڈھارس ہو' تم نرم و گرم ہو' اور نرم خو اور شریر تقویٰ بھی ہو' تم اولیاء اور انصار ہو' تم مددگار و حمایتی ہو' تمہاری بدولت ہی دفاع اور حفاظت کا بھرم قائم ہے۔ اور تم ہی دشمنوں کی فوجوں کو شکست و ہزیمت پر مجبور کرتے ہو' اور وہ میدان جنگ سے فرار ہونے یا تم سے پناہ مانگنے میں مجبور ہو جاتے ہیں۔ قریش کا ایک شیخ جس کی کنیت ابو بکر التیمی تھی' کہتا ہے کہ حجاج اکثر اپنے خطبہ میں ذکر کیا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو' اور اس کی ذریت کو مٹی سے پیدا کیا' اور ان کو زمین کی پشت پر چلایا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی اولاد نے زمین کے پھل اور مشروبات سے فیض اٹھایا' اور خوب سیر ہو کر کھایا پیا۔ اور اس کے بعد انہوں نے جنگ و جدال اور قتل و خون ریزی کے ذریعہ پورے خطہ ارض کو خراب کر ڈالا' لیکن ایک وقت آیا کہ زمانہ بدلا' اور اللہ کے قانون فطرت کے مطابق حکومت و اقتدار ایک قوم سے چھن کر دوسری قوم کو ملا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس تختہ زمین پر پچھلی قوم کا گوشت پوست اگلی قوم کے ہاتھوں کھایا گیا اور ان کو اس طرح انہوں نے بھی تباہ و برباد کر دیا جس طرح انہوں نے ان کو کیا تھا۔

متعدد آدمیوں نے لکھا ہے کہ حجاج نے ایک مرتبہ اپنے خطبہ کے دوران کہا کہ ایک شخص یہاں ایسا بھی ہے جس پر تم کو اعتماد ہے۔ اس شخص نے اپنے آپ کو اس کا اہل بھی ثابت کیا ہے' اس نے نفس کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے اور اس کو اس نے اطاعت الٰہی کی طرف موڑ دیا ہے اور معاصی سے اور خدا کی نافرمانی سے اس کو بچائے رکھا ہے۔ اللہ اپنا رحم کرے اس شخص پر' اس نے اپنے نفس کو زیر کر لیا ہے۔ ایسا شخص جو اپنے ہی نفس کو متہم رکھتا ہے اور ایسا شخص جو دوسروں کا محاسبہ کرنے سے قبل اپنا محاسبہ کرتا ہے' جو اپنے اعمال و میزان پر نظر رکھتا ہے' جو اپنے ہر عمل اور حرکت کو تولتا رہتا ہے اور غور کرتا رہتا ہے کہ اس کا کون سا عمل ایسا ہے جو اسے اپنے نامہ اعمال میں نظر آ جائے گا۔ اور اس کو میزان عدل میں تلتا ہوا خود اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ نیز اس کا قلب ایسا ہے جو اس کو خضوع و خشوع کی طرف ہمیشہ مائل رکھتا ہے۔ ابھی اس شخص کی متعدد صفات کا ذکر حجاج کر ہی رہا تھا کہ مالک بن دینار نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔

مدائنی نے شعبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میں نے حجاج کو جس انداز پر گفتگو کرتے دیکھا کہ اس سے پہلے کسی کو ایسی گفتگو کرتے نہیں دیکھا ہے۔ خطبہ میں اما بعد کے بعد ایک مرتبہ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے دنیا پر فنا کا حکم لکھ دیا ہے۔ اور آخرت کے لیے بقا لکھ دی ہے اس کے لیے فنا نہیں اور جس کے لیے اس نے فنا لکھ دی ہے وہ بقا نہیں پا سکتا۔ اس لیے اے لوگو! تمہیں یہ موجود دنیا اس دنیا کی طرف سے دھوکہ میں نہ ڈال دے جو تمہاری نظروں سے ابھی اوجھل ہے۔ اور تمہیں آج کی لمبی چوڑی آرزوئیں آخرت سے غافل نہ کر دیں۔

مدائنی نے ابی عبداللہ الثقفی سے انہوں نے اپنے چچا سے حسن بصری کو حجاج کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی شخص کی عمر کا ایک لمحہ بھی ایسے کام میں گزرا ہو اس کے کرنے کا نہیں تھا' اس پر قیامت تک سوائے حسرت وافسوس کے کیا کیا جا سکتا ہے۔

ابن عمر نے کہا ہے ایک روز حجاج نے کہا' ہم نے ہر شخص کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق سلوک کیا ہے۔ یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہو گیا' مجھے بھی کچھ انعام ملنا چاہیے' میں نے ہی حسین کو قتل کیا ہے۔ حجاج نے پوچھا' وہ کیسے؟ اس نے کہا پہلے میں ان کو تیروں سے زخمی کیا۔ اور پھر تلوار سے ان کے ٹکڑے کر دیئے۔ اور میرے ساتھ اس میں کوئی شریک نہیں تھا۔ یہ کام میں نے اکیلے ہی انجام دیا ہے۔ اس پر حجاج نے اس سے کہا' جا تو اور وہ ایک جگہ جمع نہیں ہوں گے اور اس کو کچھ نہیں دیا۔

الہیثم بن عدی نے کہا ہے' ایک شخص حجاج کے پاس آیا کہ میرے بھائی نے ابن الاشعث کے ساتھ خروج کیا تھا' لیکن میرا نام بھی فہرست میں درج نہیں ہے' مجھے بخشش سے بھی منع کر دیا گیا ہے اور میرا گھر بھی منہدم کر دیا ہے' آخر ایسا کیوں ہے؟ اس پر حجاج نے جواب دیا۔ کیا تو نے یہ شعر نہیں سنا ہے:

ولرب ماخوذ بزنب قریبه ونجا المغارف صاحب الذنب

''بسا اوقات ساتھی کے جرم میں آدمی ماخوذ ہو جاتا ہے اور اصل مجرم وگنہگار بچ جاتا ہے''

یہ سن کر اس آدمی نے جواباً حجاج سے کہا' اے امیر اللہ تو کچھ اور کہتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کا قول سب سے سچا ہے۔ حجاج نے پوچھا' اللہ نے کیا کہا ہے؟ اس نے قرآن پاک کی سورہ یوسف کی وہ آیت پڑھی' جس کا مفہوم یہ ہے:

''اے عزیز مصر' ہمارا باپ بوڑھا ہے تو ہم سے کسی ایک کو اس کی جگہ روک لے' ہم تجھے بڑا نیکوکار سمجھتے ہیں''۔

اس پر یوسف علیہ السلام نے جواب دیا تھا:

''خدا کی پناہ اگر ہم اس کی جگہ کسی اور بے گناہ کو پکڑیں گے تو ہم ظالم ہوں گے''۔

اس پر حجاج نے غلام کو حکم دیا کہ اس شخص کا نام فہرست میں درج کیا جائے اور اس کا گھر دوبارہ تعمیر کیا جائے اور اس کو انعام دینے کا بھی حکم دیا اور منادی کے ذریعہ اعلان کرایا کہ شاعر جھوٹ بولتا ہے۔ قرآن پاک میں جو کچھ ہے وہی سچ ہے:

الہشیم بن عدی ابن عباس کا قول نقل کرتے ہیں' کہ عبدالملک ہیں' کہ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ میرے پاس اسلم بن عبدالبکری کا سر قلم کر کے بھیج دیا جائے۔ جب عبدالملک کا مکتوب حجاج کو ملا تو اس نے حکم دیا کہ اسلم بن عبدالبکری کو حاضر کیا جائے۔ جب اس کو حاضر کیا گیا تو اس نے حجاج سے کہا' اے امیر تو تو یہاں خود موجود ہے اور عبدالملک یہاں موجود نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لیا کرو' ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم پر جا چڑھو اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ''۔

جو کچھ امیر کو اطلاع ملی ہے وہ غلط اور جھوٹ ہے۔ میں تو چوبیس عورتوں کا کفیل ہوں' جن کا کوئی کمانے والا اور کفیل نہیں ہے۔ حجاج نے ان سب عورتوں کو بلانے کا حکم دیا۔ اور جب وہ سب آ گئیں تو انہوں نے کہنا شروع کیا' میں اس کی خالہ ہوں اور یہ

اس کی پھوپھی ہے اور میں اس کی بہن اور یہ میں اس کی بیوی ہوں اور یہ میں اس کی بیٹی ہوں۔ اس کے علاوہ اس کے [illegible] ایک لڑکی آئی جس کی عمر دس سال سے کم ہوگی۔ اس سے حجاج نے پوچھا' تو کون ہے؟ لڑکی نے جواب دیا' میں اس کی بیٹی ہوں۔ اور کہا' اللہ امیر کو نیکی دے۔ حجاج سے اس نے گھٹنے کے بل بیٹھنے کی درخواست کی' اور پھر بیٹھنے کے بعد اس نے ان اشعار میں اپنی اور اپنے خاندان کی آپ بیتی سنائی:

أحجاج لم تشهد مقام بناته وعاته يندبنه الليل اجمعا

''اے حجاج تو اس آدمی کی بیٹیوں' پھوپھیوں کے صحیح مقام کو نہیں سمجھ سکا جو رات کو اکٹھے نوحہ کرتی ہیں''

أحجاج كم تقتل به ان قتلته ثماناً وعشراً واثنين واربعاً

''اے حجاج تو ان میں کتنوں کو مارے گا جو دس سال سے لے کر چوبیس سال کی ہیں''

أحجاج من هذا يقوم مقامه علينا فمهفلا ان تزدنا تضعها

''اے حجاج اس آدمی پر رحم کر' اس کے سوا ہماری خبر گیری کون کرے گا اور اگر ہمیں ذلیل ہی کرنا چاہتا ہے''

أحجاج اما ان تجود بنعة علينا واما ان تقلنا معاً

''تو اس کی دو صورتیں ہیں یا مہربانی کر کے اپنی سخاوت دکھا یا پھر ہم سب کو اکٹھے ہی مار ڈال''

کہا جاتا ہے کہ یہ سن کر حجاج رو پڑا' اور کہا' قسم ہے خدا کی' میں تم پر نہ کوئی سختی کروں گا اور نہ تم کو ذلیل کروں گا۔ اور پھر اس نے عبدالملک کو وہ سب کچھ لکھ کر بھیج دیا جو اس آدمی نے اس کو بتایا تھا۔ اور جو کچھ اس کی دس سالہ بیٹی نے اپنی کہانی سنائی تھی۔ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ اس شخص کو رہا کر دیا جائے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور اس کی معصوم لڑکی کے ساتھ احسان کیا جائے اور اس کی دیکھ بھال کی جائے۔

کہتے ہیں' حجاج نے ایک دن خطبہ دیا' جس میں اس نے کہا' اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں پر صبر کرنا عذاب دوزخ پر صبر کرنے سے بہتر اور آسان ہے۔ یہ سن کر ایک شخص اس کے روبرو کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ اے حجاج افسوس ہے تجھ پر' کیسا مضطرب ہے تیرا چہرہ اور کتنا بے شرم ہے تو۔ کر ڈال جو کچھ تجھے کرنا ہے' باتیں تو خوب بناتا ہے اور جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے' تو خبیث' تیرا کلام گمراہ کن' حجاج نے یہ سن کر اپنے باڈی گارڈ سے کہا' پکڑ لو اس شخص کو۔ اور جب اپنے خطبہ سے فارغ ہوا تو اس نے پوچھا' تجھے ایسی بات کہنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ اس آدمی نے جواب دیا' افسوس ہے تجھ پر' حجاج تو بھی تو اللہ کے مقابلہ میں بہت جری ہے۔ میں تو صرف تیرے ہی مقابلہ میں جرأت دکھا رہا ہوں' تو کون ہے؟ میں یہ جان کر جری بنا ہوں کہ تو اللہ رب العالمین کے مقابلہ میں جرأت و بے باکی کا مظاہر کر رہا ہے۔ اس آدمی کا جواب سن کر حجاج نے اس کو چھوڑ دیا اور کچھ نہ کہا۔

مدائنی کہتا ہے کہ حجاج' ابن الاشعث کے قیدیوں کے پاس آیا اور ان دونوں کے قتل کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک نے کہا' حجاج! میرا تیرے اوپر ایک احسان ہے۔ حجاج نے پوچھا' وہ کیا؟ اس نے کہا ایک روز ابن الاشعث نے تیری ماں کے بارے میں کچھ کہا۔ تو میں نے اس کی تردید کی تھی' حجاج نے کہا' اس کا کوئی گواہ؟ اس شخص نے کہا' یہ میرا ساتھی اس کا گواہ ہے۔ جب حجاج نے

اس سے اس امر کی تصدیق چاہی تو اس شخص نے اس کی تصدیق کی۔ حجاج نے اس سے پوچھا' تم نے اس بارہ میں وہ عمل کیوں نہیں اختیار کیا جو تمہارے ساتھی نے کیا تھا۔ اس نے جواب دیا' اس کی وجہ تمہارے لیے میرا بغض تھا۔ حجاج نے حکم دیا کہ اس کو اس کی سچائی اور صاف گوئی پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو اس کے عمل کی بنا پر۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں' ایک دفعہ ان کو معلوم ہوا کہ بنی حنیفہ کا ایک شخص جس کو جحدر ابن مالک کہتے ہیں' یمامہ کی سرزمین کا بڑا بے باک اور بہادر اور نڈر انسان ہے۔ حجاج نے اپنے نائب کو لکھا کہ ایسے آدمی کو اب تک کیوں گرفت میں نہیں لیا گیا ہے اور اس کو کیوں آزاد چھوڑ رکھا ہے۔ حجاج کا نائب اس شخص کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگا' حتیٰ کہ اس نے اس کو پکڑ کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ حجاج کے پاس پہنچ گیا' تو حجاج نے اس سے پوچھا' تم یہ سب کچھ کیوں کرتے ہو کہ ہم تمہیں پکڑنے کے پر مجبور ہوئے ہیں' اس نے جواب دیا' بادشاہ کے ظلم اور زمانہ کے کتوں کی حرکتوں کے باعث میں اس پر مجبور ہوا ہوں۔ حجاج نے اس سے کہا' میں تمہیں ایک بھوکے شیر کے پنجرے میں ڈال دوں گا۔ تو تم سے ہمیں نجات مل جائے گی' اور اگر تم نے شیر کو قتل کر دیا تو تمہیں چھوڑ دیں گے۔ اس کے بعد اس نے اسے ایک قید خانہ میں گردن میں اس کا ہاتھ باندھ کر قید کر دیا۔ اور حجاج نے اپنے نائب بکسکر کو لکھا' کہ ایک خونخوار شیر کو بھیجنے کا بندوبست کیا جائے۔ اس دوران جحدر نے اپنی محبوب بیوی سلیمیٰ ام عمرو کو قید خانہ کی تنہائی میں یاد کر کے چند اشعار لکھے' جن میں وہ فراق وہجر سے بھرپور جیل کی زندگی کے تاثرات ذیل کے اشعار میں بیان کرتا ہے:

الیس اللیل یجمع ام عمرو وایانا فذالک بنا ترانی

''کیا رات ام عمرو کو اور مجھے اکٹھا نہیں کر دے گی تو مجھ سے قریب ہو جائے''

بلیٰ وترمی الھلال کما نراہ بعلوھا النھار اذا علانی

''ہاں کیوں نہیں اور تو بھی چاند کو ویسے ہی دیکھتی ہے جیسے میں دن میری محبوب پر بھی ویسا ہی نکلتا ہے جیسا مجھ پر''

اذا جاوزتا نخلان نجد واودیة الیمامة فالغیانی

''تم دونوں جب نجد کے نخلستان سے اور یمامہ کی وادیوں سے گزرو تو میری روداد غم سنا دینا''

وقولاً جحدر امسیٰ رھینا یحاذر وقع مصقول یمانی

''اور میری محبوب سے کہا' جحدر رقید ہو گیا ہے اور اب یمن کی چمکتی ہوئی تلوار کے وار سے بچنے کی کوشش میں ہے''

جب شیر حجاج کے پاس پہنچ گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کو تین دن بھوکا رکھا جائے۔ اور پھر امیر کے باغ میں چھوڑ دیا جائے۔ اور اس کے بعد اس نے جحدر کو جیل سے نکالنے اور ایسی حالت میں لانے کا حکم دیا کہ اس کا داہنا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہو۔ اور اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ تلوار جحدر کے بائیں ہاتھ میں دے کر اس کو شیر کے سامنے چھوڑ دیا جائے۔ اس منظور کو دیکھنے کے لیے حجاج اپنے درباریوں کے ساتھ سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ جحدر شیر کے سامنے آیا تو مندرجہ ذیل شعر اس کی زبان پر تھا:

لیث ولیث فی مجال ضنک کلاھما ذوانف ومحک

''دو شیر ایک دوسرے کے بالمقابل تنگ میدان میں ہیں دونوں ہی عزت اور مقابلہ پر ڈٹ جانے والے ہیں''

چنانچہ جب شیر نے جحدر کو دیکھا تو بڑے زور سے چنگھاڑا اور جحدر کی طرف لپکا' اور جب ایک نیزہ کے برابر فاصلہ رہ گیا تو شیر نے جحدر پر جست لگائی اور اس پر حملہ آور ہوا۔ جحدر نے اس کا مقابلہ تلوار کے زبردست وار سے کیا۔ اس کا یہ حملہ اس قدر کاری تھا کہ تلوار کی دھار میں دندانے پڑ گئے۔ اور شیر زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑا سا خیمہ ہے جسے ہوا نے گرا کر زمین پر اس کا ڈھیر لگا دیا ہے۔ جحدر بھی شیر کے وار سے نڈھال ہو کر زمین پر گر گیا۔ حجاج نے اس واقعہ کو بیحد اہم سمجھا اور اس کے ساتھیوں اور تماش بینوں نے بھی اس واقعہ کی عظمت سے انکار نہیں کیا اور حجاج اس شخص کی بہادری سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اس شخص کو اختیار دے دیا کہ چاہے تو وہ اپنے ملک کو واپس چلا جائے اور چاہے تو اس کے پاس مقیم رہے۔ جحدر نے حجاج کے پاس ہی رہنا منظور کر لیا۔ چنانچہ حجاج نے اس کو بہت کچھ انعام واکرام بھی دیا۔

ایک دن حجاج نے امام حسینؓ کو رسول اللہ ﷺ کی ذریت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یحییٰ بن یعمر نے کہا حجاج تو جھوٹا ہے' وہ رسول اللہؐ کی ذریت ہیں۔ حجاج نے کہا یا تو اس کا ثبوت دو' ورنہ تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ یحییٰ بن عمرو نے قرآنی آیت:

﴿ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمَانَ ﴾ .

آخری قول:

﴿ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى ﴾ .

تک پڑھی۔ پس جس طرح عیسیٰ ابراہیم کی ذریت تھے' حالانکہ وہ اپنی ماں مریم کی طرف منسوب تھے' اسی طرح حسین بھی ابن بنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس پر حجاج نے کہا' تم سچ کہتے ہو اور ان کو خراسان کی طرف بھیج دیا۔ حجاج باوجود فصیح وبلیغ ہونے کے قرآن پاک پڑھنے میں غلطیاں کرتا تھا۔ یحییٰ بن یعمر نے اس کو بہت افسوس کیا۔ اس کی غلطیوں کی منجملہ دیگر مثالوں کے ایک یہ تھی کہ وہ ان مکسورہ کو ان مفتوحہ پڑھتا تھا' اسی طرح اس کے برعکس بھی پڑھتا تھا مثلاً:

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ﴾

الی قوله احب الیکم میں احب الیکم پیش کے ساتھ پڑھتا تھا۔

اصمعی وغیرہ نے لکھا ہے کہ عبدالملک نے حجاج سے امس الیوم اور غد کے متعلق دریافت کیا تو حجاج نے اس کا جواب دیا۔ ''امس اجل ہے' الیوم عمل ہے اور غد امل ہے۔

معمر بن المثنیٰ نے کہا ہے۔ جب حجاج نے ابن الاشعث کو قتل کیا تو اہل عراق نے اس کی بہت تعریف وتوصیف کی۔ اس پر اس نے لوگوں کو دل کھول کر انعامات دینا شروع کیے' تو عبدالملک نے حجاج کو لکھا' تم ایک دن اتنا خرچ کر ڈالتے ہو' جتنا امیر المومنین ایک ہفتہ میں خرچ کرتے ہیں' اور جتنا وہ ایک مہینہ میں خرچ کرتے ہیں تم ایک ہفتہ میں خرچ کرتے ہو۔

اور پھر یہ اشعار لکھے:

علیک بتقوی الله فی الامر کله وکن یا عبیدالله فخشی وتضرع

''تجھ پر تمام امور میں تقویٰ الٰہی ضروری ہے اور اے اللہ کے حقیر بندے خدا سے ڈرتا رہ''

وو فر خراج المسلمین فیأھم　　　　وکن لھم حصنا تجیر وتمنع

''مسلمانوں نے خراج اور مال غنیمت میں اضافہ کر　اور ان کا محافظ و محاسب بن''

اس کے جواب میں حجاج نے یہ اشعار پڑھے۔

لعمری لقد جاء الرسول بکتبکم　　　　قراطیس تملا ثم تطوی فتطبع

''میرے پاس آپ کا حکم نامہ آیا جو بہت سے صفحات پر مشتمل ہے''

کتاب اتانی فیہ لین وغلظة　　　　وذکرت والذی لذالب تنفع

''آپ کا خط آیا اس میں نرم گرم سبھی باتیں تھیں　اور آپ نے نصیحتیں لکھی ہیں جو عقلمند کو فائدہ دیتی ہیں''

اس کے جواب میں عبدالملک نے حجاج کو لکھا' جو مناسب سمجھو' اس پر عمل کرتے رہو۔ ایک روز ایک چور حجاج کے پاس لایا گیا۔ اس سے حجاج نے کہا' تو مالدار تھا پھر تو نے چوری کیوں کی؟ اس کی سزا میں تیرا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس آدمی نے جواب دیا' بے شک جب آدمی کا ہاتھ تنگ ہو تو نفس کی سختی کیسے برداشت ہو۔ اس پر حجاج نے کہا' تو سچ تو کہتا ہے' لیکن اگر جس معذرت سے شرعی حد ساقط ہو سکتی تو تو اس کا مستحق ہو سکتا تھا' مگر یہ عذر تیرا قابل قبول نہیں ہے' اور غلام سے کہا تلوار چلاؤ اور جلاد کا انتظام کیا جائے۔ جلاد آیا اور اس نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔

کچھ قراء بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حجاج ولید بن عبدالملک کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ جب کھانا کھا لیا گیا تو ولید نے حجاج کو نبیذ[1] پینے کی دعوت دی حجاج نے کہا' اے امیر المومنین کیا آپ نے اس کو حلال کر رکھا ہے۔ میں نے تو اس کو اہل عراق اور اپنے گھر والوں کے لیے ممنوع قرار دے دیا ہے۔

عمر بن شبہ نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ عبدالملک نے حجاج کو لکھا' اور اسے بے جا مال اڑانے اور خون ناحق بہانے پر کو تنبیہ کی۔ اور لکھا کہ جہاں تک مال کا تعلق ہے' تو وہ اللہ کا ہم تو صرف اس کے ایلچی ہیں۔ حجاج کو جب یہ خط ملا' تو اس نے امیر المومنین کو جواب دیا:

''مجھے آپ کا خط ملا' جس میں بے جا مال صرف کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے اور ناحق خونریزی کے بارہ میں بھی تنبیہ کی گئی ہے۔ خدا کی قسم نہ میں نے اہل معصیت کی عقوبت میں حد سے تجاوز کیا ہے' اور نہ اہل طاعت کی خدمت سے گریز کیا ہے۔ اور اگر یہ اسراف ہے تو امیر المومنین اس کے لیے مجھ پر حد جاری کر سکتے ہیں''۔

حجاج کے جرأت مندانہ اقدامات اور گستاخانہ کلمات

عاصم کہتے ہیں میں نے حجاج کو منبر پر کہتے ہوئے سنا ہے۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور حتی الوسع اس کی خشیت رکھو۔ اور میری بات غور اور توجہ سے سنو' اس میں میں امیر المومنین کی تعریف و توصیف نہیں کر رہا ہوں' قسم ہے اللہ کی' اگر میں لوگوں کو حکم دوں کہ

---

[1] اس زمانہ میں میں نبیذ خالص شراب کہا جاتا تھا لیکن بعد کے زمانہ میں نبیذ کھجوروں یا منقی کے اوپر پانی ڈال کر رکھ دینے کے بعد اس کو فشردہ کو کہتے تھے خواہ اس میں سکر پیدا ہو یا نہ ہو۔

مسجد کے اس دروازہ سے نکل جائیں تو وہ دوسرے دروازہ سے نکلیں گے' ایسی صورت میں میرے لیے ان کا خون اور مال حلال ہو جائے گا۔ اور اگر میں ربیعہ کو مصر میں پکڑ سکوں تو یہ میرے لیے جائز ہوگا۔ اور میرے لیے عبد ہزیل کے لیے معذرت خواہی کا کوئی جواز نہ ہوگا' جب کہ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا قرآن قرآن الٰہی ہے۔ قسم ہے اللہ کی وہ اعراب میں فاش غلطیاں کرتا ہے جو اللہ کے نبی پر اترے ہوئے قرآن میں نہیں ہیں۔ قسم ہے اللہ کی' میں اچھے طرح سبق پڑھا دوں گا۔ اعمش اور ابی النجود دونوں کا بیان ہے کہ خدا برا کرے حجاج کا' اس نے بے شک یہی کہا تھا جو اوپر گزر رہا ہے۔ اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ کوئی اس ام عبد کی قرأت پر قرآن پڑھے گا' اس کی گردن اڑا دوں گا۔ وہ ابن مسعودؓ کی قرأت قرآن پر عیب نکالتا تھا' کیونکہ ان کی قرأت اس کے نزدیک اس مصحف کے خلاف تھی' جو حضرت عثمانؓ نے جمع کیا تھا۔ حالانکہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ حضرت عثمانؓ کے قول کے موافق ہو گئے تھے۔ واللہ اعلم۔

مسلم بن ابراہیم بن بیان کرتے ہیں کہ صلت بن دینار نے حجاج کو شہر واسط میں منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عبداللہ بن مسعود منافقین کے سردار ہیں۔ اور اگر میں ان کو پکڑ لوں گا تو زمین ان کے خون سے بھر دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حجاج کو واسط میں منبر پر یہ آیت پڑھتے ہوئے سنی ہے:

﴿ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ﴾ .

''اے خدا مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو سرفراز نہ ہو''۔

اور یہ کہنے کے بعد اس نے کہا' واللہ اگر سلیمان بھی ہوتا تو وہ بھی حسد کرے۔ اور یہ ایسی سخت اور بے باکانہ جرأت تھی جو اس کو کفر تک پہنچاتی تھی۔ اللہ برا کرے حجاج کا اور اس کو رسوا کرے اور اس کو رحمت خداوندی سے دور کرے۔ رسول اللہ ﷺ انہی ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق جن کی قرأت کو حجاج برا سمجھتا تھا' فرمایا کرتے تھے جس شخص کو عمدہ قرآن پڑھنے اور اسی طرح پڑھنے کو دل چاہتا ہے جس طرح وہ نازل ہوا ہے' تو وہ عبداللہ بن مسعودؓ یعنی ابن ام عبداللہ کی قرأت پر قرآن پڑھے۔ یہ حدیث کئی طریقوں سے بیان کی گئی ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے' میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر اسی وقت ستر سورتیں یاد کی تھیں۔ جب زید بن ثابت لڑکوں میں شامل تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق جس کو طبرانی نے روایت کیا ہے عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ ﷺ کے منہ سے ستر سورتیں زید بن ثابت کے مسلمان ہونے سے قبل جب کہ وہ لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے' یاد کر لی تھیں۔

طبرانی نے عبداللہ بن شداد بن الہاد سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین' تکیہ' مسواک اور دیگر ساز وسامان لے کر ہمراہ چلتے تھے۔ ایک شخص نے علقمہ سے روایت کیا ہے کہ میں جب شام آیا' اور ابوالدرداء کے پاس بیٹھا تھا' تو اس نے مجھ سے کہا' تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا' کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ اس پر اس نے کہا' کیا تم میں سے کوئی صاحب الوساۃ والسواک نہیں ہے ابووائل کہتے ہیں' میں نے حذیفہ کو کہتے ہوئے سنا ہے درآنحالیکہ ان کے قریب عبداللہ بن مسعودؓ کھڑے ہوئے تھے کہ اصحاب محمدؐ میں سے ثقہ لوگوں کو پوری طرح علم ہے کہ ان میں سے کون سے لوگ مرتبہ کے اعتبار سے مقربین

میں ہیں۔

عبدالرحمن بن زید حذیفہ سے کہا کرتے تھے کہ ہمیں کسی ایسے آدمی کا پتہ بتاؤ جو رسول اللہ ﷺ کے قریب رہ کر آپ کے طور طریقوں اور سیرت طیبہ سے اچھی طرح واقف ہو تا کہ ہم بھی اسی طریق زندگی کو اپنے لیے مستقلاً نمونہ بنالیں۔ انہوں نے جواب میں کہا' میں نے کسی شخص کو اس بارہ میں ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ بہتر و معتمد نہیں پایا' اور اصحاب نبیؐ میں سے اس نوع کی باتوں کو محفوظ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ درجہ اور تقرب کے اعتبار سے عبداللہ بن مسعودؓ ہی سب سے بڑھے ہوئے ہیں داؤد طیالسی کہتے ہیں' اس پر میں نے کہا' اس لحاظ سے تو حذیفہ بن یمان صاحب اسرار نبوی کا درجہ زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ مگر خود ان کا قول عبداللہ بن مسعودؓ کے بارہ میں وہ ہے جو ابھی اوپر بیان ہوا۔

غرض کہ اس طرح حجاج کے جھوٹ و بہتان کا پردہ فاش ہو جاتا ہے اور اس کا وہ فسق و فجور بھی کھل جاتا ہے جو وہ عبداللہ بن مسعودؓ کے بارہ میں کہتا رہا ہے اور ان کو منافق کہتا رہا ہے۔ اور ان کی قرأت کو ہذیل کے اشعار سے تشبیہ دے کر اور اس خیال کا اظہار کر کے وہ قرآن پڑھنے میں فاش غلطیاں کرتے تھے۔ اور اگر میں ان پر قابو پا جاؤں تو قتل کر ڈالوں' اس نے کسی اچھے کردار کا مظاہر نہیں کیا ہے۔

زر عن عبداللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اراک کی مسواک توڑ رہا تھا' ہوا بہت تیز چل رہی تھی' اس کی شاخ پکڑنے کی کوشش میں میری دونوں پنڈلیاں مٹی سے لتھڑ گئیں جس کو دیکھ کر لوگ ہنس پڑے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا تم لوگ آخر کس وجہ سے ہنس رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا۔ ان کے پاؤں مٹی میں بھرے ہوئے دیکھ کر ہنسی آ رہی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' ان کے پاؤں کی مٹی میزان میں سب سے زیادہ وزنی ہوگی۔

ابی زعزہ ابی مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے' تم لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کے احوال واطوار کی پیروی کیا کرو۔ اس کو ترمذی اور طبرانی دونوں نے بیان کیا ہے۔ ابواسحاق کہتے ہیں میں نے ابی الحوص کی زبانی سنا ہے جو کہہ رہے تھے کہ میں ابوموسیٰ اور ابومسعود کے پاس اس وقت موجود تھا جب وہ دنوں ابن مسعودؓ کے انتقال کے وقت آپس میں اس طرح گفتگو کر رہے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے' تم کو اس آدمی کے انتقال کے بعد امید ہے کہ کسی ایسے ہی دوسرے آدمی سے مل سکو گے۔ دوسرے نے جواب دیا' تم اس شخص کے بارہ میں کہہ رہے ہو کہ جب اس کے پاس جانے کی لوگوں کو عام اجازت تھی تو ہما شما دور رہتے تھے۔ اور جب وہ سامنے موجود ہوتا تھا تو ہم غائب ہو جاتے تھے۔ یعنی عبداللہ بن مسعودؓ۔ ایک دن ابی عطیہ نے ابوموسیٰ اشعری کے حوالہ سے یہ بات سنائی کہ انہوں نے واضح طور پر لوگوں سے کہا' کہ جب تک اس جیسا متبحر عالم یعنی عبداللہ بن مسعودؓ تمہارے درمیان موجود ہے۔ ہمارے پاس کسی کو فقہی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ابوالبحری بیان کرتے ہیں' کچھ لوگوں نے حضرت علیؓ سے .... آج ہم لوگ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے متعلق آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ اس پر حضرت علیؓ نے پوچھا' کن اصحاب رسولؐ کے بارہ میں باتیں ہو رہی تھیں؟ لوگوں نے بتایا' لوگ

خاص طور پر عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق باتیں کر رہے تھے‘ اس پر حضرت علیؓ نے کہا‘ انہوں نے لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دی ہے اور اسے حد تک پہنچا دیا ہے اور بطور معلم ان کا علم سیکھنے کے لیے بہت کافی ہے۔

حضرت علیؓ کا ایک اور قول عبداللہ بن مسعودؓ کی بابت بہت مشہور ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا تھا کہ انہوں نے قرآن بہت پڑھایا ہے‘ اور یہ کہہ کر رک گئے اور پھر کہا‘ اور وہ اس کے لیے بہت کافی ہیں۔ مختصر یہ کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق صحیح معلومات کے لیے ان صحابہ کے اقوال وآراء بہت کافی ہیں جو ابن مسعودؓ کے مرتبہ اور ان کے علم کے کما حقہ علم رکھتے تھے۔ لیکن ان لوگوں کے اقوال کو اس سلسلہ میں قابل اعتماد نہ سمجھا جائے گا جو عبداللہ بن مسعودؓ پر کذب وافتراء کی جرأت کر کے کفر والحاد کی حد کو پہنچ گئے ہیں‘ خصوصاً حجاج اموی وعثمانی ہونے کے اعتبار سے بالکل اعتبار کے لائق نہیں۔ جو عبداللہ بن مسعودؓ پر کفر ونفاق کے الزامات لگا کر ہمیشہ ان کے قتل کے درپے رہتا تھا۔ اور اس سلسلہ میں کسی کی لعنت وملامت کی بھی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

ابوداؤد نے بھی جو کچھ بیان کیا ہے‘ اس سے بھی کئی بری اور واہیات باتوں کا علم ہوا ہے۔ چنانچہ مزلع بن خالد الضبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجاج کو اپنے خطبہ میں جب یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''تمہارا کوئی رسول اور قاصد اپنی ضرورت کو لے کر آئے تو وہ بہتر ہے یا اپنے کنبہ کا خلیفہ ہو تو وہ بہتر ہے''۔ تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اب اس شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔ اور اگر کسی قوم سے جنگ ہوئی تو اس کے ساتھ شریک جنگ بھی نہ ہوں گا۔ بلکہ فریق ثانی کے ساتھ مل کر اس سے جنگ کروں گا۔

اس روایت میں اسحاق نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ جماجم کی جنگ میں وہ شریک ہوئے اور مارے گئے۔ اگر واقعی جو کچھ حجاج نے کہا تھا‘ وہ صحیح ہے تو بظاہر یہ کفر ہے۔ کیونکہ اس کے ان الفاظ سے یا خلافت کی فضیلت رسالت پر ثابت کرنا مقصود تھی یا اس کا مقصد یہ تھا کہ بنی امیہ کا خلیفہ بھی رسول سے افضل ہے تو پھر ان الفاظ کے کفریہ ہونے میں کیا شک ہے؟

اصمعی نے الوالثقفی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک روز حجاج نے خطبہ دیا اور خطبہ کے دوران کبھی وہ دائیں جانب راغب ہوتا اور کبھی بائیں جانب‘ جب وہ ایک مرتبہ خطبہ دیتے وقت دائیں جانب راغب ہوا تو اس نے کہا‘ آگاہ رہو‘ اے لوگو حجاج کافر ہے۔ اور پھر جب وہ بائیں جانب متوجہ ہوا تو پھر اس نے یہ جملہ دہرایا کہ اے لوگو! آگاہ رہو کہ حجاج کافر ہے اور پھر آخر میں کہا‘ اے اہل عراق! حجاج لات وعزیٰ کا کافر ومنکر ہے۔

اسی طرح مالک بن دینار کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حجاج نے اپنے خطبہ کے دوران کہا کہ وہ کافر ہے‘ تو مالک بندینار نے اپنے ہمراہیوں سے کہا‘ آج حجاج کو کیا ہو گیا ہے۔ اور یہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟ تو پھر تھوڑی دیر بعد حجاج بولا‘ اور اس نے کہا حجاج یوم الاربعاء اور بلغلقہ الشبہا کا کافر ومنکر ہے (یوم الاربعاء بدھ کو بلغلقہ الشبہا جلبی خچری کو کہتے ہیں)

اصمعی کہتے ہیں‘ ایک دن عبدالملک نے حجاج سے کہا‘ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو اپنے عیب نہ جانتا ہو۔ تم اپنے عیب تو بتاؤ‘ اس پر حجاج نے عبدالملک سے کہا‘ امیر المومنین مجھے اس سے اگر معاف رکھیں تو بہتر ہے‘ مگر عبدالملک نے اصرار کیا تو حجاج نے کہا۔ ''میں نہایت جھگڑالو‘ کینہ پرور اور حاسد ہوں''۔ عبدالملک نے کہا‘ شیطان میں بھی یہ برائیاں نہیں ہیں جو تم نے بیان کیں۔ ایک روایت میں ہے‘ اس نے کہا تھا تو پھر تمہارے اور ابلیس کے درمیان نسبی تعلق ہے۔ پھر حجاج کو اہل عراق سے ان کی بے وفائیوں‘

خروج اور ائمہ وخلفاء کے خلاف بغاوتوں کی وجہ سے خاص عناد تھا۔ شریح بن عبید نے اس شخص کے حوالہ سے جس نے اس کو یہ بات بتائی کہا ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ ابن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے اطلاع دی کہ اہل عراق نے اپنے امیر کو پتھر مارے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ غضب آلود ہو کر باہر نکلے' اور انہوں نے ہم کو نماز پڑھائی جس میں ان کو سہو ہو گیا تو لوگوں نے یاد دلانے کے لیے سبحان اللہ کہنا شروع کیا۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو انہوں نے کہا' یہاں اہل شام میں سے کون ہے؟ یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا پھر دوسرا کھڑا ہوا اور پھر میں کھڑا ہوا۔ پھر انہوں نے کہا' اے اہل شام اہل عراق کے لیے مستعد رہو' کیونکہ شیطان نے ان میں انڈے بچے دے لیے ہیں۔ ان کے حالات مشتبہ اور مشکوک ہو گئے ہیں۔ اے اللہ ان پر ثقفی نوجوان کو متعین کر دے جوان پر جاہلیت کے انداز میں اپنا حکم چلائے اور اس زمانہ کی ان پر حکومت کرے' نہ ان کے محسنوں کو نظر انداز کرے اور نہ ان کے حد سے بڑھ جانے والوں کو معاف کرے۔ مسند میں بھی حضرت عمر سے منسوب یہ روایت مختلف طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔ مالک بن دینار نے بھی حضرت حسن کے حوالہ سے حضرت علیؓ بن ابی طالب کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اے اللہ جتنا میں نے ان عراقیوں پر اطمینان اور اعتماد کیا' اتنا ہی انہوں نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچا کر انہوں نے میرے ساتھ خیانت کی' جتنی میں نے ان کو نصیحت کی' اتنا ہی انہوں نے مجھے دھوکہ دیا۔ پس تو اے خدا ان پر کسی ثقفی جوان کو ذلیل و رسوا کرنے والا' مقرر کر دے جوان کی شادابی وخوش حالی کو مفلسی و بدحالی سے بدل دے۔ اور ان پر جاہلانہ طور طریقوں سے حکومت کرے۔

حسن کہتے ہیں حجاج اس وقت تک پیدا نہیں ہوا تھا۔ اوس بن الحدثان نے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ان مصریوں کا امیر ایسا نوجون ہوگا جو ان کو ذلیل کر کے رکھے گا۔ ان کی رعونت کے نشہ کو توڑ کر ان کی فقر و تنگ دستی میں مبتلا کر دے گا۔ اور ان میں اس کے باعث انتشار وافتراق کے ساتھ محکومی و بندگی میں اضافہ ہوگا۔ اور یہ لوگ فرقہ بندیوں اور گروہ بندیوں میں پڑ جائیں گے۔

حافظ بیہقی نے دلائل النبوت میں حبیب بن ابی ثابت کے حوالہ سے ایک شخص کے متعلق لکھا ہے کہ اس سے حضرت علیؓ نے کہا تھا کہ تو اس وقت تک نہیں مرے گا' جب تک بنی ثقیف کے نوجوان کا عہد نہ پالے گا۔ اس شخص نے جب حضرت علیؓ سے یہ سوال کیا کہ ثقیف کا یہ نوجوان کون ہوگا تو انہوں نے جواب دیا تھا۔ اس شخص کے متعلق قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اس نے دنیا کے ایک گوشہ کو جہنم کا خطہ بنا دیا تھا۔ اور یہ شخص تقریباً بیس سال یا کچھ زیادہ حکمران رہے گا۔ اور کوئی معصیت ایسی نہ ہوگی جس کا اس نے ارتکاب نہ کیا ہوگا۔ اور جو اس کا مطیع وفرمانبردار ہوگا۔ یہ اپنی لاٹھی سے اسی کی خبر لے گا۔

اسی طرح طبرانی نے بھی قاسم بن ذکریا کی روایت کے سلسلہ میں ام حکیم بنت عمر بن سنان الحدلیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب اشعث بن قیس نے باصرار حضرت علیؓ سے کچھ اس سلسلہ میں دریافت کرنا چاہا تو انہوں نے بڑے تامل کے بعد فرمایا کہ یہ ثقفی جوان اہل بیت عرب میں سے کسی کو ذلیل و رسوا کرنے سے نہیں چھوڑے گا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ شخص کتنے دنوں رہے گا تو آپ نے فرمایا' اگر پہنچ سکا تو بیس سال بیہقی نے لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا تھا' اگر تمام قومیں خیانت کے مظاہرے میں ایک دوسرے کو چیلنج کریں تو ہم حجاج کی بدولت اس معاملہ میں دوسروں سے سبقت لے جائیں گے۔ اور یہ حدیث تو پہلے گزر ہی چکی

ہے کہ بنی ثقیف میں ایک کذاب اور ایک مبیر ہوگا۔ کذاب تو مختار تھا جو بظاہر روافض کا اظہار کرتا تھا اور بہ باطن کفر کا' لیکن مبیر حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔ جو لوگوں کو آفات مشکلات اور عتاب میں ڈالتا تھا' حضرت علیؓ سے بغض رکھتا تھا۔ اور آل مروان بنی امیہ کا زبردست خیر خواہ تھا۔ اپنے وقت کا ایسا شقی القلب ... اور جابر وسفاک تھا کہ ذرا سے شبہ میں گردن اڑا دیتا تھا' اس سے ایسے الفاظ وکلمات منسوب ہیں جو نہایت سخت شنیع' معیوب وغیر اخلاقی اور کفریہ ہوتے تھے۔ لیکن اس کے متعلق بعض ایسی روایات بھی مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام تر برائیوں کے باوجود متدین اور شراب سے پرہیز کرنے والا اور حافظ قرآن بھی تھا۔ وہ قرآن کی تلاوت اکثر وبیشتر کیا کرتا تھا' وہ محارم سے اجتناب کرتا تھا۔ اس کے متعلق ایسے تاریخی شواہد نہیں ملتے' جن سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ شراب وکباب میں مبتلا ہو کر زنا اور بدکاریوں میں مبتلا رہا ہو۔ وہ جہاد کا دھنی' اور فتوحات کا حریص تھا۔ اس کے زمانہ میں فتوحات کا دائرہ بہت پھیل گیا تھا۔ اور اگر اس کو امیر المومنین کی طرف سے روکا نہ جاتا اور اس پر آگے بڑھنے پر قدغن عائد نہ ہوتی تو اس کے دور کے نامور مسلمان فاتحین قتیبہ بن مسلم اور موسیٰ بن نصیر وغیرہ نہ معلوم کتنا مزید علاقہ فتح کر چکے ہوتے۔ وہ قرآن پڑھنے والوں پر انعام واکرام کی بارش تھی کرتا تھا۔ اس کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ اس نے مرتے وقت صرف تین سو درہم چھوڑے تھے' غرض کہ وہ متضاد صفات کا انسان تھا۔

ابن طراز البغدادی لکھتے ہیں کہ انس بن مالک جب ایک روز حجاج کے پاس پہنچے' تو اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حجاج نے کہا' اچھا انس' تمہارے ایام علی ابن الزبیر اور ابن الاشعث کے ساتھ بھی گزر چکے ہیں۔ اب بھول جاؤ' ان دنوں کو' میں تمہیں بیخ دین سے اکھاڑ کر پھینک دوں گا' اور تمہارا بھیجا نکال دوں گا۔ اس پر انسؓ نے کہا' اللہ نیکی دے امیر المومنین کو' اس پر حجاج نے کہا' ہاں تو اللہ تیرے کان بہرے کرے۔ اس پر انسؓ نے کہا' انا اللہ الخ خدا کی قسم اگر میرے چھوٹے چھوٹے بچے نہ ہوتے' تو مجھے پرواہ نہ تھی کہ میں کس طرح قتل کیا جاتا ہوں یا کیسی موت مارا جاتا ہو۔ اور یہ کہہ کر حجاج کے پاس سے نکل کر چلے گئے۔ اور عبدالملک بن مروان کو جا کر ایک خط شکایتوں سے بھرپور حجاج کے خلاف لکھا' اور اس میں وہ سب کچھ لکھ دیا' جو سخت وسست حجاج نے ان کو کہا تھا۔ جب عبدالملک نے انس بن مالک کے اس خط کو پڑھا تو وہ غصہ میں بھر گیا' اور اس نے انسؓ کے متعلق اس نوع کے رویہ کو بہت عجیب اور عظیم سمجھا۔ انس نے جو مکتوب عبدالملک کو لکھا تھا وہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

انس بن مالک کی طرف سے امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے نام!

امابعد! حجاج نے مجھے دور رہنے اور اپنی بات نہ سنانے کو کہا ہے۔ اور یہ کہ میں کسی بات کا اہل نہیں ہوں اور اس طرح اس نے مجھے اپنے ہاتھوں ذلیل ورسوا کیا ہے۔ حالانکہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دس سال رہ کر ان پر فدا ہو چکا ہوں۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خط پڑھ کر عبدالملک نے اسماعیل بن عبیداللہ بن ابی المہاجر کو ایک خط دے کر حجاج کے پاس بھیجا' اور دوسرا انسؓ کے پاس بھیجا اور اس سے کہا' اس کے پاس میرا یہ خط پہنچا' اور اسے میرا سلام بھی پہنچا' اور اس سے کہنا کہ ابوحمزہ میں نے حجاج ملعون کو ایسا

خط لکھا ہے کہ اسے پڑھ کر وہ تیرا مطیع بن جائے گا۔ عبدالملک نے جو خط انس بن مالک کو جواباً لکھا' اس کا متن حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبدالملک بن مروان کی جانب سے انس بن مالک خادم رسول کے نام!

امابعد! میں نے تمہارا خط پڑھا جس میں حجاج کے خلاف تمہاری شکایتوں کا حال بھی پڑھا' میں نے اسے تم پر برائی کے لیے مسلط نہیں کیا ہے' اگر وہ دوبارہ تمہارے ساتھ اس طرح کا سلوک کرے تو مجھے لکھنا میں اسے اس کے مطابق سزا دوں گا۔ اب وہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر مجبور ہوگا۔ والسلام۔

جب انس بن مالکؓ نے عبدالملک کا یہ خط پڑھا تو انہوں نے عبدالملک کے لیے جزائے خیر کی دعا کی اور کہا کہ انہیں عبدالملک بن مروان سے یہی امید تھی' اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو جنت الفردوس میں جگہ دے لیکن اسماعیل بن عبیداللہ نے انسؓ سے کہا' اے ابوحمزہ حجاج امیر المومنین کی طرف سے' اس پورے علاقہ کا حاکم ہے اور تمہیں اس کے بغیر چارہ نہیں اور نہ تمہارے اہل بیت اس کی نظر عنایت کے بغیر آرام سے رہ سکتے ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم خود اس سے جا کر ملو اور دعا سلام کر کے اس سے ملاقات کرو۔ آگے تمہاری مرضی' اس کے بعد اسماعیل حجاج کے پاس پہنچا تو حجاج نے اس کو دیکھ کر مرحبا اور خوش آمدید کہا' اور کہا' تمہارا آنا میرے پاس ایک دوست اور خیر خواہ کا آنا ہے۔ اس پر اسماعیل نے کہا' میرا آنا خواہ کیسا ہی تمہیں محبوب سہی لیکن جو کچھ میں تمہارے لیے لے کر آیا ہوں' وہ تمہارے لیے خوش کن نہیں ہے۔ یہ سن کر حجاج کا رنگ فق ہو گیا اور خوفزدہ ہو کر اس سے پوچھنے لگا' بتاؤ کیا لائے ہو؟ اور یہ کہہ کر اس کے پاس بیٹھ گیا' بے چینی سے اسماعیل کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اسماعیل نے عبدالملک کا لمبا چھوڑا خط حجاج کے حوالہ کر دیا۔ حجاج اس کو پڑھتا جاتا اور پسینہ پسینہ ہوا جاتا تھا۔ اور گاہے گاہے اسماعیل پر بھی نظر ڈالتا جاتا تھا۔ جب حجاج خط پڑھ چکا تو اسماعیل سے کہنے لگا' چلو' اٹھو ہم خود چل کر انس بن مالکؓ سے معذرت چاہ لیتے ہیں اور اس کو راضی کیے لیتے ہیں۔ اس پر اسماعیل نے کہا' ایسی جلدی کی بھی ضرورت نہیں ہے' حجاج نے کہا' جلدی کیسے نہ کروں' یہ جو میرے پاس عبدالملک کا لمبا کھڑا عتاب نامہ لے کر آئے ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر المومنین عبدالملک بن مروان کی جانب سے حجاج بن یوسف کے نام

امابعد! تم ایسے انسان ہو جو کام کے کثرت اور بوجھ سے دب گئے ہو' اور اس میں بہت اونچا اڑنے لگے ہو' اور اپنی حدود اور اقدار سے تجاوز کرنے لگے ہو اور مصائب کو دعوت بے سوچے سمجھے دینے لگے ہو' تم کوئی کارنامہ مجھے دکھانا چاہتے ہو۔ اور اگر میں اس کو پسند نہ کروں تو الٹی جست لگاتے ہو۔ خدا تم پر کمزور بینائی والے اور کمزور ٹانگوں والے بندے کی طرف سے پھٹکار ڈالے' کیا تم اپنا آبائی پیشہ اتنی جلدی بھول گئے ہو جو طائف میں کیا کرتے تھے اور کنویں کھودنے اور کمر پر پتھر ڈھونے کا چشمہ کے دھانہ پر انجام دیتے تھے۔ اے دہشت گرد انسان قسم ہے خدا کی جس طرح شیر لومڑی کو کھلا کھلا کر مارتا ہے۔ اسی طرح تمہارا بھرکس نکال دوں گا۔ تم اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ایک شخص پر سخت زیادتی

کی ہے اور اس کا احسان نہیں مانا ہے۔ اور نہ کبھی اس کو ستانے سے درگزر کیا ہے۔ یہ تمہاری اللہ رب العزت کی شان جہان کے خلاف بے باکانہ جرأت اور استخفاف بیحد بدترین مظاہرہ ہے۔ قسم ہے اللہ کی اگر یہود و نصاریٰ نے اپنے نبی عزیر بن عزرہ اور عیسیٰ ابن مریم کے خادم دیکھ پایا ہوتا وہ اس کا کتنا احترام و اکرام کرتے بلکہ اگر وہ عزیر کے گدھے یا مسیح ابن مریم کے حواریوں کے خادموں کو بھی نہیں پالیتے تو ان کی بھی عزت وتوقیر میں کسر نہ چھوڑتے۔ چہ جائیکہ انس بن مالکؓ جیسے خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے دس سال تک شب وروز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ومعیت میں زندگی بسر کی ہو۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار ورموز سے واقف ہوں' ان کے ساتھ تمہارا یہ توہین آمیز سلوک۔ حجاج اس خط کو پڑھتے ہی ان کے قدموں میں جا گرو اور ان کی جوتیاں اپنے سر پر رکھ لو' ورنہ جو تم پر گزرے گی اور تمہارا جو حشر ہوگا' اس کو نہ صرف تم بلکہ ساری دنیا دیکھ لے گی۔

اس خط کے مضمون پر ابن طرار نے اور ابن قتیبہ وغیرہ ائمہ نے بڑی طویل بحثیں کی ہیں واللہ اعلم۔

امام احمد ابن عدی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھ کئی آدمی انس بن مالکؓ کے پاس حجاج کے سلوک اور ناروا برتاؤ کی شکایت لے کر آئے تو انہوں نے کہا' صبر کرو کہ اب اس کے بعد جو زمانہ جو سال اور جو دن آئے گا وہ اس سے بھی بدتر آئے گا' حتیٰ کہ تم اپنے رب سے جا ملو گے۔ اور میں نے تمہارے نبیؐ سے یہ بات سنی ہے اور روایت کیا ہے اس کو بخاری نے محمد بن یوسف سے اور انہوں نے سفیان سے' سفیان نے ثوری سے' ثوری نے زبیر بن عدی سے اور انہوں نے انسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''نہیں آئے گا تم پر کوئی زمانہ اس کے بعد مگر اس سے بھی برا''۔

بعض لوگ اس حدیث کو بالمعنی بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''ہر سال بدترین'' اس لفظ کی اصلیت اگرچہ نہیں ہے۔ مگر اس حدیث سے جو مطلب لوگوں نے اخذ کیا وہ وہی ہے۔

سفیان ثوری نے شعبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ حجاج پر دورد وسلام پڑھیں گے اور ابونعیم نے ابی اسفر کے حوالہ سے شعبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ خدا کی قسم تم حجاج کی تمنا کیا کرو گے۔ اور اصمعی نے کہا ہے کہ حسن سے کہا گیا کہ تم تو کہتے ہو کہ الآخر شر من الاول۔ آخری آدمی پہلے سے برا ہی ہوتا ہے۔ اور یہ جو عمر بن عبدالعزیز حجاج کے بعد امیر بن کر آئے ہیں' ان کے متعلق اب تم کیا کہو گے؟ حسن نے جواب دیا' لوگوں کی اپنی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں۔

میمون بن مہران نے کہا ہے' حجاج نے ایک روز حسن کو بلوا بھیجا' اور وہ حسن کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہتا تھا۔ جب حسن آئے اور بالمقابل کھڑے ہو گئے تو حسن نے حجاج سے پوچھا' حجاج تمہارے اور آدم کے درمیان کتنے لوگ یا نسلیں گزر چکی ہیں۔ حجاج نے کہا' بکثرت۔ حسن نے کہا' وہ سب مر گئیں۔ اس پر حجاج نے اپنا سر جھکا لیا۔ ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ حجاج نے کئی مرتبہ حسن کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا' لیکن بحکم الٰہی وہ ہر دفعہ بچ گئے۔ اور اس کے ساتھ کئی مناظرے بھی انہوں نے کئے ہیں' حالانکہ حسن ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کبھی حجاج کے خلاف خروج کا ارادہ نہیں کیا' بلکہ وہ اصحاب ابنالاشعث کو بھی اس سے باز رکھتے رہے۔ اور اصحاب ابن الاشعث بھی بادل ناخواستہ حجاج کے خلاف خروج وبغاوت کے لیے کھڑے ہوئے تھے' جیسا کہ ہم اوپر

بیان کر چکے ہیں۔

چنانچہ حسن کہا کرتے تھے کہ حجاج سراپا انتقام ہے۔ تم اللہ کے انتقام کا تلوار سے مقابلہ نہ کرو۔ تم پر لازم ہے کہ صبر و سکینت اور تضرع سے کام لو۔ ابن درید نے ابن عائشہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص خوارج میں سے عبدالملک کے پاس آیا اور اس سے پوچھا گیا' تمہارا ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارہ میں کیا خیال ہے؟ اس نے دونوں کی تعریف کی۔ پھر اس سے پوچھا گیا عثمانؓ کے بارہ میں کیا کہتے ہو؟ کہنے لگا عثمانؓ بھی بہت اچھے تھے' اس کے بعد اس سے علیؓ کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو اس نے حضرت علیؓ کی بھی تعریف کی۔ حتیٰ کہ اس سے ایک ایک کر کے تمام خلفاء کے بارہ میں اس کی رائے دریافت کی گئی' اس نے ہر ایک کی مناسب تعریف کی۔ لیکن جب اس سے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے متعلق دریافت کیا گیا' تو اس نے کہا' ہاں اب سوال درپیش ہوتا ہے۔ میں حجاج کی بعض غلطیوں کو عبدالملک کی غلطی نہیں مانتا ہوں۔

اصمعی علی بن مسلم الباہلی کا قول نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حجاج ایک عورت کے پاس آیا' وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا' لیکن وہ عورت نہ اس کی طرف متوجہ ہوتی تھی اور نہ اس کی کسی بات کا جواب دیتی تھی' اس پر حجاج کے سکیورٹی افسر نے کہا کہ امیر تم سے بات کر رہے ہیں اور تم بے توجہی برت رہی ہو۔ عورت نے جواب دیا' مجھے ایسے آدمی سے بات کرتے اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے حیا آتی ہے جس کی طرف خدا نظر نہیں اٹھاتا۔ یہ سن کر حجاج نے اس عورت کے قتل کا حکم دے دیا۔

اس سے قبل ہم ۹۴ھ کے واقعات کے سلسلہ میں سعید بن جبیرؒ اور حجاج کے مابین قتل کے وقت جو گفتگو ہوئی ہے' اس کا حال پچھلے صفحات میں لکھ چکے ہیں۔ ہشام بن حسان کے بقول حجاج کے انتہائی سفاکانہ مقتولین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچتی ہے اور اس کے جیل خانوں میں ایک ایک دن میں اسی اسی ہزار تک قیدی بیک وقت رہے ہیں جن میں سے تیس ہزار عورتیں ہوتی تھیں۔

بسطام بن مسلم نے قتادہ کے حوالہ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک روز انہوں نے تذکرۃً سعید بن جبیرؒ سے پوچھ لیا کہ لوگ کہتے ہیں تم نے حجاج کے خلاف خروج کیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا' میں نے حجاج کے کفر کے بعد ایسا کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد حجاج نے بجز ایک آدمی کے کسی کو قتل نہیں کیا۔ اور اس کا نام ہامان تھا۔ البتہ اس سے پہلے اس نے کثیر مخلوق کا خون کیا تھا۔

اوزاعی کہتے ہیں' میں نے قاسم بن مجنسمیندہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حجاج تمام اسلامی امور کو توڑتا پھوڑتا جا رہا ہے۔ اور پھر اس سلسلہ میں اس نے ایک واقعہ بھی بیان کیا۔ اس طرح ابوبکر بن عیاش نے عاصم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حجاج نے کسی حرمت الٰہی کو توڑنے سے نہیں چھوڑا۔ یحییٰ بن عیسیٰ الرملی نے الاعمش کے حوالہ سے کہا ہے کہ لوگوں کا حجاج کے بارہ میں اختلاف تھا۔ پس انہوں نے اس کے بارہ میں مجاہد سے پوچھا تو انہوں نے کہا' کیا تم اس بڈھے کافر کے متعلق پوچھتے ہو۔

ابن عساکر نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ حجاج جبت و طاغوت پر ایمان رکھتا تھا اور اللہ جل شانہ کا منکر تھا واللہ اعلم۔ ثوری نے ابن عوف سے روایت کیا ہے کہ حجاج کے بارہ میں ابا وائل سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ وہ جہنمی ہے' تو وہ کہتے' کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں خدا کیا مور اور فیصلوں میں دخل دوں۔ ثوری منصور سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے حجاج اور بعض دوسرے ظالموں کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا' کیا تمہیں یہ قول خداوندی معلوم نہیں ہے:

﴿ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴾

زبیر کہتے ہیں میں نے ایک روز ابووائل کے سامنے حجاج کو بہت برا بھلا کہا' اس نے کہا اس کو برا مت کہو شاید اللہ تعالیٰ اس پر رحم کر دے۔ جب کہ وہ اللہ سے رحم کی درخواست کرے۔

عوف کہتے ہیں' حجاج کا ذکر محمد بن سیرین کے سامنے ہوا' تو کہا' مسکین ابومحمد اگر اللہ اس کو عذاب دے گا تو اس کے گناہوں کی بدولت۔ اور اگر اس کو بخش دے گا تو بھی اس کے حق میں بہتر ہی ہوگا۔ اور اگر اس کو قلب سلیم عطا کر دے گا تو وہ ہم سب سے بہتر ہو جائے گا۔ ان سے پوچھا گیا کہ قلب سلیم کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے جواباً کہا' اگر وہ یہ سمجھنے لگے کہ حیاء وایمان خدا ہی کی مدد سے ملتا ہے۔ اور یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی برحق ہے۔ اور یہ قیامت کا وقوع سچا ہے۔ اور نیز یہ کہ جو کچھ قبر میں ہے وہ ضرور اٹھے گا۔

سری بن یحییٰ کہتے ہیں' حجاج جمعہ کے دن راستہ سے گزر رہا تھا کہ اس نے چیخ و پکار سن کر لوگوں سے پوچھا' کیا بات ہے اور یہ کیسا شور ہے؟ لوگوں نے بتایا' یہ قیدی ہیں جو شور مچا رہے ہیں' اور کہہ رہے ہیں ہمیں ایک آزاد شخص نے مار ڈالا ہے۔ یہ سن کر حجاج نے کہا' ان سے کہہ دو' اندر دفع ہو جائیں اور بات نہ کریں۔ کہتے ہیں حجاج اس کے بعد ایک ہفتہ بھی زندہ نہیں رہا اور اللہ نے اس جابر کو بھی مار ڈالا' جو ہر جابر کو اسی طرح ہلاک کر دیتا ہے۔

اصمعی کہتے ہیں' جب حجاج بیمار ہوا تو اس کی موت کے خیال سے لوگوں میں اضطراب پیدا ہو گیا' اس نے اپنے خطبہ میں کہا' اہل شقاق ونفاق کا ایک گروہ شیطان جو شیطان کے بہکائے میں آیا ہوا ہے' کہہ رہا ہے۔ کہ حجاج مر گیا ہے یا مرنے والا ہے۔ کیا ان لوگوں کو حجاج کی موت سے کسی خیر کی اُمید ہے۔ قسم ہے خدائے پاک کی' میں اگر نہ مروں تو مجھے اس سے کوئی خوشی نہ ہوگی' اور نہ اس کے باعث جو مجھے دنیا میں حاصل ہے۔ میں نے زندگی کی دعا اللہ کے ان بندوں کو ٹھیک کرنے کے لیے مانگی تھی' جن پر شیطان سوار ہے۔ اور شیطان کو ایسے لوگوں کے لیے اپنے قول کے مطابق قیامت تک چھوٹ دے رکھی ہے۔ خدا نے اس کے ایک نیک بندے نے یہ دعا بھی کی تھی کہ اے خدا تو مجھے ایسی مملکت دے جو بعد میں پھر کسی کو نہ ملے۔ اور خدا نے اپنے اس بندے (سلیمان) کی وہ دعا بھی قبول کی' لیکن چونکہ بقاء کسی کو نہیں ہے' اس لیے وہ تو اس کو بھی نہیں مل سکی۔

لیکن اللہ نے اپنے بندے کو اس وقت اٹھا لیا' جب اس کا کام پورا ہو گیا تھا۔ اور پھر بندے نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ تو مجھے اپنے پاس بلا لے (موت دے دے) اور مجھے صالحین میں شامل کر۔ کیا عجب ہے کہ تم میں سے ہر شخص ایسا بن جائے اور ہر شخص کی یہی خواہش ہو' کیونکہ موت تو برحق ہے' ہر شخص کو آنی ہے' اور ہر تر و سرسبز چیز پر یبوست اور خشکی طاری ہونا مقدر ہے۔ اس کے بعد یہ انسان تھوڑے سے کپڑے میں لپٹ کر تین گز زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے' جہاں کچھ دنوں بعد زمین اس کا گوشت پوست کھا لیتی ہے۔ اور خبیث آدمی دنیا سے ایسی حالت میں چلا جاتا ہے کہ کچھ چھوڑ کو نہیں جاتا' صرف اولاد رہ جاتی ہے جو اس کے چھوڑے ہوئے مال کے آپس میں حصے بخرے کرنے میں لگ جاتی ہے۔ تم میں سے جو لوگ عقل مند ہیں وہ ان باتوں کو خوب سمجھتے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں۔ اس کے بعد وہ منبر پر سے اتر آیا۔

عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہے میں نے اللہ کے دشمن حجاج سے کسی بات پر حسد نہیں کیا، بجز اس کے کہ جب قرآن اور اہل قرآن پر عطاء وسخاوت کے اور اس قول کے جو مرتے وقت اس نے کہے تھے کہ اے اللہ تو میری مغفرت کر دے کیونکہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ تو ایسا نہیں کرے گا۔

محمد بن المنکدر سے بھی روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کو برا سمجھتے تھے لیکن اس نے اپنی موت کے وقت جو کلمات کہے تھے انہیں بھی ضرور دہراتے تھے جو یہ تھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ فان الناس یزعمون انک لا تعفل .

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے، جب حسن کو حجاج کی موت کی خبر ملی، اور یہ معلوم ہوا کہ مرتے وقت اس نے یہ کلمات کہے ہیں، تو حسن نے کہا شاید غلط نہیں کہا ہے۔

اصمعی کہتے ہیں جب حجاج کی موت کا وقت آیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے:

یارب قد حلف الاعداء واجتهدوا　　بانني رجل ومن ساكن النار

''اے رب میرے دشمنوں نے قسمیں کھائی ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ میں ایک جہنمی آدمی ہوں''

ایحلفون علی عیاء ویحهم　　ماعلمهم بعظیم العفو غفار

''کیا یہ اپنی رعونت وجہالت پر قسمیں کھاتے ہیں افسوس ہے ان پر انہیں شاید خدائے بزرگ کی غفاری وعفو عظیم کا یقین نہیں ہے''

عبداللہ التیمی کے حوالہ سے ابی الدنیا نے کہا ہے کہ جب حجاج کا دم آخر ہوا تو ایک کنیز کو سب سے پہلے اس کا علم ہوا۔ چنانچہ جب اس نے اندر جھانک کر دیکھا تو بے اختیار رو پڑی اور کہنے، آہ کہ آج کھانا کھلانے والے بچوں کو یتیم بنانے والے، اور عورتوں کے سہاگ اجاڑنے والے عظیم ودہشت ناک امور کو انجام دینے والے اہل شام کے سردار کو موت آ گئی۔ پھر اس نے مندرجہ ذیل شعر پڑھا:

الیوم یرحمنا من کان یبغضنا　　والیوم یأمننا من کان نجاتاً

''آج ہمیں اس پر رحم ہے جو ہمیں مبغوض تھا اور آج ہمیں اس سے پناہ ملی ہے جس سے ہم ڈرتے ہیں''

عبدالرزاق نے ابن طاؤس کے حوالہ سے یہ بات کہی ہے کہ جب اس کے باپ کو حجاج کی موت کو علم ہوا اور اس کی تصدیق ہوگئی تو اس نے قرآن پاک کی آیت:

﴿ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ .

''ان ظالم قوموں کی جڑ کاٹ دی گئی، جنہوں نے ظلم کیے ہیں۔ اور اللہ رب العالمین کا شکر ہے''

اور متعدد آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ جب حسن کو حجاج کو موت کی خوش خبری سنائی گئی، تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا، کیونکہ وہ چھپے چھپے پھرتے تھے، اب نمودار ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے کہا، اے اللہ! تو نے اسے موت دے دی، اب تو اس کے طور طریقے بھی ہمارے اندر سے مٹا دے۔

کیا بات ہے؟ جب ابراہیم النخعی کو حجاج کی موت کی خبر ملی تو وہ خوشی سے رو پڑے کہتے ہیں حجاج کی موت رمضان کی تائیسویں شب کو ہوئی تھی' بعض لوگ کہتے ہیں پچیسویں شب تھی' اور بعض لوگوں کے نزدیک اس کی موت اسی سن ہجری کے ماہ شوال میں ہوئی تھی۔ اور بوقت انتقال اس کی عمر چپن سال تھی۔ اس کا انتقال واسط میں ہوا اس کی قبر کے نشانات مٹا دیئے گئے اور اس پر پانی بہا دیا گیا تاکہ لوگ اس کی لاش کو باہر نکال کر جلا ڈالیں۔

اصمعی نے بیان کیا ہے کہ حجاج کا حال بھی کتنا تعجب انگیز اور حیرت ناک ہے۔ اس نے مرنے کے بعد صرف تین سو درہم ترکہ چھوڑے' اس کے علاوہ ایک قرآن پاک' ایک زین' ایک رحل اور ایک سو زرہیں بھی' یزید بن حوشب ابوجعفر المنصور کے دربار میں طلب کئے گئے تو ان سے ابوجعفر المنصور نے کہا' مجھے حجاج کی وصیت کے بارہ میں کچھ بتاؤ یزید بن حوشب نے کہا' اے امیر المومنین جو کچھ اس نے وصیت کی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے خدائے وحدہ لاشریک وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی عبدیت و رسالت کا اقرار کیا اور اس نے کہا کہ وہ بجز ولید بن عبدالملک کی اطاعت اور اس پر جینے مرنے کی یقین دہانی کرانے کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ اس نے نوسو آہنی زرہوں کی بھی وصیت کی' جن میں سے چھ سو منافقین عراق کے لیے اور تین سو ترکوں کے لیے تھیں۔ یہ سن کر ابوجعفر المنصور نے اپنا سر اٹھا کر ابوالعباس طوالسی کی طرف اشارہ کیا جو اس کے سرہانے کھڑا تھا۔ اور کہا' قسم ہے خدا کی' ہم اسی کے مطابق عمل کریں گے۔ اصمعی نے اپنے باپ سے سن کر بیان کیا ہے کہ انہوں نے مرنے کے بعد حجاج کو خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا' خدا نے تیرے ساتھ کیسا سلوک کیا' اس نے جواب دیا' کہ میں نے جتنے قتل کئے ان کے عوض مجھے بھی قتل کیا گیا۔

اصمعی کے باپ کہتے ہیں' میں نے ایک سال بعد حجاج کو خواب میں دیکھا تو پھر اس سے پوچھا' اے ابومحمد! اللہ نے تیرے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ اس نے جواب دیا' کیا تم نے یہی سوال پچھلے سال نہیں کیا تھا؟ قاضی یوسف کہتے ہیں' میں رشید کے پاس موجود تھا کہ وہاں ایک آدمی وارد ہوا اور اس نے آتے ہی کہا' اے امیر المومنین! رات خواب میں میں نے حجاج کو دیکھا ہے۔ امیر المومنین نے دریافت کیا' تم نے اس کو کیسے لباس میں دیکھا اس دمی نے جواب دیا' ہرے لباس میں۔ پھر میں نے اس سے پوچھا' اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس پر جواب دیا گیا' کیا تو نے اور اس شخص نے ایک ہی قسم کے سوالات نہیں کیے؟ ہارون رشید نے یہ سن کر کہا' خدا کی قسم سچ کہا اس نے' تو نے حجاج کو یقینی طور پر دیکھا ہے۔ ابومحمد کسی بھی صورت میں اپنی مستحکم رائے کو چھوڑنے والا نہیں تھا۔

اشعث ضرار کہتے ہیں' میں نے بھی حجاج کو خواب میں مری حالت میں دیکھا تو اس سے پوچھا' خدا کا تمہارے ساتھ کیسا معاملہ رہا؟ اس نے کہا' جتنے میں نے قتل کرائے' تھے ان کے عوض میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اور پھر خدا نے مجھے دوزخ میں لے جانے کا حکم دے دیا۔ اس پر میں نے کہا' نرمی بھی ہوئی؟ اس کے جواب میں حجاج نے کہا' اب میں وہی امید رکھتا ہوں جو ہر لا الہ الا اللہ کہنے والا رکھتا ہے۔

ابوسلمان دارمی کہتے ہیں حسنؒ بصری جس مجلس میں بیٹھتے تھے' اس میں وہ حجاج کے لیے بددعا کرتے تھے۔ انہوں نے بھی حجاج کو خواب میں دیکھا تو یہی سوال کیا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا مجھے ہر قتل کے عوض قتل کیا گیا' اور

مجھ کو بھی ان کے گروہ میں شامل کر دیا گیا۔ حسن کہتے ہیں مجھے بھی اس کے لیے بالآخر اللہ سے معافی کی امید ہے۔ اور اس کے بعد انہوں نے حجاج کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا۔

ابن ابی الدنیا سفیان کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب وفد بنا کر معاویہ بن قرہ کے ہمراہ عبدالملک کے دربار میں پہنچا' عبدالملک نے معاویہ سے پوچھا' حجاج کے بارہ میں کچھ بتاؤ۔ معاویہ نے جواب دیا' اگر ہم سچ بولیں گے تو قتل کرا دیئے جائیں گے۔ اور اگر جھوٹ بولیں گے تو خدا کا خوف آتا ہے۔ یہ سن کر عبدالملک نے حجاج کو بیک نظر دیکھا' اور پھر اس کو سندھ کی طرف جلا وطن کر دیا' وہاں اس کے لیے حالات سازگار رہے۔

جو اعوان واشراف ۹۵ھ میں انتقال کر گئے

ابراہیم بن یزید نخعی کا کہنا ہے' وہ جب کبھی کسی جنازہ میں شریک ہوتے یا کسی کی موت کی بات سنتے تو کچھ دنوں اس کا آپس میں چرچا رہتا تھا' کیونکہ ہم سمجھتے تھے کہ مرنے والا شخص ایسی صورت حال سے دوچار ہوا ہے کہ اس کے بعد وہ یا جنت میں گیا ہوگا یا دوزخ اس کا مقدر رہا ہوگا۔ عام طور پر ہم لوگ جو جنازہ میں شرکت کرنے والے ہیں' دنیاداری کی باتوں میں مشغول دیکھے جاتے ہیں۔ ابراہیم اس کے بعد مخاطب ہوئے' اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ بالعموم تکبیر اولیٰ کے معاملہ میں سستی اور غفلت کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کی فلاح کی طرف سے ہاتھ دھو لو۔ اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ جب میں کسی شخص کو کسی عیب میں مبتلا دیکھتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ عیب مجھ میں نہ پیدا ہو جائے۔ ابراہیم نخعی ایک دن کسی کی موت پر رونے لگے تو لوگوں نے پوچھا' آپ کیوں روتے ہیں؟ کہنے لگے' ملک الموت کے انتظار نے رلا دیا ہے۔ پتہ نہیں کہ میرے پاس جنت کی بشارت لے کر آئے گا یا دوزخ کی۔

حسن بن محمد الحنفیہ

ان کی کنیت ابو محمد تھی' سب بھائیوں میں بڑے تھے' فقیہہ عالم تھے۔ اور فقہی اختلافات سے باخبر تھے۔ ہر چیز کا روشن پہلو دیکھتے تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسئلہ ارجاء پر گفتگو کی' اور اس کے متعلق ایک کتابچہ بھی لکھا اور اس پر نادم ہوئے۔ یہ عثمانؓ وعلیؓ اور طلحہؓ وزبیرؓ کے معاملہ میں توقف کے قائل تھے نہ ان کے ہمنوا و دوست تھے۔ اور نہ ان کی برائی کرتے تھے' جب اس کی اطلاع ان کے والد محمد بن حنفیہ کو ہوئی تو انہوں نے ان کو مارا اور نہایت برا بھلا کہا' اور کہا کہ افسوس ہے کہ تو اپنے باپ علیؓ کا بھی دوست نہیں۔ ابو عبید کے بقول ان کا انتقال ۹۵ھ میں ہوا۔ اور خلیفہ نے کہا ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ میں ہوا۔ واللہ اعلم۔

حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری

ان کی والدہ ام کلثوم بنت عتبہ بن ابی معیط تھیں۔ اور عثمان بن عفان کی خالہ تھیں۔ حمید فقیہہ اور جید عالم تھے' ان سے بہت روایتیں منسوب ہیں۔

مطرف بن عبداللہ الشخیر

ہم نے ان کی مفصل سوانح اپنی کتاب التکمیل میں بیان کی ہے اس میں حجاج کی موت کا مفصل حال بھی درج ہے جو ۹۵ھ میں واقع ہوئی تھی۔ اور کتاب التکمیل ہی میں سعید بن جبیر کے اندوہناک قتل کا تفصیلی حال بھی درج ہے جس کو علی بن المدائنی وغیرہ کی زبانی سن کر مفصل طور پر لکھا گیا ہے جیسا کہ ابن جریر وغیرہ نے بھی لکھا ہے ۹۴ھ میں یہ حادثہ پیش آیا تھا۔ واللہ اعلم۔

۹۶ھ

اس سن میں قتیبہ بن مسلم نے ارض چین کا مشہور شہر شغر فتح کیا۔ اور چین کے بادشاہ کو اس زمانہ میں ایک تہدیدی مراسلہ بھی بھیجا تھا۔ جس میں اس نے قسم کھا کر اس کو لکھا تھا کہ جب تک وہ اس کے ملک کو روند نہ ڈالے گا واپس نہیں جائے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ چین کے اشراف واعیان پر قبضہ کرنے کے ساتھ وہ بادشاہ سے بھی جزیہ وصول کرے گا' یا ان کو دائرہ اسلام میں داخل کر کے دم لے گا۔ جب قتیبہ کا قاصد چین میں داخل ہوا تو وہاں کا بادشاہ چین کے سب سے بڑے شہر میں دورہ پر تھا۔ اس شہر کی چاردیواری میں نوے دروازے تھے۔ اس شہر کا نام خان بالق تھا۔ یہاں ہر موسم کی فصلیں اور پھل میوے وغیرہ کثرت سے ہوتے تھے۔ چین اس زمانہ میں نہایت وسیع وعریض ملک تھا۔ جہاں بکثرت تجارتی مال واسباب کا لین دین ہوتا تھا۔ یہاں کے لوگ بہت کم اپنی ضروریات کے لیے دوسرے ملکوں کا سفر کرتے تھے' ان کی ضرورت کی ہر شے ان کے اپنے ملک میں دستیاب ہو جاتی تھی۔

دوسرے ممالک یہاں کے ساز وسامان کے محتاج ہوتے تھے' بہت سے ملک چین کے باجگزار تھے۔ ان کے پاس فوج بھی بکثرت تھی۔ غرض کہ جب اسلامی قاصد اس ملک کے بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو اس ملک کی شان وشوکت اور عظمت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

مختصر یہ کہ جب قتیبہ کے قاصدوں نے چین کے بادشاہ کے دربار میں داخل ہونے سے پہلے ملک چین کا جائزہ لیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ ملک چین عظیم نہروں' فلک بوس عمارتوں' اونچے اونچے پہاڑوں' سرسبز وادیوں' ہرے بھرے کھیتوں اور پر رونق بازاروں کا ملک ہے۔ اور جب وہ چین کے بادشاہ کے دربار میں داخل ہوئے تو اس نے قاصدوں سے سوال کیا' تم لوگ تعداد میں کتنے ہو؟ یہ لوگ تعداد میں تین سو تھے۔ اور عبیدہ ان کا لیڈر تھا۔ بادشاہ نے اپنے ترجمان سے کہا' ان سے پوچھو کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا' ہم قتیبہ بن مسلم کے قاصد اور ہم سفر ہیں' اس نے تجھے اسلام کی دعوت دی ہے۔ اگر دعوت قبول نہیں ہے تو جزیہ قبول کرو اور اگر جزیہ دینا بھی منظور نہیں ہے تو جنگ کے لیے تیار رہو۔

یہ سن کر بادشاہ غضب آلود ہو گیا' اور اس نے ان کو ایک مکان میں لے جانے کا حکم دیا۔ اور جب صبح ہوئی تو بادشاہ نے ان سب کو طلب کر لیا۔ اور ان سے کہا' تم لوگ اپنے گھروں میں کس طرح رہتے ہو؟ یہ سن کر انہوں نے گھریلو لباس زیب تن کر لیا۔

بادشاہ نے اس کے بعد انہیں واپس جانے کا حکم دیا اور جب اگلے دن صبح بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے ان سے پوچھا' تم لوگ بادشاہ کے سامنے کس لباس میں جاتے ہو۔ اس پر انہوں نے رنگین ونقش بہترین ریشمی کپڑے اور عمامے زیب تن کر لیے۔ اور بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ بادشاہ نے اس لباس میں ان کو دیکھ کر کہا' اچھا جاؤ' اور پھر اپنے درباریوں سے کہا' تم لوگوں نے ان کے بارے میں کیا رائے قائم کی ہے اور ان کو کیا پایا ہے؟ اس مرتبہ یہ لوگ پہلی ہیئت کے مقابلہ میں زیادہ اچھے اور باوضع آدمی لگتے تھے۔ جب تیسرا دن ہوا تو بادشاہ نے ان کو دربار میں بلا کر پوچھا جب تم اپنے دشمن سے ملاقات کرتے ہو تو اس سے تمہارے ملنے کا انداز کیا ہوتا ہے؟ یہ سن کر انہوں نے اپنے جسم زرہ بکتر اور جوشن سے آراستہ کر لیے اور تلواریں حمائل کر لیں اور نیزے و بھالیے ہاتھوں میں سنبھال لیے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر فاتحانہ شہسوارانہ انداز سے سامنے سے گزرے۔ اور ان کے ساتھ گھوڑوں کے پرے کے پرے ان کی نظروں کے سامنے سے گزرے۔ چین کے بادشاہ نے ایک طائرانہ نظر ڈالی تو اسے ایسے محسوس ہوا کہ پہاڑ اُمڈے چلے آ رہے ہیں۔ اور جب یہ سوار بادشاہ کے قریب آئے تو انہوں نے اپنے نیزے زمین میں گاڑ دیئے۔ بادشاہ نے ان کو دیکھ کر کہا' جاؤ' واپس جاؤ لیکن اس کا قلب خوف سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے اپنے درباریوں سے پوچھا' اب تمہیں یہ لوگ کیسے لگتے ہیں' انہوں نے بیک زبان ہو کر جواب دیا' ہم نے ان جیسا آج سے قبل کسی کو نہیں دیکھا۔ اور جب شام ہو گئی تو بادشاہ نے کہلا بھیجا' ہمارے پاس ان میں سے کسی بڑے لیڈر کو بھیجو۔ اس پر مسلمانوں کی طرف سے ہبیرہ کو بھیجا گیا۔

جب ہبیرہ بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے ہبیرہ سے کہا' تم نے میرے ملک کی عظمت اور شان دیکھ لی' تم میں سے کوئی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور تم خود میرے ہاتھ کی ہتھیلی میں انڈے کی مانند ہو۔ میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں' اگر تم نے اس کا صحیح جواب دے دیا تو خیر' ورنہ میں تمہیں قتل کرا دوں گا۔ ہبیرہ نے کہا' آپ کو جو کچھ پوچھنا ہے وہ پوچھئے' بادشاہ نے کہا' تم نے پہلے دن وہ لباس کیوں پہنا تھا جو تم پہن کر میرے دربار میں آئے تھے۔ اور پھر دوسرے دن اور تیسرے دن تبدیل کرنے کی کیا وجہ تھی؟ ہبیرہ نے اس کے جواب میں کہا' پہلے دن کا لباس ہمارا گھریلو لباس ہے جو ہم اپنے بیوی بچوں میں رہتے ہوئے پہنتے ہیں۔ دوسرے دن کا ہمارا لباس بادشاہوں کے سامنے حاضر ہونے کا ہے۔ اور تیسرے دن کا لباس وہ ہے جو دشمن سے جنگ کرتے وقت ہم پہنتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا' تم نے اگرچہ میرے تینوں سوالات کے معقول جوابات دیئے ہیں لیکن اب تم اپنے کیمپ میں واپس جاؤ' اور اپنے لیڈر قتیبہ سے کہو کہ وہ میرے ملک سے واپس چلا جائے۔ مجھے اس کی حرص و طمع کا اندازہ ہو گیا ہے' اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ کتنے تھوڑے آدمی اس کے ساتھ ہیں' ورنہ میں تم پر ایسے لوگوں کو متعین کروں گا جو تمہارا آخری آدمی بھی ختم کر کے دم لیں گے۔

اس کو سن ہبیرہ نے کہا' اے بادشاہ تو قتیبہ سے یہ بات کہتا ہے' وہ آدمی قلیل الاصحاب کیسے ہو سکتا ہے جس کا ایک گھوڑ سوار تیرے ملک میں ہے اور دوسرا زیتون کے باغ میں۔ اور وہ آدمی حریص کیسے کہلا سکتا ہے جو دنیا کا خلیفہ بن کر آیا ہے اور اس پر اس کو قدرت حاصل ہے' رہا ہمیں قتل سے ڈرانے کا سوال' تو سن لے موت جب ہمارے پاس آتی ہے تو ہم اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہیں۔ ہم نے جدال و قتال کو عزت بخشی ہے' اس لیے نہ ہم موت سے ڈرتے ہیں اور نہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

ہبیرہ کا یہ جواب سن کر بادشاہ نے کہا اچھا تو تمہارا ایلچی کس چیز پر راضی ہو گا؟ ہبیرہ نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ اس وقت تک تمہارے ملک سے واپس نہیں جائے گا جب تک تمہارے ملک کو روند نہ ڈالے گا اور تمہارے چھوٹے بڑے بادشاہوں کو ختم نہ کر لے گا۔ اور تمہارے ملک سے جزیہ وصول کر کے نہیں لے جائے گا۔ بادشاہ نے جواباً کہا' یہ کون سی بڑی بات ہے' میں اس کی قسم پوری کرنے کا بندوبست کیے دیتا ہوں' اور اس کو یہاں سے نکالنے کے لیے اپنی سرزمین کی تھوڑی سی مٹی اس کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ اور اپنے بادشاہوں کے چند بیٹے بھی اس کے معہ سونے چاندی اور بہت سے مال و دولت اور قیمتی کپڑوں وغیرہ کے اس کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ غرض کہ اس نے چار سو کی تعداد میں اپنی اور اپنے ماتحت بادشاہوں کی اولاد اور بہت سے سونے چاندی کے بھرے ہوئے طشت اور سرزمین چین کی مٹی قتیبہ کے روندنے کے لیے روانہ کر دی۔

کہا جاتا ہے کہ توقعات کے بالکل برعکس قتیبہ نے یہ سارا مال و دولت اور ساز و سامان اس لیے قبول بھی کر لیا کہ اس کے ساتھ ہی اس کے پاس امیر المومنین عبدالملک کی موت کی اچانک خبر بھی پہنچ گئی تھی' اور اس کی ہمت ٹوٹ چکی تھی' اور اس نے چین پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا' اور اس نے سلیمان بن عبدالملک کی بیعت ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور چونکہ تمام عساکر اس کے ماتحت تھیں' اس کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی مطلق العنانی کا اعلان کر دے لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنائے' اسی سال قتیبہ کا قتل ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اپنے لیے اس کا دعوت دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اور وہ مرتے دم تک مجاہد فی سبیل اللہ ہی رہنا چاہتا تھا۔ اس سن میں مسلمہ بن عبدالملک نے الصائفہ میں جنگ شروع کی۔ اور عباس بن ولید نے روم پر چڑھائی کی۔ اور طولس اور مرزبانین کے علاقے فتح کر لیے۔

اسی سن میں دمشق کی جامع مسجد اموی امیر المومنین ولید بن عبدالملک کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچی' رحمۃ اللہ تعالیٰ اس مسجد کی جگہ قدیم زمانہ سے ایک عبادت خانہ کلدانیوں کا تعمیر شدہ موجود تھا جو دمشق میں مدت سے آباد تھے' یہ لوگ سات ممتاز ستاروں کو پوجتے تھے' وہ سات ستارے یہ ہیں' پہلا ستارہ آسمان دنیا کا چاند' اور دوسرے آسمان کا عطارد' تیسرے کا زہرا' چوتھے کا سورج' پانچویں کا مریخ' چھٹے کا مشتری اور ساتویں کا زحل۔

شہر دمشق کے دروازوں پر ان ساتوں ستاروں کی تصویریں ہیکلوں کی شکل میں نصب تھیں' شہر دمشق کے سات دروازے ان لوگوں نے اسی غرض سے بنائے تھے اور یہ کلدانی ساتوں دروازوں پر علیحدہ علیحدہ عید کا جشن بھی منایا کرتے تھے۔ ان کلدانیوں نے دروازوں کے ساتھ رصدگاہیں بھی بنا رکھی تھیں' جہاں کواکب کی حرکات وقرب واتصال کا مطالعہ کرتے' اور ان پر گفتگو کرتے تھے' انہی لوگوں نے دمشق کی بنیاد ڈالی تھی اور اس کے لیے اسی جگہ کا انتخاب کیا تھا' جو ان دو پہاڑوں کے درمیان پانی کی گزرگاہ تھی اور جس کا پانی نہروں کی صورت اونچی نیچی جگہوں پر پہنچایا جاتا تھا۔ اور ان نہروں کا پانی دمشق شہر کے مکانات میں پہنچانے کا بندوبست تھا۔ غرض کہ ان دنوں دمشق نہایت خوبصورت اور دلآویز شہروں میں شمار ہوتا تھا' اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس میں طرح طرح کے تصرفات کیے گئے تھے' کلدانیوں نے اس معبد کو' جس کی جگہ اب مسجد اموی بنی ہوئی ہے' قطب کی سمت بنایا تھا۔ وہ لوگ قطب شمالی کی طرف رخ کر کے اپنی عبادت کرتے تھے۔ ان کے اس معبد کی محرابیں بھی اسی سمت کو بنی ہوئی تھیں اور

معبد کا صدر دروازہ بھی قبلہ رخ پر کھلتا تھا۔ جو آج کی مسجد کی محراب کے بالکل پیچھے ہے جیسا کہ ہم نے خود بھی واضح طور پر اس کو دیکھا ہے ہم نے ان کی محرابیں بھی قطب کی سمت میں دیکھی ہیں اور صدر دروازہ بھی دیکھا ہے جو کہ بہت خوب صورت اور منقش پتھروں کا بنا ہوا ہے اور اس پر کچھ ان کے رسم الخط میں تحریر بھی ہے۔ اس دروازے کے دائیں اور بائیں جانب دو اور دروازے بھی تھے جو نسبتاً بڑے دروازہ کے مقابلہ میں چھوٹے تھے۔

اس معبد کا غربی حصہ یقیناً بہت مضبوط اور بلند تھا' جو ان دو ستونوں پر قائم تھا جو باب البرید میں نصب ہیں اور معبد کا شرقی حصہ جبرون بادشاہ کا محل کہلاتا تھا۔ اس محل کے قریب دو بڑے مکانات بھی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ قدیم زمانہ میں یہ تینوں محل اور مکانات بادشاہوں کے لیے وقف تھے۔ اور ان مکانات' محل اور معبد کے چاروں طرف ایک چار دیواری بھی تھی' جو بہت بلند اور مضبوط تھی۔ اور جو بہت بڑے بڑے پتھروں کو کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ یہاں زیر زمین قید خانے اور عقوبت خانے بھی تھے اور گھوڑوں کے اصطبل بھی تھے' جس کے متصل حصہ کو بعد میں معاویہ نے پائیں باغ میں تبدیل کر لیا تھا۔ اور عسا کر نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ اس شہر کو بنانے میں یونانی کلدانیوں نے بڑی محبت اور مشقت برداشت کی تھی جس میں تقریباً اٹھارہ برس صرف ہو گئے تھے۔ اور جب انہوں نے شہر کی فصیل کی چار دیواری کی تعمیر کی تھی' تو انہوں نے یہ یقین کر لیا تھا کہ نہ اس کی عمارت کبھی بوسیدہ ہو گی اور نہ دیواریں کمزور ہوں گی۔ اور نہ معبد کبھی عبادت سے خالی رہے گا۔ لیکن بقول کعب بن احبار یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ معبد کبھی عبادت سے خالی نہ رہے لیکن یہ مقام کبھی غیر آباد نہ ہوگا اور قیامت تک گرنے نہ پائے گا' صراحتاً غلط تھا۔ کیونکہ جس گھر کے متعلق غیر آباد ہونے اور منہدم نہ ہونے کا یقین ظاہر کیا گیا تھا' اس کو معاویہ نے ہی از سر نو تعمیر کر لیا تھا۔ اور پھر وہ ۶۱ھ میں جل بھی گیا تھا۔ اور اس کے بعد پھر ضعیفوں' ناداروں اور محتاجوں کا مسکن بن گیا تھا۔ چنانچہ ہمارے زمانہ تک وہ اسی حالت پر برقرار تھا۔

مقصود یہ ہے کہ یونانی اسی حالت پر عرصہ دراز سے چلے آ رہے تھے جس میں چار ہزار سال سے کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ چنانچہ یہ بھی مشہور تھا کہ اس معبد کی اولین دیواریں حضرت ہود علیہ السلام نے اٹھائی تھیں اور ہود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی مدتوں پہلے گزرے ہیں۔ حضرت ابراہیم دمشق کے شمال میں برزہ میں وارد ہوئے تھے' اور وہاں انہوں نے اپنی دشمن قوم سے سخت جنگ کر کے ان کو شکست دی تھی اور ان پر پوری طرح غالب آئے تھے۔ ان کے جنگ کا مقام بھی برزہ تھا اور قدیم کتابوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس مقام پر محاربین و معاندین کے سخت معرکے ہوتے رہے۔

یہی یونانی کلدانی جو مدت دراز سے دمشق میں آباد تھے' تعداد میں بے شمار تھے' اور ابراہیم علیہ السلام کے دشمن خاص تھے۔ ان سے ان کے صنم خانوں اور ستارہ پرستی کے مرکزوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہبی مناظرے ہوتے رہتے تھے' اس کی تشریح ہم اپنی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی حکایت تفصیلی طور پر ہم نے البدایہ والنہایۃ میں بھی اپنے مقام پر کر دی ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کے تین سو برس بعد اہل شام نے قسطنطین بن قسطنطین کی کوششوں سے عیسائیت قبول کی۔ قسطنطین وہی شخص تھا جس نے بلاد روم کے مشہور شہر قسطنطنیہ کی بنیاد ڈالی تھی اور اسی شخص نے ان کے لیے قوانین بنائے تھے۔ اولاً قسطنطین اس کی

قوم اور اس سرزمین کے اکثر باشندے یونانی کہلاتے تھے۔ قسطنطین کے نصرانی روساء نے ایک نیا دین ایجاد کیا تھا جس میں نصرانیت اور بت پرستی کو ملا کر ایک نیا دین گھڑا گیا تھا۔ یہ لوگ شرق کی سمت رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور روزے مسلمانوں سے کچھ زیادہ رکھتے تھے۔ ان کے یہاں سور کا گوشت حلال تھا اور اپنی اولاد کو والدین کی امانت کی تاکید کرتے تھے لیکن یہ سب ان کا ڈھونگ تھا۔ یہ دراصل خیانت کی تعلیم دیتے تھے اور گناہ کبیرہ کی طرف مائل کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ قسطنطین بادشاہ نے نصاریٰ کے لیے دمشق اور اس کے قرب وجوار میں تقریباً بارہ ہزار گرجا بنا دیئے تھے اور ان کے مصارف کے لیے بہت بڑا وقف بھی کر دیا تھا' انہی گرجاؤں میں سے بیت لحم اور قدس کا قمامہ بھی تھا' جس کو ام ہیلانہ غندتانیہ نے بنایا تھا۔ نصاریٰ نے دمشق میں سب سے بڑا گرجا یوحنا تعمیر کیا تھا جس کو یونان کلدانی بہت اہمیت دیتے تھے۔ اور اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا' بہت سے مزید گرجا بنائے گئے تھے۔ اور یہ سب ان لوگوں نے تین سو سال کی مدت میں تعمیر کئے تھے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی' اور آپؐ نے اپنے زمانہ میں ان کے اس وقت کے قیصر ہرقل کے پاس سفارت بھیجی' اور اس کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی' اور پھر اس کے دربار میں ابوسفیان بھی مکہ کے مشرکین کا نمائندہ بن کر پہنچا' اور آپؐ نے اس کے توڑ میں زید بن حارثہ' جعفر اور ابن رواحۃ کو روانہ کیا۔ اور جب یہ لوگ بلقاء پر' جو شام کی سرحد تھی' پہنچے تو ہرقل نے معاندانہ رویہ اختیار کیا اور مذکورہ بالا تینوں امراء اور اصحاب رسول ﷺ کو معہ ان کے ہمراہیوں کے قتل کرا دیا۔ اس پر مجبوراً رسول اللہ ﷺ نے ان ظالموں سے جنگ کا ارادہ کیا اور شام اور تبوک میں کچھ فوج اس ظالمانہ عمل کی مزاحمت کے لیے بھیجی۔ لیکن اس سال موسم بہت سخت اور نہایت گرم تھا۔ اس لیے کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ لیکن آپؐ کے انتقال کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے اس مشن کو نظر انداز نہیں کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے شروع کئے ہوئے کام کو تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے ایک فوجی لشکر شام روانہ کیا اور بالآخر اس نے دمشق کا رخ کیا اور اس کو فتح کیا۔ جس کا ہم تفصیلی ذکر دمشق کی فتح کے سلسلہ میں کر چکے ہیں۔

غرض کہ جب اسلامی جھنڈا دمشق پر لہرانے لگا اور مسلمانوں کو استحکام حاصل ہو گیا تو امیر حرب ابوعبیدہ اور ان کے بعد خالد بن ولید نے شامیوں کو امن کا پروانہ اور اہل دمشق کو بھی امن وامان سے رہنے اور اپنے مذہبی ودینی شعائر بجا لانے اور معاشرتی اطوار برقرار رکھنے کی اجازت دے دی۔ اور ساتھ ہی ان کو ان کے چودہ گرجا بھی ان کی اپنی تحویل وتصرف میں رکھنے کی اجازت دے دی۔ لیکن بعد کو یہ طے پایا کہ ان گرجاؤں میں سے وہ نصف گرجا مسلمان اپنے پاس رکھیں گے' جنہیں خالد بن ولید نے فتح کر کے حاصل کیا ہے۔ اور باقی نصف گرجا جن کو ابوعبیدہ بطور امان نصاریٰ کو واپس دینے کا وعدہ کر چکے ہیں' وہ ان ہی کے پاس رہیں گے۔ چنانچہ نصف حصہ شرقی کو مسلمانوں نے مسجد کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا اور اس میں نماز پڑھنے لگے۔ اور کنیسا یوحنا یعنی اس گرجا کا دوسرا نصف عیسائیوں کے پاس چھوڑ دیا گیا۔ گرجا کا وہ شرقی حصہ جو مسلمانوں نے مسجد بنا لیا تھا' اس میں سب سے پہلے ابوعبیدہ نے نماز ادا کی' ان کے بعد صحابہؓ نے یہاں نماز پڑھنا شروع کی' اور اس اعتبار سے اس کو محراب صحابہؓ کہا جانے لگا' لیکن مشرقی حصے میں' جسے محراب صحابہؓ کہا جاتا تھا کوئی محراب کی شکل کی بنی ہوئی جگہ نہ تھی' البتہ اس جگہ کی دیوار کو توڑ کر محراب بنا

لیا گیا تھا۔ سب سے پہلے ولید نے نماز پڑھی' بعد میں لوگوں نے چاروں اماموں کے نام سے چار محرابیں بنا ڈالیں' اور ان کا نام محراب شافعیؒ' محراب حنفیؒ' محراب مالکیؒ اور محراب حنبلیؒ رکھا گیا' جبکہ اس تفریق کو بہت سے اسلاف نے قطعاً غلط اور بدعت قرار دیا ہے۔ بہر حال اس مسجد وگرجا میں داخل ہونے کا صدر دروازہ ایک ہی تھا۔ نصاریٰ مغرب کی سمت مڑ جاتے تھے۔ اور مسلمان داخل ہونے کے بعد مسجد کے دائیں جانب مڑ جاتے تھے۔ نصاریٰ اپنے گرجا میں نہ بلند آواز سے بائبل پڑھ سکتے تھے اور نہ ناقوس بجا سکتے تھے اور یہ ان صحابہؓ کے رعب وداب اور خوف کی وجہ سے تھا۔ علاوہ ازیں معاویہ نے شام میں اپنے ایام ولایت میں اس مسجد کے اس حصہ کے سامنے جو صحابہ کی آمد ورفت کا راستہ تھا' دارالامارت بھی بنالیا تھا' اور اسی جگہ قبہ خضراء تعمیر کیا گیا تھا۔ جس میں معاویہ چالیس سال مقیم رہا' غرض کہ مذکورہ بالا کینسہ یوں ہی مسجد وگرجا کی صورت میں دو حصوں میں تقسیم ہو کر مدتوں چلتا رہا۔ یعنی ۱۴ھ سے لے ۸۶ھ ذی القعدہ تک' لیکن شوال ۸۶ھ میں جب خلافت ولید بن عبدالملک کو ملی' اس وقت اس کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کینسہ کے بقیہ حصہ کو بھی مسجد میں شامل کرلیا جائے تا کہ تمام کا تمام حصہ ایک مسجد کی صورت میں نظر آنے لگے' اور اس کی خاص وجہ عیسائیوں کا بائبل بلند آواز سے پڑھنا تھا' جس سے مسلمانوں کی عبادت میں خلل واقع ہوتا تھا۔ اور ان کی نماز سے سکون نہیں پڑھی جاسکتی تھی۔

اس صورت حال کے پیش نظر کینسہ کے پیشواؤں کو طلب کیا گیا' تا کہ وہ کینسہ یا گرجا کا بقیہ حصہ بھی مسلمانوں کے حوالے کردیں' اور اس کے عوض جتنا وسیع وعریض قطعات اراضی ان کو درکار ہو' وہ ان دے دیئے جائیں' اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر مسجد کی بھی توسیع کی جاسکے۔ ان وسیع قطعات کے علاوہ جو عیسائیوں کو پسند ہوں' ان کو یہ اختیار بھی دیا گیا کہ چار دیگر گرجا بھی' یعنی کینسہ مریم' کینسہ المصابہ' کینسہ تل الجبین اور جو حمید بن درہ جو درب المشقل میں واقع ہے' اس معاہدہ میں شامل نہیں سمجھے جائیں گے' بلکہ ان پر بھی عیسائیوں کا بدستور کنٹرول باقی رہے گا' اور وہ ان میں بدستور اپنی عبادات جاری رکھ سکیں گے۔ لیکن عیسائیوں نے مسلمانوں کی اس پیشکش کو سختی سے رد کردیا' اور کہا' ہمیں اس معاہدہ کے مطابق زندگی گزارنے اور اپنے گرجاؤں میں عبادت کا حق دو' جو صحابہؓ کے زمانہ سے ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے۔

چنانچہ اس معاہدہ کو لایا گیا اور ولید بن عبدالملک کی موجودگی میں اس کی عبارت پڑھی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس معاہدہ میں وہ گرجا شامل نہیں ہے جو کینسہ توما کہلاتا ہے اور باب توما سے باہر نہر کے کنارے واقع ہے' یہ گرجا کینسہ مریحنا سے بھی بہت بڑا تھا' چنانچہ ولید اس پر راضی ہو گیا کہ میں اس متنازعہ گرجا کی بجائے اس گرجا کو منہدم کر کے اس کی جگہ مسجد بنادوں گا' مگر اس پر بھی نصاریٰ راضی نہ ہوئے۔ اور کہنے لگے' اے امیر المومنین آپؐ اس گرجا ہاتھ نہ لگائیں' اس کو یوں ہی رہنے دیں ہم کینسہ مریحنا کے بقیہ حصہ سے دست بردار ہونے کو تیار ہیں چنانچہ ولید نے بھی دوسرے تمام گرجاؤں کو بدستور نصاریٰ کے حوالہ کردینے اور صرف کینسہ مریحنا کے لینے پر اکتفا قبول کرلیا' بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ولید نے کینسہ مریحنا کی بجائے ایک دوسرا باب الفرادیس میں حمام القام کے نزدیک دے دیا تھا' اور نصاریٰ نے اس کو لے کر اس کو نام مریحنا رکھ لیا۔ واللہ اعلم۔

اس کے بعد ولید نے حکم دیا کہ آلات انہدام مثلاً بیلچہ' کدال اور پھاوڑے وغیرہ لائے جائیں۔ اور تمام امراء اور اعوان

واشراف مملکت کو جمع کیا جائے۔ اس اعلان اور حکم نامہ کو سن کو نصاریٰ کے السقف اور بڑے بڑے پادری بھی جمع ہو گئے۔ اور انہوں نے امیر المومنین سے کہا: اے امیر المومنین! ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ جو کوئی اس گرجا کو گرائے گا اس پر دیوانگی طاری ہو جائے گی اور وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ ولید نے پادریوں کی یہ بات سن کر جواب دیا' میں تو اللہ کی راہ میں مدہوش ہو جانا چاہتا ہوں۔ اور قسم ہے خدا کی انہدام کے اس فعل کو مجھ سے قبل نہ کسی نے انجام دیا ہے اور نہ دے سکتا ہے اور پھر ولید مرتکا کے مشرقی مینار پر چڑھ گیا' جس میں متعدد زاویے بنے ہوئے تھے جن کو ساعات کہا جاتا تھا۔ یہ گرجا بلا شبہ عظیم بلند وبالا اور مہیب دکھائی دیتا تھا' اسی میں ان کا راہب رہتا تھا۔ اس کو ولید نے نیچے اترنے کا حکم دیا' جس کو اس نے بہت برا منایا۔ مگر ولید نے اس کو گردن سے پکڑ کر باوجود اس کی مزاحمت کے نیچے اتار لیا۔

اس کے بعد ولید خود اس سب سے بڑے مقام پر پہنچ گیا' جس کو اس گرجا کے سب سے بالائی منزل پر مذبح اکبر کے نام سے تعبیر کیا گیا تھا۔ اور جس کو وہ شاہد کہتے تھے' یہ دراصل ان کا قوی ہیکل مجسمہ تھا۔ چنانچہ ولید کو اس پر چڑھتے ہوئے جب پادریوں نے دیکھا تو پکار کر کہا' اس کو ہاتھ نہ لگانا اور اس سے دور ہی رہنا' ورنہ غضب ہی ہو جائے گا' ولید نے کہا' اچھا' تو سب سے پہلے میں اسی سے اپنے کام کا آغاز کرتا ہوں۔ اور اس پر پہنچ کر پہلے اس نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور پھر اس پر کئی سخت ضربیں لگا کر اس کو منہدم کر دیا۔ اس وقت ولید کے جسم پر زرد رنگ کی عباء تھی۔ پھر اس کے بعد اس نے کدال سے وہاں لگے ہوئے سب سے بڑے پتھر کو نیچے گرا دیا۔ اس کے تمام امراء بھی اس انہدام میں شریک ہو گئے اور تمام مسلمانوں نے مل کر تین بار نعرۂ تکبیر لگایا اور نصاریٰ جیرون کی سیڑھیوں پر کھڑے ہوئے واویلا مچاتے ہے۔ یہ لوگ وہاں بہت بڑی تعداد میں جمع ہو گئے تھے' ولید نے پولیس کو بلوا کر ان لوگوں کو وہاں سے ہٹوایا۔ ابو نائل غسانی پولیس کا چیف جب اس مجمع کو وہاں سے ہٹانے میں کامیاب ہو گیا تو ولید تمام موجود امراء اور ارکان حکومت کے ساتھ مل کر نصاریٰ کے تعمیر کئے ہوئے تمام مذبحے' مکانات' محرابیں منہدم کر کے سارے گرجا کو چٹیل میدان کر دیا اور از سر نو اس خوبصورت جامع مسجد اموی کی داغ بیل ڈالی جس کی نظر اس سے پہلے تاریخ میں نہیں ملی۔

ولید نے اس مسجد کی تعمیر میں بہت سے انجینئر صناع اور کاریگر لگا کر اس کو مکمل کرایا۔ اس کے بعد اس کے ولی عہد اور بھائی سلیمان بن عبد الملک نے بھی اس مسجد کی تکمیل وتزئین میں بہت کچھ حصہ لیا۔ اس کے لیے سنگ مرمر کی تراش وخراش کے لیے ولید نے روم کے بادشاہ کو لکھا کہ وہ اپنے ملک کے صناع وکاریگر بھیجے' حتیٰ کہ اس نے اس کو یہ بھی لکھا کہ اگر سنگ تراش جلد نہ بھیجے گئے یا اس میں لیت ولعل کیا گیا تو میں تم سے اس کے لیے جنگ کروں گا۔ اور تمہارے ملک کے ان تمام گرجاؤں کو زمین بوس کر دوں گا۔ جن میں قدس کے گرجا قمامہ اور رہا بھی شامل ہیں۔ اور تمہارے تمام تہذیبی آثار ونقوش مٹا دوں گا۔ اس خط کے پڑھتے ہی روم کے بادشاہ نے دو سو صناع وکاریگر روانہ کئے' اور لکھا' جو کچھ تم کر رہے ہو اگر یہ سب کچھ پلاننگ تمہارے باپ کی ہے تو وہ تمہارے لیے باعث شرم وعار ہے۔ اور اگر یہ سب کچھ تمہارا اپنا سوچا سمجھا ہوا ہے تو تم ان کے لیے باعث ندامت ہو۔ جب یہ خط ولید کو ملا' وہاں فرزدق شاعر بھی موجود تھا' اس نے ولید سے کہا' اس خط کا جواب میں دیتا ہوں' ولید نے کہا' وہ کیا جواب ہے' فرزدق نے کہا' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہا ہے:

''ہم نے سلیمان کو وہ بات سمجھا دی' اور ہم نے ہر ایک کو عقل وعلم بخشا۔ سلیمان داؤد کے کم سن بیٹے تھے' مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے وہ بات سمجھا دی جو داؤد نہ سمجھے''۔

ولید کو فرزدق کا یہ جواب بہت پسند آیا اور اس نے اشعار ہی اس نے اس کے خط کے جواب میں لکھ بھیجے:

فرقت بين النصارى فى كنا يسئهم   والعابدين مع الاسحار والعنم

''تو نے گرجاؤں کے نصاریٰ میں ان مسلمان عبادت گزاروں میں فرق رکھا ہے جو علی الصبح عبادت کرتے ہیں''

وهم جميعاً اذا صلوا واوجبهم   شتىٰ اذا سجدوا للـه الصنم

''وہ نماز پڑھتے ہیں اور خدا کو سجدہ کرتے ہیں تو ایک دل ہوتے ہیں جب کہ نصاریٰ بتوں کو پوج کر منتشر ہوتے ہیں''

وكيف يجتمع الناقوس يضربه   اهل الصليب مع القراء لم تنم

''ناقوس کی آواز اہل صلیب اور شب بیدار قاریوں کو یکجا کر بھی کیسے سکتی ہے''

فهل الـلـه تحويلا لبيعتهم   عن مسجد فيه يتلى طيب الكلم

''اللہ نے تجھے اس مسجد کے بارہ میں ان کی بات تسلیم کرنے سے باز رکھا ہے' جس میں کلام پاک پڑھا جاتا ہے''

حافظ عبدالرحمٰن بن ابراہیم دمشقی کا بیان ہے کہ ولید نے مسجد کی اندرونی دیواریں تعمیر کیں۔ اور مچھلی نما دیواروں کا اس میں اضافہ کیا۔

حسن بن یحییٰ کہتے ہیں کہ ہود علیہ السلام پہلے شخص جنہوں نے دمشق کی مسجد کی قبلہ کی سمت کی دیوار بنائی تھی۔ لیکن دوسروں کا کہنا یہ ہے کہ جب ولید نے اس قبہ کو بنانے کا ارادہ کیا جو دالانوں کے درمیان ہے اور جو قبۃ النسر کہلاتا ہے' تو اس نے قبہ کے ستون اتنے گہرے کھدوائے کہ وہاں میٹھا پانی نکل آیا' جس کے آس پاس اس نے انگور کی بیلیں چڑھوا دیں اور اس کے بعد اس نے ان ستونوں پر قبہ کی تعمیر شروع کروائی' لیکن وہ گر گیا۔ چنانچہ ولید نے اپنے بعض انجینئروں سے کہا' میں چاہتا ہوں کہ اس جگہ ایک قابل یادگار قبہ بن جائے۔ اس پر ایک انجینئر نے کہا' اگر امیر المومنین مجھ سے وعدہ کریں کہ اس کا تعمیری ٹھیکہ میرے سوا کسی اور کو نہ دیا جائے گا تو میں امیر المومنین کی حسب خواہش قبہ تعمیر کر دوں گا۔ امیر نے اس کا اثبات میں جواب دیا۔

اس انجینئر نے ستون تعمیر کرائے اور ان کو لواری مچھلیوں سے پوری طرح ڈھک کر چلا گیا اور پھر ایک سال تک اس انجینئر کا پتہ نہ چلا کہ کہاں گیا۔ جب ایک سال بعد وہ واپس آیا تو بادشاہ بہت ناراض ہوا مگر اب اس انجینئر نے آکر ستونوں پر سے مچھلیوں کو ہٹایا تو ستونوں کی بنیادیں ان سے پٹی ہوئی تھیں اس طرح جب بنیادیں مضبوط ہو گئیں تو ان ستونوں پر اس نے قبہ تعمیر کیا۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ولید نے گنبد کی کلغی سونے کی بنوانی چاہی تاکہ مسجد کی شان نکل آئے۔ اس کو سن کر معمار نے کہا' آپ کے لیے خالص سونے کی کلغی بنوانا مشکل ہے۔ معمار کی بات سن کر ولید کو سخت غصہ آ گیا اور اس کے پچاس کوڑے لگانے کا حکم دیا اور کہا' افسوس ہے تیرے حال پر' تو مجھے یہ کلغی یا کلس بنانے سے عاجز سمجھتا ہے حالانکہ مجھے زمین وجائیداد اور مکانات ہی سے اتنا اتنا ٹیکس وصول ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا' یہ سب کچھ مجھے تسلیم ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں میری گزارش بھی تو سن لیجیے۔ ولید

نے کہا' بیان کرو۔ معمار نے کہا' سونے کی ایک اینٹ جتنی جگہ میں لگے گی' اس کے حساب سے امیر المومنین کو ہزار ہا خالص سونے کی اینٹیں تیار کرانا ہوں گی' ولید نے کہا' بے شک میں اتنی اینٹیں سونے کی تیار کرا کر تم کو فراہم کر سکتا ہوں کہ میرے لیے یہ کچھ مشکل بھی نہیں ہے۔ لیکن ہر حال میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ گنبد کے کلس سونے کا بنوانے میں اسراف ہے اور اس مال کا ضیاع ہے جو مسکینوں اور فقیروں کے کام آ سکتا ہے اور جب اس کو معمار کی بات معقول معلوم ہوئی تو اس نے پچاس دینار انعام دیئے۔ اور جس طرح معمار نے مسجد کو بنانے کا مشورہ دیا اس پر عمل درآمد کیا جب مسجد کی چھتیں پڑنے کا وقت آیا تو معمار کے مشورہ کے مطابق مسجد اموی کی چھتیں پتھر کی بنائی گئیں' جنھیں اندرون سے سونے کی ملمع کاری سے مزین کیا گیا' اور اینٹوں وغیرہ کی چنائی کے لیے اور پتھروں کی تعمیر کے لیے مصالحہ کے طور پر سیسہ استعمال کیا گیا' جس کے لیے ولید نے اعلان کرا دیا کہ مملکت میں سیسہ جہاں جہاں دستیاب ہو' وہ سب مسجد کے تعمیر کے لیے جمع کیا جائے۔

چنانچہ سرکاری اہلکاروں نے شام اور قرب وجوار کے تمام علاقوں سے اس کی دستیابی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ شام میں ایک اسرائیلی عورت کے پاس اس کا بہت بڑا ذخیرہ تھا' اس نے کہا' میں اس کو صرف چاندی کے بھاؤ پر فروخت کروں گی۔ یہ بات امیر المومنین ولید کو بتائی گئی تو اس نے حکم دیا' اگر چاندی کے عوض سیسہ ملتا ہے تو بھی خرید لیا جائے۔ لیکن جب اس کو یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا' میں فی سبیل اللہ یہ سارا سیسہ یوں ہی دینے کو تیار ہوں' بشرطیکہ مسجد کی چھت میں استعمال کیا جائے۔ چنانچہ اس کی تختیوں پر اللہ کے نام کے ساتھ یہ بھی لکھا گیا کہ یہ عطیہ ایک اسرائیلی عورت کا ہے۔

محمد بن عائذ کا بیان ہے کہ میں نے مشائخ سے سنا ہے کہ دمشق کی مسجد میں امانت کا پیسہ بھی لگا ہے۔ ایک شخص مسلسل امانت کی رقم سرکاری خزانہ میں اس غرض سے جمع کراتا رہتا تھا۔ بعض دمشقی مشائخ نے کہا ہے کہ جامع مسجد میں صرف دو رخام بلقیس کے تخت کے بھی لگے ہوئے ہیں اور باقی میں سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کے مطابق ولید نے وہ دوستون جو باز کے دائیں بائیں پیروں کے نیچے استادہ ہیں۔ حرب بن خالد ابن خالد ابن یزید بن معاویہ سے پندرہ سو دینار میں خریدے تھے۔

دحیم نے ولید بن مسلم کے حوالہ سے بتایا ہے کہ دمشق کی مسجد میں بارہ ہزار سنگ رخام کے ٹکڑے لگے ہوئے ہیں اسی طرح ابن عمر ابن مہاجر انصاری کا بیان ہے کہ لوگوں کے حساب کے مطابق ولید نے مسجد کے سامنے کی طرف جو انگور کے باغات لگوائے ہیں' اس پر ستر ہزار دینار خرچ ہوئے تھے۔ ابوقصی کا کہنا ہے کہ دمشق کی مسجد کی تعمیر پر سونے کے چار سو صندوق خرچ ہوئے' جب کہ ہر صندوق میں چودہ ہزار دینار تھے۔ اور بعض روایات کے مطابق ہر صندوق اٹھائیس ہزار دینار سے پر تھا۔ ابوقصی کا یہ بھی کہنا ہے کہ ولید کے باڈی گارڈ نے آ کر ایک روز ولید سے کہا' کہ لوگ کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے بیت المال کی رقم بے جا خرچ کی ہے۔ اس پر ولید نے لوگوں کو نماز کے وقت جمع کرنے کا حکم دیا' اور جب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے منبر پر بیٹھ کر کہا' مجھے معلوم ہوا ہے' تم لوگ کہتے ہو کہ ولید نے بیت المال کا بے جا صرف کیا ہے۔ اور پھر کہا اے عمرو بن مہاجر اٹھو اور بیت المال کی رقم یہاں لا کر حاضر کرو۔

چنانچہ بیت المال کا خزانہ خچروں پر لاد کر مسجد میں لایا گیا اور قبۃ النسر کے نیچے بڑی سی چادر بچھائی گئی۔ اور اس پر خالص سونا اور چاندی الٹ دیا گیا' جس کا ڈھیر لگ گیا۔ ڈھیر اتنا اونچا تھا کہ ہر ایک طرف کا آدمی کھڑا ہوا دوسری طرف کے کھڑے

ہوئے آدمی کو نہیں دیکھ سکتا تھا اور یہ بہت بڑی بات تھی۔ اس کے بعد ولید نے کہا' خدا کی قسم میں نے اس مسجد کی تعمیر میں بیت المال کا ایک درہم بھی خرچ نہیں کیا ہے۔ اور جو کچھ اس پر خرچ ہوا ہے وہ سب میں نے اپنے پاس سے خرچ کیا ہے۔ یہ سن کر سب لوگ خوش ہو گئے اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور خلیفہ کی جان کو دعا دیتے ہوئے واپس چلے گئے۔ ولید نے لوگوں کو واپس جانے سے قبل یہ بھی کہا کہ تم لوگ دمشق کی آب و ہوا پھلوں میووں اور عیش و آرام پر فخر کرتے ہو میرے فخر کے لیے یہ مسجد ہی کافی ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے دمشق کی جامع مسجد میں تین سنہری تختیاں قبلہ کی رخ پر آویزاں تھیں' اور ہر ایک پر بسم اللہ الرحمن الرحیم' الله لا الہ الا هو الحی القیوم لا تاخذہ سنة ولا نوم۔ لا اله الا الله وحده لا شریك له ولا نعبد الا ایاه. ربنا الله وحده ودیننا الاسلام ونبینا محمدؐ۔ اس مسجد کی تعمیر کا' اور کینسہ کو گرانے کا حکم عبداللہ امیر المومنین ولید نے ۸۶ھ ذی قعد کے مہینہ میں دیا۔ دوسری تختیوں پر سورۃ فاتحہ' سورۃ نازعات' سورۃ عبس اور سورۃ کورت لکھی ہوئی تھیں جب مامون کی حکومت دمشق میں قائم ہوئی تو یہ ساری لوحیں مٹا دی گئیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ دمشق کی جامع مسجد میں درازئ قد تک چاندی اور سنگ خام لگا کر اس میں سنہرے' سبز' نیلے اور سفید نگینے جڑے گئے تھے۔ اور مشہور شہروں کے تصویری خاکے' محراب پر کعبہ کا خاکہ' اور خوبصورت اور سرسبز درختوں اور پھولوں کے تصویری خاکے چاروں طرف نظر آتے تھے۔ مسجد کی چھتیں اور دروازوں کی زنجیریں سونے چاندی کی پتریوں سے آراستہ تھیں' صحابہؓ کی محراب نہایت خوبصورت بلوروں سے مزین تھی' اور جب اس میں روشنی کی جاتی تھی تو وہ بقعہ نور بن جاتی تھی۔ چنانچہ جب امین بن رشید کا زمانہ آیا تو وہ چونکہ بلور کا بہت گرویدہ تھا۔ اس نے سلیمان کو لکھا کہ اس کے پاس شاہی خوبصورت بلور بھیجا جائے۔ سلیمان نے چوری چھپے وہ بلور امین کے پاس بھیج دیا۔ لیکن جب مامون خلیفہ ہوا تو اس نے اسے دمشق واپس بھیج دیا۔

ابن عساکر کا کہنا ہے کہ کچھ دنوں بعد اس بلور کی جگہ کانچ کا چراغ لٹکتا رہا۔ اور جب وہ ٹوٹ گیا تو اس کے بعد وہاں کچھ نہیں رکھا گیا۔ اس مسجد میں نہایت خوبصورت پردے بھی ڈالے گئے تھے' اور تمام دیواریں بھی خوشنما سنہرے غلافوں سے آراستہ کی گئی تھیں۔ ولید نے مینارہ شمالی کو خاص اہتمام سے آراستہ کیا تھا۔ اس کو ماذنة العروس کہا جاتا تھا۔ اس مسجد کے ہر کونہ میں نصاریٰ کی خانقاہ اور صومعہ بھی موجود تھا' جس کو یونان نے رصد گاہ کے طور پر استعمال کے لیے بنایا تھا۔ یہاں ایک مربع اونچا چبوترہ بھی تعمیر تھا جس کے متعلق لوگوں کا خیال تھا کہ عیسیٰ بن مریم آخری زمانہ خروج دجال کے بعد اس چبوترہ پر نازل ہوں گے۔

غرض کہ جب دمشق کی جامع مسجد پایہ تکمیل کو پہنچی' تو یہ اپنے حسن و خوبصورتی میں لاجواب تھی' اور جو کوئی اس کو دیکھتا تھا وہ تھوڑی دیر کے لیے سکتہ میں رہ جاتا تھا کہ ایسا عجوبہ عالم شاید ہی اس نے کہیں اور دیکھا ہو' اس مسجد میں کچھ طلسمات بھی لوگوں کو نظر آتے تھے۔ یہاں کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض سے نہ کوئی چیز نظر آتی تھی اور نہ کسی چرند پرند کا یہاں گزر ہوتا تھا۔ کہتے ہیں یونانی دور سے اس خطہ ارض میں یہ چیزیں ناپید ہو گئی تھیں۔ لیکن دولت فاطمیہ کے عہد میں' جس کا آگے ذکر آئے گا۔ جب اس مسجد میں ۴۶۱ھ میں آگ لگی' تو اس کے ساری طلسمات ختم ہو گئی۔ منجملہ ان دیگر طلسمات کے جو یہاں کے لیے مشہور تھیں' ایک ستون بھی تھا جس کے سرے پر گول لٹو کے قسم کی کوئی چیز ہوئی تھی اور یہ سوق شعر میں ام حکیم کے پل کے قریب قائم تھا' اس جگہ کو علیس بھی

کہتے تھے۔ اہل دمشق کا بیان ہے کہ یونان نے جانوروں کے پیشاب میں بند ہو جانے کا علاج اسی سے دریافت کیا تھا۔ جب کسی جانور کا پیشاب بند ہو جاتا تھا تو اس کو اس ستون کے چاروں طرف تین بار گھمایا جاتا تھا اور اس کو پیشاب کھل کر ہو جاتا تھا۔ اور یہ مجرب نسخہ عہد یونان سے مشہور چلا آ رہا تھا۔ لیکن ابن تیمیہ نے اس ستون کے بارہ میں ایک روایت سنی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس ستون کے نیچے کوئی کافر و جابر مدفون ہے جو سخت ترین عذاب میں مبتلا ہے۔ جب جانور اس ستون کے گرد چکر لگاتے ہیں تو وہ اس عذاب کو سن کر ایسے بے تاب ہوتے ہیں کہ ان کا پاخانہ و پیشاب نکل جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں جو کوئی اس ستون کے بارہ میں ایسا لغو خیال رکھتا ہے' اس کے بے وقوف ہونے میں کس کو شک ہو سکتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس ستون کے نیچے خزانہ اور صاحب خزانہ دونوں مدفن ہیں۔ اور دنیا میں دوبارہ زندہ ہو کر واپسی کے امیدوار ہیں' اور کہتے ہیں۔ ''مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ '' بس یہی ہماری دنیاوی زندگی ہے۔ یہیں ہم زندہ رہتے ہیں اور پھر مر جاتے ہیں اور ہم کو مرنے کے بعد اٹھنا نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

سلیمان بن عبدالملک بھی اپنی حکمرانی کے دوران اور بھائی کے مرنے کے بعد جامع اموی دمشق کی تکمیل و تعمیر سے کبھی غافل نہیں رہا' اور اس نے اس میں اپنے لیے ایک نماز کا کمرہ بھی بنوایا۔ لیکن جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کمرہ کو سونے' خام اور دیگر قیمتی اشیاء سے پاک صاف کر دینے کا عزم کر لیا۔ اور طے کر لیا کہ یہ سب سامان بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا۔ یہ بات اہل شہر کو بہت ناگوار گزری چنانچہ تمام اشراف و اعیان جمع ہو کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہنچے' اور خالد بن عبداللہ القسری نے ان کا ترجمان بن کر کہا' میں تم سب کی طرف سے خلیفہ سے بات کرتا ہوں' چنانچہ عبداللہ القسری اس طرح گویا ہوئے کہ اے امیر المومنین! ہمیں ایسا ایسا معلوم ہوا ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا' جو کچھ تمہیں معلوم ہوا ہے وہ صحیح ہے۔ خالد بن عبداللہ القسری نے کہا' امیر المومنین' آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ امیر عمر بن عبدالعزیز نے کہا' کیوں نہیں اے کافرہ کی اولاد' چونکہ خالد بن عبداللہ القسری کی ماں نصرانی' رومی اور ام ولد تھی۔ اس لیے اس نے جواباً کہا' ہاں اگرچہ وہ کافرہ تھی' لیکن اس نے جنم تو ایک مومن کو دیا ہے' عمر ابن عبدالعزیز نے کہا' تو سچ کہتا ہے۔ اور وہ شرمندہ ہو گئے اور انہوں نے عبداللہ القسری سے سوال کیا' تم آخر ایسا کیوں کہتے ہو؟ اس نے جواب دیا' امیر المومنین اس کی تعمیر میں لگا ہوا رخام اور قیمتی سامان مسلمان اپنے پیسہ سے خرید کر ساری دنیا سے لے کر آئے ہیں' اور بیت المال کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ یہ سن کر عمر بن عبدالعزیز بالکل خاموش ہو گئے' اس کے بعد وہاں موجود لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا' جب بلاد روم سے سفراء اور قاصد یہاں آتے ہیں اور باب البرید میں داخل ہو کر باب کبیر سے گزرنے کے لیے نسر کے نیچے سے گزرتے ہیں۔ تو اس شان و شوکت اور حسن و جمال کو دیکھ کر ان کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں' اور ان کے بڑے بھی یہ ٹھاٹھ دیکھ کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اور جو چیزیں یہاں آ کر دیکھتے ہیں' وہ ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوتی ہیں' اور جب یہ سماں وہ لوگ جا کر اپنے اہل وطن کو سناتے ہیں تو ان پر اسلامی جاہ و جلال اور اسلامی مملکت کے عظمت و جلال کا رعب طاری ہو جاتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز نے ان تمام باتوں کو خاموشی سے سنا۔ اور چونکہ وہ عادل و مصنف مزاج تھے اس لیے انہوں نے تمام

نصاریٰ کو بلایا اوران سے کہا کہ جو گرجا شہر سے باہر تم لوگوں کے لیے گئے ہیں اور جو صحابہؓ کے اولین صلح نامہ میں شامل نہیں تھے' ان میں دیر مران کا گرجا' کنیسہ راہب' کنیسہ توما اور وہ تمام گرجا شامل ہیں جو اجز کے دیہات میں ہیں۔ چاہو تو یہ سب گرجا تم واپس لے لو اور مسلمانوں کو مسجد کا یہ خطہ دینے پر راضی ہو جاؤ' یا ان تمام گرجاؤں کی تخریب پر آمادہ ہو۔ نصاریٰ نے مسلمانوں کے ساتھ امن وامان سے رہنے پر اور خلیفہ کے فیصلہ کے مطابق مذکورہ بالا گرجاؤں کے برقرار رکھنے پر رضامندی ہی کا اظہار کر کے مسلمانوں کے لیے مسجد کی جگہ بخوشی سپرد کر دینے کا اعلان کیا۔ اور اس طرح یہ معاہدہ ہمیشہ کے لیے خوش اسلوبی سے طے ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دمشق کی جامع مسجد جو عہد بنی امیہ کی شاندار یادگار رہے' جب مکمل ہوئی تو حسن وجمال کا مرقع تھی۔ اور مشرقی فن صناعی اور آرٹ کا نادرۂ روزگار تھی۔ مسلم نے ثوبان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ دنیا کے کسی شخص کو جنت کو دیکھنے کا اتنا شوق نہ ہوگا' جتنا اہل دمشق کو اس جنت ارضی کو دیکھنے کا شوق ہے۔ جب وہ اس مسجد کے حسن بے پایاں کو دیکھتے ہیں تو حیرت واستعجاب میں غرق ہو جاتے ہیں۔

جب عباسیوں کا خلیفہ مہدی دمشق میں داخل ہوا تو اس کا ارادہ قدس کی زیارت کا بھی تھا' اس لیے اپنے میر منشی ابوعبداللہ الاشعری سے کہا' بنوامیہ ہم سے تین چیزوں میں سبقت لے گئے۔ ایک یہ مسجد جس کا ثانی مجھے اس دنیا میں نظر نہیں آتا' دوسرے امیوں کے فضل وعطاء کے سلسلہ میں' تیسرا عمر بن عبدالعزیز کی شخصیت کی بنا پر۔ قسم ہے خدا کی' ان جیسا ہم میں کبھی پیدا نہ ہوگا۔

پھر مہدی بیت الاقدس میں داخل ہوا تو اس کی نظر صخرہ پر پڑی جس کو عبدالملک نے تعمیر کرایا تھا' اس نے اپنے میر منشی سے کہا' یہ چوتھی سبقت ہے جو بنوامیہ کو ہم پر حاصل ہے۔ اور جب وہ دمشق میں اپنے بھائی معتصم کے ہمراہ جامع اموی میں داخل ہوا تو اس نے کہا' کیسی خوبصورت اور عجوبہ ہے' اس وقت اس کے ہمراہ قاضی یحییٰ بن اکتم بھی تھا۔ اس کو سن کر اس کے بھائی معتصم نے کہا' یہ سب اس سونے کا کرشمہ ہے جو اس میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہ سیاہ پتھر اور عمدہ بناوٹ۔ مامون نے جواباً کہا' اس کے حسن تعمیر کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ اس کے بعد مامون نے کہا قاسم تمار سے کہا' مجھے کوئی اچھا سا نام بتاؤ' جو میں اس لونڈی کا رکھوں' اس نے کہا' اس کا نام مسجد دمشق رکھ دیجیے' کیونکہ یہ سب سے اچھی شے ہے۔

عبدالحکیم شافعی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ عجائب عالم پانچ ہیں۔ ایک تمہارا یہ منارہ یعنی ذی القرنین جو اسکندریہ میں ہے۔ دوم اصحاب الرقیم' اور وہ روم میں بارہ آدمی ہیں۔ اور تیسرے کہ آئینہ جو باب الاندلس میں شہر کے دروازہ پر نصب ہے جس کے نیچے آدمی بیٹھ کر سو میل کے فاصلہ پر کسی انسان کو دیکھ سکتا ہے۔ چوتھا دمشق کی یہ مشہور ومعروف مسجد' پانچویں رخام فسیفساء وغیرہ۔

فصل

جامع دمشق کی خوبیوں اوراعیان واشراف کی رائے کے بارہ میں

فتاویٰ کی روایت ہے' کہ قرآن پاک میں (والتین) دمشق کی مسجد ہے (والزیتون) بیت المقدس کی مسجد ہے (وطور سینین) وہ جگہ جہاں' موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کلام کیا۔ (وہذا البلد الامین) مکہ ہے' اس کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے' اپنے بیٹوں

سے' کعب الاحبار کا کہنا یہاں منقول ہے' اس نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہا' کہ دمشق کی جامع مسجد دنیا کی تباہی کے بعد بھی چالیس سال تک خراب نہ ہوگی۔ ابوعبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جبل قاسیون کو وحی کی کہ تو اپنا سایہ اور اپنی برکت بیت المقدس کے پہاڑ کی طرف ڈالتے رہنا' اور اس نے ایسا ہی کیا۔ اور جب اس نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر وحی کی' اب جبکہ تو نے ایسا کرلیا ہے تو میں تیرے خطہ میں اپنی عبادت کے لیے ایسا گھر بناؤں گا جو دنیا کے فنا ہونے کے بعد بھی چالیس سال تک خراب وتباہ نہ ہوگا۔

دحیم وغیرہ کا کہنا ہے۔ مسجد کی چار دیواری میں سے دو دیواریں ہود علیہ السلام کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور جو کچھ فسیفاء یعنی ٹائلوں وغیرہ سے اوپر کی تعمیر ہے وہ ولید بن عبدالملک کا تعمیر کیا ہوا ہے۔ دحیم کے علاوہ بعض دوسروں کے قول کے مطابق ہود علیہ السلام نے صرف قبلہ کی رخ کی دیوار تعمیر کرائی تھی۔

ابن عائذ نے اہل علم سے نقل کیا ہے' کہ قرآن پاک میں والتین سے مراد دمشق کی جامع مسجد ہے۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی المہاجر کا بیان کیا ہے کہ باب الساعات کے باہر ایک چٹان تھی' جس پر قربانی کی اشیاء رکھی جاتی تھیں' جس کی قربانی قبول ہو جاتی تھی' آگ اس کو کھا لیتی۔ اور جس کی قربانی قبول نہیں ہوتی تھی' وہ چیز علیٰ حالہ اسی صخرہ یعنی چٹان پر پڑی رہ جاتی تھی۔ میرے خیال میں یہ چٹان بعد کو باب الساعات کے اندر منتقل کر دی گئی' جو اب تک وہاں موجود ہے۔

بعض لوگ اس چٹان کے متعلق اب بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ وہی چٹان ہے جس پر آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے اپنی اپنی قربانی لا کر رکھی تھی' اور ایک کی قربانی قبول ہوگئی تھی' اور دوسرے کی مسترد ہوگئی تھی۔ واللہ اعلم۔

المغیرۃ المعتری اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رات کے وقت ولید بن عبدالملک نے اپنے چوکیداروں سے کہا' دیکھو' اس جامع مسجد میں آج رات کو میں نماز پڑھنے آؤں گا' تم کسی کو نماز کے لیے اندر نہ آنے دینا۔ چوکیدار نے کہا' امیر المومنین اس مسجد میں تو روز شب کو خضر نماز پڑھنے آتے ہیں۔ بہرحال ولید اپنے حکم کے مطابق نماز پڑھنے مسجد میں گیا اور اس نے باب الساعات کا دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ دروازہ کھولا گیا۔ اس نے دفعتاً دیکھا کہ باب الساعات اور باب الخضراء کے درمیان مقصورہ کے متصل کھڑا ہوا ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے' ولید نے چوکیداروں سے کہا' کیا میں نے تم کو حکم نہیں دیا تھا کہ کسی کو نماز پڑھنے کے لیے اندر آنے کی اجازت نہ دینا۔ اس پر بعض چوکیداروں نے کہا' جناب یہ خضر ہیں اور روزانہ رات کو نماز پڑھتے ہیں۔ مؤلف کہتے ہیں' اس حکایت کی صحت میں میرے نزدیک شبہ ہے اور کسی طرح خضر کے وجود کا ثبوت ہی نہیں ملتا' اور نہ اس مسجد میں ان کی نماز کی تصدیق آج تک ہوسکی ہے۔

آخری ادوار میں مشہور تو بہت رہا کہ مسجد کا زاویہ قبلیہ جو ماذنہ غربیہ کے دروازہ کے قریب ہے وہی زاویہ الخضر کہلاتا ہے لیکن معلوم نہیں اس کا کیا سبب تھا' لیکن تواتر اً جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہؓ بالعموم اسی جگہ ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کی قدر و منزلت کے لیے یہ بات کافی تھی۔ یہاں سب سے پہلے جس نے نماز پڑھی وہ ابوعبیدہؓ بن الجراح ہیں جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور اس امت کے امین کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے صحابہؓ نے مثلاً معاذ بن جبلؓ وغیرہ نے بھی یہاں نماز پڑھی

ہے۔ لیکن صحابہؓ نے یہاں نماز ولید کی یہاں کی کیفیت تبدیل کرنے کے بعد پڑھی ہیں۔ بجز انسؓ بن مالک کے کہ وہ یہاں یعنی دمشق میں ۹۲ھ میں آگئے تھے انہوں نے ہی ولید کو یہاں نماز پڑھتے دیکھا تھا اور نماز تاخیر سے پڑھنے پر اس کو ٹوکا بھی تھا۔

مشہور روایت ہے کہ عیسیٰ بن مریم جب آخری زمانہ میں نازل ہوں گے تو وہ بھی اس مسجد میں نماز پڑھیں گے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب دجال نکلے گا۔ اور اس کے ڈر اور خوف کے باعث تمام لوگ دمشق میں پناہ لے لیں گے اس وقت مسیح ہدایت نمودار ہوکر مسیح گمراہی کو ہلاک کردیں گے اور ان کا نزول دمشق میں مشرقی مینارہ پر فجر کی نماز کے وقت ہوگا۔ اور جب عین نماز کا وقت ہوجائے گا تو اس وقت لوگوں کے امام ایک شخص سے کہیں گے' اے روح اللہ! آگے بڑھئے' آج آپ کو ہی نماز پڑھانا ہے۔ کہا جاتا ہے یہی امام مہدی ہوں گے' واللہ اعلم' بالصواب۔

اس کے بعد عیسیٰ بن مریم لوگوں میں نمودار ہوں گے' اور دجال کو عقبہ رفیق کے پاس جا پکڑیں گے' اور کہا جاتا ہے کہ باب لد کے پاس پکڑیں گے' اور وہیں اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کردیں گے۔

ہم نے اس کا تفصیلی ذکر قرآن پاک کی آیت ''وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ'' میں کردیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث ہے' جس میں آپؐ نے فرمایا ہے:

''قسم ہے خدا کی' جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگوں میں ابن مریم' امام عادل اور منصف بن کر نازل ہوں گے' وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ قائم کریں گے اور اسلام کے سوا کچھ قبول نہ کریں گے''۔

یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سر کے متعلق گفتگو

ابن عساکر نے زید بن واقد کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مجھے ولید نے دمشق کی جامع مسجد کے کاریگروں اور عملہ کا نگران مقرر کیا تھا۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ ہمیں جامع مسجد دمشق کی تعمیر کے دوران ایک غار نظر آیا' ہم نے اسے ولید کو بھی دکھایا' اور جب رات ہوگئی تو ہم شمع ہاتھ میں لے کر غار میں داخل ہوئے۔ اچانک ایک چھوٹا سا تین مربع گز کا کنیسہ نظر آیا اور دفعتاً اس میں ایک صندوق نظر آیا' اور جب صندوق کو کھولا گیا تو اس میں ایک بڑا پیالہ نظر آیا' جس میں زکریا علیہ السلام کا سر رکھا ہوا تھا۔ پیالہ پر لکھا ہوا تھا'' یہ زکریا کا سر ہے'' ولید نے اس کو وہیں واپس رکھ دینے کا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ جو پتھر اس کے دہانہ پر رکھا ہوا تھا' اس کو ویسے ہی اس کے اوپر رکھ دیا جائے۔

زید بن واقد کی ایک روایت کے مطابق یہ جگہ قبہ کے ایک ستون کے نیچے تھی' اور سر پر بال تھے اور کھال بھی نظر آرہی تھی۔ سفیان ثوری سے کچھ لوگوں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دمشق کی جامع مسجد میں بھی ایک نماز کا ثواب تیس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ لیکن مؤلف کے نزدیک یہ روایت یقیناً غریب ہے۔ ایسی ہی بعض دوسری غیر معتبر روایات بھی منقول ہیں۔

ابن عساکر کی روایت کے مطابق ابن عمر مازنی نے بیان کیا ہے کہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں جب جامع مسجد دمشق کی تعمیر کے لیے کھدائی ہورہی تھی' تو کھدائی کے دوران پتھر کا بند دروازہ نظر آیا۔ اس کو کھولنے سے پہلے ولید کو مطلع کیا گیا' جب وہ آیا

اور اپنے سامنے اس دروازہ کو کھلوایا' اس میں سے انسانی ڈھانچہ برآمد ہوا جو پتھر کا بنا ہوا تھا اور یہ ڈھانچہ پتھر کے گھوڑے پر سوار تھا' اس کے ایک ہاتھ میں وہ موتی تھا' جو محراب میں لگا ہوا ہے اور دوسرا ہاتھ بند تھا جس کو توڑ کر کھولا گیا تو اس میں سے گیہوں اور جو کے دو دانے برآمد ہوئے' اس کے متعلق جب ولید نے دریافت کیا تو اس کو بتایا گیا' اگر تم اس کی ہتھیلی کو توڑ کر یہ دانوں دانے نہ نکال لیتے تو دمشق میں ان دو چیزوں کی افراط نہ ہوتی۔

ذکر اس گھڑی کا جو مسجد کے دروازہ پر نصب تھی

قاضی عبداللہ بن احمد بن زبیر کا بیان ہے کہ مسجد کے باب القبلی کا نام باب الساعات ہی اس لیے پڑ گیا کہ اسی جگہ پر گھنٹے بجنے کا عمل ظہور پذیر ہوتا تھا۔ اور دن کے ہر گھنٹہ گزرنے کے ساتھ یہ عمل یوں ہی جاری رہتا تھا' اس پر تانبے کی چڑیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور تانبے کا سانپ اور کوا بنا ہوا تھا۔ جب ایک گھنٹہ ختم ہوتا تھا تو سانپ اپنا پھن باہر نکالتا تھا' جس کو دیکھ کر چڑیاں چہچہانا شروع کر دیتی تھیں' اس پر کوا شور مچاتا تھا۔ اور اس کے بعد ایک کنکر نیچے رکھے تشت میں گرتی' جس کو سن لوگ معلوم کر لیتے تھے کہ اب دن کا کتنا وقت گزر چکا ہے۔ غرض کہ اس طریقہ پر گھنٹہ بجنے کا عمل جاری رہتا تھا اور لوگوں کو وقت کا پتہ چلتا رہتا تھا۔

کچھ قبوں کا بیان:

یہ جو قبہ جامع مسجد کے وسط صحن میں تھا' اور جس سے پانی جاری رہتا تھا۔ قبہ ابی نواس عام طور پر کہلاتا تھا۔ اور ۳۶۹ھ میں تعمیر ہوا تھا۔ لیکن قبہ غربیہ عالیہ جو مسجد کے صحن میں تھا' قبہ عائشہ کہلاتا تھا۔ اس کے متعلق شیخ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی تعمیر مہدی کے عہد میں ۱۶۰ھ کے لگ بھگ ہوئی تھی۔ اور قبہ شرقیہ جو باب علی پر بنا ہوا ہے' اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حاکم العبیدی کے زمانہ میں ۴۰۱ھ میں تعمیر ہوا تھا۔ اور وہ فوارہ جو جیرون کے نیچے ہے' اس کو فخر الدولہ الشریف ابو علی حمزہ بن الحسن بن العباس الحسنی نے بنوایا تھا۔

جامع مسجد اموی میں قرأت قرآن کی ابتداء

حسان بن عطیہ کا بیان ہے کہ قرآن کو باقاعدگی سے پڑھنے کا آغاز ہشام بن اسماعیل المخزومی نے شروع کیا تھا۔ اس سے پہلے خصوصاً عبدالملک کے قرآن پڑھنے اور سننے کی ابتداء سے قبل ہشام ہی نے اس کو رواج دیا تھا۔ اس کے بعد عبدالملک نے اس کو باقاعدگی سے شروع کر دیا۔ وہ روزانہ صبح کو بعد نماز دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھ کر قرآن پڑھتا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا' یہ کیا ہے؟ اور کون پڑھ رہا ہے؟ تو لوگ بتاتے تھے کہ عبدالملک خضراء میں بیٹھے ہوئے قرآن پاک پڑھ رہے ہیں۔ اس کو دیکھ کر ہشام نے بھی اپنے انداز میں قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔ ہشام کی قرأت عبدالملک کو اچھی معلوم ہوئی۔ اس نے بھی ہشام کی قرأت میں قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ اور عبدالملک کی قرأت کو سن کو اس کے غلام نے بھی قرآن کی تلاوت اسی قرأت میں شروع کی حتیٰ کہ اس کو اہل مسجد میں سے جس جس نے سنا' سب اس قرأت میں قرآن پاک پڑھنے لگے۔ چنانچہ ہشام بن عمیاء خطیب دمشق کا بیان ہے کہ سب سے پہلے دمشق کی جامع مسجد میں جس نے قرآن کی قرأت شروع کی' اس کا سہرا ہشام بن اسماعیل بن

المغیرہ المخزومی کے سر ہے۔ اور جس نے سب سے پہلے فلسطین میں اس کو شروع کیا وہ ولید بن عبدالرحمٰن الحزنی ہیں۔

یاد رہے کہ ہشام بن اسماعیل وہی شخص ہیں جو مدینہ کے نائب امیر تھے اور انہوں نے ہی سعید بن مسیب کو پٹوایا تھا۔ جب انہوں نے ولید بن عبدالملک کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ اس کے بعد ان کو مدینہ کی نیابت سے معزول کر دیا گیا تھا۔ اور عمر بن عبدالعزیز مدینہ منورہ کے امیر مقرر ہوئے تھے جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں۔

ولید بن عبدالملک بانی جامع مسجد دمشق' اور اس کی وفات کے حالات

یہ ولید بن عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمنان ابوالعباس اموی ہے اس کی خلافت کی بیعت اس کے باپ کے بعد شوال ۸۶ھ کو عمل میں آئی۔ یہ اپنے باپ کی سب سے بڑی اولاد میں تھا۔ اس لیے باپ کے بعد ولی عہد بنا۔ اس کی ماں ولادۃ بنت العباس بن حزن الحارث بن زہیر العبسی تھی ولید ۵۰ھ میں پیدا ہوا۔ باپ نے ناز ونعم میں پالا۔ اس لیے بلا تربیت وادب جلدی جوانی کو پہنچ گیا۔ اس کو اچھی عربی نہیں آتی تھی۔ طویل القامت' گندمی رنگ اور خفیف سا چیچک رو تھا' ناک معمولی چپٹی تھی' چلتا تھا تو اکڑ کر چلتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ مجموعی طور پر ولید خاصا قبیح المنظر تھا' کہا جاتا ہے' اس کو غلط عربی بولنے کی وجہ سے عبدالملک کو اسے ولی عہد بنانے میں تامل تھا۔ بہرحال اس کی تربیت وتعلیم کے لیے عبدالملک نے کچھ نحویوں کو مقرر کیا' جنہوں نے اس کو سال چھ مہینے میں تربیت دی۔ عبدالملک نے مرتے وقت اس کو جو نصیحتیں کیں وہ یہ تھیں:

''جب میں مر جاؤں تو صرف روتے دھوتے ہی نہ بیٹھ جانا' جو امت کے غمگسار ہیں' اس کے لیے تیار رہ' مجھے کفنا دفنا کر امور سلطنت شایان شان طریقہ پر سنبھالنا۔ لوگوں کو بیعت کے لیے بلانا' جو کوئی جواب میں صرف سر ہلا دے' اس کا جواب بھی تلوار سے ایسا ہی دینا''۔

لیث کہتا ہے کہ ۹۸ھ میں ولید نے بلاد روم میں جنگ کا آغاز کر دیا' اور اسی سال اس نے لوگوں کو حج بھی کرایا' لیث کے علاوہ دوسروں کا بیان ہے کہ وہ اس سن کے قبل وبعد کئی جنگوں میں مصروف رہا' اس کی انگوٹھی پر جو نقش کندہ تھا وہ یہ تھا۔ اللہ پر خلوص سے ایمان لا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی انگوٹھی پر نقش تھا (اے ولید تو بھی مرے گا) لوگ کہتے ہیں اس کی گفتگو ان جملوں پر ختم ہوتی تھی (سبحان اللہ' الحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر)

ابراہیم بن ابی عبلہ کہتے ہیں' مجھ سے ایک روز ولید بن عبدالملک نے کہا' تم کتنے دنوں میں قرآن ختم کر لیتے ہو؟ میں نے اس سے کہا' اتنے دنوں میں' اس نے کہا' میں تو اپنی مصروفیات کے باوجود تین دن میں اور کبھی سات دن میں ختم کر لیتا ہوں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ولید رمضان میں سترہ قرآن ختم کر لیتا تھا۔ ابراہیمؒ نے کہا ہے' ولید جیسا شخص کہاں نصیب ہوگا؟ اس نے دمشق کی جامع مسجد بنوائی' وہ مجھے چاندی کے ٹکڑے دیتا تھا' اور میں انہیں بیت المقدس کے قاریوں میں تقسیم کرتا تھا۔

عبداللہ الشنعانی اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ولید بن عبدالملک نے ان سے کہا' اگر خدا قوم لوط کا

ذکر قرآن میں نہ کرتا تھا میرا خیال ہے کہ مرد مرد کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب نہ کرتا۔ اس پر مؤلف لکھتے ہیں کہ ولید نے اس خبیث ترین عادت اور ذلیل ترین خصلت سے نفرت کا اظہار بالشبہ کیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس قبیح اور مذموم عادت اور لواطت کی گھناؤنی خصلت میں دنیا کی بہت سی قومیں اور افراد کی طرح عام مسلمان ہی نہیں' بلکہ ملوک' امراء اور فقہاء' وقضاۃ اور حفاظ تک بھی مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے سایہ سے بھی قوم کو بچائے۔ دنیا میں اس سے زیادہ بدبخت عمل اور قبیح ترین فعل انسانی تصور میں نہیں آ سکتا کہ مرد اپنی شہوت رانی کے لیے مرد کا انتخاب کرے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو اس میں مبتلا ہیں' اور فرمایا ہے:

''تم جس کسی کو قوم لوط کے عمل میں مبتلا دیکھو' تو فاعل ومفعول دونوں کو قتل کردو''۔

آپ ﷺ نے کسی گنہگار پر تین بار لعنت نہیں فرمائی' بجز لواطت میں مبتلا افراد کے' اعاذنا اللہ منہا۔

لوطی فطرت کو مسخ کرنے والا اور غلط راستہ پر چلنے والا ایسا گنہگار شخص ہوتا ہے کہ تاوقتیکہ وہ خدا کے سامنے نہایت عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ سچی توبہ' اور اس فعل بد سے توبۃ النصوح نہیں کرے گا اس کی مغفرت کی امید نہیں ہے۔ اس کے قلب کی سیاہی اور فطرت کا رنگ بارگاہ الٰہی میں سچی توبہ کرنے اور آئندہ کے لیے اس سے کلیتاً باز آنے' اور نیک اور صالح زندگی گزارنے کے عہد کرنے سے ہی دور ہوسکتا ہے۔ سورۂ توبہ کی ہدایات کے مطابق توبہ کرنے والے کے بارہ میں فرمایا گیا:

﴿اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْن﴾.

یعنی توبہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عبادت وذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے' اور اعمال آخرت میں مصروف رہے۔ ورنہ انسان کا نفس اس کو ہمیشہ بے راہ رکھنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ اگر ایسا شخص اپنے آپ کو اعمال خیر میں مشغول نہیں رکھے گا تو لامحالہ وہ اعمال بد کی طرف مائل ہو جائے گا۔

ایک شخص نے جنیدؒ سے کہا۔ مجھے کچھ نصیحت کیجیے' انہوں نے کہا' توبہ کر کہ توبہ اصرار گناہ سے چھٹکارا دلاتی ہے۔ خوف وخشیت الٰہی کو دل میں جگہ دے کہ اس سے عزت وغرور نفس کا ازالہ ہوتا ہے اور خدا سے امید رکھ کہ اس سے نیکی وخیر کی راہیں کھلتی ہیں۔ مراقبہ کر کہ اس سے قلوب کو طمانیت وسکینت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ تمام صفات توبہ کرنے والے کے لیے ضروری ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ولید غلط عربی بولتا تھا' اور الفاظ کا تلفظ صحیح ادا نہیں کر پاتا تھا۔ ایک روز اس نے خطبہ دیا اور ''یالیتھا کانت القاضیہ'' کی تلاوت میں لیتھا کی ''ت'' کو پیش سے پڑھا' اس پر عمر بن عبدالعزیز نے برجستہ کہا ''یالیتھا کانت علیك وارحنا اللہ منك'' کاش وہ تیرے اوپر آ جاتی' اور ہمیں تجھ سے نجات مل جاتی۔ عبدالملک نے ایک شخص سے کہا' جو قریشی تھا' کہ تو بھی آخر انسان ہے' تو کیوں عربی تلفظ میں غلطی نہیں کرتا' اس نے جواب دیا' تیرا یہ بیٹا عربی بولتا ہے' عبدالملک نے جواب دیا' لیکن میرا بیٹا سلیمان بھی تو ہے' وہ تو غلط نہیں بولتا۔ اس آدمی نے جواب دیا۔ میرا بھی فلاں بھائی غلط عربی نہیں بولتا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ ابن محمد المدائنی کا قول ہے کہ ولید بن عبدالملک شامیوں کے نزدیک افضل الخلائق تھا۔ اس نے دمشق کی جامع مسجد تعمیر کروائی' مینار بنوائے۔ وہ لوگوں کو بہت کچھ دیتا تھا اور مجبوروں کی خبرگیری کرتا تھا اور ان سے کہا کرتا تھا'

لوگوں سے سوال نہ کیا کرو۔ وہ ہر اس خادم کی مدد کرتا تھا جو کسی وجہ سے مجبور ہو۔ اور نابیناؤں کی اعانت کرتا تھا۔ اس نے بہت سے ممالک فتح کیے۔ وہ اپنی اولاد کو بلاد روم کی لڑائیوں میں شرکت کے لیے برابر بھیجتا تھا۔ اس نے ہند اور سندھ اندلس اور بلاد عجم کے اکثر شہر فتح کیے حتیٰ کہ اس کی فوجیں چین وغیرہ کی سرحد تک پہنچ گئیں۔ اس کے باوجود سبزی فروش کی دکان پر پہنچ کر سبزی کی گڈی ہاتھ میں لے کر پوچھتا تھا' یہ کتنے کی فروخت کرتے ہو سبزی فروش جواب دیتا ایک فلس' تو ولید کہتا' اور دام بڑھاؤ' تمہیں فائدہ ہوگا۔ اس کے بارہ میں لوگوں کا بیان ہے کہ وہ حامل قرآن لوگوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا تھا اور ان کی عزت و توقیر کرتا تھا۔ اور اگر وہ مقروض ہوتے تھے ان کے قرض ادا کرتا تھا۔

لوگوں کا بیان ہے' وہ تعمیرات کا بڑا حوصلہ اور شوق رکھتا تھا' وہ لوگوں سے ملتا تو ان سے پوچھتا تم نے کیا بنایا ہے' تم نے کیا تعمیر کیا ہے۔ اس کا بھائی سلیمان عورتوں کا شوقین تھا۔ وہ جب لوگوں سے ملاقات کرتا تو ان سے پوچھتا' تم نے کتنی شادیاں کی ہیں' تمہارے پاس کتنی مسہریاں ہیں۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست عمر بن عبدالعزیز لوگوں سے ملتے تو دریافت کرتے تھے' قرآن کتنا پڑھتے ہو' نماز اور عبادات کے متعلق لوگوں سے سوالات کرتے تھے۔ الناس علی دین ملوکھم۔ عوام اپنے حاکموں کے مذاق اور اطوار کی نقل کرتے ہیں۔ اگر حکمران شرابی کبابی ہوں تو اسی کا چرچا سارے معاشرہ میں ہوتا۔ اگر لوطی اور زانی ہوں تو معاشرہ بھی اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ اگر حکمران بخیل و حریص ہوتے ہیں تو عوام الناس بھی ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ شجاع اور سخی ہوتے ہیں تو لوگ بھی شجاع اور فیاض بن جاتے ہیں۔ اسی طرح حکمران دیندار اور متقی ہیں تو عوام الناس پر بھی یہی رنگ چڑھنے لگتا ہے۔

بہرحال ولید نے دمشق کی جامع مسجد بنائی' اور اس کی خوبصورتی و تزئین سے اس کو لاجواب اور بے نظیر بنا دیا' اس نے بیت المقدس میں صخرہ کی تعمیرہ کرائی اور اس پر گنبد تعمیر کرایا۔ اس کے علاوہ اس نے بہت سے باقیات الصالحات اور آثار چھوڑے ہیں' اس نے مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع کی۔ ولید کی وفات سینچر کے دن ہوئی' مہینہ جمادی الآخر اور ۹۶ھ تھا۔

ابن جریر کا بیان ہے' ولید کی وفات دیر مران میں ہوئی' اور جنازہ لوگوں کے کندھوں پر اٹھایا گیا اور باب الصغیر کے قبرستان میں دفن ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں باب الفرادیس کے قبرستان میں دفن ہوا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ولید کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کیونکہ اس کا بھائی اس وقت سلیمان قدس شریف میں تھا۔ بعض لوگوں نے سلیمان کے نماز پڑھانے کو بھی لکھا ہے' لیکن صحیح یہی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ہی جنازہ کی نماز پڑھائی تھی' اور انہوں نے ہی اس کو قبر میں اتارا تھا۔ وہ یہ الفاظ بھی زبان سے کہتے جاتے تھے' ہم اس کو ایسی جگہ میں اتار رہے ہیں جہاں تکیہ وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ اب تو نے احباب سے مفارقت اختیار کر لی' اور مٹی کو اپنا مسکن بنالیا ہے' اور تجھے حساب کا سامنا ہے۔ تو جو آگے بھیج چکا ہے اس کا محتاج ہے' جو چھوڑ کر جا رہا ہے' اس سے بے نیاز ہے۔ ولید کی مدت خلافت نو سال آٹھ ماہ تھی۔ واللہ اعلم۔

عمر ابن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں' جب انہوں نے ولید کو لحد میں اتارا' تو ولید نے کفن میں حرکت کی' اور اپنے دونوں پیر گردن کی طرف سمیٹ لیے۔

الدائنی کا بیان ہے کہ ولید کے ۱۹ بیٹے تھے۔ عبدالعزیز' محمد عباس' ابراہیم' اعتصام' خالد' عبدالرحمٰن' مبشر' سرور' ابوعبیدہ'

صدقہ، منصور، مروان، عنبسہ، عمر، روح، بشر، یزید، یحییٰ، عبدالعزیز اور محمد کی ماں ام البنین ولید کی چچازاد بہن تھی۔ یعنی عبدالعزیز بن مروان کی بیٹی تھی۔ اور ابوعبیدہ کی ماں فزاریہ تھی۔ اور باقی مختلف ماؤں سے تھے، مدائنی کا بیان ہے کہ جریر نے مرثیہ لکھا تھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

یاعین جودی بدمع حاجه الذکر　　فمـالـه معک بعد الیوم مذخر

''اے ابر کرم تیری یاد تو رونے پر آمادہ کرتی ہے لیکن آج کے صدمہ سے آنسو باقی نہیں رہے''

ان الـخـلیـفة قـدوارت شمائله　　غیبراء ملحدة فی جولمها زور

''خلیفہ کی موت نے اس کے عمدہ اخلاق کو نظروں سے اوجھل کر دیا ہے''

اضحی بنوه وقد جلبت مصیبتهم　　مثل النجوم هویٰ من بیتها القمر

''اس کے سارے بیٹے بڑی مصیبت میں گھر گئے ہیں جب سے کہ اس گھر کا چاند ستاروں کی مانند گہنا گیا ہے''

کـانـوا جـمـیـعـا بـرفـع منیتـه　　عبـدالـعـزیز ولا روح ولا عمر

''اگرچہ سب موجود تھے لیکن موت کو کوئی روک نہ سکا عبدالعزیز نہ روح اور نہ ہی عمر''

عبداللہ بن عمر بن عثمان

ابومحمد مدینہ کا قاضی تھا، اور نہایت شریف بے حد سخی اور محسن انسانیت تھا۔ واللہ اعلم۔

خلافت سلیمان بن عبدالملک

اس کی خلافت کی بیعت اس دن ہوئی جس دن اس کے بھائی ولید کی موت واقع ہوئی۔ یہ نصف جمادی الآخر ۹۶ھ کی سنیچر تھی، عبدالملک کی وصیت کے مطابق یہ کارروائی عمل میں آئی تھی۔ ولید اپنی موت سے قبل بھی سلیمان سے علیحدہ ہونے کے لیے تیار تھا۔ اور اس پر آمادہ تھا کہ سلیمان کے بعد ولی عہد اس کے بیٹے عبدالعزیز بن ولید ہی کو ملے گی۔ اور حجاج نے بھی اس پر اطاعت ورضامندی کا اظہار کر دیا تھا۔ اور اسی طرح قتیبہ بن مسلم اور پوری جماعت نے اس کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس معاملہ پر جریر وغیرہ نے اشعار بھی کہے تھے، بہر حال اسی دوران ولید کا انتقال ہو گیا، اور سلیمان کے لیے بیعت مکمل ہو گئی، مگر قتیبہ بن مسلم کو اس سے کچھ خوف لگا اور اس نے بیعت سے انکار کر دیا۔ اس پر سلیمان نے اس کو معزول کر کے پہلے عراق کا، اور پھر خراسان کا حاکم یزید بن مہلب ہی کو بنا دیا اور اس کو آل حجاج بن یوسف کو سزا دینے کا حکم دیا۔ حجاج نے اس سے قبل یزید کو خراسان سے معزول کر دیا تھا، اور رمضان کے سات دن باقی تھے کہ سلیمان نے مدینہ کی امارت سے عثمان بن حیان کو معزول کر کے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو مقرر کر دیا، جو ایک عالم تھا۔

جب قتیبہ بن مسلم کو سلیمان کی خلافت کا علم ہوا۔ تو پہلے اس نے سلیمان سے ولید کی تعزیت کی اور اپنے ولایت کے زمانہ کی عظیم کارکردگی، جدال وقتال اور شاہان وقت کے دلوں میں اپنی ہیبت وعظمت کے چرچے سنائے۔ اور دوسرے خط میں اپنی

فتوحات اور شاندار کارکردگی کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی اطاعت وانقیاد کا بھی اظہار کیا' بشرطیکہ اسے خراسان کی گورنری پر علی حالہ بحال رکھا جائے۔ پہلے خط میں اس نے یزید بن مہلب کا سرسری تذکرہ سلیمان سے کیا' دوسرے خط میں اس نے مزید کھل کر بات کی اور قسم کھا کر کہا کہ اگر اس نے اسے (قتیبہ) کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ یزید بن مہلب کو مقرر کر دیا تو سلیمان کو خلافت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس کے بعد اس نے تیسرا خط لکھا جس میں اس نے سلیمان کو کلیتاً بیعت سے خارج قرار دیا ہے۔ اور یہ خطوط ایک قاصد کے ہاتھ بھیجے' اور اس کو تاکید کی کہ پہلا خط سلیمان کو دے کر اس کا تاثر دیکھنا۔ اگر وہ خط کو پڑھ کر یزید بن مہلب کو دے دے تو دوسرا خط بھی اس کے حوالہ کر دینا۔ اور پھر دیکھنا اور انتظار کرنا اگر سلیمان اس خط کو پڑھ کر بھی یزید کو دے دے تو پھر تیسرا خط دینا۔

سلیمان نے جب پہلا خط پڑھا' تو یزید بالاتفاق سلیمان کے پاس موجود تھا۔ اور جب دوسرا خط پڑھا تو اس کو بھی پڑھ کر یزید کو دے دیا' لیکن جب تیسرا خط پڑھا تو سلیمان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اور اس نے خط کو بند کر کے اور مہر لگا کر اپنے پاس رکھ لیا اور یزید کو نہیں دیا۔ اور حکم دیا کہ قاصد کو مہمان خانہ میں ٹھہرایا جائے۔ اور جب رات ہو گئی تو اس نے قاصد کو بلوایا' اور اس کو بہت کچھ انعام واکرام دیا۔ اور خط دیا جس میں قتیبہ کے لیے خراسان کی گورنری کا حکم تھا۔ اور اس کے ساتھ اس نے دوسرا اپنا قاصد بھیجا' اور جب یہ دونوں خراسان پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ قتیبہ بن مسلم سلیمان کی بیعت سے آزاد ہو گیا ہے۔ چنانچہ سلیمان کے قاصد نے وہ خط جو اس کے پاس تھا' قتیبہ کے قاصد کو دے دیا۔ اور قبل اس کے کہ سلیمان کا قاصد واپس لوٹے' دونوں کو قتیبہ کے قتل کی اطلاع مل چکی تھی۔

قتیبہ بن مسلم کا قتل

ایک دن قتیبہ نے بہت سے آدمیوں اور لشکر کو جمع کیا اور سلیمان بن عبدالملک کی بیعت واطاعت سے علیحدہ ہو جانے کا عزم کر لیا۔ اس نے اس سلسلہ میں اپنی ہمت وشجاعت اور فاتحانہ کارنامے بھی لوگوں کے سامنے بڑے فخریہ انداز میں دہرائے۔ جب وہ سب کہہ چکا' تو اس کے جواب میں کوئی شخص نہیں بولا۔ سب خاموش رہے' مگر سب لوگ اس کے طرز عمل سے نفرت کرنے لگے اور سخت ناراض ہوئے' مگر کوئی اس کے خلاف اقدام کے لیے نہیں اٹھا۔ وہاں سے جس طرح بہت سے لوگ نفرت اور انتقام کی آگ سینوں میں لے کر اٹھے تھے۔ ایک شخص وکیع بن ابی اسود بھی غصہ میں وہاں سے نکل کر باہر آیا' اس نے لوگوں کو جمع کیا' اور لوگوں کو اس کے خلاف کھڑے ہو جانے کے لیے نہایت زور وشور سے اصرار کیا اور خود قتیبہ کی فکر میں لگ گیا' حتیٰ کہ ۹۶ھ کی ذوالحجہ میں اس کو بالآخر قتل کر ہی ڈالا۔ اس نے نہ صرف اس کو' بلکہ اس کے ساتھ اس کے خاندان کے گیارہ دیگر آدمی بھی مار ڈالے اور ان میں سے کسی کو بجز ضرار بن مسلم کے نہیں چھوڑا۔

جو لوگ اس کے ہاتھ سے مارے گئے' ان میں قتیبہ کے بھائی بیٹے اور بھتیجے شامل ہیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں: عبدالرحمٰن' عبداللہ' عبیداللہ' صالح اور یسار' ان کے علاوہ چار قتیبہ کے پوتے بھی وکیع کے ہاتھوں مارے گئے۔ قتیبہ بن مسلم بن عمرو بن حصین

بن ربیعہ ابوحفص الباہلی' امراء سادات' اور کبار شامل تھا۔ وہ نہایت شجاع' بہادر' فتوحات کا بانی' بے باک مجاہد اور اسلام کا بہادر سپاہی تھا' جس نے اپنی فتوحات سے دنیا میں اسلامی عظمت وجلال کے جھنڈے لہرا دیئے' اور چار دانگ عالم میں مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی۔ اس کے ہاتھ پر بڑی مخلوق خدا کو ہدایت بھی ملی۔ لیکن اس نے اپنے عمل سے جو کردار کی لغزش دکھائی اور خلیفہ کی اطاعت سے نکل کر بغاوت کی راہ اختیار کی' تو اس کی سزا بھی قدرت کی طرف سے اس کو ملی' اور ایسی ملی جو دوسروں کے لیے بھی درس عبرت بن گئی۔ لیکن جو اعمال صالحہ اور اسلامی فتوحات کے سلسلہ میں جو شاندار کارنامے اس کے ہاتھوں انجام پائے' امید ہے کہ خدا اس کے حسنات کے عوض اس کے سیئات کو اپنی مہربانی سے معاف کر دے گا' اور اس کی مغفرت فرما دے گا۔

قتیبہ بن مسلم کی وفات بلاد خراسان کے آخری سرے پر فرغانہ میں ہوئی۔ اس المناک موت ذی الحجہ ۹۶ھ میں واقع ہوئی۔ جب کہ اس کی عمر اڑتالیس سال تھی۔ اور خراسان میں اس کی ولایت کو دس سال گزر رہے تھے۔ جہاں اس دوران اس نے خلق اللہ کو بہت سے فائدے پہنچائے' خود بھی بہت کچھ استفادہ کیا۔ عبدالرحمن بن جمانۃ الباہلی نے اس کا مرثیہ لکھا جو درج ذیل ہے:

کـان ابـا حـفـص قتیبة لم یسر بجیش الیٰ جیش ولم یعل منبراً

''ابوحفص قتیبہ گزر گیا نہ اس نے کسی لشکر کی قیادت کی' اور نہ منبر پر بیٹھا''

ولم تخفق الرایات والقوم حوله وقوف ولم یشهد له الناس عسکرا

''نہ اس کے لیے جھنڈے سرنگوں ہوئے اور نہ قومی مظاہرہ ہوا اور نہ ہی فوج نے اس کو سلوٹ کیا''

وعتـه الـمـنـایا فاستجاب لربه وراح الـی الـجنات عفا مطهرا

''موت نے اس کو پکارا تو اس نے رب کی دعوت پر لبیک کہا اور وہ جنت کو پاک صاف ہو کر سدھار گیا''

فـمـا وزی الاسـلام بـعـد محـمـد بـمـثـل ابـی حـفـص فبکیه عبهرا

''محمد عربی کے بعد آج تک اسلام پر ایسی مصیبت نہیں آئی تھی جیسی ابوحفص کے مرنے کے بعد آئی ہے اس لیے اے عبہر تو خوب رو لے''

آخری شعر میں شاعر نے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ عبہر قتیبہ کے لڑکے کا نام تھا۔

ابن جریر نے لکھا ہے ۹۶ھ میں قرۃ بن شریک العبسی امیر مصر کا انتقال ہوا۔ اس کو ولید نے مصر کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس سال مدینہ کے امیر ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے لوگوں کو حج کرایا۔ مکہ کا امیر عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن رشید تھا۔ اور عراق کی حرب وغیرہ کا انچارج یزید بن المہلب تھا' اور اس کے خراج وغیرہ کی وصولیابی کا کام صالح بن عبدالرحمن کے سپرد تھا۔ اور بصرہ کی نیابت سفیان بن عبداللہ الکندی کے سپرد تھی۔ اور بصرہ میں عہدۂ قضا پر ابوبکر بن ابی موسیٰ مقرر تھے' اور خراسان کی حرب کے انچارج وکیع بن سود تھے۔

۹۷ھ

اس سن میں عبدالملک نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کے لیے فوج کو تیار کیا۔ اور اس میں اس نے اپنے بیٹے داؤد کو صائفہ پر حملہ کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے مراۃ کا قلعہ فتح کرلیا۔ اس سن میں مسلمہ بن عبدالملک نے سرزمین رضافیہ میں جنگ کا آغاز کیا' اور اس قلعہ کو فتح کرلیا جس کو صاحب الوضاحیہ وضاح نے بنایا تھا۔ اسی سن میں سلمہ نے رجمہ کو فتح کرنے کی غرض سے جنگ کی اور وہاں کے قلعے رجمہ' قلعہ حدید' قلعہ سرد اور ارض روم کے متعدد قلعے فتح کرلیے۔ اس سن میں عمر بن ہبیرہ الغزاری نے ارض روم کے دریاؤں میں جنگ کی اور اس کے متعدد علاقوں پر قبضہ کرلیا' اسی سن میں عبدالعزیز بن موسیٰ بن نضیر قتل ہوا اور اس کا سر سلیمان بن عبدالملک کے پاس بطور تحفہ پہنچا دیا گیا' اسی سن میں سلیمان نے خراسان کی نیابت کی اضافی ذمہ داریاں یزید بن مہلب کو سپرد کردیں جو پہلے ہی عراق کا امیر تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وکیع بن ابی سود نے جب قتیبہ بن مسلم وغیرہ کو قتل کیا تو اس کا سر سلیمان کے پاس بھیج کر خراسان کی امارت اس کے عوض طلب کی چنانچہ یزید بن مہلب نے عبدالرحمٰن ابن الاہتم کو سلیمان بن عبدالملک کے پاس اس غرض سے بھیجا تاکہ وہ سلیمان کے پاس جا کر یزید بن مہلب کی تعریف کرے اور اس کے لیے خراسان کی امیری کی راہ ہموار کردے اور ساتھ ہی وکیع بن سود کی برائی سلیمان کے سامنے بیان کرے۔ اس مشن کے ساتھ ابن الاہتم جو ایک چالاک وعیار آدمی تھا' روانہ ہوا اور سلیمان کے پاس پہنچ گیا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وکیع بن سود خراسان کی اجازت سے معزول ہوگیا' اور یزید کو اس کی جگہ خراسان کی امارت مل گئی اور یہ پیغام اور خوشخبری دے کر سلیمان نے ابن الاہتم کو یزید کے پاس بھیجا۔

یزید نے اس کام کے کرنے کے لیے ایک لاکھ کا وعدہ کیا تھا جس کو اس نے پورا نہیں کیا۔ اس کے بعد یزید نے اپنے بیٹے مخلد کو خراسان روانہ کیا اور اس کو ایک خط امیر المومنین کی طرف سے لکھا ہوا اس مضمون کا دیا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ قتیبہ بن مسلم کا ارادہ بیعت سے انکار اور اطاعت سے بغاوت کا نہ تھا۔ اگر وکیع نے یہ سمجھ کر اس سے انتقام لیا ہے کہ وہ ترک بیعت کا مرتکب ہورہا ہے تو اس کو چاہیے تھا کہ وہ اس کو قید کرکے ہمارے پاس بھیجتا۔

چنانچہ یہ خط لے کر مخلد خراسان سے پہلے پہنچ گیا اور اس نے وکیع کو پکڑ کر سزا دی اور قید کردیا اور اپنے باپ کے آنے کا انتظار بھی نہیں کیا۔ اس طرح وکیع ۹' ۱۰ ماہ خراسان کا امیر رہنے کے بعد معزول ہوگیا اور یزید بن مہلب نے اس کے بعد خراسان کی امارت کا چارج لے لیا اور آس پاس کے علاقوں میں اپنے اپنے نائبین مقرر کیے جو لوگ ۹۷ھ میں انتقال کرگئے' ان کے نام یہ ہیں:

الحسن بن الحسن علی بن ابی طالب

ابومحمد القرشی الہاشمی نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے کہ ''جو مسلمان بھی اہل بیت کی روزانہ معاشی دیکھ بھال کرے گا' اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا''۔ عبداللہ بن جعفر علی سے روایت کرتے ہیں' فاطمہ بنت الحسین اور ان کے بیٹے عبداللہ کا بیان ہے کہ الحسن ابن الحسن عبدالملک بن مروان کے پاس وفد کی شکل میں گئے تو اس نے ان کی بہت تعظیم وتکریم کی اور حجاج کے مقابلہ میں ان کی مدد کی اور ان کو علی کا واحد وارث قرار دیا اور ان کے ایسے آثار بیان کیے جو

ان کی سیادت پر دلالت کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ولید بن عبدالملک نے اپنے مدینہ کے حاکم کو لکھا کہ الحسن بن الحسن اہل عراق کے کاتب ہیں۔ جب تمہیں یہ میرا خط ملے تو ان کو سو کوڑے لگانا۔ ان لوگوں کو سامنے کھڑا کرنا اور انہیں بغیر قتل کیے اپنی صورت مجھے نہ دکھانا اور اس کے بعد حسن بن حسن کو بھیج دیا جن کو علی بن الحسین نے کلمات الکرب سکھا دیے۔ چنانچہ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو وہ کلمات پڑھے جن کی برکت سے اللہ نے ان کو ظالموں سے نجات دلا دی۔ وہ کلمات یہ ہیں:

لا الہ اللہ الحلیم الکریم لا الہ اللہ العلی العظیم لا الہ الا اللہ رب السماوات السبع ورب الارض رب العرش العظیم .

الحسن بن الحسن کا مدینہ میں انتقال ہوا' ان کی والدہ خولہ منظور الفرازی کی بیٹی تھیں۔ ایک دن انہوں نے ایک رافضی شخص سے کہا' قسم ہے اللہ کی اگر مجھے قتل کر دیا جائے تو خدا کی قربت حاصل ہوگی' اس شخص نے کہا آپ مذاق کر رہے ہیں' الحسن بن الحسن نے جواب دیا میں مذاق نہیں کر رہا ہوں یہ تو دادا کا کہا ہوا ہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک دوسرے آدمی نے کہا' کیا رسول اللہؐ نے یہ نہیں کہا ہے:

من کنت مولا فعلی مولاہ .

''جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے''۔

انہوں نے جواب دیا' بے شک لیکن اگر رسول کا ارادہ اس سے خلافت کا ہوتا تو آپ صاف صاف لوگوں کو اس پر خطاب کر کے کہتے کہ اے لوگو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرے بعد اس کام کا ذمہ دار یہ شخص ہوگا اور یہ تم پر موجود رہے گا۔ چنانچہ تم اس بات کو دھیان سے سن لو اور اس پر کاربند رہنا۔ خدا کی قسم اگر اللہ اور اللہ کا رسولؐ علی کو اس کام کے لیے اختیار کر لیتے اور پھر علی اس کو چھوڑ دیتے تو وہ پہلے شخص ہوتے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے حکم کو ترک کر دینے والے اور انہوں نے لوگوں سے یہ بھی کہا قسم ہے خدا کی اگر ہمیں اس معاملہ میں واقعی اختیار ہوتا تو ہم تمہارے ہاتھ پیر کاٹ دیتے اور تمہاری توبہ قبول نہ کرتے۔ افسوس ہے تم پر کہ تم ہمیں ہمارے نفسوں کے بارہ میں دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر رہے ہو اور افسوس ہے اگر قرابت سے کسی کو بلا عمل نفع پہنچ سکتا تو اس کے ماں باپ کو نفع پہنچ سکتا تھا۔ کاش تم لوگ ہمارے بارہ میں حق بات کہتے۔ خدا کی قسم مجھے خوف ہے کہ ہم میں گنہگار کو دگنا عذاب ہوگا اور ہم میں سے جو نیکوکار ہیں امید ہے انہیں ثواب اور اجر بھی دگنا ملے گا۔ ہم سے محبت کرو اور اگر ہم خدا کے مطیع وفرمانبردار بندے ہوں اور ہم سے دشمنی رکھو اگر ہم اس کی نافرمانی کریں۔

موسیٰ بن نصیر ابو عبدالرحمٰن اللخمی

یہ غلام تھا اور ایک عورت کا غلام تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بنی امیہ کا غلام تھا۔ اس نے تمام بلاد مغرب کو فتح کر ڈالا اور وہاں سے اتنا مال غنیمت اس نے حاصل کیا جس کا شمار نہ تھا۔ اس سلسلہ میں بہت سے دہشت ناک مقامات سے بھی اس کا واسطہ

بڑا۔موسیٰ بن نصیر لنگڑا تھا۔مشہور ہے کہ یہ ۱۹ھ میں پیدا ہوا تھا اور چین التمر کا باشندہ تھا۔اس کا باپ ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں شام میں جبل جلیل سے قیدیوں میں تھا اس کے باپ کا نام نصر تھا جس کو ام تصغیر میں تبدیل کرلیا گیا۔

تمیم الداری کے بیٹے عبدالعزیز اور یزید بن مسروق الیحصبی نے روایت کیا ہے کہ شروع میں موسیٰ ابن نصیر معاویہ کے بحری بیڑہ میں بحری جنگوں میں حصہ لیتا رہا۔ چنانچہ اس نے قبرص کی جنگ لڑی اور وہاں اس نے الماغوسہ اور بانس میں قلعہ بندیاں کر لیں اور وہاں ۷ھ میں قبرص کے پورے علاقہ کو فتح کرنے کے سلسلہ میں امیر معاویہ کا نائب اور معاون بنا رہا اور جب مروان بلاد مصر میں داخل ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا چنانچہ وہ اس کو اپنے بیٹے عبدالعزیز کے پاس چھوڑ کر چلا گیا اور جب عبدالعزیز نے بلاد عراق فتح کر لیے تو اس نے موسیٰ بن نصیر کو اپنے بھائی بشر بن مروان کا وزیر بنا دیا۔

موسیٰ بن نصیر صاحب تدبیر' ہوشیار اور نہایت صائب الرائے تھا اور بڑا باخبر اور باتدبیر انسان تھا۔بغوی کا بیان ہے کہ موسیٰ ابن نصیر کو بلاد افریقہ میں ۷۹ھ میں والی بنا دیا گیا تھا جس کے بعد اس نے تمام ممالک واقالیم فتح کر لیے۔ہم نے بلاد اندلس کی فتوحات کے سلسلہ میں تفصیل سے لکھا ہے کہ اندلس میں چھوٹے بڑے بہت سے شہر' قصبات' دیہات ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ان سب پر اس نے بڑی حکمت اور عقل مندی سے کنٹرول حاصل کرلیا' اور وہاں کی کثیر مخلوق کو قیدی بنالیا' اور بہت سا مال غنیمت بھی حاصل کرلیا اور سونے چاندی کی اتنی مقدار حاصل کی' جس کا اندازہ مشکل تھا۔اس کے علاوہ آلات واسباب اور مال ومتاع کا اتنا ذخیرہ اس کے ہاتھ آیا تھا جس کا شمار وحساب لگانا بھی مشکل تھا۔قیدیوں میں خوبصورت لڑکے اور حسین اور نوجوان عورتیں بھی کثرت میں تھیں۔حتیٰ کہ یہ بات بھی بہت مشہور ہے کہ موسیٰ بن نصیر کے ہاتھوں جتنے قیدی اور جتنا مال واسباب مال غنیمت کے طور پر ملا شاید ہی کسی کو کسی زمانہ میں ملا ہوگا۔اس کے ہاتھ پر بکثرت لوگوں نے دین اسلام قبول کیا اور اس نے ان میں بکثرت دین اسلام اور قرآن کی تبلیغ بھی کی۔ جب اس کی فتوحات کا مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا تو اس کے ٹرانسپورٹ کے لیے گھوڑوں اور اونٹوں کی بجائے ٹرک اور بھاری گاڑیوں استعمال کی جاتی تھیں۔

قتیبہ بن مسلم اور موسیٰ بن نصیر اسلام کے جلیل القدر اور بہادر سپاہی گزرے ہیں۔اول الذکر نے بلاد مشرق میں فتوحات کا جھنڈا لہرایا' جب کہ موسیٰ ابن نصیر نے بلاد مغرب کو اپنی تاخت وفتح کا جولانگاہ بنایا۔اللہ تعالیٰ دونوں کو جزائے خیر عطا کرے۔لیکن موسیٰ بن نصیر نے اپنی فتوحات میں جو کامیابی اور عظیم دولت اور قیمتی اشیا حاصل کیں' ان تک قتیبہ کی رسائی نہیں ہوئی۔

کہا جاتا ہے جب موسیٰ نے اندلس فتح کیا تو اس کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا میرے ساتھ ایک آدمی کو بھیجو میں اس کو زبردست خزانہ کا پتا بتاؤں گا' چنانچہ موسیٰ نے اس کے ساتھ اپنے آدمی بھیجے جن کو اس نے ایک جگہ دکھائی اور کہا یہاں کھدائی کرو' چنانچہ کھدائی کی گئی تو ایک بہت بڑا وسیع وعریض قطعہ ارضی نمودار ہوا جہاں دو خوبصورت جھنڈے لہرا رہے تھے۔وہاں پہنچ کر ان لوگوں کو یاقوت وجواہرت اور زبرجد کا اتنا بڑا ذخیرہ ملا کہ یہ حیران رہ گئے۔سونا تو اتنا تھا جس کا کوئی حدوحساب ہی نہ تھا۔اس مقام پر موسیٰ کے آدمیوں کو ایسا کپڑا بھی ملا جو سونے کے تاروں کا بنا ہوا تھا اور اس پر نہ صرف نہایت قیمتی موتی ٹکے ہوئے تھے بلکہ قیمتی جواہرات اور یاقوتوں سے بھی آراستہ تھا۔کہا جاتا ہے اس روز وہاں کسی منادی کو جس کی شکل لوگوں نے نہیں دیکھی یہ اعلان

کرتے تھا کہ اے لوگو! تم پر آج دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھل گیا ہے' اس سے بچو۔ کہا گیا ہے ان لوگوں نے اس خزانہ میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا وہ دستر خوان بھی پایا تھا جس پر وہ بیٹھ کر وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔

ان تمام واقعات اور حالات جنگ کو بنی امیہ کے خاندان کے ایک شخص نے جمع کیا اور لوگوں سے بیان کیا۔ اس کا نام ابومعاویہ مبارک بن مروان بن عبدالملک بن موسیٰ بن نصیر النصری تھا۔

حافظ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے موسیٰ بن نصیر سے اس وقت جب کہ وہ ولید کے عہد میں دمشق آیا تھا' سوال کیا کہ اس نے کیا کیا عجوبہ اشیاء دیکھیں؟ اس پر موسیٰ بن نصیر نے ان کو جواب دیا کہ ایک مرتبہ ہم ایک ایسے جزیرہ پر پہنچے جہاں ہمیں سولہ لکڑی کے کٹہرے نما صندوق ملے جن پر سلیمان علیہ السلام کے نام کی مہر ثبت تھی۔ میں نے ان میں سے چار کو نکالنے کا حکم دیا اور ان میں سے جب ایک کو سوراخ کیا یا تو اس میں سے ایک شیطان نے اپنا سر نکالا جو کہہ رہا تھا۔ ''جس نے تجھے نبوت سے نوازا ہے میں اس کے بعد واپس نہیں آؤں گا اور میں فساد برپا کروں گا''۔ موسیٰ بن نصیر نے کہا اس شیطان نے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور پھر کہا' میں سلیمان اور اس کے ملک کی سی شان وشوکت اب کہیں نہیں دیکھتا ہوں اور یہ کہہ کر زمین میں گھس گیا اور غائب ہو گیا۔ اس کے بعد موسیٰ نے باقی صندوق نما کٹہروں کو واپس وہیں رکھوا دیا جہاں سے وہ اٹھائے گئے تھے۔

سمانی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ موسیٰ بن نصیر مدینۃ النحاس کی طرف چلا جو بلاد اقصائے مغرب میں بحر الاخضر کے قریب تھا اور جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے گھڑ سواروں کو وہاں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ بحر مذکور کے قریب نظر آنے والی اونچی دیوار کا جائزہ لیں کہ آیا اس میں اندر جانے کا کوئی راستہ ہے یا نہیں۔ چنانچہ ان کا ایک آدمی اس امر کا جائزہ لینے وہاں پہنچا اور اس نے ایک رات اور ایک دن دیوار کے چاروں طرف چکر لگا کر دیکھا مگر اس کو کہیں دیوار میں اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ نہ ملا۔

چنانچہ موسیٰ نے حکم دیا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لا کر اوپر نیچے رکھتا چلا جائے لیکن پھر بھی وہ اس دیوار کی اونچائی تک نہ پہنچ پائے تو اس نے سیڑھی بنانے کا حکم دیا اور اس طریقہ سے اس نے سیڑھی کے ذریعے ایک آدمی کو اوپر چڑھ کر خیر خبر لانے کا حکم دیا۔ مگر اس کی ہمت اندر اترنے کی نہ ہوئی۔ اسی طرح جو بھی چڑھتا رہا اس طرح خوف زدہ ہو کر ناکام واپس آتا رہا۔ غرض کہ اندر کا حال کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ چنانچہ موسیٰ اور اس کے آدمی یہ مہم چھوڑ کر اس دریائی علاقہ سے باہر نکل آئے اور ایک دوسرے چھوٹے سے بحیرہ کی طرف چل پڑے وہاں پہنچ کر انہوں نے ایک شخص کو کھڑا ہوا پایا تو اس نے پوچھا' تم کون ہو؟ اس نے کہا میں جن ہوں اور اس بحیرہ میں میرا باپ محبوس ہے اور اسے سلیمان بن داؤد نے یہاں قید کیا ہوا ہے اور میں یہاں ہر سال اس کی زیارت کے لیے ایک مرتبہ ضرور آتا ہوں۔ موسیٰ نے کہا' تم نے کبھی کسی شخص کو اس شہر کے اندر یا باہر آتے جاتے دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں البتہ ایک شخص ضرور یہاں ہر سال آتا ہے اور اس بحیرہ میں عبادت کر کے چلا جاتا ہے اور پھر پلٹ کر واپس نہیں آتا' واللہ اعلم وہ کون شخص ہے۔ موسیٰ کے اس کے بعد اپنے آدمیوں کے ساتھ افریقہ واپس آ گیا۔ ان واقعات کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے۔

موسیٰ بن نصیر نے ۹۳ھ میں افریقہ میں نماز استسقاء پڑھائی اور یہ وہ وقت تھا جب وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ نماز استسقاء سے پہلے اس نے حکم دیا کہ تین دن روزے بھی رکھے جائیں اور پھر وہ لوگوں میں نکلا اور اہل الذمہ سمیت لوگوں کو لے کر اس حال

میں باہر نکلا کہ لوگوں کو چیخ وپکار آہ وزاری سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی اور موسیٰ خداتعالیٰ کے حضور سب کے ساتھ دوپہر تک دعا وزاری میں مشغول رہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے پھر وہ منبر پر سے اتر آیا۔ کسی نے کہا آپ نے اپنی دعا میں امیر المومنین کو یاد نہیں کیا۔ اس نے جواب دیا یہ وہ جگہ ہے جہاں خدا کے سوا کسی کو یاد نہیں کیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ دمشق میں داخل ہوا تو جمعہ کا دن تھا موسیٰ نے زرق برق کپڑے پہن رکھے تھے۔ وہ جب ایوان میں داخل ہوا تو اس کے جلو میں تیس وہ غلام تھے جو بادشاہوں اور امراء کے بیٹے اور پوتے تھے۔

ولید نے جب موسیٰ کو اس شان کے ساتھ ایوان میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو وہ منبر پر بیٹھا ہوا لوگوں سے خطاب کر رہا تھا۔ اس نے اپنے امراء اور فوجیوں کو ایک طرف کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ ولید یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور جب موسیٰ آگے بڑھ کر آداب شاہی کے ساتھ ایک طرف کھڑا ہو گیا تو ولید نے خداتعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ یہ سب کچھ اللہ کی مہربانی اور اس بہادر جرنیل کی بہادری اور حکمت کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنے مال ودولت اور وسیع ملکوں اور ان دولتوں' خزانوں اور نوادرات سے نوازا ہے۔ اسی دوران جمعہ کی نماز کو بھی دیر ہو گئی۔ پھر وہ منبر سے اترا۔ اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور نماز کے بعد موسیٰ بن نصیر سے اس نے اپنی فتوحات کا جائزہ پیش کرنے کو کہا۔ اس نے نہایت خوبی سے جائزہ پیش کیا۔ اس نے بہت کچھ اس کو انعام واکرام سے نوازا۔ اسی طرح موسیٰ نے بھی اس کے عوض بہت سے تحفے تحائف امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیے منجملہ ان سب تحفوں کے سلیمان علیہ السلام کا وہ مائدہ (دسترخوان) بھی تھا جس پر وہ بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے جو سونے چاندی کے دو غلطیوں کا بنا ہوا اور ہیروں اور جواہرات کا جڑا ہوا تھا۔

کہا جاتا ہے ولید نے اپنے بیٹے مروان کو ایک لشکر کا جرنیل بنا کر بھیجا تو اس کے ماتحت ایک لاکھ صرف غلام تھے جو سب قیدی بنا کر افریقہ وغیرہ سے لائے گئے تھے اور اپنے بھتیجے کو فوج دے کر بھیجا تو اس میں بھی ایک لاکھ برابر قیدی شامل تھے۔ جب ولید کے پاس مال غنیمت کا رجسٹر آیا تو اس میں بھی صرف اس کے حصہ میں پچاس ہزار نفری غلاموں کی آئی تھی۔ غرض کہ جو مال ودولت اور قیدی موسیٰ بن نصیر امیر مغرب کے زمانہ میں مسلمانوں کو ملے اسلامی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

موسیٰ بن نصیر کہا کرتا تھا' اگر مجھے مزید موقع ملتا تو رومی شہروں کو بھی فتح کر لیتا۔ لیکن ہر کمالے راز والے ولید کے مرنے کے بعد اس کا بھائی باوجود ان تمام عظیم فتوحات' بے حد غنائم اور کثیر غلاموں کے سلیمان موسیٰ ابن نصیر سے سخت ناراض ہو گیا اور اس نے اپنے پاس اسے قید کر لیا اور جو کچھ اس کے پاس مال اور غلام تھے اس کا بھی مطالبہ کرنے لگا۔ موسیٰ بن نصیر اس طرح سلیمان کے قبضہ میں خاصے دنوں رہا یہاں تک کہ جب اس نے لوگوں کو اس سال حج کرایا تو موسیٰ کو بھی اپنے ساتھ رکھا۔

بالآخر موسیٰ بن نصیر کا مدینہ میں انتقال ہو گیا اور وہ وادی قریٰ میں دفن کر دیا گیا۔ اس کی عمر تقریباً اسی برس ہوئی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۹۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ واللہ اعلم۔ (رحمہ اللہ وعفا عنہ یمنہ وفضلہ آمین)

۹۸ھ

اس سال سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ کو قسطنطنیہ کی لڑائی کے لیے تیار کیا اور اس لشکر کے علاوہ جو اس کے پاس پہلے سے موجود تھا' مزید بہت سی فوج اس کے حوالہ کی۔ مسلمہ بن عبدالملک نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ خورد ونوش کا جتنا سامان ہو سکے' اپنے اپنے ساتھ لے چلیں' چنانچہ سامان خورد ونوش کا ایک انبار بھی اس کے ساتھ گیا۔ جب وہ اس شہر میں فتح کی نیت سے پہنچا تو اس نے حکم دیا' اپنا سامان خورد ونوش علیٰ حالہ چھوڑے رکھو اور دشمن کے شہر سے رسد حاصل کر کے اپنے کام میں لاتے رہو اور جہاں تک ہو سکے وہاں کھیتی باڑی بھی کرو اور شہر میں داخل ہو کر لکڑی کے مکان بنا کر اس میں رہنے لگو کیونکہ ہم اس شہر کو فتح کر کے یہاں رہنے کے لیے آئے ہیں جانے کے لیے نہیں آئے ہیں اس وقت واپس جائیں گے جب اس کو پوری طرح فتح کر لیں گے۔
یہاں اس کو ایک شخص ملا جو عیسائی تھا اور قسطنطنیہ کا رہنے والا تھا اس کا نام یون تھا' اس کو مسلمہ نے اپنے ساتھ ملا کر شہر کے حالات معلوم کرنے اور جاسوسی کا کام لینے کے لیے اپنے ساتھ ملا لیا مگر یہ آدمی بھی بڑا مکار تھا بظاہر وہ مسلمانوں کا ہمدرد بنا رہا۔ شہر کے لوگوں نے اس سے کہا اگر تم مسلمانوں کو کسی طرح یہاں سے ہٹا لے جاؤ تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے۔ چنانچہ یون نے اپنے مکر وفریب سے مسلمہ کو رام کرنا شروع کر دیا اور اس سے کہا اگر تمہاری سواریاں سامان رسد سے اسی طرح لدی کھڑی رہیں تو شہر کے لوگ یہ سمجھیں گے کہ تم لڑائی کو طول دینا چاہتے ہو۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ سواریوں کے سامان خورد ونوش کو نذر آتش کر دو تاکہ تمہارا عزم ان لوگوں پر ظاہر ہو جائے اور یہ مجبور ہو کر شہر تمہارے حوالہ کر دیں۔

مسلمہ نے یون کی باتوں میں آ کر کھانے پینے کا سارا سامان نذر آتش کرا دیا۔ اس کے بعد یون راتوں رات جتنا سامان اپنے ہمراہ کشتی میں لے جا سکا لے گیا اور صبح ہوتے ہوتے اس نے مسلمانوں کے مقابلہ کی تیاری مکمل کر لی اور اپنی عداوت میں کھل کر سامنے آ گیا۔ اب مسلمانوں کا حال پتلا تھا۔ طویل محاصرہ نے ان کی توانائی کو کمزور کر دیا تھا اس لیے انہوں نے اپنا بچا کھچا سامان اپنی بھوک مٹانے پر صرف کر دیا۔ اس دوران انہیں سلیمان بن عبدالملک کی وفات کی اطلاع ملی اور عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کی خبر پہنچی۔ اس لیے مسلمانوں نے شام کو واپسی کی فکر کی اور بہت سے فوجی واپس بھی چلے گئے لیکن مسلمہ واپس نہیں گیا۔ اس نے قسطنطنیہ میں رہ کر ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور اس کی تکمیل میں لگ گیا۔

واقدی کا بیان ہے کہ جب سلیمان بن عبدالملک والی بنا تو اس نے بیت المقدس میں قیام کا ارادہ کیا تاکہ وہاں سے قسطنطنیہ فوجوں کی کمک بھیجتا رہے۔ چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے بھی اس کو یہی اشارہ دیا کہ قسطنطنیہ فتح کرنے سے پہلے آس پاس کے چھوٹے چھوٹے شہر اور قلعے فتح کرنا ضروری ہیں۔ اس طرح قسطنطنیہ کی فتح آسان ہو جائے گی اور قسطنطنیہ کے باشندے خود ہی شہر کو بآسانی حوالہ کر دیں گے۔ لیکن اس کی جب سلیمان نے اپنے بھائی مسلمہ سے مشورہ کیا تو اس نے دوسرا مشورہ دیا اور کہا قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا تو دوسرے شہروں پر خود ہی بآسانی قبضہ ہو جائے گا۔ سلیمان نے اس رویے کو مناسب سمجھ کر تیاری شروع کر دی اور شام اور جزیرہ سے فوجیں بھیجنا شروع کر دیں۔ چنانچہ جزیرہ سے ایک لاکھ بیس ہزار اور بحر سے ایک لاکھ بیس ہزار مقاتلین کو بہت

سا ساز وسامان اور تحفے تحائف دے کر بھیجا گیا اور ان کو قسطنطنیہ فتح کرنے کی تاکید کی گئی۔ اس کے بعد سلیمان بیت المقدس سے چل کر دمشق آیا اور وہاں بھی اس نے بہت بڑا لشکر تیار کیا اور ان سب کا مالدار مسلمہ کو بنایا اور فتح کی دعائیں دے کر روانہ کیا اور ساتھ ہی صبر واستقامت کی تلقین بھی کی اور مسلمہ کو یہ بھی مشورہ دیا کہ اپنے ساتھ مشورہ میں یون کو شامل رکھنا۔

چنانچہ یہ لوگ مع لشکر جرار کے قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ وہاں کے باشندوں نے مسلمہ سے جزیہ پر صلح کرنا چاہی مگر مسلمہ نے کہا میں اس کو بزور شمشیر فتح کروں گا۔ اس پر شہر کے مکینوں نے کہا اچھا تو ہمارے پاس یون رومی کو بھیجو جب وہ آیا تو انہوں نے کہا کہ تم بلطائف الحیل مسلمانوں کو یہاں سے ہٹا کر لے جاؤ' پھر ہم تم کو اپنا بادشاہ بنالیں گے۔ اس پر یون مسلمہ کے پاس آیا اور کہنے لگا' شہر کے باشندوں کا کہنا ہے ہم مسلمہ کو شہر اس وقت حوالہ کریں گے جب وہ شہر سے باہر رہیں گے۔

اولاً مسلمہ کو یون کی غداری کا شبہ ہوا لیکن پھر اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر شہر پر حملہ کرنے سے رہا نتیجتاً یون اس مرتبہ بھی قسطنطنیہ کو مسلمانوں سے بچانے میں کامیاب ہو گیا اور سلیمان صرف قسطنطنیہ کے محاصرہ پر ہی اکتفا کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ابن جریر نے بیان کیا ہے مروان بن عبدالملک کی موت کے بعد ولی عہدی کا حق یزید بن عبدالملک کا تھا لیکن سلیمان بن عبدالملک کی نیت خراب ہو گئی اور اس نے یزید کی بجائے اپنے بیٹے ایوب کو ولی عہد قرار دے دیا لیکن ایوب اپنے باپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا۔ اس لیے سلیمان نے اپنے چچازاد بھائی عمر بن عبدالعزیز کے لیے بیعت کا اعلان کیا اور لوگوں سے کہا کہ اس کے بعد وہی خلیفہ ہوں گے اور بظاہر اس نے یہ اچھا ہی کیا۔ اس سال صقالیہ شہر فتح ہوا۔ واقدی کہتا ہے کہ اس سال جب جرجان نے دیکھا کہ مسلمہ کے پاس تھوڑی فوج رہ گئی ہے تو اس نے مسلمہ کی فوج پر شب خون مارا۔ اس لیے سلیمان نے مسلمہ کی مدد کے لیے کافی فوج بھیجی جس نے جرجان کی فوج کو شکست دی۔ اس سال یزید بن مہلب نے ارض چین کے علاقہ قہستان میں جنگ کی اور اس کا محاصرہ کر کے سخت جنگ کی۔ یہ محاصرہ اس وقت تک جاری رہا جب تک وہاں کے لوگوں نے ہتھیار نہ ڈال دیئے۔ یہاں چار ہزار ترک باشندے قتل ہوئے۔ یہاں اسلامی فوجوں کو بہت سا مال غنیمت اور بکثرت مال واسباب اور قیمتی اشیاء ملیں۔ اس کے بعد یزید بن مہلب جرجان کی طرف بڑھا جس کے حکمران سے مسلمانوں کی دیلم میں زبردست جنگ ہوئی۔ اس موقع پر محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی سبرۃ الجعفی شہسوار نے بڑی بہادری دکھائی اور دیلم کے حکمران کو قتل کر دیا۔

اس معرکہ میں جب ابن ابی سبرہ کی معرکہ آرائی اور بہادری ترکوں نے دیکھی تو وہ حیران رہ گئے چنانچہ ایک ترک سپاہی نے ابن ابی کے خود پر وار کیا اور تلوار خود میں گھس گئی لیکن جب پلٹ کر اس نے اس پر وار کیا تو ترکی کو قتل کر کے چھوڑا۔ جب ابن ابی سبرہ مسلمانوں کے پاس وطن پلٹا تو اس کی تلوار خون آلود تھی اور اس کے خود میں ترک سپاہی کی تلوار دھنسی ہوئی تھی۔ اس منظر کو دیکھ کر یزید بن مہلب نے کہا میں نے آج تک ایسا دلکش منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ابن ابی سبرہ ہے کتنا اچھا آدمی ہے۔ کاش یہ اتنی شراب نہ پیتا اور پھر یزید بن مہلب نے جرجان کے محاصرہ کا پختہ ارادہ کر لیا اور وہاں کے حکمران کو محاصرہ سے اتنا تنگ کیا کہ وہ سات لاکھ درہم' چار لاکھ دینار' دو لاکھ کپڑوں' چار سو گدھے' زعفران' چار سو آدمی اور ہر آدمی کے سر پر زرہ بکتر اور زرہ بکتر کے ساتھ سبز چوغے نیز چاندی کے جام وغیرہ دینے اور صلح کرنے پر راضی ہو گیا۔ اس سے قبل

اس شہر کے باشندوں نے سعید بن عاص سے جنہوں نے اس کو صلح سے فتح کیا تھا پہلے سال ایک لاکھ سالانہ جزیہ پر دوسرے سال دو لاکھ سالانہ جزیہ پر اور تیسرے سال تین لاکھ جزیہ پر صلح کی تھی لیکن بعد کو اس سے برگشتہ ہو گئے تھے جس کے نتیجہ میں آج ان کو یہ ذلت دوبارہ اٹھانا پڑی پھر سال یزید بن مہلب نے ان کو اس سابق سالانہ جزیہ پر صلح نامہ لکھ کر دیا جو آخری سال کے لیے سعید بن العاص نے دیا تھا۔ جرجان کی جنگ میں ایک نہایت قیمتی تاج بھی مال غنیمت میں ملا تھا جو یزید بن مہلب نے محمد بن واسع کو پیش کیا تھا۔ لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا تو اس کو بہت سارا مال دیا جو جرجان کی فتح میں یزید بن مہلب کو ایک لاکھ بیس ہزار نقد دینار بھی ملے تھے۔ اس کے بعد یزید نے خورستان فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس نے اس کے لیے ہراول کے طور پر اپنے چار ہزار سپاہی آگے بھیج دیئے تھے لیکن وہاں ان کی ان لوگوں سے سخت جنگ ہوئی اور چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے اس کے بعد یزید نے اس علاقہ پر زبردست حملہ کر کے وہاں کے لوگوں کو ہتھیار ڈالنے اور صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہاں کا حکمران جس نے صلح کی درخواست کی تھی' الاصبید کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے سات لاکھ سالانہ دینار اور بہت سی قیمتی اشیاء پر صلح کی جو لوگ اعیان میں سے انتقال کر گئے ان کے نام یہ ہیں:

عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ

امام حجت اور عمر بن عبدالعزیز کا مؤدب و اتالیق تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثیر جماعت سے روایات بیان کی ہیں۔ دوسرے اعیان میں ابوالحفص النخعی اور عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ گزرے ہیں جن کا تذکرہ اور حالات ہم اپنی کتاب تکمیل میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۹۹ھ

اس سال سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا۔ بوقت انتقال اس کی عمر پینتالیس سال تھی۔ اس کی مدت بروایت صحیحہ خلافت دو سال آٹھ ماہ تھی' اس کا شجرہ نسب یہ ہے:

سلیمان بن عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن عبدالشمس القرشی الاموی' ابوایوب' اس کی پیدائش مدینہ میں بنی جذیلہ میں ہوئی تھی اور اپنے باپ کے پاس شام میں نشو ونما اور تربیت ہوئی۔ واقعہ افک کی روایت سلیمان نے اپنے باپ اور اپنے دادا سے سن کر روایت کی تھی۔

ابن عساکر لکھتا ہے اس نے دمشق میں بہت بڑا گھر باب الصغیر کے نزدیک بنایا تھا اور اس کو دارالامارت بنا دیا تھا اور اس میں قبۃ الخضراء کی مانند قبۃ الصغرا بھی بنوایا تھا۔ سلیمان فصیح اللسان شخص تھا اور عدل وانصاف کے لیے مشہور تھا۔ غزوات کا شوقین تھا۔ اس نے قسطنطنیہ کے محاصرہ کے لیے فوجیں تیار کر کے بھیجی تھیں اور بالآخر اس نے وہاں کے لوگوں سے اولاً جامع مسجد بنا لینے پر صلح کر لی تھی۔

ابوبکر الصولی کا بیان ہے کہ عبدالملک نے اپنے بیٹوں ولید' سلیمان اور مسلمہ کو اپنے پاس بلایا اور ان سے قرآن سنا' انہوں

نے قرآن پاک اچھی طرح پڑھ کر سنایا تو ان سے اشعار سنانے کو کہا۔ انہوں نے اشعار بھی اس کو اچھی طرح سنائے۔ البتہ اعشیٰ نے اشعار اس کی حسب منشا نہیں سنائے تو اس پر اس نے ان کو برا بھلا کہا اور پھر ان سے کہا تم میں سے ہر ایک مجھے ایک ایک شعر عمدہ ساعرب شاعر کا سنائے جو فحش بھی نہ ہو۔ ولید سب سے پہلے تم آؤ۔ اس پر ولید نے یہ شعر پڑھا:

ما مركب وربوك الخيل يعجبي كمركب بين دملوج وخلخال

''یوں تو ہر طرح کی سواریاں ہیں لیکن مجھے ایسی سواریاں اچھی لگتی ہیں جو کپڑے اور پازیب پہنتی ہیں''

ولید کا یہ شعر سن کر سلطان نے کہا کیا اس سے کوئی اچھا اور شعر ہے؟ آؤ سلیمان تم سناؤ' اس پر سلیمان نے:

حبذا رجعنا يديها الينا في يدى درعها تحل الازارك

''کیا کہنے اس کے جواب کے اس کا ہاتھ تو اسی تک رہا میرے ہاتھ ہیں تو اس کا محرم آ گیا جس نے ستر کھول دیا''

سلیمان نے کہا' بات کچھ بنی نہیں اے مسلمہ! تو اور کوئی اچھا سا شعر سنا' اس نے باپ کو امرؤ القیس کا مشہور شعر سنا دیا:

وما ذرفت عيناك الا لتنصربى بسهميل فى اعشار قلب مقتل

''اے محبوبہ تیرے رونے کا بجز اس کے کوئی مقصد نہیں کہ تو میرے بسمل دل کو اپنی آنکھوں کے تیروں سے چھلنی کر دینا چاہتی ہے''

سلیمان نے مسلمہ کی زبان یہ شعر سن کر کہا شاعر نے جھوٹ بولا ہے اور اس نے صحیح بات نہیں کہی ہے۔ جب عشق کی بدولت محبوبہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تو اب سوائے وصل کے باقی کیا رہ گیا ہے۔ عاشق تو وہی ہے جو اپنی پلکوں میں آنسوؤں کو چھپالے اور محبت کا راز فاش نہ ہونے دے۔

اس کے بعد سلیمان نے کہا میں تم لوگوں کو اس گھر میں تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اس درمیان میں تم میں سے جو کوئی اس کو لے آئے گا وہ مراد پائے گا۔ یعنی جو کچھ وہ طلب کرے گا میں وہی دوں گا۔ چنانچہ باپ کی یہ بات سن کر تینوں بیٹے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ سلیمان اپنے موکب میں پہنچا ہی تھا کہ ایک اعرابی اپنا اونٹ لیے ہوئے اسکے سامنے آ موجود ہوا اور آ کر کہنے لگا:

لو ضربوا بالسيف واسى فى مودتها لمـا يهوى سـريغا نحوها راسى

''اگر محبوبہ کی محبت کے جرم میں لوگ میری گردن بھی اڑا دیں گے تو بھی میرا سر فوراً اس کی طرف ڈھلک جائے گا''

یہ سن کر سلیمان نے اعرابی کو بلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے اپنا اونٹ باندھ دیا اور بیٹا بھی باپ کے سامنے حاضر ہو کر بولا' جو کچھ آپ نے کہا تھا اسے میں نے حاضر کر دیا ہے۔ سلیمان نے کہا بولو کیا چاہتے ہو؟ اور اپنے ساتھی کو نہ بھولنا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین آپ نے اپنے بعد ولی عہد بنانے کا وعدہ کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے بعد مجھے اپنا ولی عہد بنائیں۔ سلیمان نے اس کو مان لیا اور اس کو حج پر اکیا سی حجاج کا امیر بنا کر بھیج دیا اور ایک لاکھ درہم بھی اس کو دیئے جو سلیمان نے اس اعرابی کے لیے دیئے تھے جس نے ایسا عمدہ شعر کہا تھا۔

بہر حال اس کا باپ ۸۶ھ میں انتقال کر گیا اور خلافت اس کے بھائی ولید کو ملی اور وہ خود بطور وزیر ومشیر کام کرنے لگا اور جامع مسجد کی تکمیل وتعمیر میں مشغول ہو گیا۔ ۹۶ھ میں جب جمادی الآخر کا نصف مہینہ بھی گزر چکا تھا اور سنیچر کی صبح طلوع ہو چکی

تھی تو سلیمان کا بھائی ولید وفات پا گیا۔ اس وقت سلیمان رملہ میں تھا۔ جب سلیمان رملہ سے واپس آیا تو امراء واعیان حکومت اس سے آ کر ملے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوگ بیت المقدس پہنچ کر اس سے ملے اور اس سے بیعت کی۔ اس کے بعد سلیمان نے قدس ہی میں مستقل قیام کا ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ وہیں اس کے پاس سرکاری وفود وغیرہ آنے لگے۔ وہ مسجد کے صحن میں صخرہ کے قبہ اپنا دربار لگاتا تھا اور اکابرین اس کے ارد گرد کرسیوں پر وہیں براجمان رہتے تھے اور یہاں میں انعام واکرام کے طور پر اموال تقسیم کرتا تھا۔ اس کے کچھ دنوں بعد اس نے دمشق آنے کا ارادہ کرلیا اور وہاں پہنچ کر دمشق کی جامع مسجد کو تکمیل کو پہنچایا۔

سلیمان کے زمانہ ہی میں مقصورہ کی بھی تجدید ہوئی۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کو اپنا مشیر وزیر بنالیا۔ وہ ان سے کہا کرتا تھا مجھے حکومت ضرور ملی ہے لیکن اس کو چلانے میں تمہاری تدبیر کی ضرورت ہے۔ اس لیے مصلحت عامہ کے متعلق جو ضروری سمجھا کرو وہ مجھے کرنے کہ کہا کرو اور خود بھی اس کا خیال رکھو۔ حجاج کے نائبین کی معزولی اور اہل سخن کو آزاد کرانا انہی کا کام تھا۔ اسی طرح قیدیوں کی رہائی اور اہل عراق کو انعام واکرام دلوانا بھی اور نمازوں کو اولین اوقات میں پڑھوانے کا اہتمام بھی عمر بن عبدالعزیز کے ہی کام شمار ہوتے ہیں۔ قسطنطنیہ کے محاذ پر ان کے ہی مشورہ سے سلیمان نے اہل شام جزیرہ اور موصل سے ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی اور اہل مصر افریقہ وغیرہ سے ایک لاکھ بھیجے گئے تھے۔

ابن ابی الدنیا کا بیان ہے کہ سلیمان نے عنان حکومت سنبھالتے ہی جو کلمات زبان سے نکالے وہ یہ تھے:

''تمام تعریفیں ہیں اس ذات بے ہمتا کے لیے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بلند کرتا ہے اور عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے جس کو چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے' دنیا دھوکہ اور فریب کی جگہ ہے۔ یہاں رونے والا ہنستا ہے اور ہنسنے والا روتا ہے۔ اے اللہ کے بندو! خدا سے ڈرتے رہو۔ اللہ کی کتاب منسوخ نہیں کرسکتی۔ اللہ کے بندو! قرآن نے شیطان کے مکروفریب کا پردہ چاک کردیا ہے''۔

حماد بن یزید نے یزید بن حازم کے حوالہ سے بیان کیا ہے سلیمان ہر جمعہ کو خطبہ میں کہا کرتا تھا کہ اہل دنیا کے کوچ کے لیے تیار رہیں۔ ابھی وہ ٹھیک طرح اطمینان کا سانس بھی نہ لینے پائیں گے کہ وعدۂ الٰہی کے پورا ہونے کا وقت آجائے گا۔ سلیمان نے ۹۷ھ میں حج کیا اور عمر بن عبدالعزیز سے کہا تم دیکھ رہے ہو یہ اللہ کی بے حساب و بے شمار مخلوق یہاں موجود ہے۔ اللہ کے سوا اس کا شمار کسی کو نہیں معلوم ہے۔ اس کے سوا کوئی ان کو رزق وصحت عطا نہیں کرسکتا۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا اے امیر المومنین! آج یہ آپ کی رعایا ہیں کل کو یہ آپ کے دشمن بھی خدا کے سامنے ہوسکتے ہیں۔ یہ سن کر سلیمان بے حد روئے اور کہا میں اللہ کی استعانت طلب کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ سلیمان سفر میں تھا' بجلی کوندی اور بادل کڑکے اور تیز ہوائیں چلیں تو کہنے لگا' عمر! تم جانتے ہو یہ اللہ کی رحمت کی نشانیاں ہیں' جب اللہ کا غضب نازل ہوگا تو اس کے آثار اور نشانیاں کیسی ہوں گی۔

سلیمان کے بعض معقول کلمات اور دلچسپ فقرے بہت مشہور ہیں وہ کہا کرتا تھا خاموشی عقل کے لیے میٹھی نیند ہے اور گویائی اس کی بیداری ہے اور دونوں کی تکمیل ایک دوسرے پر موقوف ہے' سلیمان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے گفتگو کی' سلیمان کو اس کی گفتگو بہت پسند آئی مگر اس نے جب اس کے بارہ میں تھوڑی جانچ پڑتال کی تو معلوم ہوا کہ عقل سے کورا ہے تو اس

کے بارہ میں اس نے کہا آدمی کی قوت گویائی کی فضیلت اس کی عقل کے لیے دھوکہ اور فریب ہے اور عقل کی گویائی پر فضیلت ایک عیب ہے اور بہترین ان کا امتزاج ہے۔ اس نے ایک مرتبہ یہ بھی کہا شخص میں اپنی طاقت لسانی کے ذریعہ طلب معاش میں مدد حاصل کرنے پر حریص رہتا ہے۔ نیز اس کا مقولہ تھا کہ جو شخص اچھا بول سکتا ہے اور خاموش رہنے کی بھی قدرت رکھتا ہے تو اس کو خاموش رہنا بہتر ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جو خاموش رہنے پر قادر ہے وہ اچھا بولنے پر بھی قدرت رکھتا ہو۔ ذیل میں سلیمان کا ایک شعر درج ہے جس میں وہ اپنے دوست کی موت پر دل کو تسلی دے کر کہتا ہے:

وھون وجدی فی شراحیل اننی متیٰ شئت لاقیت امراءً مات صاحبہ

''میرے دل کو شراجیل کے بارہ میں قرار آ گیا ہے کہ میں اپنے دوست سے جب بھی چاہا ملاقات کرتا رہوں گا''

یہ اشعار بھی اسی کے ہیں۔

ومن شیمی الا افارق صاحبی وان حلتی الا سألت لہ رشدا

''میری تو عادت ہی یہ ہے کہ اپنے دوست سے جدا نہیں ہوتا ہوں اگر وہ تکلیف بھی پہنچائے تو بھی اس کا خیر خواہ رہتا ہوں''

وان وام لی بالود مت ولم اکن کاخو لا یرعی ذماماً ولا عہداً

''اور اگر وہ دوستی نبھاتا ہے تو میں بھی ہمیشہ نبھاتا ہوں اور کبھی اس کی دوستی اور عہد کو نہیں توڑتا ہوں''

ایک مرتبہ سلیمان نے اپنے لشکر میں گانے کی آواز سنی تو اس کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگا حتیٰ کہ کچھ لوگوں کے بارہ میں اس کو بتایا گیا تو سلیمان نے کہا گھوڑا جب ہنہناتا ہے تو گھوڑی کا طلب گار ہوتا ہے۔ اونٹ جب بلبلاتا ہے تو اونٹنی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ مینڈھا جب بھیں بھیں کرتا ہے تو بکری کی طرف مائل ہوتا ہے جب مرد گانے گاتا ہے تو عورت کا مشتاق ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس کو خصی کر دیا جائے۔

اس پر عمر بن عبدالعزیز نے کہا امیر المومنین یہ تو مثلہ ہوا۔ یہ سن کر سلیمان نے حکم دیا اچھا ان لوگوں کو جلاوطن کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کو جلاوطن کر دیا گیا۔ سلیمان کے کھانے پینے کے متعلق بعض عجیب وغریب روایات مشہور ہیں کہا جاتا ہے ایک مرتبہ اس نے چالیس مرغیاں بھنوائیں اور پھر اسی پیالے چربی کے منگوا کر دسترخوان پر رکھے گئے اور سب لوگوں کے ساتھ خوب سیر ہو کر دوسرے لذیذ کھانوں کے ساتھ کھائی گئیں۔ وہ بہت خوش خوراک انسان تھا ایک مرتبہ بہت سے احباب کے ساتھ باغ میں گیا اور حکم دیا کہ پھل لائے جائیں جب پھل لا کر سامنے رکھے گئے تو سب لوگ تو کھا کر اٹھ گئے مگر سلیمان نے اس کے بعد دو مرغیاں بھنی ہوئی مزید طلب کیں۔ بیان کیا جاتا ہے اس دن کھانے کے بعد اس کو بخار ہو گیا اور یہی اس کی موت کا سبب بنا۔ واللہ اعلم۔ لیکن بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اس نے ایک روز چار سو انڈے اور دو ٹوکری انجیر کھائے تھے جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ سب غلط ہے سلیمان دبلا پتلا اور نحیف وجمیل انسان تھا اور یہ ساری باتیں جو اس کی طرف منسوب ہیں گھڑی ہوئی کہانیاں ہیں جن سے اکثر شاہان عجم وعرب کے لوگوں نے بدنام کیا ہے۔

محمد بن اسحاق کا کہنا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کی وفات ارض قسرین میں وابق کے مقام پر ماہ صفر ۹۹ھ میں جمعہ کے دن

ہوئی۔ اس نے دو سال نو ماہ اور دس دن ولید کی وفات کے بعد حکومت کی۔ کہتے ہیں سلیمان کشیدہ قامت سرخ سفید نحیف اور شکیل وجیہہ انسان تھا اس کی [illegible] تھیں۔ وہ فصیح و بلیغ تھا اور نہایت عمدہ عربی بولتا تھا' متبع دین اور خیر کی طرف مائل رہتا تھا۔ حق اور اہل حق کا معاون اور خیر خواہ تھا۔ اتباع قرآن وسنت کا خاص خیال رکھتا تھا۔

جب قسطنطنیہ پہنچا تو قسم کھائی کہ جب تک اس کو فتح نہیں کرلوں گا یا موت نہ آ جائے گی یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا۔
کہا جاتا ہے کہ ایک روز سلیمان نے بڑے اہتمام سے سبز رنگ کا فرش بچھوایا' سبز عمامہ باندھا اور اپنے ماحول کو بھی سبز رنگ میں تبدیل کر کے اپنے دونوں بازوؤں کے پٹھوں کو بل دے کر کہنے لگا' میں جوان خلیفہ ہوں۔ کہتے ہیں اس نے آئینہ منگوا کر اس میں سر سے پاؤں تک اپنے اوپر ایک نظر ڈالی اور بولا میں تو جوان خلیفہ ہوں' محمد نبیؐ تھے' ابوبکر صدیقؓ تھے۔ عمرؓ فاروق تھے' عثمانؓ غنی تھے' علیؓ شجاع تھے' معاویہ رضی اللہ عنہ حلیم تھے' یزید صابر تھے۔ عبدالملک منتظم تھے' ولید جبار تھے اور میں ملک الشاب ہوں۔ کہتے ہیں اسی حالت پر ایک ماہ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک جمعہ گزرا ہو گا کہ انتقال کر گیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جب اسے بخار ہوا تو اس نے ایک لونڈی کو طلب کیا اور وضو کرنے کا ارادہ کیا' لونڈی اعضاء پر پانی ڈالتی جاتی تھی اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھی:

انت نعم المتاع لو کنت تبقی غیر ان لا بقاء لا الانسان

''تو بڑا عمدہ سرمایہ ہے' کاش تو زندہ رہتا مگر انسان کو بقاء کہاں ہے''

انت خلوا من العیوب ومما یکرہ الناس غیر انک فان

''تو تمام عیبوں سے پاک ہے اور ان تمام برائیوں سے بری ہے جن کو لوگ برا سمجھتے ہیں بجز اس کے کہ تو فانی ہے''

کہا جاتا ہے کہ سلیمان نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک مرج الموافق سے نہیں جائے جب تک قسطنطنیہ کی فتح کی خبر اس کے کانوں میں نہیں آ جائے گی۔ لیکن بتقاضائے الٰہی اس کو اس خبر سے پہلے ہی مرنا تھا' وہ مرض الموت میں تھا اور گلے سے آواز بھی صاف نہیں نکل رہی تھی مگر پھر بھی کہہ رہا تھا:

ان بنی صغار افلح من کان له کبار

''میرے بچے تو چھوٹے ہیں جس کے بچے بڑے ہیں وہی کامیاب ہے''

اس کے جواب میں عمر بن عبدالعزیز کہتے جاتے تھے' قد افلح المومنون ''مومن ہی کامیاب رہتے ہیں اے امیر المومنین اور پھر یہ شعر پڑھتے جاتے تھے:

ان بنی صبیة صیفون قد افلح من کان له ولعیون

''میرا بیٹا بیٹی پاکیزہ اخلاق ہیں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جن کے بچے افضل واعلیٰ ہوں''

سلیمان کے بارہ میں معلوم ہوا ہے آخری کلمات جو اس کی زبان سے ادا ہوئے وہ یہ تھے:

''اے رحیم و کریم تیرے در کا سوالی ہوں' تو میری حالت کو بدل دے''۔

اور اس کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

خلافت عمر بن عبد العزیز

ابن جریر نے رجاء بن حیوہ کے متعلق جو بنی امیہ کا وزیر مشورہ بھی رہا ہے لکھا ہے کہ ایک دن سلیمان نے اپنی موت سے قبل اس سے اپنے کم سن لڑکے کو حکمران بنانے کے متعلق مشورہ طلب کیا تو ابن حیوہ نے اس سے کہا کہ امیر المومنین کو چاہیے کہ قبر میں آرام سے سونے سے پہلے وہ کسی نیک اور صالح انسان کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور دے دیں لیکن جب اس نے اپنے بیٹے داؤد کے بارہ میں اس سے مشورہ طلب کیا تو وہ کہتا ہے میں نے امیر المومنین کو جواب دیا وہ قسطنطنیہ گیا ہوا ہے اور آپ کی نظروں سے غائب ہے۔ نہ معلوم زندہ بھی ہے یا نہیں۔ اس پر سلیمان نے کہا پھر تمہاری نظر میں کون ہے؟ میں نے جواباً کہا جو امیر المومنین کی رائے ہو۔ اس پر امیر المومنین نے کہا عمر بن عبد العزیز کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا' میں ان میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھتا ہوں اور ہر طرح سے اہل سمجھتا ہوں۔ لیکن ان کے بارہ میں مجھے اندیشہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ آپ کے بھائی بندان کے لیے راضی نہ ہوں گے۔ اس پر امیر المومنین نے کہا قسم ہے خدا کی اس منصب کے لیے وہی بہت مناسب ہیں اور اسکے بعد امیر المومنین نے ولی عہدی کا یزید بن عبد الملک کے لیے بھی اشارہ دیا تاکہ بنی مروان اس پر راضی ہو جائیں اور پھر خط لکھایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط عبد اللہ سلیمان بن عبد الملک کی جانب سے عمر بن عبد العزیز کے لیے لکھا گیا ہے

اما بعد! میں نے انہیں خلافت کے لیے اپنے بعد نامزد کیا ہے اور ان کے بعد یزید بن عبد الملک کو۔ اس لیے تم لوگ سنو اور اطاعت کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اختلاف سے بچتے رہو تاکہ دشمن تم سے ڈرتا رہے"۔

اس خط کو بند کر کے اور مہر لگا کر کعب بن حامد العبس صاحب الشرطہ کے پاس اس ہدایت کے ساتھ بھیجا گیا کہ میرے اہل بیت کو جمع کرو اور ان کو حکم دو کہ وہ اس خط کے مطابق عمل کرتے ہوئے بیعت کریں اور جو کوئی انکار کرے اس کی گردن اڑا دو۔

اس خط کو سننے کے بعد بنو مروان میں عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے بارہ میں مخالفت ہوئی اور عمر بن عبد العزیز بھی بخوشی اس کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے لیکن بہت سے لوگوں کے اصرار پر بمشکل راضی ہو گئے۔

بہر حال ۹۹ھ میں بروز جمعہ ماہ محرم اور بعض روایات کے مطابق ماہ صفر میں ان کی خلافت کی بیعت ہوگئی۔ عمر بن عبد العزیز کی خلافت ایک طرح سے خلافت راشدہ کا احیاء اور اسلامی تہذیب وثقافت اور قرآنی احکام اور سنت رسولؐ اور اسلامی تعلیمات کے نشاۃ ثانیہ کا دور کہلاتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں عمر بن عبد العزیز پانچویں خلیفہ راشد شمار ہوتے ہیں۔ ان کے دور میں امور دور کی بہت سی بدعنوانیاں ختم ہوئیں اور دینداری اور تقویٰ اور شعائر دین کا احترام عام طور پر لوگوں میں پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ جب بھی خطبہ دیتے تھے لوگوں کو تقویٰ کی زندگی اختیار اور فواحشات سے بچنے کی تلقین کرتے تھے۔ ایک روز خطبہ کے دوران انہوں نے کہا' اے لوگو! میرا نفس ہمیشہ اعلیٰ کی خواہش رکھتا ہوئے مجھے خلافت ملی تو اب مجھے اس سے اعلیٰ کے حصول یعنی جنت حاصل کرنے کی خواہش ورغبت پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تم پر رحم کرے تم میری اس مقصد کے حصول میں مدد کرو۔

جب عمر بن عبدالعزیز نے ارض روم قسطنطنیہ سے [illegible] مسلمہ بن عبدالملک وغیرہ کو بھیجا اور وہاں ان کو مشکل حالات پیش آئے اور سامان خورد ونوش کی پریشانی لاحق ہوئی تو انہوں نے ان کو کچھ دنوں کے لیے ارض شام میں اپنے گھروں میں واپس آنے کی ہدایت کی اور ان کے لیے بہت سا سامان خورد ونوش اور تقریباً پانچ سو گھوڑے بھیجے جس سے لوگ بہت خوش ہوئے۔ اس سال ترکوں نے آذربائیجان پر چڑھائی کر کے بڑا قتل وغارت کیا اور بہت سے مسلمان مار ڈالے جس کی طرف حاتم بن النعمان الباہلی نے خصوصی توجہ مبذول کی اور ان غارت گر ترکوں کو کیفر کردار کو پہنچا کر دم لیا۔ چنانچہ ان میں سے بہت کم ہی لوگ اس کے ہاتھ سے بچ پائے۔ ان کے بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیج دیا' اس وقت وہ خناظرہ میں مقیم تھے۔ لوگ بنی امیہ کے دور میں نماز میں تاخیر کرنے اور دیر سے پڑھنے کے عادی ہو گئے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے خلافت کی عنان سنبھالتے ہی اس خرابی کی طرف توجہ دی اور مسلمانوں کو اول وقت نماز پڑھنے اور نماز کے متعلق غفلت اور سستی سے باز رہنے کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔ اس کے لیے عمر بن عبدالعزیز کی مؤذنوں کے لیے خصوصی ہدایات تھیں۔ چنانچہ عثمان الرحی الحمصی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کے ایک مؤذن کو نماز میں ان پر سلام پڑھتے ہوئے سنا جو کہہ رہے تھے السلام علیکم یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علی الصلوۃ حی علی الفلاح' الصلوۃ قد قاربت' اے امیر المومنین آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں' نماز کے لیے آ ؤ' فلاح کے لیے آ ؤ' نماز کا وقت قریب آ گیا ہے۔

اسی سال عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن مہلب کو عراق کی امارت سے معزول کر دیا اور عدی بن ارطاۃ الفزاری کو بصرہ کا امیر مقرر کر دیا اور حسن بصری کو بصرہ کا قاضی بنا دیا اور جب انہوں نے ان سے استعفیٰ طلب کیا تو انہوں نے بلا پس وپیش استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ ایاس بن معاویہ کو متعین کر دیا اور کوفہ کی امارت عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کو مامور کیا اور ان کے ساتھ ابوالزناد کاتب کو بھی بھیج دیا اور عامر الشعبی کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ واقدی نے لکھا ہے کہ وہ کوفہ میں عمر بن عبدالعزیز کی مدت خلافت تک قاضی رہے اور خراسان کی امارت کے لیے جراح بن عبداللہ الحکمی کو منتخب کیا گیا اور مکہ کا نائب عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن امیہ کو بنایا گیا اور مدینہ کی امارت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے سپرد ہوئی جنہوں نے اس سال لوگوں کو حج بھی کرایا اور عمر بن عبدالعزیز نے مصر کی گورنری سے عبدالملک بن وداعۃ کو رخصت کر کے اس کی جگہ ایوب بن شرحبیل کو مقرر کیا اور جعفر بن ربیعہ' یزید بن ابی حبیب اور عبیداللہ بن ابی جعفر کو بیلف مقرر کیا کیونکہ یہ تینوں آدمی لوگوں کو فتنوں میں مبتلا کرتے تھے اور افریقہ اور بلاد مغرب کے لیے اسماعیل بن عبداللہ المخزومی کو عامل مقرر کیا جو اچھے کردار کی شخصیت تھے چنانچہ ان کی ولایت کے دور میں بلاد مغرب کے بہت سے لوگ مسلمان بھی ہوئے۔

جو لوگ اس سال انتقال کر گئے

الحسن بن محمد حنفیہ:

یہ جلیل القدر تابعی تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ارجاء کی بابت گفتگو کی۔ پہلے گزر چکا ہے کہ ان کا انتقال ۹۵ھ میں ہوا۔ خلیفہ نے ذکر کیا ہے کہ ان کا انتقال عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں ہوا۔ لیکن ہمارے شیخ الذہبی نے الاعلام

میں ذکر کیا ہے کہ وہ اسی سال فوت ہوئے۔ واللہ اعلم۔

عبداللہ بن محریز بن خبادہ بن عبید

یہ بزرگ قرشی جمحی اور مکی گزرے ہیں۔ بیت المقدس بھی گئے تھے جلیل القدر تابعی ہیں انہوں نے ام ابی محذورہ موذن کے شوہر عبادہ بن صامت ابوسعید اور معاویہ سے روایات بیان کی ہیں اور ان سے خالد بن معدان مکحول حسان بن عطیہ زہری اور دوسروں نے بیان کی ہیں۔ ان کے ثقہ ہونے کے متعدد لوگوں نے توثیق کی ہے اور آئمہ کی ایک جماعت نے ان کی تعریف و توصیف کی ہے۔ حتیٰ کہ رجاء بن حیوۃ نے کہا ہے اگر ہم پر اہل مدینہ ابن عمرؓ جیسے لوگوں کے ثناخوان ہیں اور ان کے باعث ہم پر فخر کرتے ہیں تو ان پر ہم بھی عبداللہ بن محریز جیسے عابد کی وجہ سے فخر کرتے ہیں۔ ان کے کسی لڑکے نے بتایا کہ وہ ہر جمعہ کو قرآن پاک ختم کرلیا کرتے تھے اور فراش ان کے لیے فرش بچھا تا تھا تو اس پر نہیں سوتے تھے۔ فتنہ وفساد سے بہت دور رہتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کبھی باز نہیں آتے تھے اپنی اچھی باتیں اور عمدہ اخلاق کا کبھی تذکرہ تک بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ اگر کسی امیر یا گورنر کو ریشمی لباس پہنتے دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے تھے اور جب وہ کہتے تھے کہ ہم یہ امیر المومنین کی خاطر پہن کر آئے ہیں تو ابن محریز امیر المومنین سے مخاطب ہو کر کہتے تم بھی مخلوق کی طرح خدا کے خوف سے کبھی بے نیاز نہ رہو۔

اوزاعی کا بیان ہے جو کوئی مقتدی ہو اس کو اسی کی طرح اقتداء کرنا چاہیے اور ایسی قوم کبھی گمراہ نہیں ہوسکتی جو اس جیسی ہو۔ یہ ولید کے زمانہ میں وفات پا گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا انتقال عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں ہوا۔ ذہبی نے الاعلام میں بیان کیا ہے کہ ان کا انتقال اسی سال ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ایک مرتبہ محریز ایک بزاز کی دکان میں کپڑا خریدنے کی غرض سے داخل ہوئے اس کے دام دکاندار نے بتا دیئے اس پر اس کے پڑوسی نے کہا افسوس ہے تجھ پر یہ محریز ہے۔ قیمت کم کر یہ سن کر محریز نے غلام کا ہاتھ پکڑ کر کہا چلو ہم یہاں پیسہ دے کر خریداری کرنے آئے ہیں اپنا دین دے کر کچھ نہیں خریدنا ہے یہ کہہ کہ دکان سے چلے گئے۔

محمود بن لبید بن عقبہ

ابونعیم الانصاری الاشہلی رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے آپؐ سے احادیث بھی روایت کی ہیں لیکن ان کا حکم ارسال کا ہے۔ بخاری نے کہا ہے ان کو صحبت رسولؐ کا شرف بھی حاصل ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا ہے وہ محمود بن ربیع سے اچھے ہیں۔ کہا جاتا ہے ان کا انتقال ۹۶ھ یا ۹۷ھ میں ہوا۔ اور ذہبی نے الاعلام میں لکھا ہے کہ ان کا انتقال اسی سال ہوا۔ واللہ اعلم بالیقین۔

نافع بن جبیر بن مطعم

ابن عدی بن نوفل القرشی النوفلی المدنی اپنے باپ، عثمانؓ، علیؓ، عباسؓ، ابوہریرہؓ اور عائشہؓ وغیرہ سے روایات بیان کی ہیں اور ان سے تابعین کی ایک جماعت نے روایات بیان کی ہیں۔ یہ ثقہ عابد تھے اور اکثر پیدل حج کرتے تھے اور کبھی سواری پر بھی حج

کر لیتے تھے۔ ان کا انتقال مدینہ میں ۹۹ھ میں ہوا۔

کریب بن مسلم

یہ ابن عباس کے غلام تھے۔ انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی ایک جماعت سے روایات بیان کی ہیں۔ ان کے پاس کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ کار ہائے خیر اور دیانت میں مشہور تھے اور ثقہ لوگوں میں تھے۔

محمد بن جبیر بن مطعم

اشراف اور علماء قریش میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی بھی بہت سی روایات ہیں۔ ان کا مدینہ میں انتقال ہوا ان کی عمر ۹۳ سال ہوئی۔

مسلم بن یسار

یہ ابو عبداللہ البصری ہیں۔ اپنے زمانہ میں فقیہہ اور زاہد تھے۔ انہوں نے بہت سی روایات بیان کی ہیں۔ ان کے زمانہ میں ان پر کسی کو فضیلت حاصل نہ تھی۔ عالم وزاہد تھے اور خشوع وخضوع کے ساتھ بکثرت نمازیں پڑھتے تھے۔

کہا جاتا ہے ایک دن یہ اپنے گھر میں بہ حالت نماز جلے ہوئے پائے گئے اور کسی کو اطلاع نہ ہوئی۔ مرحوم کے مناقب وفضائل بہت ہیں۔ ایک مرتبہ مسجد کا ایک حصہ گر گیا۔ بازار کے تمام لوگ اس کے انہدام سے دہشت زدہ ہو گئے، لیکن یہ اس حالت میں بھی اطمینان سے نماز میں مشغول رہے۔ ان کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ان کو سجدہ میں کہتے ہوئے سنا ہے اے اللہ! میں تجھ سے کب ایسی حالت میں ملاقات کروں گا کہ تو مجھ سے راضی ہوگا۔ یہ کہہ کر پھر دعا میں مشغول ہو جاتے اور کہتے جاتے میں تجھ سے کب ملاقات کروں گا کہ تو مجھ سے راضی ہوگا۔ ان کی حالت نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بھی نمازی کی سی ہمیشہ معلوم ہوتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر وقت نماز کی حالت میں ہیں۔ ان کے حال اور مختصر سوانح ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔

حنش بن عمرو الصنعانی

یہ افریقہ اور بلاد مغرب کے حکمران تھے اور بالآخر افریقہ میں ہی بحیثیت غازی وفات پا گئے۔ انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت سی روایات بیان کی ہیں۔

خارجہ بن زید

یہ ابن الضحاک الانصاری المدنی فقیہہ ہیں۔ یہ مدینہ کے مفتی تھے۔ مدینہ کے متعدد فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ علم الفرائض کا بہت اچھا علم رکھتے تھے اور تقسیم الوراثت میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کا شمار سات فقہاء میں ہوتا تھا جن کے فتویٰ پر دار و مدار سمجھا جاتا تھا۔

۱۰۰ھ کا آغاز

امام احمد نے نعیم بن ابی حاجیہ کی روایت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دن ابن مسعودؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا تم کہتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں پر سو سال نہیں گزریں گے کہ زمین پر مطمئن ہوں گے اور اس امت کو فراخی و وسعت سو سال بعد ہوگی۔ اس کو صرف احمد نے بیان کیا ہے۔ ایک روایت میں اپنے بیٹے عبداللہ سے حضرت علی کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔ اے چوزے تو نے یہ بات کہی ہے کہ سو سال گزرنے نہیں پائیں گے اور اس سرزمین کا کوئی زندہ شخص آبدیدہ نظر نہیں آئے گا اور یہ کہ اس امت کو فراخی سو سال بعد حاصل ہوگی۔ ایسا ہی صحیحین میں ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ لوگوں نے اس کے مفہوم کی غلط تعبیر کی ہے' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب ان الفاظ سے اپنے دور کی صدی کے گزرنے سے ہے۔ اس سال کچھ لوگ عراقی حکومت کے حلقہ اطاعت سے نکل گئے تو عمر بن عبدالعزیز نے عراق کے نائب عبدالحمید کو لکھا کہ ایسے لوگوں کو نرمی اور بھائی چارگی سے دعوت الی الحق دو اور ان کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آؤ اور جب تک وہ فتنہ و فساد برپا نہ کریں ان سے جنگ نہ کی جائے اور عمر بن عبدالعزیز نے اپنے چچازاد بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو جزیرہ سے ان مفسد خارجیوں سے لڑنے کے لیے بھیجا اور اللہ نے اس کو ان پر غلبہ عنایت کیا۔

عمر بن عبدالعزیز نے خارجی لیڈر بسطام کو کہلوایا کہ آخر کیوں وہ خروج پر مائل ہوا ہے۔ اگر تو غصہ اور عناد کی بناء پر بلاوجہ صرف حصول اقتدار کے لیے محاذ آرائی پر آمادہ ہوا ہے تو میں تجھ سے زیادہ حق دار ہوں اور اس بارہ میں تو مجھ سے زیادہ اہل بھی نہیں ہے۔ اگر تو چاہے تو میں تجھ سے اس موضوع پر مناظرہ کرنے کو بھی تیار ہوں۔ چنانچہ خارجی لیڈر نے اپنے کچھ لوگوں کو عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجا جن میں سے عمر بن عبدالعزیز نے دو آدمیوں کو بات چیت کرنے کے لیے منتخب کر لیا اور ان سے سوال کیا آخر آپ لوگ کس بات کا انتقام چاہتے ہیں؟ ان دونوں نے جواب دیا' یزید بن عبدالملک کو تمہارے بعد خلیفہ کیوں نامزد کر دیا گیا ہے؟ اس پر عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا' میں نے اس کو خلیفہ نہیں بنایا' کسی اور نے بنایا ہے اس پر ان دنوں نے کہا تمہارے بعد امت اس کے امین بنانے پر کیسے رضامند ہوگی؟ عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا تم مجھے اس جواب کے لیے تین دن کی مہلت دو۔ کہا جاتا ہے بنی امیہ نے انہیں زہر دلوا دیا تاکہ معاملہ ان کے ہاتھ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل نہ جائے۔ واللہ اعلم۔

اسی سن میں ولید بن ہشام المعیطی اور عمرو بن قیس الکندی نے اہل حمص سے جنگ کی۔ یہ جنگ صائفہ میں ہوئی تھی اور اسی سال عمر بن عبدالعزیز نے عمر بن ہبیرہ کو الجزیرہ کا حاکم بنایا اور اسی سال یزید بن مہلب کو عراق عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھجوا دیا گیا اور ان کو بصرہ کے نائب عدی بن ارطاۃ نے موسیٰ بن وجیہہ کے ہمراہ بھیجا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز یزید بن مہلب اور اس کے اہل بیت سے سخت کبیدہ خاطر تھے کیونکہ وہ ان کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ ظالم اور جابر ہیں اور اسی لیے مجھے سخت ناپسند ہیں۔ چنانچہ جب یزید بن مہلب عمر بن عبدالعزیز کے سامنے پہنچا تو عمر بن عبدالعزیز نے اس رقم کا مطالبہ کیا جو اس نے اس سے قبل سلیمان کو بھیجنے کے لیے لکھا تھا۔ اس مطالبہ پر یزید نے عمر بن عبدالعزیز کو جواب دیا کہ میں نے وہ بات سلیمان کو صرف اپنے دشمنوں پر رعب

ڈالنے کے لیے لکھ دی تھی ورنہ میرے اور سلیمان کے درمیان رقم کا کوئی سوال ہی نہیں تھا اور میں سلیمان کے نزدیک اپنے مقام ومرتبہ کو پہنچا تا تھا۔ یزید کا یہ جواب سن کر عمر بن عبدالعزیز نے کہا میں تم سے ادھر ادھر کی بات نہیں سنتا ہوں اور میں تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک مسلمانوں کا پیسہ جمع نہ کرادو اور پھر اس کے جیل بھیجنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن مہلب کی جگہ خراسان کی امارت پر الجراح بن عبداللہ الحکمی کو بھیج دیا۔

تھوڑی دیر بعد یزید بن مہلب کا بیٹا مخلد بن یزید عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ کا یہ بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے آپ جیسے شخص کو اس امت کا امیر المومنین بنایا ہے‘ ہم آپ سے محروم ہو کر بدبخت نہیں ہوں گے۔ آپ نے کس جرم میں اس بوڑھے (باپ) کو جیل میں بھیج دیا ہے‘ میں اس کی طرف سے مصالحت کے لیے آیا ہوں۔ کیا آپ اس پر راضی ہیں؟ عمر بن عبدالعزیز نے کہا میں تجھ سے اس وقت تک کوئی صلح کی بات نہیں کروں گا جب تک قوم کی امانت اور مطلوبہ رقم نہ مل جائے۔ مخلد نے کہا یا امیر المومنین! اگر آپ کے پاس اس کے ثبوت ہیں جو آپ کہتے ہیں‘ کوئی شہادت ہے تو خیر ورنہ اس کی قسم کا یقین کیجیے اور اس کی طرف سے مجھ سے صلح کی بات پر توجہ دیجیے۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں‘ اس کے پاس جو کچھ مسلمانوں کا پیسہ ہے وہ میں سب لوں گا۔ یہ سن کر مخلد بن یزید عمر بن عبدالعزیز کے پاس چلا گیا اور کچھ دنوں کے بعد خبر آئی کہ وہ مر گیا۔ اس کی موت کی خبر سن کر عمر بن عبدالعزیز نے کہا بیٹا باپ سے بہر حال بہتر تھا اور پھر عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ یزید بن مہلب کو بالوں کا جبہ پہنا کر اونٹ پر بٹھا کر اس جزیرہ تک لے جایا جائے جہاں فاسقوں کو جلاوطن کیا جاتا ہے۔ یہ سن کر کچھ لوگوں نے یزید بن مہلب کے لیے سفارش کی تو اس کو پھر دوبارہ قید خانہ بھیج دیا گیا ابھی وہ جیل ہی میں تھا کہ عمر بن عبدالعزیز مرض الموت میں مبتلا ہو کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ یہ سن کر یزید بن مہلب جب کہ وہ بیمار تھا جیل سے نکل بھاگا۔ اس سال عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ الحکمی کو خراسان کی امارت سے ہٹا دیا تھا اور صرف ڈیڑھ سال اس کو اس عہدہ پر برقرار رکھا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ الحکمی کو صرف اس لیے اس عہدہ سے معزول کیا تھا کہ وہ نومسلم کفار سے بھی جزیہ وصول کرتا تھا اور عذر یہ کرتا تھا کہ وہ جزیہ کے ڈر سے مسلمان ہوئے ہیں چنانچہ وہ اس عمل سے بیزار ہو کر بدستور کفر پر قائم رہے اور انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ عبداللہ الحکمی کو معزول کرنے سے قبل عمر بن عبدالعزیز نے اس کو لکھا کہ اللہ نے اپنے نبی کو داعی اور مبلغ بنا کر بھیجا تھا ظلم کرنے اور مال جمع کرنے کے لیے نہیں بھیجا تھا اور پھر اس کی جگہ عبدالرحمٰن بن نعیم القشیری کو حرب کا‘ عبدالرحمٰن بن عبداللہ کو خراج کا انچارج بنا دیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے فرمان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی اپنے تمام عمال کو ہدایات جاری کیں اور حق کی وضاحت اور شر سے بچنے‘ خوف خدا دل میں رکھنے اور بندگان خدا کے لیے احساس جواب دہی کے ساتھ خدمت کرنے کی تلقین کی۔

اس خط یا فرمان میں عبدالرحمٰن بن نعیم القشیری کے نام بھی عمر بن عبدالعزیز نے جو کچھ لکھا تھا وہ یہ ہے۔ اے عبدالرحمٰن پہلے خود اللہ کا بندہ بن اور اس کے بعد اس کے بندوں کا ناصح اور خیر خواہ رہ اور اس بارہ میں کسی کی ملامت کبھی پرواہ نہ کر کیونکہ اللہ ہم سب سے اور سارے انسانوں سے زیادہ اہم ہے اس کا حق بھی سب سے بڑا ہے۔ مسلمانوں کے کسی امر کا تجھے بجز خیر خواہی اور

نصیحت کے کوئی حق نہیں پہنچتا ہے جو کچھ تیرے سپرد ہے اس میں ادائے امانت کا خاص طور سے خیال رکھے۔غیر حق اور گمراہی کے راستہ پر چلنے سے بہت دور رہ کیونکہ خدا سے کوئی شخص مخفی نہیں ہے۔ اس سے بچ کر نکلنے اور کسی دوسرے کے پاس پناہ لینے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔غرض کہ اس قسم کی نصائح اور ہدایات عمر بن عبدالعزیز اپنے دور خلافت میں اپنے تمام عمال و حکام کو وقتاً فوقتاً بھیجتے رہتے تھے۔

امام بخاریؒ نے صحیح میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن عدی کو ایک مرتبہ لکھا کہ ایمان کے کچھ فرائض کچھ قیود و شرائع اور کچھ طور طریقے ہیں۔جس شخص نے ان کی تکمیل کی اس نے ایمان کی تکمیل کی اور جس نے ان کی تکمیل نہیں کی اس نے ایمان کی تکمیل نہیں کی۔اگر میں زندہ رہا تو تم سے ان چیزوں کو بیان کرتا رہوں گا تا کہ تم ان پر عمل پیرا رہو اور اگر مر گیا تو میں تمہاری صحبت کا حریص نہیں۔

اس سال دعوت بنوالعباس کا آغاز ہوا

اور اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے جب وہ وہ اس سرزمین میں مقیم تھا جو اس نے خرید لی تھی' اپنی طرف سے ایک شخص میسرہ نامی کو عراق بھیجا اور اسی دوران اس نے ایک دوسرا گروہ خراسان بھیجا جہاں جراح بن عبداللہ الحکمی معزول ہونے سے پہلے حکمران تھا۔اس گروہ میں محمد بن خنیس' ابوبکر بن عکرمہ السراج' جہان العطاء جو ابراہیم بن مسلمہ کا ماموں تھا۔ان لوگوں کو محمد بن علی نے اپنے پاس آنے اور اہل بیت سے ملاقات کی دعوت دی۔چنانچہ ان میں سے کچھ آدمی محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے آ کر ملے۔جن سے مل کر وہ بے حد خوش ہوا اور ان لوگوں کو اپنا ہم راز بنالیا' یہ گویا ابتداء تھی بنوعباس کی حکومت کی داغ بیل پڑنے کی اور بنوعباس کی حکومت کی ابتدائی کامیابی کے آثار محمد بن علی بن عبداللہ وغیرہ کو اس لیے خصوصیت سے نظر آنے لگے تھے کہ عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے بعد بنوامیہ کی حکومت میں اضمحلال وانحطاط کے آثار پیدا ہونے لگے تھے جس کا حال آگے چل کر معلوم ہوگا۔اس موقع پر ابوعکرمہ السراج کے باپ ابومحمد الصادق نے موقع غنیمت سمجھ کر محمد بن علی بن عبداللہ کے بارہ نقیب ومحافظ مقرر کر دیئے جن کے نام یہ ہیں: سلیمان بن کثیر خزاعی' الاہنر بن قریظ التمیمی' قحطبہ بن شبیب الطائی' موسیٰ ابن کعب التمیمی' خالد بن ابراہیم' ابوداؤد بن بنی عمرو بن شیبان بن ذہل' القاسم بن مجاشع التمیمی' عمران بن اسماعیل ابوالنجم مولیٰ لال ابی مغیط' مالک بن الہیثم الخزاعی' طلحہ بن زریق الخزاعی' عمرو ابن اعین ابوہنرہ فزاعہ کا غلام' شبل بن طہمان ابوعلی الہروی بنی حنیفہ کا غلام اور عیسیٰ ابن اعین فزاعہ کا غلام اس نے ستر مزید آدمی اس کے لیے بھرتی کر لیے اور ان سب کی بابت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو لکھ کر مطلع کر دیا اور ان کے کردار وسیرت اور جذبہ قربانی کا تذکرہ بھی اس کو لکھا۔اس سال ابوبکر بن محمد بن حزم نائب مدینہ نے لوگوں کو حج کرایا اور جو لوگ معزول ہوئے تھے ان کو چھوڑ کر دوسروں کو بھی حج کرایا۔اس سال عمر بن عبدالعزیز خلافت کے کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے حج نہیں کر سکے لیکن وہ مدینہ خطوط کے ذریعہ اپنے نائب کو حکم دیتے تھے کہ وہ ان کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر درود وسلام پڑھے۔اس کا ذکر بھی بعد میں آئے گا۔

اس سال جو لوگ انتقال کر گئے

سالم بن ابی الجعد الاشجعی:

زیاد، عبداللہ، عبیداللہ، عمران اور مسلم کے بھائی تھے، یہ جلیل القدر تابعی گزرے ہیں انہوں نے ثوبان، جابر، عبداللہ بن عمر، نعمان بن بشیر وغیرہ سے روایات بیان کی ہیں اوران سے قتادہ، اعمش اور دوسرے لوگوں نے روایات بیان کی ہیں۔ یہ ثقہ اور سخی بزرگ تھے۔

ابوامامہ سہل بن حنیف:

یہ انصاری اوسی اور مدنی ہیں، رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کو دیکھا اور اپنے باپ، عمرؓ، عثمانؓ، زید بن ثابتؓ، معاویہ اور ابن عباسؓ سے حدیثیں بیان کی ہیں اور خود ان سے بھی زہری، ابن حازم اور ایک جماعت نے احادیث بیان کی ہیں۔ زہری نے بیان کیا ہے یہ انصاریوں میں ذی مرتبت اور عالم تھے، ان کے بیٹے بدر کی جنگ میں شریک تھے یوسف بن الماجشون نے عتبہ بن مسلم کے حوالہ سے کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مخالفین نے ان کو جمعہ کی نماز کے لیے جانے سے روک دیا تو ان کی جگہ جمعہ کی نماز ابوامامہ سہل بن حنیف ہی نے پڑھائی تھیں ان کا انتقال ۱۰۰ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم۔

ابوالزاہراویہ حدیر بن کریب الحمصی:

جلیل القدر تابعی گزرے ہیں۔ انہوں نے ابوامامہ صدی بن عجلان اور عبداللہ بن بسیر کو سنا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ابوالدرداء کا زمانہ بھی پایا ہے۔ لیکن صحیح بات تو یہ ہے کہ ان کی ابوالدرداء اور خذیفہ سے روایات مرسل ہیں۔ ان کے اہل بلد نے ان سے احادیث بیان کی ہیں۔ ابن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ لیکن ان کی عجیب تر وہ روایت وہ ہے جو انہوں نے قتیبہ کے قول کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ ان سے ابی الزاہراویہ نے بیان کیا کہ میں غنودگی کی حالت میں بیت المقدس کے گنبد میں بیٹھا تھا کہ مسجد کے خادموں نے دروازہ بند کر دیا اور مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں نے فرشتوں کی تسبیح کی آوازیں سنیں اور میں دہشت زدہ ہو کر اچھل پڑا۔ اچانک فرشتوں نے صف بندی کر لی تو میں بھی ان کی صف میں شامل ہو گیا۔ ابوعبیدہ وغیرہ نے کہا ہے کہ ان کا انتقال ۱۰۰ھ میں ہوا۔

ابوطفیل عامر بن واثلہ:

یہ ابن عبداللہ بن عمرو اللیثی الکنانی ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے آخری دیدار کرنے والوں میں ہیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے وقت موجود تھے۔ کہتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کعبہ میں رکن کو چھڑی کی موٹھ سے بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ نبی ﷺ کی کیفیت بھی بیان کرتے تھے۔ انہوں نے ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، معاویہؓ، ابن مسعودؓ سے روایات بیان کی ہیں اور خود ان سے زہری، قتادہ، عمرو بن دینار، ابوالزبیر اور تابعین کی ایک جماعت نے احادیث بیان کی ہیں۔ یہ علی ابن ابی طالب کے انصار میں

تھے اس لیے ان کے ساتھ ان کی تمام جنگوں میں شریک تھے لیکن وہ بعض لوگوں کے انتقام کا شکار بھی ہوئے اس لیے کہ وہ مختار بن ابی عبیدہ کے ساتھ تھے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ جنگ میں حضرت علیؓ کے جھنڈے کے حامل بھی تھے اور انہی کو ان کے علمبردار ہونے کا شرف حاصل رہتا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس آ کر کہتے تھے جس نے علیؓ کو کھو دیا اس نے سب کچھ کھو دیا۔ لوگ ان سے پوچھتے تم علیؓ سے کیسی محبت کرتے ہو تو جواب دیتے ایسی محبت کرتا ہوں جیسی موسیٰ کی ماں موسیٰ سے کرتی تھی اور اگر اس میں کوتاہی ہو تو اللہ سے شکایت کروں گا۔

کہا جاتا ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ پایا تھا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے آخری ساٹھ سال ابوطفیل کی نظروں کے سامنے گزرے تھے۔ کہا جاتا ہے ۱۰۰ھ میں اور بعض لوگوں کے نزدیک ۱۰۷ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ واللہ اعلم۔ سلمہ بن حجاج کا بیان ہے یہ آخری صحابی رسولؐ تھے جن کا انتقال ۱۰۰ھ میں ہوا۔

ابوعثمان النہدی:

ان کا پورا نام عبدالرحمٰن بن مل النہدی ہے' انہوں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا تھا۔ دو مرتبہ ایام جاہلیت میں بھی حج کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان لے آئے تھے لیکن آپ کو دیکھ نہیں پائے تھے اور عمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین بار زکوٰۃ بھی ادا کر چکے تھے' آئمہ حدیث ایسے لوگوں کو مخضرمی کہتے ہیں' انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں مدینہ ہجرت کی تھی۔ چنانچہ ان سے علیؓ' ابن مسعودؓ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے احادیث سنی تھیں۔ یہ سلمان فارسی کی صحبت میں بارہ برس رہے۔ ان کی تجہیز و تکفین بھی اپنے ہاتھوں سے کی۔ ان سے تابعین کی ایک جماعت نے روایات بیان کی ہیں جن میں ایوب' حمید الطویل' سلیمان بن طرخان التیمی شامل ہیں۔

عاصم الاحول کا بیان ہے میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ہے جب سیسہ کے بنے ہوئے یغوث بت کو بلا بالوں والے اونٹ پر رکھ کر لوگ وادی میں لے جا کر کہتے تھے تمہارے رب نے تمہارے لیے یہ وادی پسند کر لی ہے اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک بھی پایا ہے' ابوعثمان النہدی کہا کرتے تھے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لایا اور تین بار زکوٰۃ بھی ادا کر چکا ہوں اور جنگ یرموک' قادسیہ' جلولاء اور نہاوند کی جنگوں میں بھی شرکت کر چکا ہوں۔ ابوعثمان صائم الدہر اور قائم اللیل تھے اس قدر نمازیں پڑھتے تھے کہ بے ہوش ہو جاتے تھے انہوں نے ساٹھ بار حج کیا تھا۔

سلیمان التیمی بیان کرتے ہیں میں اس سے اس لیے محبت کرتا ہوں کہ وہ گناہ کے قریب نہیں جاتا۔ ثابت البنانی ابن عثمان کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں' ابوعثمان کہا کرتے تھے' مجھے معلوم ہے کہ میرا رب مجھے کب یاد کرتا ہے' میں بھی اسے اسی وقت یاد کرنے لگتا ہوں۔ ثابت نے کہا' تم کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تم کو یاد کرتا ہے تو اس نے قرآن کی یہ آیت سنا دی:

﴿ فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ ﴾ ۔

میں جب خدا کو یاد کروں گا وہ بھی مجھے یاد کرے گا۔ پھر قرآن میں خدا کہتا ہے:

﴿ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ﴾.

کہا جاتا ہے ان کی عمر ایک سوتیس سال ہوئی' یہ ہشیم وغیرہ کا بیان ہے۔لیکن مدائنی وغیرہ کا قول یہ ہے کہ ان کا انتقال ۱۰۰ھ ہجری میں ہوا۔ فلاش کہتا ہے ۹۵ھ ہجری میں ہوا۔لیکن صحیح یہی ہے ان کا انتقال ۱۰۰ھ ہجری میں ہوا۔اسی سال عمر بن عبدالعزیز کا انتقال بھی ہوا۔

۱۰۱ھ کا آغاز

اس سال یزید بن مہلب نے جیل سے اس وقت بھاگنے کا پروگرام بنایا جب اس کو معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز بستر مرگ پر ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ فلاں جگہ گھوڑے اور بعض روایات کے مطابق اونٹ لے کر پہنچ جائیں اور جب اس کو سواری پہنچنے کا یقین ہو گیا تو وہ جیل سے باہر نکلا اس کے ساتھ کچھ لوگ اور بھی تھے اور اس کی بیوی عاتکہ بنت الفرات العامریہ بھی تھی۔ یزید جب اپنی سواری پر وہاں سے چل نکلا تو اس نے عمر بن عبدالعزیز کو اس مضمون کا خط لکھا ہے کہ میں خدا کی قسم تمہاری بیماری کی اطلاع پانے کے باوجود جیل سے فرار نہ ہوتا لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ یزید بن عبدالملک مجھے اپنے ارادہ کے مطابق جیل کرا دے گا اس لیے میں جیل سے باہر آ گیا۔

جب عمر بن عبدالعزیز کو یزید مہلب کے جیل سے فرار ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یزید اس امت کو کوئی گزند یا نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی شرارت سے اس امت کو محفوظ رکھنا۔ اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز کے مرض میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا اور وہ خناضرہ کے مقام پر جو حما اور حلب کے درمیان واقع ہے جمعہ کے دن انتقال کر گئے۔ اس وقت ان کی عمر چالیس سال سے کچھ متجاوز تھی۔ بعض لوگوں کے نزدیک ان کا انتقال ۱۰۰ھ میں ہوا اور بعض کے نزدیک ۱۰۱ھ میں ہوا۔ تاریخ وفات ۲۵ رجب ۱۰۱ھ اور بدھ کا دن تھا۔ ان کی مدت خلافت مشہور قول کے مطابق دو سال پانچ ماہ اور چار دن تھی۔ عمر بن عبدالعزیز امام عادل' انصاف پسند حاکم اور نہایت متقی و پرہیز گار' خلیفہ راشد گزرے ہیں جو عدل و انصاف کے تقاضوں اور اسلامی شریعت کے نفاذ میں کسی امر کی پرواہ نہیں کرتے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سوانح حضرت عمر بن عبدالعزیز المشہور رحمۃ اللہ علیہ

عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن الشمس بن عبد مناف ابوحفص القرشی الاموی المعروف ومشہور امیر المومنین ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ ام عاصم لیلیٰ بنت عاصم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تھیں کہا جاتا ہے بنی مروان میں سب سے زیادہ غیر محتاط اور باعتبار ناقص عدل تھے۔ ان کے ناقص ہونے کا ذکر بعد میں آئے گا۔ عمر بن عبدالعزیز نہایت جلیل القدر تابعی تھے' انہوں نے انس بن مالک' سائب بن یزید' یوسف بن عبداللہ بن سلام' یوسف صحابی صغیر اور بہت سے دیگر تابعین سے روایات بیان کیں اور ان سے بھی تابعین وغیرہ کی جماعت نے روایات بیان کی ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز کی بیعت خلافت ان کے ابن عم کے بعد عمل میں آئی تھی عمر بن عبدالعزیز کی پیدائش ۶۱ھ ہے۔ جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی ان کے بھائی تو بہت سے تھے لیکن ان کے حقیقی بھائی ابوبکر' عاصم اور محمد تھے۔ بکیر نے لیث کی روایت بیان کی ہے کہ عبدالرحمٰن بن شرحبیل بن حسنہ ایک آدمی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے خواب میں عمر بن عبدالعزیز کو پیدا ہوتے دیکھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان کوئی منادی اعلان کر رہا ہے تمہارے پاس ایک نرم خو انسان آیا ہے جو دین اور عمل صالح کی نمازیوں کو تلقین لے کر آیا ہے۔ جب میں نے اس سے پوچھا وہ شخص کون ہے تو زمین پر تین حرف لکھ دیئے۔ ع۔ م۔ ر۔

عمر بن عبدالعزیز کے غلام ابوعلی مروان کا بیان ہے کہ ایک روز عمر بن عبدالعزیز اپنے باپ کے اصطبل میں چلے گئے۔ وہاں گھوڑے نے ان کو لات ماردی جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ ان کے والد ان کا خون صاف کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے اگر تو بنی امیہ میں زخم خوردہ رہا تو سعید رہے گا۔ اسی طرح ضمام بن اسماعیل ابی قبیل کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن بچپن میں عمر بن عبدالعزیز رو رہے تھے ان کی ماں کو اس کی خبر ہوئی' انہوں نے ان کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا بیٹا کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا مجھے موت یاد آ رہی ہے' یہ سن کر ان کی ماں بھی رونے لگیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بچپن ہی قرآن بھی جمع کیا تھا۔ ضحاک بن عثمان الخزامی کا بیان ہے ان کے باپ نے ان کی تربیت وتادیب کے لیے صالح بن کیسان کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ جب ان کے باپ نے حج کیا تو ان کو مدینہ لے گئے۔ وہاں ان سے ایک شخص نے کہا' اس لڑکے سے زیادہ کسی کے دل میں میں نے اللہ کی ایسی عظمت نہیں پائی جیسی اس کے دل میں ہے۔

یعقوب بن سفیان کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز کو باجماعت نماز میں تاخیر ہوگئی اس پر صالح بن کیسان نے ان سے جواب طلب کیا کہ تم کس کام میں مصروف تھے کہ نماز میں شریک نہیں ہوئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کنگھی سے اپنے بال سنوار رہا تھا۔ انہوں نے کہا تم نے بالوں کی تزئین کو نماز سے مقدم سمجھا اور ان کے باپ کو مصر لکھا بھیجا' ان کے باپ نے کسی قاصد کو بھیجا اور جب تک اس نے آکر ان کے بال مونڈ نہ دیئے کلام نہ کیا۔

ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز عبیداللہ بن عبداللہ سے کسی مسئلہ پر بحث کر رہے تھے۔ عبیداللہ کو یہ خیال ہوا کہ شاید عمر بن عبدالعزیز علی کو تنقیص کر رہے ہیں' چنانچہ جب عمر بن عبدالعزیز ان کے پاس آئے تو عبداللہ سخت ناراض معلوم ہوتے تھے' انہوں نے ان سے کوئی بات نہیں کی اور نماز کے لیے نیت باندھ لی' عمر بن عبدالعزیز وہیں بیٹھے رہے اور عبداللہ کے نماز ختم کرنے کے منتظر رہے اور جب انہوں نے سلام پھیر لیا تو عمر بن عبدالعزیز سے مخاطب ہو کر کہا' تم کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر سے ناراض ہے اور ان کو معاف کر دینے کے بعد پھر ان سے ناراض ہو گیا ہے۔ یہ بات سن کر عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ سے دل سے معذرت چاہی اور کہا آئندہ مجھ سے ایسی کوتاہی نہیں ہوگی اور اس کے بعد انہوں نے کبھی علی رضی اللہ عنہ کا ذکر بجز خیر کے نہیں کیا۔

داؤد بن ابی ہند نے کہا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ہمارے پاس اس دروازہ سے داخل ہوئے اور پھر مسجد نبویؐ کے ایک دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر ایک شخص نے کہا ہمارے اوپر ایک فاسق نے اپنا بیٹا مسلط کر دیا ہے جو فرائض وسنن کی تعلیم دیتا ہے اور اس کا یہ بھی گمان ہے کہ اسے موت نہیں آئے گی تاوقتیکہ وہ خلیفہ نہ بن جائے اور عمر کی طرح زندگی نہ گزارے۔ داؤد نے کہا قسم

یہ اللہ کی وہ شخص نہیں مرا حتیٰ کہ ہم نے اس کو پایا ہے۔

زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی ذہانت اور شعور کا پتہ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم کے حریص اور ادب کی طرف بہت مائل تھے۔ جب ان کے والد مصر کے والی تھے اور وہ کم سن تھے ان کے والد نے ان کو اپنے ساتھ مصر لے جانا چاہا تو انہوں نے بڑے ادب سے اپنے باپ سے کہا' آج جو کچھ سوچ رہے ہیں وہ ٹھیک ہی ہوگا۔ لیکن جو کچھ میرے ذہن میں ہے وہ میرے اور آپ کے لیے مفید ہے۔ آپ مجھے مدینہ بھیج دیجیے میں فقہاء علماء کی صحبت میں علوم کے حصول کے ساتھ آداب زندگی اور علمی مجلس سے متعلق بہت سی باتیں سیکھ لوں گا۔ باپ نے بیٹے کی اس عمدہ تجویز سے اتفاق کرلیا اور ان کو مدینہ بھیج دیا جہاں وہ بزرگوں' فقیہوں اور مشائخ قریش کی صحبت میں رہے اور نوجوانوں کی صحبت سے گریزاں رہے حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز مزرول بہت بہت مشہور ہوگیا اور جب ان کے باپ کا انتقال ہوا تو ان کے چچا امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے ان کو اپنی اولاد کی طرح اپنے پاس رکھا اور بہت سی چیزوں میں ان کو آگے بڑھایا۔ حتیٰ کہ اپنی بیٹی فاطمہ ان کے نکاح میں دے دی۔ شاعر نے اسی موقع پر یہ شعر کہا:

بنت الخليفه والخليفه جدها اخت الخليفه والخليفه زوجها

''خلیفہ کی بیٹی اور خلیفہ کی پوتی خلیفہ کی بہن اور خلیفہ کی زوجہ محترمہ''

شاعر کا بیان ہے۔ غالباً ان صفات کی کوئی عورت آج تک ان کی نظر سے نہیں گزری۔

علبتی کہتا عمر بن عبدالعزیز پر دو چیزوں پر رشک کیا جا سکتا ہے ایک ان کی دولت' دوسرے ان کے چلنے کے انوکھے انداز پر۔ انہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مال و دولت' گھوڑے' اونٹ وغیرہ کے ساتھ اتنا کچھ باپ کے ترکہ میں سے حاصل کیا جو کم ہی لوگوں کو ملتا ہے۔ ایک دن ان کے چچا عبدالملک نے ان کی نرالی اور انوکھی چال ڈھال کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا' میرے جسم میں ایک زخم' چچا نے پوچھا' وہ جسم کے کس حصہ میں ہے؟ اس کا جو جواب انہوں نے مجبوراً چچا کو دیا' اس کو سن کر ان کے چچا نے اپنے مصاحب سے کہا' اگر یہ سوال کسی اور عرب سے کیا جاتا تو یہ جواب سننے کو نہ ملتا۔ جب عبدالملک کا انتقال ہوا تو عمر بن عبدالعزیز نے ستر دن تک اپنے معمول کے لباس کے نیچے ٹاٹ پہنے رکھا' ولید نے ان کو انہی مقامات کا اپنے عہد میں حکمران بنایا جہاں ان کے والد حکمران تھے یعنی مکہ اور مدینہ اور طائف کی ولایت ان کے پاس ۸۶ھ سے ۹۳ھ تک رہی۔ عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو اپنے عہد ولایت ۹۲ھ، ۹۳ھ میں حج بھی کرایا۔ انہوں نے اپنی مدت ولایت میں مسجد النبی کی ولید کے حکم سے تعمیر وتوسیع کرائی۔ اس دوران ان لوگوں کے ساتھ بہترین معاشرتی اور عادلانہ سلوک رہا۔ انہیں جب کوئی مشکل پیش آتی تو تمام مدینہ کے فقہاء کو جمع کرلیا کرتے تھے' ان کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ ان فقہاء کے نام یہ ہیں: عروہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ' ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام' ابوبکر بن سلیمان بن خثیمہ' سلیمان بن یسار' قاسم بن محمد بن حزم' سالم بن [illegible] سعید بن المسیب کے قول اور مشورہ کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے

حضرت انس بن مالکؓ سے ثابت ہے' وہ کہا کرتے تھے میں نے اس نوجوان کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز میں جو مشابہت رسول اللہ ﷺ کی نماز سے پائی ہے وہ مجھے کہیں اور نہیں ملی۔ عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ میں نماز پڑھاتے تھے تو قیام وقعود ہلکا اور رکوع وسجود طویل کرتے تھے اور ایک صحیح روایت کے مطابق وہ رکوع وسجود میں دس دس بار تسبیحات پڑھا کرتے تھے۔

لیث ابی النضر المدینی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلیمان کو عمر بن عبدالعزیز کے پاس سے آتے ہوئے دیکھا تو سوال کیا۔ کیا عمر بن عبدالعزیز کے پاس آ رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں' میں نے کہا کچھ تعلیم دے کر آئے ہو' اس کا جواب انہوں نے دیا' اللہ کی قسم وہ تم سب لوگوں سے زیادہ عالم اور واقف ہیں۔ میمون بن مہران کا کہنا ہے علماء عمر بن عبدالعزیز کے سامنے شاگرد معلوم ہوتے تھے۔

لیث نے بتایا مجھے ایک شخص نے جو ابن عمر اور ابن عباس کے زمانہ میں ان کا مصاحب اور الجزیرہ کا حاکم تھا' بتایا کہ ہم جو بھی مسئلہ عمر بن عبدالعزیز کے سامنے رکھتے ہیں اس کی اصل وفرع کا ان کو مفصل علم ہوتا اور علماء ان کے سامنے تلامذہ لگتے ہیں۔ عبداللہ بن طاؤس کہتے ہیں میں نے اپنے باپ اور عمر بن عبدالعزیز کو بعد نماز عشاء مسجد میں کسی گفتگو میں ایسا مشغول پایا کہ صبح ہو گئی اور جب دنوں بات چیت کر کے علیحدہ ہوئے تو میں نے بابا سے پوچھا یہ کون شخص ہے جس سے آپ بات کر رہے تھے انہوں نے جواب دیا یہ عمر بن عبدالعزیز اس گھرانہ یعنی اہل بیت میں بنی امیہ کے صالح ترین شخص ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں ہم عمر بن عبدالعزیز کے پاس صرف اس لیے آتے تھے کہ آپ کے علم سے استفادہ کریں۔

امام مالک کا کہنا ہے جب عمر بن عبدالعزیز مدینہ کی حکمرانی سے معزول ہوئے تو یہ ۹۳ھ تھا تو آپ مدینہ سے نکل کر رونے لگے اور اپنے غلام سے کہا اے مزاحم ہمیں اندیشہ ہے مدینہ نے ہمیں اس طرح نکال باہر کیا ہے جس طرح لوہے کی بھٹی لوہے کے میل کو باہر نکال کر پھینک دیتی ہے اور اس کے بعد سویداء میں اپنے مکان میں چند دنوں کے لیے قیام پذیر رہے اور اپنے عم زاد بھائی ولید کے پاس دمشق چلے گئے۔

اسماعیل بن ابی حکیم کہتے ہیں میں نے عبدالعزیز کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں جب مدینہ میں تھا کوئی آدمی مجھ سے زیادہ علم وبصیرت نہیں رکھتا تھا اور جب سے شام آیا ہوں سب کچھ بھول گیا ہوں۔ عقیل زہری کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز عمر بن عبدالعزیز نے کہا' مجھے ایک روز ولید نے دوپہر کے وقت بلوا بھیجا جب میں وہاں پہنچا تو وہ بڑے خواب موڈ میں تھا۔ اس نے مجھے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ولید بولا تم اس شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہو؟ جو خلفاء کو گالیاں دیتا ہے کیا اس کو قتل کر دیا جائے اس پر خاموش رہا۔ اس نے پھر یہی سوال کیا اور پھر میں خاموش رہا۔ پھر اس نے اپنی بات دہرائی تو میں نے کہا تو کیا امیر المومنین اس کو قتل کر دیا جائے گا؟ ولید نے کہا نہیں لیکن وہ گالیاں جو دیتا ہے اس پر میں نے کہا اسے عبرتناک سزا دی جائے گی۔ اس پر وہ غضب آلود ہو گیا اور اپنے اہل خانہ کے پاس چلا گیا۔

عثمان بن زبیر کا بیان ہے ایک روز سلیمان بن عبدالملک اپنی فوجوں کا جائزہ لینے کے لیے باہر نکلا' عمر بن عبدالعزیز بھی اس

کیا شان ہے عمر بن عبدالعزیز نے چھوٹتے ہی کہا: یہ دنیا کے ساز وسامان ہیں جو سب فنا ہو جانے والے ہیں لیکن ان کی جواب دہی سے آپ نہیں بچ سکیں گے اس کا بھی ذرا خیال رکھیں تو بہتر ہوگا۔ عرفہ کے میدان میں سلیمان اور عمر بن عبدالعزیز کو ایک ساتھ قیام کا اتفاق ہوا تو عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان سے کہا آج یہ سب ہجوم عرفات کے میدان کا آپ کی رعایا ہے لیکن انہی کے متعلق آپ سے سوال ہوگا اور یہ آپ کے خلاف دعویدار بن کر کھڑے ہوں گے تو قیامت کے دن کیا جواب دو گے؟ عمر بن عبدالعزیز کے یہ الفاظ سن کر سلیمان رو پڑا اور کہا باللہ نستعین۔ ہم اللہ کی مدد چاہیں گے۔

عمر بن عبدالعزیز کے متعلق اخبار وآثار

عبداللہ بن دینار نے حضرت ابن عمرؓ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کیسی عجیب بات ہے' لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک آل عمرؓ میں ایک ایسا شخص پیدا نہ ہوگا جو عمر کی سی زندگی گزارے گا لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا شخص بلال بن عبداللہ بن عمر ہو سکتے ہیں اور اس کے بعد ابن عمرؓ نے کہا کہ اس کے چہرہ پر نشان بھی ہوگا لیکن ایسا کوئی شخص بھی بجز عمر بن عبدالعزیز کے اور کوئی نہیں ہے انہی کی والدہ عاصم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب کی بیٹی ہیں۔

اسماء نافع کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ مجھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہنچا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے میری اولاد میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کے چہرہ پر کوئی علامت ہوگی وہ دنیا کو عدل سے بھر دے گا۔ ریاح بن عبیدہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نماز کو نکلے تو ایک بوڑھا آدمی ان کے ہاتھ کے سہارے چل رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا بوڑھا عجیب انداز سے بچا بچا چل رہا ہے۔ جب عمر بن عبدالعزیز نماز پڑھ چکے اور اندر آئے تو میں نے ان سے پوچھا امیر المومنین یہ بوڑھا شخص کون تھا جس کو آپ اپنے ہاتھ کا سہارا دیئے ہوئے تھے؟ امیر المومنین نے جواب دیا۔ اے ریاح تم نے دیکھا نہیں یہ کون ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا بظاہر کوئی صالح آدمی معلوم ہوتے تھے۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا یہ میرے بھائی خضر تھے جو تعلیم دینے اور اس امت کی بھلائی کے متعلق مجھے کچھ بتانے آئے تھے تاکہ میں اس کو عدل وانصاف سے بھر دوں۔

علی بن خولہ نے ابی عنبس کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں خالد بن یزید بن معاویہ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ایک نوجوان آیا جس کے جسم پر کپڑوں کے کچھ ٹکڑے تھے' اس نے خالد کا ہاتھ پکڑا اور کہا کیا ہمیں کوئی آنکھ دیکھ رہی ہے؟ میں نے کہا' تم پر تو دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے دو کان متعین ہیں' یہ سن کر اس نوجوان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں اس کے بعد وہ خالد کا ہاتھ چھوڑ کر تیزی سے واپس چلا گیا' میں نے کہا یہ کون تھا؟ خالد نے بتایا یہ عمر بن عبدالعزیز تھے اور اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو تم ایک روز دیکھ لو گے یہ شخص امام ہدیٰ نکلے گا۔ اور یہ تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب سلیمان کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے وزیر رجاء بن حیوہ کو طلب کر کے اسے ولی عہد بنانے کے بارہ میں مشورہ کیا اور آخر کار اس نے ایک وصیت نامہ تیار کیا اور اس کو سربہ مہر کر دی جس کا کسی کو علم نہ تھا، اس میں سلیمان نے اپنے بعد عمر بن عبدالعزیز کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ اس چیز کا علم سوائے سلیمان اور اس کے

چنانچہ سب لوگوں نے خط کو کھولنے سے پہلے اس شخص کے لیے بیعت کا عہد کیا' جس کا اس میں تذکرہ تھا اور اس کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور جب خلیفہ کا انتقال ہو گیا تو ان سب امراء رؤساء کو رجاء بن حیوہ نے پھر طلب کیا اور سلیمان کی موت کا حال بتانے سے قبل اس خط کو کھولا گیا اور سب کے سامنے پڑھا گیا اور پھر سب نے پہلے سے طے شدہ فیصلہ کے مطابق عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ منبر پر بیعت لینے کے لیے بیٹھے۔ بیعت کے بعد عمر بن عبدالعزیز دیگر ضروری امور سے فارغ ہو کر خلیفہ کے اصطبل میں گئے' وہاں ایک گھوڑے پر سواری کرنا چاہی۔ لوگوں نے آپ کو منع کر دیا کہ گھوڑے بہت سرکش ہیں مبادا آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ یہ سن کر آپ نے ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا اور اپنا خچر منگوایا اور اس کے بعد حکم دیا کہ خلیفہ کے اصطبل میں جتنے قیمتی گھوڑے ہیں وہ سب فروخت کر دیئے جائیں اور ان کی قیمت بیت المال میں جمع کرادی جائے۔ وہ اپنا سارا وقت امور مملکت اور مہمات خلافت میں گزارتے تھے حتیٰ کہ جو وقت ان کو اپنے اہل وعیال کے ساتھ گزارنا چاہیے تھا اس کا بھی بیشتر وقت امور خلافت کی نذر ہو جاتا تھا۔ یہ امر ان کی اہلیہ فاطمہ کو بہت شاق تھا چنانچہ گھر میں وہ اکثر و بیشتر نہایت افسردہ رہنے لگیں' مگر عمر بن عبدالعزیز کا سب کے لیے ایک ہی جواب تھا کہ اب یہ وقت مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف ہے۔ فراغت وفرصت کا وقت اب کسی کے لیے میرے پاس نہیں ہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنی بیوی سے بھی کہہ دیا کہ اگر میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو انہی مصروف اوقات کے ساتھ میرے ساتھ رہ سکتی ہو ورنہ اپنے میکہ چلی جاؤ۔ اس پر ان کی بیوی فاطمہ بہت روئیں اور گھر میں گریہ وزاری کا افسردہ ماحول پیدا ہو گیا اگر چہ گھر ہی کے کسی فرد نے امیر المومنین سے اس سرد مہری اور گھر سے بے نیازی کی ان اشعار میں شکایت بھی کی ہے مگر عمر بن عبدالعزیز کی بیوی اسی ماحول میں زندگی گزارنے پر راضی ہو گئیں۔

قد جاء شغل شاغل وعدلت عن طریق السلامۃ

''مشغول رہنے والا کام ضرور آپ کو ملا ہے لیکن سلامتی کے راستہ سے آپ ہٹ گئے ہیں''

ذہبت الفراغ فلا فراغ لنا الیٰ یوم القیامۃ

''فراغت کا وقت تو چلا گیا اب ہمارے لیے قیامت تک فراغت وفرصت کہاں''

عمر بن عبدالعزیز نے خلافت کی بیعت کے بعد جو پہلا خطبہ دیا' اس میں لوگوں کو مخاطب کر کے آپ نے حمد ونعت ثنا کے بعد فرمایا:

''جو ہمارے ساتھ رہنا چاہتا ہے اسے پانچ چیزوں کا عہد کرنا ہوگا۔ اول وہ ہمارے پاس سے اپنی ایسی ضرورت کا طلبگار ہوگا جو اس کے بس کی بات نہ ہو۔ دوسرے خیر میں اپنی کوشش سے ہمارے ساتھ تعاون کرے۔ تیسرے خیر سے ہماری رہنمائی ایسی چیزوں کی طرف کر سکے جس کی طرف ہماری نظر نہیں پہنچی ہے۔ چوتھے ہم میں سے کسی کو دھوکہ وفریب نہ دے۔ پانچویں لایعنی اور بے کار باتوں کی طرف ہم کو متوجہ نہ کرے''۔

کہا ہم ایسے انسان سے اس وقت تک علیحدہ نہیں ہوں گے جب تک اس کا عمل اس کے قول کے خلاف نہ ہوگا۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں جب عمر بن عبدالعزیز نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو انہوں نے محمد بن کعب' رجاء بن حیوہ' سالم بن عبداللہ سے کہا' آپ لوگوں کو معلوم ہے مجھ پر ناگہانی اور عظیم ذمہ داری آ پڑی ہے اور ایک عظیم ابتلاء میں پڑ گیا ہوں۔ اب تم لوگ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے اس پر محمد بن کعب نے کہا:

''بڑے بوڑھوں کو باپ' جوانوں کو بھائی اور چھوٹے بچوں کو اولاد سمجھو۔ باپ کے ساتھ نیکی و بھلائی سے پیش آؤ۔ بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور اولاد پر عطوفت و شفقت کرو''۔

رجاء بن حیوہ نے کہا:

''عام لوگوں کے لیے وہ چیز پسند کرو' جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور جس چیز کو اپنے لیے ناپسند سمجھتے ہو عوام الناس کے لیے بھی اسے ناپسند سمجھو اور تم کو یہ بھی ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ تم پہلے خلیفہ ہو جو بالآخر ایک دن مرو گے''۔

سالم نے اپنے جواب میں کہا:

''ایک بات گرہ میں باندھ لو' لذات و شہوات دنیا کی طرف سے کان بہرے کر لو اور موت کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان لوگوں کے جوابات سن کر لا حول و لا قوۃ الا باللہ پڑھا''۔

عمر بن عبدالعزیز نے خطبہ دیا تو کہا:

''لوگو! قرآن کے بعد الہامی کوئی کتاب نہیں اور محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں قاضی نہیں ہوں' صرف فیصلوں کا نفاذ کرنے والا ہوں۔ میں مبتدع نہیں ہوں' میں تو صرف متبع ہوں' ظالم امام سے بھاگنے والا ظالم نہیں کہلائے گا۔ ظالم امام ہی دراصل عاصی و گنہگار ہے۔ لوگو! آگاہ رہو' خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی''۔

ایک روایت کے مطابق انہوں نے کہا:

''لوگو! میں تم میں سے کسی سے بہتر نہیں ہوں''۔

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا:

''لوگو! تم کو خدا نے عبث پیدا نہیں کیا ہے اور تم یوں ہی بلا حساب کتاب نہیں چھوڑ دیئے جاؤ گے' تمہارے لیے یوم میعاد برپا ہوگا جس میں خدا اپنے فیصلہ نافذ کرے گا اس دن جو اللہ کی رحمت سے نکل گیا وہ خاسر و نامراد ہو گیا اور اس جنت سے محروم رہا جس کی پہنائی آسمان اور زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔ کیا تم جانتے ہو یوم آخرت سے وہی محفوظ رہے گا جو خوف خدا رکھتا ہوگا اور فانی دنیا کے عوض باقی رہنے والی آخرت کو خرید لے گا''۔

ابوبکر بن ابی الدنیا نے عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا جو کہہ رہے ہیں:

''اے عمرؓ میرے قریب آؤ''۔

نے فرمایا ''عمرؓ ان دونوں کی طرح کا عمل کرو''

اور اچانک دو بوڑھے آپ کے دونوں پہلوؤں کے قریب کھڑے ہوئے نظر آئے' میں نے دریافت کیا یہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے کہا یہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

امام احمد نے عبدالرزاق کے حوالہ سے وہب بن امیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس امت میں اگر کوئی مہدی ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ سفیان ثوری کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ خلفاء پانچ ہیں۔ ابوبکرؓ' عمرؓ' عثمانؓ' علیؓ اور عمر بن عبدالعزیز۔ ایسی ہی ایک روایت ابی بکر بن عیاش اور الشافعی وغیرہ کی بھی ہے اور اس پر تو تمام ائمہ کا یقینی اور قطعی اتفاق ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ائمہ عدل خلفاء راشدین اور ائمہ مہدیین میں سے ایک تھے اور ایک سے زیادہ لوگوں نے ان کو بارہ قریشی اماموں میں شمار کیا ہے جن کا ذکر صحیح حدیث میں ہے ان کی بیوی فاطمہ کا بیان ہے' ایک روز عمر بن عبدالعزیز کے کمرہ میں داخل ہوئیں تو وہ جائے نماز پر بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے رخسار اپنے ہاتھ پر رکھے رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا' امیر المومنین کیا ہوا؟ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے فاطمہ مجھے تو اس امت کے امور سپرد کر دیئے گئے ہیں اور میں ان کے بارہ میں سوچ سوچ کر پریشان ہوا جا رہا ہوں۔ بھوک سے پریشان حال فقیروں' لب مرگ مریضوں بے کس ننگوں اور محتاجوں' بے نوا یتیموں اور نادار بیواؤں کا غم مجھے کھائے جا رہا ہے۔ اسی طرح بوڑھے' نادار' کثیر العیال' قلیل المال' مظلوم' مقہور' غریب و اسیر لوگوں کا درد مجھے پریشان کیے ہوئے ہے۔ مجھے معلوم ہے اگر میں ان سب کا تسلی بخش مداوا نہ کر سکا تو کل قیامت میں خدا کو کیا جواب دوں گا۔ یہی تمام امور سوچ سوچ کر اپنی بے بسی پر رونا آ رہا ہے۔ اللہ میری مدد کرے کہ میں اس کی مخلوق کی پوری طرح خبر گیری کر سکوں۔

میمون بن مہران کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز نے عمال پر نگران بنا کر حکم دیا اگر تیرے پاس میرا کوئی نامناسب اور ناحق حکم پہنچے تو اسے زمین پر دے مارنا اور اس پر عمل درآمد نہ کرنا۔ انہوں نے اپنے بعض عمال کو لکھا اگر اللہ نے تمہیں کسی کام کی قدرت عطا کی ہے تو اس خوف و خشیت الٰہی سے وہ کام انجام دینا کہ جس خدا نے تم کو اس کی قدرت دی ہے وہ اس کو چھیننے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔

اسلام نے ہمارے لیے سنن و فرائض کے ساتھ شرائع بھی بتائے ہیں۔ جس شخص نے ان کی تکمیل کی اس نے دین کی تکمیل کی اور جس نے ان کی تکمیل نہیں کی' اس نے دین کو بھی ادھورا چھوڑ دیا۔ وہ اکثر اپنے عمال کو لکھتے تھے کہ تقویٰ کو ہمیشہ اپنا شعار بنائے رکھو۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کرتا ہے۔ تقویٰ کے واعظ بہت ہیں اور اس پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے جو شخص اپنی موت کو یاد رکھتا ہے وہ دنیا سے اس حالت میں جاتا ہے کہ گناہوں کا بوجھ اس پر سے ہلکا ہو جاتا ہے اور جو شخص باتوں سے زیادہ عمل کا خیال رکھتا ہے وہ نیکی کی راہ چلتا ہے۔

مالک بن دینار کہتے ہیں مالک زاہد ہے۔ یہ کس قسم کا زہد ہے' میرے نزدیک زہد کی اصل تصویر عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ انہیں [illegible]

لیتے تھے

ایک مرتبہ ایک راہب یہاں کا گزر ہوا۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا' مجھے کچھ نصیحت کر۔ راہب نے کہا شاعر کے اس قول پر عمل پیرا ہو۔

تجرد من الدنیا فانک انما خرجت الی الدنیا وانت مجرد

''تارک الدنیا بن جا کیونکہ جب تو دنیا میں آیا تھا تو بھی خالی ہاتھ تھا''

لوگوں نے بیان کیا ہے' ایک روز عمر بن عبدالعزیز اپنی بیوی کے پاس گئے اور اس سے انہوں نے کچھ فلوس انگور خریدنے کے لیے ادھار مانگے۔ ان کی بیوی نے کہا' کیا امیر المومنین کے خزانہ میں اتنے پیسے بھی نہیں ہیں جن سے اپنے لیے انگور بھی خرید سکیں۔ انہوں نے جواب دیا' آج کی تکلیف کل نار جہنم کے مقابلہ میں آسان معلوم ہوتی ہے۔ کہتے ہیں ایک روز عمر بن عبدالعزیز نے اپنے غلام کو گوشت کا ایک ٹکڑا بھنوانے کے لیے بھیجا' غلام گیا اور جلد بھنوا کر لے آیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس سے دریافت کیا کہاں سے بھنوا کر لائے ہو؟ جواب ملا مطبخ سے' عمر بن عبدالعزیز نے کہا' مسلمانوں کے مطبخ سے؟ کہا ہاں جناب' عمر بن عبدالعزیز نے کہا' اچھا یہ تم ہی کھالو' میں نہیں کھاؤں گا یہ تمہارا رزق ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ان کے لیے جب عام مطبخ میں پانی گرم کیا گیا تو اس کے گرم کرنے کا معاوضہ بھی انہوں نے لکڑی کے لیے ایک درہم ادا کیا۔ ان کی بیوی فاطمہ کا بیان ہے۔ جب سے خلیفہ ہوئے ہیں انہوں نے جماع نہیں کیا ہے اور نہ محتلم ہوئے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز کو معلوم ہوا کہ ثوبان کے حوالہ سے ابوسلام حدیث الحوض بیان کرتے ہیں' آپ نے ابوسلام کو آدمی بھیج کو بلوا بھیجا اور ان سے کہا میں نے آپ کو بلاوجہ تکلیف نہیں دی ہے' میں آپ سے بالمشافہ حدیث الحوض سننا چاہتا ہوں' ابوسلام نے کہا' میں نے ثوبان سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری حوض عدن سے عمان البلقاء تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کے اوپر رکھے ہوئے آبخورے ستاروں کے برابر ہوں گے۔ جو کوئی اس کا ایک گھونٹ پی لے گا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔ جو لوگ سب سے پہلے حوض کوثر پر آئیں گے وہ فقراء مہاجرین ہوں گے۔ جن کے بال ژولیدہ اور کپڑے میلے ہوں گے اور جو عیش پسند عورتوں سے نکاح نہیں کرتے ہیں اور نہ عزت وجاہ کے طلبگار ہوتے ہیں''۔

اس پر عمر بن عبدالعزیز نے کہا' میں نے تو فاطمہ جیسی متنعمہ سے نکاح کیا ہے جو عبدالملک کی بیٹی ہے لیکن میں اس وقت تک غسل نہیں کرتا ہوں جب تک وہ غبار آلود نہ ہو جائیں اور اپنے کپڑے اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا ہوں جب تک وہ میلے نہ ہو جائیں۔ کہتے ان کے گھر میں ایک چراغ جلتا تھا تو اس کی روشنی میں گھر کے ضروری اخراجات کا اندراج ہوتا تھا۔ دوسرا چراغ جلتا تھا تو اس کی روشنی میں بیت المال کا حساب کتاب لکھا جاتا تھا اور مسلمانوں کے معاملات اس کی روشنی میں اندراج ہوتے تھے [illegible]

[illegible]

آپ کے اہل بیت کی طرف سے کچھ سیب تحفہ میں امیر المومنین کے پاس لے کر آیا۔ انہوں نے ان کو سونگھا اور ان کو قاصد کے ساتھ ہی واپس کر دیا اور کہا ان سے کہہ دینا جو چیز جس کو بھیج گئی تھی اور جہاں بھیجی گئی تھی وہ پہنچ گئی ہے۔ اس پر اس آدمی نے امیر المومنین سے کہا' رسول اللہ ﷺ بھی تو تحفہ قبول فرمایا کرتے تھے اور یہ تحفہ بھی آپ کے اہل بیت ہی میں سے ایک شخص لے کر آیا ہے اس پر آپ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے لیے ہدیہ ہدیہ ہوتا تھا لیکن یہ ہمارے لیے رشوت ہے۔ بہر حال جو کچھ سختی تھی وہ امیر المومنین اپنی ذات پر کرتے تھے۔

عمر بن عبدالعزیز اپنے عمال کو کھلے دل سے نفقہ دیا کرتے تھے اور ہر ماہ ہر ایک کو سو سو دو دو سو دینار دیا کرتے تھے۔ ایک روز انہوں نے حضرت علیؓ کی اولاد میں سے کسی سے کہا' میں اس وقت خدا سے شرمندہ ہوتا ہوں جب تم میرے دروازہ پر آتے ہوں اور دربان سے اجازت طلب کرنے کو کہتے ہو۔ ایک روز ان میں سے کسی سے انہوں نے کہا ہم اور ہمارے عم زاد بنو ہاشم باہم ایک دوسرے سے لگا کھاتے رہتے تھے' کبھی ہمارا پلہ بھاری ہوتا تھا اور کبھی ان کا۔ کبھی ہم ان کی طرف مائل ہو جاتے تھے اور کبھی وہ ہماری طرف راغب ہو جاتے تھے حتیٰ کہ آفتاب رسالتؐ طلوع ہو گیا تو ہر نفاق انداز کی بات کھوٹی ہو گئی' ہر منافق گونگا ہو گیا اور ہر بولنے والے کو چپ لگ گئی۔

موسیٰ بن ایمن راعی نے جو محمد بن عیینہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ لوگوں سے کہا' امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں حقیقتاً شیر اور بکریاں اور چھوٹے جانور ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے' عمر بن عبدالعزیز کی دعا کے چند بول بالعموم یہ ہوتے تھے' اے اللہ! لوگوں کو میں نے جس چیز کا حکم دیا' انہوں نے تیری اطاعت کی اور وہ ہر اس چیز سے باز رہے جس سے میں نے تیرے حکم کے مطابق ان کو منع کیا۔ اے اللہ یہ سب تیری توفیق کا ہی نتیجہ ہے جو تو نے انہیں دی ہے اور مجھے دی ہے۔ اے اللہ! عمر تو تیری رحمتوں کے حاصل کرنے کا اہل نہیں ہے۔ یہ تیری رحمت ہی ہے جس نے عمر کو اس قابل بنایا ہے۔

ایک شخص عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہنے لگا' آپ سے پہلے خلافت لوگوں کے لیے زینت اور تفاخر کا باعث تھی لیکن آپ کی ذات خود خلافت کے لیے باعث زینت ہے۔

واذا الـدر زان حسـن وجـوه كـان لـلـدر حسن وجهک زينا

''موتی بالعموم چہروں کو حسن بخشتے ہیں مگر تیرا خوبصورت چہرہ خود موتی کے لیے وجہ زینت ہے''

رجاء بن حیوہ بیان کرتے ہیں' ایک شب مجھے امیر المومنین کے پاس رہنے کا اتفاق ہوا۔ اتفاق سے چراغ تیل ختم ہو جانے کے باعث گل ہو گیا۔ میں نے غلام کو آواز دینا چاہی تا کہ وہ تیل وغیرہ ڈال کر چراغ روشن کر دے مگر امیر المومنین نے منع کر دیا کہ غلام کو اٹھا کر اس کی نیند خراب نہ کرو ہم یہ کام خود کر لیں گے۔ چنانچہ وہ خود اٹھے اور چراغ میں تیل ڈال کر اور بتی کو درست کر کے چراغ جلا لیا۔

میمون بن مہران کہتے ہیں ایک دفعہ میں عمر بن عبدالعزیز کے ہمراہ قبرستان چلا گیا۔ وہاں جا کر کہنے لگے ابوایوب یہ میرے

یہاں بے خبر پڑے ہیں اور خدا کی گرفت میں ہیں اور مصائب میں گھرے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو کہنے لگے مجھے یہاں سے لے چلو نہیں سمجھتا ان میں سے کس کو چھٹکارا ملے گا۔

عمر بن عبدالعزیز کی بیوی فاطمہ کہتی ہیں میں نے عمر سے زیادہ کسی کو صوم صلوٰۃ کا اس پابندی اور کثرت سے پڑھتے نہیں دیکھا اور نہ کسی کو خدا سے اتنا خوف وخشیت میں مبتلا دیکھا جتنا عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا۔ جب سے ہماری شادی ہوئی ہے اور وہ خلیفہ ہوئے ہیں ہم تاہلی زندگی اور عیش وعشرت کی زندگی سے یکسر بے گانہ ہو گئے تھے۔ وہ عشاء کی نماز پڑھتے تو ان پر خشیت الٰہی کا اتنا غلبہ ہوتا کہ آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔

علی بن زید کہتے ہیں میں نے حسن اور عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی کو روتے ہوئے اور خدا کے خوف میں مبتلا نہیں دیکھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے جب وہ لیٹنے کے لیے فرش پر آتے تو یہ آیات پڑھتے:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﴾۔

پھر یہ آیت تلاوت کرتے:

﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴾۔

وہ لوگوں اور اپنے دوست احباب کو اپنے پاس جمع کرتے تو سوائے موت کے کسی چیز کا ذکر نہ کرتے۔

ابن ابی الدنیا بالسند فاطمہ بنت عبدالملک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ ایک روز عمر بن عبدالعزیز شب کو بیدار ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے' فاطمہ نے کہا مجھے بتائیے۔ اسی دوران صبح ہو گئی اور جب عمر نماز پڑھا کر گھر میں داخل ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا رات کیا خواب دیکھا تھا؟ اس پر عمر کہنے لگے میں ایک سبزہ زار کی طرف چلا جا رہا ہوں اور اس میں مجھے ایک محل نظر آ رہا ہے جو گویا چاندی کا بنا ہوا ہے اس میں سے ایک منادی باہر آیا اور اس نے کہا محمد بن عبداللہ کہاں ہیں؟ اچانک رسول اللہ ﷺ نمودار ہو کر محل میں داخل ہو جاتے ہیں وہ آدمی پھر نکلتا ہے اور پھر کہتا ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نظر آتے ہیں اور محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اتنے میں وہ منادی پھر باہر نکل کر آتا ہے اور کہتا ہے عمر بن الخطاب کہاں ہیں؟ اور عمر بن الخطاب نمودار ہوتے ہیں اور محل میں داخل ہو جاتے ہیں اور منادی پھر نمودار ہو کر آواز لگاتا ہے' عثمان بن عفان کہاں ہیں؟ اور عثمان بن عفان سامنے نظر آتے ہیں اور پھر وہ بھی محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد منادی پھر باہر نکل کر آتا ہے اور آواز دیتا ہے علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ اور علی بن ابی طالب نمودار ہو کر محل میں داخل ہو جاتے ہیں اور آخر میں وہ منادی ایک بار پھر باہر نکل کر کہتا ہے عمر بن عبدالعزیز کہاں ہیں؟ تو میں اس آواز پر کھڑا ہو جاتا ہوں اور محل میں داخل ہو جاتا ہوں اور عمر بن الخطاب کی جانب بیٹھ جاتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے بائیں جانب تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک شخص ہے میں اس کے بارہ میں اپنے والد سے پوچھتا ہوں یہ کون شخص ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد میں نے ایک ہاتف کو کہتے ہوئے سنا' اے عمر بن عبدالعزیز

میں چلا آیا تو محل سے باہر میری ملاقات عثمان بن عفان سے ہوئی جو کہہ رہے ہیں الحمد للہ میرے رب نے میری مدد فرمائی اور ان کے نقش قدم پر علیؓ نظر آئے جو کہہ رہے ہیں الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے میری مغفرت کی۔

الفضل بن عباس الحلبی کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز یہ شعر پڑھتے ہوئے کبھی تھکتے نہ تھے۔

لا خير في عيش امرئ لم يكن له — من الله في دار القرار نصيب

''اس آدمی کی زندگی میں کوئی خیر نہیں جسے اللہ کی طرف سے آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے''

ہم نے دلائل النبوت میں وہ حدیث بیان کی ہے جس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت پر ہر سو سال بعد ایک شخص بھیجے گا جو دین کے امر کی تجدید کرے گا۔ چنانچہ اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے جن میں احمد بن حنبل بھی جوزی کے بقول شامل ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز پہلی صدی کے خاتمہ پر ایسے شخص ہیں جو ہر طرح امامت دین، قیام شریعت، تنقید حق کے اعتبار سے حضرت عمرؓ بن الخطاب کی مانند ہیں اور ہر طرح اس منصب کے اہل ہیں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ ہر اس شخص کے لیے جو شہر وغیرہ کی جامع مسجد میں فقہ وحدیث اور قرآن کی تعلیم دیتا ہو ہر سال کم از کم سو دینار بیت المال سے دیتے تھے اور اپنے عمال کو حکم دیتے تھے کہ وہ احیاء سنت کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ وہ اپنے عمال میں حافظ قرآن کو بالعموم ملازم رکھتے تھے۔

عمر بن عبدالعزیز نے خلافت کے بعد خلفاء بنی امیہ کے سب ٹھاٹھ باٹ یکقلم موقوف کر دیے گئے۔ انہوں نے خود خلافت کے بعد ہر طرح کا عیش وآرام بالائے طاق رکھ دیا تھا جس میں ان کی بیوی فاطمہ نے ہر طرح سے ان کا ساتھ دیا اور انہوں نے اپنا تمام قیمتی اثاثہ کپڑے وغیرہ بیت المال میں جمع کرا دیے تھے۔ خلافت سے قبل عمر بن عبدالعزیز کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔ اب سب کچھ چھوڑ کر سالانہ صرف چار سو دینار لیتے تھے غرض کہ خلافت کے بعد نہایت معمولی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ کپڑے نہایت معمولی اور موٹے قسم کے پہنتے تھے اور نہایت سادہ غذا کھاتے تھے۔ خلافت کے تمام عیش وتنعیم ان کے اور ان کے اہل وعیال کے لیے خواب وخیال ہو گئے تھے۔

عمر بن عبدالعزیز نے تقریباً بارہ بیٹے چھوڑے، ان کے لیے مرتے وقت قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہے تھے:

﴿اِنَّ وَلِیِّ یَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ﴾۔

اور کہا میں ان کے لیے کیا وصیت کروں وہ دو حال سے خالی نہیں ہوں گے یا صالح ہوں گے تو اللہ ان کا کفیل اور والی ہوگا یا غیر صالح ہوں گے تو مجھے کسی فاسق کی مدد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کی موت زہر سے ہوئی۔ کہا جاتا ہے ان کے ایک غلام نے کھانے میں زہر ملا کر ان کو دے دیا تھا اور وہ بھی اس نے صرف ایک ہزار دینار لے کر کام کیا تھا۔ جب عمر بن عبدالعزیز کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے غلام کو بلا کر کہا افسوس ہے تجھ پر آخر تو نے یہ کام کیوں کیا؟ غلام نے جواب دیا ایک ہزار دینار کے لیے اس پر عمر بن عبدالعزیز نے کہا وہ ہزار دینار کہاں ہیں تو

لے آ۔ جب وہ لے آیا تو آپ نے بیت المال میں جمع کرا دیئے اور اس غلام سے کہا' یہاں سے بھاگ جا ایسا نہ ہو کہ تجھے کوئی دیکھ لے اور تو مارا جائے۔ عمر بن عبدالعزیز کا انتقال دیر سمعان میں ہوا جو سرزمین حمص میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے جمعرات کا دن اور بعض لوگوں کے نزدیک جمعہ کا دن تھا۔ ۱۰۱ھ اور بعض کے نزدیک ۱۰۲ھ تھا۔ ان کی نماز جنازہ ان کے چچا زاد بھائی مسلمہ بن عبدالملک نے پڑھائی' انتقال کے وقت ان کی عمر انتالیس سال اور چند ماہ تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں چالیس سال سے تجاوز کر گئے تھے۔ آپؒ رنگ کے گندم گوں' دبلے پتے چہرے والے' نحیف الجثہ انسان تھے' خوشنما داڑھی تھی' آنکھوں کے حلقے گہرے تھے' چہرے پر زخم کا نشان تھا' جوانی ہی میں خضاب لگانے لگے تھے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے عمر بن عبدالعزیز صرف بیس دن بیمار رہے اور جب نزع کا وقت قریب آیا تو فرمایا مجھے اٹھا کر بٹھا دو۔ جب لوگوں نے اٹھا کر بٹھایا تو بولے اے اللہ! میں تیرا ایسا بندہ ہوں تو نے کسی کام کا حکم دیا تو کوتاہی ہوئی اور جس چیز سے تو نے منع کیا تو نافرمانی سرزد ہوئی اور پھر تین بار لا الہ الا اللہ کہا' اس کے بعد اپنا سر اٹھایا اور تیز نظروں سے دیکھا لوگوں نے کہا آپ تیز نظروں سے کیا دیکھ رہے ہیں کہنے لگے ایسی بارگاہ دیکھ رہا ہوں جہاں نہ انسان ہیں نہ جن' پھر فوراً ہی روح قبض ہوگئی۔

دوسری روایت میں ہے انہوں نے اپنے اہل وعیال سے کہا میرے پاس سے باہر چلے جاؤ وہ لوگ باہر چلے گئے اور دروازہ پر صرف مسلمہ بن عبدالملک اور ان کی بہن فاطمہ بیٹھی رہ گئیں۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کو یہ کہتے ہوئے سنا مرحبا ان ہستیوں کو جو نہ انسان ہیں اور نہ جن اور پھر یہ آیت پڑھی

﴿ تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴾۔

ذرا آواز مدھم ہوئی تو دونوں بہن بھائی اندر داخل ہوئے تو آنکھیں بند تھیں' قبلہ رو ہو چکے تھے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

خلافت یزید بن عبدالملک

چونکہ سلیمان بن عبدالملک نے طے کر دیا تھا کہ عمر بن عبدالملک کے بعد یزید بن عبدالملک کو خلافت ملے گی اس لیے عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے بعد ۱۰۱ھ میں ہی یزید بن عبدالملک کے لیے خلافت کی بیعت لے لی گئی اس وقت اس کی عمر انتالیس سال تھی چنانچہ اس نے پہلا کام زمام خلافت سنبھالنے کے بعد یہ کیا کہ مدینہ کی گورنری سے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو معزول کر کے اس کی جگہ عبدالرحمان بن الضحاک بن قیس کو مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا چنانچہ ان دونوں کے مابین عرصہ تک چپقلش چلتی رہی اسی سال خوارج کے ساتھ پھر تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ تنازعہ بسطام خارجی اور کوفہ کی فوج کے درمیان پیدا ہوا۔ کوفہ کی فوج کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی جب کہ خوارج تھوڑے ہی تھے پھر بھی لڑائی ہوئی تو خوارج نے سرکاری فوج کا بڑی بے جگری سے مقابلہ کر کے [illegible] عمر بن عبدالعزیز کے دور کی طرح یزید بن عبدالملک کی اطاعت سے بھی

کے باعث سخت پریشانی بھی اٹھانا پڑی مگر بہر حال وہی کامیاب رہا اور لوگوں کے دل جیتنے کے لیے یزید بن مہلب نے لوگوں میں طبقات دولت کی تقسیم کی اور عدل وانصاف قائم کیا حتی کہ بالآخر اس نے بصرہ کے عامل عدی بن ارطاۃ کو بھی قید کرلیا۔ جب یزید بن مہلب کا محاصرہ کرنے کا قصد کیا اس کے پایۂ تکمیل ہونے سے پہلے ہی عدی بن ارطاۃ کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ یزید بن مہلب کے سامنے آتے ہی ہنسنے لگا تو یزید بن مہلب نے پوچھا آخر یہ تمہارے ہنسنے کا کیا موقع ہے۔ اس نے کہا میں اس لیے ہنس رہا ہوں کہ میری بقاء میں تیری بقاء ہے اور میرے پیچھے ایک میرا ایسا طالب لگا ہوا ہے جو مجھے تو کسی حال میں نہیں چھوڑے گا اور نہ تجھے چھوڑے گا اس نے پوچھا وہ کون ہے اس نے جواب دیا بنوامیہ کی شامی فوج۔ اس لیے اس کے آنے سے پہلے اپنا بندوبست جو کرسکتا ہے وہ کرے۔ بہر حال ان دونوں میں ردوکد ہوتی رہی اور یزید بن مہلب نے اس کو اور اس کے اہل خانہ کو قید خانہ میں ڈال دیا اور بصرہ پر اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے میں مشغول رہا۔ یزید نے نہ صرف بصرہ کے اطراف ومضافات پر اپنی گرفت مضبوط کی بلکہ اہواز پر بھی اپنا نائب مقرر کردیا اور اپنے بھائی مدرک بن مہلب کو خراسان کا نائب امیر بنا دیا اور اس کے ساتھ مقاتلین کی کچھ تعداد بھی روانہ کردی۔ جب یزید بن عبدالملک کو ان باتوں کا علم ہوا تو اس نے اپنے بھائی عباس بن ولید بن عبدالملک کو چار ہزار فوج کے ساتھ تیار کرکے بطور ہراول دستہ کے روانہ کردیا تاکہ وہ مسلمہ بن عبدالملک کی سرکردگی میں شام سے روانہ ہونے والی فوج کی مدد کرسکے جو یزید بن مہلب کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئی ہے۔

بہر حال جب یزید بن مہلب کو یہ اطلاع ملی کہ شام سے فوج چل پڑی ہے تو وہ بھی تیار ہوکر بصرہ سے باہر نکل گیا اور وہاں اپنا جانشین مروان بن مہلب کر کے واسط میں آکر ٹھہر گیا اور اپنے مشیروں سے مشورہ طلب کرنے لگا کسی نے کہا اہواز چل کر پہاڑوں پر قلعہ بندی کرلی جائے جس کو یزید بن مہلب نے نامنظور کردیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ جزیرہ کے قلعے اس کے لیے زیادہ مناسب رہیں گے یہ رائے اہل عراق کی تھی۔ غرض کہ ۱۰۱ھ اسی لیت ولعل میں گزر گیا اور یزید بن مہلب ابھی واسط ہی میں قیام پذیر تھا اور شامی فوجیں مارچ کرتی ہوئی آہستہ آہستہ اس مقام کی طرف بڑھتی آرہی تھیں۔ اس سال امیر مدینہ عبدالرحمٰن الضحاک نے لوگوں کو حج کرایا۔ مکہ میں عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید گورنر تھے جب کہ کوفہ کے امیر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب تھے اور یہاں کے قاضی عامر شعبی تھے۔ اسی سال ربعی بن مروش' ابوصالح السمان جو عابد وزاہد تھے اور جن کا حال ہم نے اپنی کتاب التکمیل میں بھی لکھا ہے انتقال کیا۔

۱۰۲ھ

۱۰۲ھ میں مسلمہ بن عبدالملک اور یزید بن مہلب کے غاصب گورنر کی فوجوں کے درمیان اس وقت زبردست مڈبھیڑ ہوئی جب یزید بن مہلب واسط میں اپنے بیٹے معاویہ کو اپنا جانشین بنا کر مسلمہ بن عبدالملک کی فوج سے لڑنے کے لیے عقر کے میدان میں پہنچ گیا جہاں دونوں طرف کی فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی اور دونوں طرف کی فوجوں نے زبردست لڑائی کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجہ میں اہل بصرہ اہل شام پر حاوی ہو گئے لیکن اس کے بعد اہل الشام نے ثابت قدمی سے اہل بصرہ پر حملہ کیا تو ان کو ہزیمت پر مجبور کر دیا اور ان کے بہت سے بہادر اور جنگ آزمودہ دلیروں کو مار ڈالا جن میں سے ایک کا نام منتوف تھا جو نہایت مشہور شجاع تھا اور بکر بن وائل کے غلاموں میں سے تھا۔ اس کے لیے فرزوق کا یہ شعر مشہور ہے:

تبکی علی المنتوف بکر بن وائل ۔۔۔ وتنھی عن ابنی مسمع من بکاھما

''بکر بن وائل منتوف کو روتے ہیں لیکن مسمع کے دونوں بیٹوں کو رونے سے منع کرتے ہیں''

اس کا جواب جعد بن درہم نے دیا اور یہ وہ پہلا الجہمی ہے جس کو عین عید الاضحیٰ کے دن خالد بن عبداللہ القسری نے ذبح کر دیا تھا چنانچہ وہ کہتا ہے:

تبکی علی المنتوف فی نصر قومہ ۔۔۔ ولسنا تکبی الشاھدین اباھما

''ہم منتوف کے لیے تو اس کے قومی جذبہ کے لیے روتے ہیں کاش ہم باپ کے دونوں مداحوں کے لیے بھی روتے''

جب مسلمہ اور اس کے بھتیجے عباس بن ولید کی فوجیں یزید بن مہلب کی فوجوں کے نزدیک پہنچ گئیں تو یزید نے اپنی فوجوں کا دل بڑھانے کے لیے اور اہل الشام پر حملہ آور ہونے کے لیے بہت کچھ لوگوں کو اشتعال دیا لایا یزید کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی جس نے یزید بن مہلب سے اطاعت وانقیاد اور فرمانبرداری کا عہد کر رکھا تھا اور یہ کہ کتاب وسنت کے خلاف کوئی کام یزید کی طرف سے نہ ہوگا نہ ہی ان کے ملک کو روندا جائے گا اور نہ حجاج جیسے فاسق انسان کی باتوں کو دہرایا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اسی زمانہ میں حسن بصریؒ عام لوگوں کو جنگ وجدل سے باز رہنے اور فتنہ وفساد میں پڑنے خصوصاً فتنہ خارجیت سے علیحدہ رہنے کے لیے وعظ وتلقین کرتے رہتے تھے اس بات کا علم جب یزید بن مہلب کے بیٹے اور بصرہ کے نائب عبدالملک بن مہلب کو ہوا تو اس نے حسن بصریؒ کا نام لیے بغیر بہت کچھ ان کے خلاف زہر اگلا' اس نے کہا یہ بڈھا اور گمراہ شخص جو دکھاوے کے لیے سب کچھ کہتا ہے اور کرتا پھرتا ہے اگر اپنے کام سے باز نہ آیا تو میں وہ سب کچھ کروں گا جو کر سکتا ہوں' حسن بصریؒ نے اس کی باتیں سن کر کہا اللہ اس کو ذلیل کرے مجھے اس کی بکواس کی مطلق پرواہ نہیں ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اللہ نے ان کو اس کے فتنہ سے محفوظ رکھا اور اس کی حکومت کے زوال کے آثار شروع ہو گئے اور وہ اس

شروع ہوئی تو اس طرف سے کم ہی لوگوں نے مقابلہ کیا اور اس طرح اہل عراق جلد ہی پسپا ہو گئے' اس دوران ان کو یہ اطلاع ملی کہ جس پل کو وہ عبور کر کے آئے ہیں وہ جل گیا ہے اس لیے بددل ہو کر وہ زبردست شکست سے دوچار ہو گئے۔ اس پر یزید بن مہلب نے کہا آخر یہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے خدا ان کا برا کرے ابھی وہ مجمع میں کھڑا ہوا لوگوں سے یہ باتیں کہہ رہا تھا کہ مزید لوگ اس کو چھوڑ کر چلے گئے اس دوران شامیوں نے یزید بن مہلب کے بھائی حبیب بن مہلب کو قتل کر دیا اس کو سن کر یزید بن مہلب کے غیظ وغضب کی کوئی حد نہ رہی اور وہ اپنے الشہب گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمہ بن عبدالملک کی طرف بڑھا اور جیسے ہی وہ اس کی طرف بڑھا شام کی فوجوں نے حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھ اس کے بھائی محمد بن المہلب کو بھی قتل کر دیا شامیوں نے ساتھ ہی اسمیدغ جیسے بہادر اور شجاع انسان کو بھی قتل کر دیا۔

یزید بن مہلب کو جس شخص نے قتل کیا اس کا نام قحل بن عیاش تھا اس کو قتل کرنے کے بعد اس کا سر اہل شام نے مسلمہ بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا اور تین سو قیدی بھی اس کے سر کے ہمراہ شام روانہ کر دیئے جنہیں بعد میں کوفہ بھیج دیا گیا جہاں سب کو قتل کرا دیا گیا اس کے بعد مسلمہ وہاں سے روانہ ہو گیا اور حیرہ میں اس نے پڑاؤ کیا لیکن جب اس جدال وقتال اور شکست کی خبر یزید بن مہلب کے لڑکے معاویہ کو واسط میں ملی تو جتنے قیدی اس کے پاس تھے اور جو تعداد میں تقریباً تیس تھے اس نے بھی سب کو قتل کر دیا ان میں عمر بن عبدالعزیز کا نائب عدی بن ارطاۃ رحمہ اللہ اور اس کا بیٹا بھی شامل تھا' مالک اور عبدالملک یعنی مسمع کے دونوں بیٹے بھی اور ان کے علاوہ اشراف کی ایک جماعت کو بھی اس نے تہ تیغ کرا دیا اور پھر بصرہ آیا تو اس کے ساتھ بہت بڑا زبردست خزانہ تھا اس کے ساتھ اس کا چچا مفضل بن المہلب بھی آیا غرض کہ پورا آل مہلب بصرہ میں اپنے دھن دولت اور مال ومتاع کے ساتھ جمع ہو گیا اور یہاں سے ان سب نے بھاگ کر کہیں پہاڑوں وغیرہ میں پناہ لینے کا منصوبہ بنایا اور اس خیال سے یہ سارا قافلہ کرمان کے پہاڑوں کے دامن میں جا اترا' ان سب کی سرکوبی کے لیے مسلمہ نے ہلال بن ماجور کی سرکردگی میں ایک دستہ روانہ کیا۔

کہا جاتا ہے ان لوگوں کو سزا دینے کے لیے مسلمہ نے ایک شخص مدرک بن ضعب الکلبی کو تعینات کیا تھا بہر حال یہ لوگ ان کے تعاقب میں وہاں یعنی کرمان کے پہاڑوں میں پہنچ گئے اور وہاں زبردست جنگ ہوئی جس میں اصحاب مفضل میں سے بہت سے لوگ مارے گئے' بہت سے ان کے اشراف واعیان قیدی بنا لیے گئے اور باقی شکست کھا کر بھاگ گئے اس کے بعد مسلمہ کے لوگوں نے مفضل کو بھی قتل کر دیا اور اس کا سر مسلمہ بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا اس کے بعد یزید بن مہلب کے اصحاب نے امیر شام سے امان حاصل کی' امان حاصل کرنے والوں میں مالک بن ابراہیم الاشتر النخعی بھی شامل تھا پھر سارا مال ومتاع' عورتیں' بچے مسلمہ بن عبدالملک کے پاس روانہ کر دیا گیا اور ساتھ مفضل اور عبدالملک بن مہلب کے سر بھی اس کے پاس بھیج دیئے گئے مسلمہ نے یہ سر اور نو خوبصورت بچے اپنے بھائی یزید کے پاس بھیج دیئے جس نے ان سب کی گردنیں اڑانے اور دمشق میں سرعام ان کے سر لٹکانے کا حکم جاری کر دیا لیکن بعد میں دمشق کی بجائے ان کو اسی غرض سے حلب بھیج دیا گیا جہاں ان کو لٹکا دیا گیا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے قسم کھائی تھی کہ وہ آل مہلب کی آل واولاد کو بازار فروخت کر دے گا چنانچہ وہی اس

قسمت نہ لی اور بیوی ان کو اس کی غلامی میں دے دیا شعراء نے یزید بن المہلب کے بڑے دردناک مرثیے لکھے ہیں جن کا ابن جریر نے بھی ذکر کیا ہے۔

عراق وخراسان پر مسلمہ کی حکمرانی

جب یزید بن عبدالملک آل مہلب کی جنگ کے فتنوں سے فارغ ہو گیا تو اس نے مسلمہ کو کوفہ بصرہ اور خراسان کی حکمرانی سونپ دی چنانچہ مسلمہ خود بصرہ اور کوفہ کا امیر بنا رہا اور خراسان کی امارت اس نے اپنے داماد سعید بن عبدالعزیز الحارث بن الحکم بن ابی العاص ملقب بہ خذینہ کے سپرد کر دی۔ اس نے خراسان کے باشندوں کو تو صبر واستقامت کی تلقین کی لیکن وہاں جو عمال آل مہلب کے دور کے چلے آ رہے تھے ان کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آیا اور ان سے اس نے بہت سا مال بھی وصول کیا اور اس کی سختیوں کے باعث ان میں سے کچھ لوگ مر بھی گئے۔

ملک الترک اور مسلمانوں کے مابین پیش آنے والا واقعہ

اس کا واقعہ یہ ہے کہ ملک الترک خاقان نے بہت بڑا لشکر مسلمانوں سے جنگ کے لیے صغد بھیجا جس کا سردار کورصول نامی شخص کو بنایا گیا اس نے جاتے ہی قصر الباہلی کا محاصرہ کر لیا جہاں بہت سے مسلمان مقیم تھے یہ حالت دیکھ کر سمرقند کے نائب عثمان بن عبداللہ بن مطرف نے خاقان سے مصالحت کر لینا چاہی اور بطور نذرانہ کے چالیس ہزار دینار اس کے پاس بھیجے اور ساتھ ہی تقریباً سترہ تاجر بطور ضمانت کے اس کے پاس روانہ کیے اس کے ساتھ اس نے ایک سفیر بھی خاقان کے پاس بھیجنے کی تیاری کی جس کے لیے اس نے المسیب بن بشر الریاحی کو منتخب کیا اور اس کی ماتحتی میں چار ہزار آدمی دے دیئے المسیب ان چار ہزار آدمیوں کو لے کر ترکوں کی جانب بڑھا مگر قدم قدم پر ان کے جذبہ شوق شہادت کو بھی اپنی تقریروں سے ابھارتا جاتا تھا کچھ لوگ تو اس کی باتوں سے متاثر ہوئے تھے اور کچھ جام شہادت پینے کے اندیشہ سے راستہ ہی سے کٹ جاتے تھے۔

چنانچہ مختلف منزلوں پر لوگ کم ہوتے چلے گئے اور بالآخر کل سات سو مجاہد باقی رہ گئے انہی کو لے کر المسیب ترکوں سے مڈبھیڑ کرنے کے لیے آگے بڑھا جنہوں نے قصر باہلی کا محاصرہ کر رکھا تھا مسلمان محصورین نے بھی یہ حالت دیکھ کر قسم کھائی تھی کہ اپنے اہل وعیال کو اپنے ہاتھوں قتل کر دیں گے لیکن ہتھیار نہیں ڈالیں گے جو مجاہد باہر تھے او جو محصورین اندر تھے اپنے قومی شعار کے طور پر یا محمد کے نعرے وقتاً فوقتاً لگاتے تھے غرض کہ دونوں طرف گھمسان کا رن پڑا اور بہت سے جانوروں کو بھی مار ڈالا گیا حتیٰ کہ مسیب کو بھی اپنی سواری سے محروم ہونا پڑا وہ اور اس کا ساتھی دونوں پا پیادہ ہو کر مسلمان مجاہدین کے ساتھ دشمنوں سے لڑے اس معرکہ میں ترکوں کی تعداد اگرچہ زیادہ تھی لیکن المسیب اور ان کے ساتھیوں نے استقلال اور پامردی سے ایسا مقابلہ کیا کہ ترکوں کو ہزیمت اٹھانا پڑی اور مسلمان جب وہاں سے واپس ہوئے تو نہ صرف اپنے محصور مسلمانوں کو بچا کر لائے بلکہ ترکوں کا بہت سا بیش بہا سامان بھی ان کے ہاتھ لگا اور بچے کھچے ترکوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ کل جن مسلمانوں سے ہماری لڑائی ہوئی وہ یقیناً انسان

الضحاک بن مزاحم الہلالی

یہ جلیل القدر تابعی ابوالقاسم' بعض کے نزدیک ابومحمد الخراسانی کہلاتے تھے بلخ' سمرقند اور نیشاپور میں رہے ہیں انہوں نے انس' ابن عمر' ابوہریرہ اور تابعین کی ایک جماعت سے روایات بیان کی ہیں کہا جاتا ہے انہوں نے کسی صحابی یا ابن عباس سے کسی حدیث کی سماعت کی ہو صحیح نہیں ہے کیونکہ مؤخر الذکر کے پڑوس میں وہ سات برس رہے ہوں بلاشبہ ضحاک تفسیر کے امام تھے۔ ثوری کہتے ہیں چار آدمیوں سے تفسیر حاصل کرو' عکرمہ' مجاہد' سعید بن جبیر اور ضحاک سے امام احمد نے کہا ہے ضحاک ثقہ ہیں۔ شعبہ نے ابن عباس سے ان کی سماع کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ سعید نے جو کچھ بھی لیا ہے ان سے لیا ہے' ابن سعید القطان نے ان کو ضعیف کہا ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے لیکن انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے بالمشافہ ملاقات نہیں کی اور جس نے یہ کہا کہ وہ ابن عباس سے ملے تھے تو یہ اس کا وہم ہے یہ دو برس اپنی شکم مادر میں رہے اور جب پید ہوئے تو ان کے دانت تھے بڑے ہوئے تو بچوں کو مفت تعلیم دیتے تھے ان کی وفات ۱۰۵ھ میں اور بعض کے نزدیک ۱۰۶ھ میں ہوئی' واللہ اعلم۔

ابوالمتوکل الناجی

ان کا نام علی بن البصری ہے' جلیل القدر تابعی ہیں' انتقال کے وقت ان کی عمر اسی برس تھی' رحمتہ اللہ تعالیٰ۔

۱۰۳ھ

۱۰۳ھ میں امیر عراق عمر بن ہبیرہ نے سعید الملقب بخذینہ کو خراسان کی نیابت سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ سعید بن عمرو الجریشی کو خراسان کا نائب بنا دیا۔ سعید ابطال اور مشہور بہادروں میں سے تھا جس سے ترک لرزہ براندام رہتے تھے حتیٰ کہ اس کے خوف سے بلاد صغد سے پیچھے ہٹ گئے تھے اور بہت سے چینی علاقے بھی انہوں نے خالی کر دیئے تھے۔ اسی سال یزید بن عبدالملک نے عبدالرحمٰن بن الضحاک بن قیس کو مدینہ اور مکہ کی گورنری سونپ دی اور عبدالرحمان ابواحد بن عبداللہ النضری کو طائف کی نیابت سپرد کی اس سال عبدالرحمان ابن ضحاک بن قیس نے لوگوں کو حج بھی کرایا جو لوگ اس سال فوت ہوئے ان کے نام یہ ہیں:

یزید بن ابی مسلم

ابوالعلاء المدنی عطاء بن یسار الہلالی' ابومحمد القاص' مولیٰ میمونہ' سلیمان' عبداللہ اور عبدالملک کے بھائی تھے جو سب کے سب تابعی تھے۔ یزید بن مسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے روایات بیان کی ہیں' متعدد ائمہ نے ان کو ثقہ ہونے کی تصدیق کی ہے۔ کہتے ہیں ان کا انتقال ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں ہوا' یہ بھی کہا جاتا ہے ان کا انتقال اسکندریہ میں ہوا انتقال کے وقت ان کی عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ۔

مجاہد بن جبیر المکی

ابن عباس میں خصوصی مقام رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ میں تفسیر کے سب سے زیادہ ماہر و عالم تھے کہا جاتا ہے کہ اس دور میں مجاہد اور طاؤس کے سوا کوئی شخص علم لوجہ اللہ کا متلاشی ان دونوں سے زیادہ کوئی نہ تھا مجاہد نے کہا ہے کہ میں ابن عمر کو اپنے باپ کی طرح مہربان سمجھتا ہوں اور انہوں نے کہا ''میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرا بیٹا سالم اور غلام نافع میری طرح قرآن حفظ کر لیں'' بیان کیا جاتا ہے کہ مجاہد نے تین مرتبہ قرآن ابن عباس کو سنایا اور بعض کہتے ہیں دو مرتبہ سنایا انہوں نے ہر آیت کو ان سے پڑھ کر سمجھا پڑھا اور یاد کیا اور اس کے متعلق ان سے سوالات بھی کیے ان کی عمر اسی برس سے متجاوز تھی واللہ اعلم۔ مجاہد بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایات بیان کرتے ہیں مثلاً ابن عمر، ابن عباس، ابو ہریرہ، ابو سعید اور رافع بن خدیج وغیرہ سے اور ان سے بھی تابعین کی بڑی تعداد نے روایات بیان کی ہیں اور یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے مجاہد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے ابن عباس نے کہا بغیر وضو ہرگز نہ سونا کیونکہ ارواح اسی حالت میں اٹھائی جائیں گی جس حالت میں وہ قبض ہوں گی۔

مصعب بن سعد بن ابی وقاص

جلیل القدر تابعی گزرے ہیں یہ موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ التمیمی تھے، ان کا لقب مہدی تھا اس کی وجہ ان کی طبیعت میں اصلاح کا میلان ورجحان تھا۔ یہ مسلمانوں کے جلیل القدر اور عظیم بزرگ تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۰۴ھ کا آغاز

اس سال سعید بن عمرو الحرشی نائب خراسان نے اہل صغد سے جنگ کی اور اہل خجندہ کا محاصرہ کیا اور وہاں بہت سے لوگوں کو مار ڈالا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنالیا اور اس کی اطلاع اس نے یزید بن عبد الملک کو بھی کر دی کیونکہ اسی نے اس کو وہاں کا حاکم بنایا تھا اور اس سال کے ماہ ربیع الاول میں یزید بن عبد الملک نے حرمین کی امارت سے عبد الرحمٰن ابن ضحاک بن قیس کو معزول کر دیا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ اس نے فاطمہ بنت الحسین سے نکاح کا پیغام بھجوایا تھا اور اس کے عدم قبول کرنے پر اس کو دھمکی بھی دی تھی جس کی شکایت فاطمہ نے یزید بن عبد الملک کے پاس بھجوائی اس کے نتیجہ میں یزید بن عبد الملک نے عبد الواحد بن عبد اللہ النضری طائف کے نائب کو مدینہ کا امیر مقرر کر دیا چنانچہ حکم دیا گیا کہ عبد الرحمان بن ضحاک کے اتنے زوردار کوڑے لگائے جائیں کہ دمشق میں بیٹھا ہوا امیر المومنین اس کے چیخنے کی آواز سن سکے اور اس سے چالیس ہزار دینار بھی بطور جرمانہ وصول کیے جائیں۔ یہ سن کر عبد الرحمان بھاگ کر دمشق پہنچا اور مسلمہ بن عبد الملک سے پناہ چاہی مگر وہاں جانے کی بجائے پہلے اس کے بھائی کے پاس پہنچا اور اس سے کہا مجھے آپ سے ضرورت آپڑی ہے اس نے کہا تمہاری یہ ضرورت پوری ہوگی بجز ابن ضحاک ہونے کے۔ سائل نے جواب دیا وہی تو میری ضرورت ہے اس نے جواباً کہا قسم خدا کی نہ اس بات کو قبول کروں گا اور نہ معاف کروں گا۔

چنانچہ اس کو مدینہ واپس بھیج دیا اور عبد الواحد گورنر کے حوالہ کر دیا جس نے اس کے کوڑے لگوائے اور اس کا مال ضبط کیا اور اون کے جبہ میں لپیٹ کر اس کو چھوڑ دیا اس نے مدینہ کے لوگوں سے عرض معروض کی جہاں وہ ڈھائی سال تک گورنر رہا تھا البتہ

نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور اپنی رائے پر مصر رہا اس کو اگرچہ لوگوں نے برا بھی محسوس کیا اور شعرا نے بھی اس کی مذمت کی لیکن ہوا وہی جو اس نے اس بارہ میں فیصلہ کر لیا تھا۔

اسی سال عمر بن ہبیرہ نے سعید بن الحرشی کو معزول کر دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ سعید ابن ہبیرہ کے حکم کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ چنانچہ جب ہبیرہ نے اس کو معزول کر دیا تو اس نے اپنے سامنے بلوایا' سزا دلوائی اور اس پر بہت سا جرمانہ بھی عائد کیا حتیٰ کہ اس کے قتل کا بھی حکم دے دیا مگر پھر معاف کر دیا اور خراسان پر مسلم بن سعید بن اسلم بن زرعہ الکلابی کو حکمران بنایا گیا چنانچہ اس نے وہاں پہنچ کر وہ تمام ٹیکس وغیرہ وصول کر لئے جو سعید بن عمرو الحرشی کے زمانہ میں چھوڑ دیئے گئے تھے۔ اسی سال الجراح بن عبداللہ الحکمی آرمینہ کے نائب نے جو آذربائیجان کا بھی نائب تھا سرزمین ترک میں جنگ چھیڑ دی اور بلنجر کو فتح بھی کر لیا نتیجتاً ترک شکست کھا کر وہاں سے بھاگے مگر راستہ میں معہ اہل وعیال کے دریا میں غرق ہو گئے ان کے بہت سے لوگوں کو قیدی بھی بنالیا گیا۔ اس کے بعد اس نے وہ تمام قلعے بھی فتح کر لیے جو بلنجر کے نزدیک تھے۔ وہاں کے عام لوگوں کو وہاں سے جلاوطن کر دیا گیا اس موقع پر الجراح بن عبداللہ اور خاقان الملک کے مابین پھر زبردست معرکہ ہوا اور خاقان شکست سے دوچار ہوا اور وہاں سے بھاگ نکلا مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا اور ایک بار اس سے اور اس کے لشکریوں سے پھر زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس میں لاتعداد آدمی مارے گئے اس سال عبدالواحد بن عبداللہ النضری امیر الحرمین والطائف نے لوگوں کو حج بھی کرایا۔ عراق وخراسان کی نیابت عمر کو ملی اور اس کا نائب مسلم بن سعید خراسان کا نائب رہا اسی سال سفاح پیدا ہوا جو بنو عباس کا پہلا خلیفہ ہوا جو لوگ اعیان میں سے اس سال فوت ہوئے ان کے نام یہ ہیں:

خالد بن سعدان الکلاعی

خالد نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک معتمد بہ جماعت سے روایات بیان کی ہیں۔ یہ جلیل القدر تابعی تھے اور معدودے چند مشہور علماء اور ائمہ میں شمار ہوتے تھے' جب یہ روزہ رکھتے تھے اس دن چالیس ہزار تسبیح پڑھتے تھے' یہ اہل حمص کے امام تھے اور ماہ رمضان میں تراویح پڑھاتے تھے اور ایک دن میں تہائی قرآن ختم کر لیتے تھے جوزجانی نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو کوئی حق کے حصول کے لیے ملامتوں کو انگیز کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو بھی اس کے حق میں محامد ومحاسن میں تبدیل کر دے گا۔ ابن ابی الدنیا نے انہی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے ہر شخص کو اللہ نے چار آنکھیں دی ہیں وہ دو آنکھیں تو اس کے چہرے پر لگی ہیں جن سے وہ دنیا کو دیکھتا ہے اور دو آنکھیں اس کے دل میں ہیں جن سے وہ آخرت کے امور کا مشاہدہ کرتا ہے جب اللہ اپنے بندے کے ساتھ خیر کا خواہاں ہوتا ہے تو اس کے دل کی آنکھیں کھول دیتا ہے تو وہ اس کے قلب کو اس کی طبعی حالت پر چھوڑ دیتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ وہ سب کچھ دیکھتا ہے لیکن اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا ہے لیکن جب وہ قلب کی آنکھ سے دیکھتا ہے تو سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور فائدہ حاصل کرتا ہے انہوں نے یہ بھی کہا قلب کی بصارت کا تعلق آخرت سے ہے اور ان دونوں آنکھوں کی بصارت کا تعلق دنیا سے ہے۔ خالد بن

عامر بن سعد بن ابی وقاص اللیثی

عامر بن سعد نے اپنے باپ وغیرہ سے بہت سی روایات بیان کی ہیں یہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں اور ثقہ ہیں۔

عامر بن شراحیل الشعبی

ان کی کنیت ابوعمرو تھی۔ اہل کوفہ کی شناخت وعلامت تھے اپنے زمانہ کے امام حافظ اور صاحب فنون بزرگ تھے' انہوں نے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا جن سے انہوں نے روایات بیان کیں اور تابعین کی ایک جماعت سے بھی انہوں نے روایات بیان کی ہیں اور خود ان سے بھی تابعین نے روایات بیان کی ہیں ابومجاوز نے کہا ہے میں نے شعبی سے زیادہ بڑا فقیہہ نہیں دیکھا اور مکحول کا کہنا ہے میں نے ان سے زیادہ کسی کو ماضی کی سنت سے باخبر نہیں دیکھا اور داؤد الاودی کا کہنا ہے مجھ سے شعبی نے ایک مرتبہ کہا آؤ میں نفع بخش علم کی بات بتاتا ہوں بلکہ وہی راس العلم ہے میں نے کہا وہ کیا ہے' شعبی نے کہا جب تم سے کوئی شخص ایسی چیز کی بابت کچھ پوچھے جو تم نہیں جانتے ہو تو اس کے جواب میں کہہ دو "اللہ اعلم" کیونکہ یہی اچھے علم کی بات ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا اگر کوئی شخص اقصائے یمن سے محض ایک نفع بخش کلمہ کے حصول کے لیے سفر کرتا ہے جو اس کے مستقبل میں کام آئے تو سمجھ لو کہ اس کا یہ سفر ضائع نہیں گیا اور اگر کوئی شخص طلب دنیا یا لذائذ وشہوات دنیا کے لیے سفر کرتا ہے اور اس کے لیے اس مسجد سے اپنا قدم باہر نکالتا ہے تو سمجھ لو اس کا سفر سرمایہ عقوبت وضیاع ہے' نیز علماء جاہلوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہے' چنانچہ ہر چیز کا بہترین حصہ حاصل کرنے پر قناعت کرو۔

ابو بردہ بن ابوموسیٰ الاشعری

یہ بزرگ کوفہ میں شعبی سے بھی قبل قاضی کے عہدہ پر مامور تھے کیونکہ شعبی تو عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں اس عہدہ پر مامور ہوئے تھے اور ابو بردہ حجاج کے عہدہ میں قاضی تھے لیکن بعد میں حجاج نے ان کو اس عہدہ سے معزول کر کے ان کے بھائی ابوبکر کو عہدۂ قضا تفویض کر دیا تھا۔ ابو بردہ عالم حافظ اور فقیہہ تھے اور ان سے بہت سی روایات مشہور ہیں۔

ابوقلادہ الجرمی

یہ ہیں عبداللہ بن یزید البصری' ان سے کثیر روایات مروی ہیں ان سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ تابعین نے بھی روایات بیان کی ہیں یہ کبار ائمہ فقہا میں سے تھے۔ عہدہ قضا کے لیے حکومت کے لیے طلب ہوئے تو فرار ہو گئے اور اس کے باعث جلاوطن ہونا پڑا اور شام آ گئے اور داریا میں مقیم رہے اور وہیں انتقال ہو گیا ابوقلابہ کا قول ہے جب خدا تجھے علم دے تو اس سے عبادت کا موقع نکال اور اگر تم اپنے حوصلہ کے مطابق لوگوں کو کچھ نہ دے سکو تو شاید دوسرے کو تو کچھ فائدہ پہنچ جائے لیکن تم تاریکی میں بھٹکتے رہو گے انہوں نے مزید کہا میں ان مجلسوں کو بےکاروں اور بےمصرف لوگوں کی کمین گاہیں سمجھتا ہوں اور جب تمہیں بھائی کی طرف

شاید میرے بھائی کے پاس اس کی کوئی بہتر توجیہ ہوگی جس سے میں لاعلم ہوں۔

۱۰۵ھ

اس سن میں الجراح بن عبداللہ الحکمی نے بلاد ترک میں جنگ چھیڑی اور بہت سے قلعے فتح کیے اور بلنجر سے متصل پہاڑوں کی طرف پیش قدمی کی اور وسیع شہروں پر قبضہ کر لیا یہاں ان کو مال غنیمت بھی بے حد ملا اور اولاد اتراک میں سے بہت سے لوگ قیدی بنا لئے گئے۔ اسی سن میں مسلم بن سعید نے بلاد اتراک پر قبضہ کیا اور صغد جیسے عظیم شہر کا محاصرہ کیا اسی سن میں سعید بن عبدالملک بن مروان نے بلاد روم میں جنگ کا آغاز کیا اور اس کے لیے اس نے ایک ہزار فوجیوں کا ہراول دستہ پہلے سے روانہ کیا لیکن وہ سب کام آ گئے۔

ابھی شعبان کا مہینہ ختم ہونے میں پانچ یوم باقی تھے کہ سرزمین بلقاء کے شہر اربد میں امیر المومنین یزید بن عبدالملک بن مروان کا انتقال ہوگیا۔ اس کا انتقال جمعہ کے دن ہوا تھا۔ اس وقت اس کی عمر تیس اور چالیس سال کے درمیان تھی۔

اس کی سوانح حیات

اس کا نام یزید بن عبدالملک بن مروان بن ابو خالد القرشی الاموی تھا۔ ماں کا نام عاتکہ بنت یزید بن معاویہ تھا۔ عاتکہ جہاں دفن ہوئی تھی اس نسبت سے اس محلہ کا نام بھی یہی پڑ گیا تھا۔ یزید بن عبدالملک کی بیعت خلافت عمر بن عبدالعزیز کے بعد ۱۰۱ھ میں ماہ رجب میں ہوئی تھی۔ محمد بن یحییٰ الذہلی نے الزہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اور نہ ابوبکر وعمر وعثمان وعلی کے عہد میں نہ مسلم کافر کا وارث ہوتا تھا اور نہ کافر مسلم کا لیکن جب معاویہ خلافت پر متمکن ہوئے تو مسلم کافر کا وارث بنا لیکن کافر مسلم کا وارث نہیں بنا اور اس کے بعد بھی یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے طریقہ اور سنت اولیٰ کو پھر زندہ کر دیا اور اسی کا اتباع یزید بن عبدالملک کے دور میں بھی ہوا لیکن جب ہشام خلیفہ ہوا تو اس نے اموی خلفاء کا طریقہ کار پھر شروع کر دیا یعنی مسلم کافر کا وارث قرار پانے لگا ولید بن مسلم نے جابر یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم مکحول کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یزید بن عبدالملک آ گیا ہم نے سوچا اس کے لیے جگہ بنا دیں اس پر مکحول نے کہا اس کو چھوڑ دو جہاں جگہ پائے گا خود بیٹھ جائے گا اس طرح تواضع سیکھے گا۔ یزید خلافت سے قبل بھی علماء وصلحاء کی مجالس میں شرکت کرتا تھا اور جب وہ خلیفہ ہوا تو اس کا پختہ عزم تھا کہ وہ عمر بن عبدالعزیز کے نقش قدم پر چلے گا لیکن اس کے برے ہم نشینوں نے اسے نہیں چھوڑا اور ہر برائی اور ظلم کو اس کے سامنے اچھائی اور خوبی بنا کر پیش کیا۔

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس سے کہا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز کی سیرت پر چلو چنانچہ وہ چالیس دن تک تو ایسا ہی رہا اس کے بعد اس کے پاس کچھ ایسے لوگ آئے جنہوں نے کہا کہ خلیفہ سے کوئی حساب یا بازپرس نہیں ہوتا غرض کہ بعد لوگوں نے اس پر بے دینی کے الزامات بھی عائد کیے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے البتہ اس کا بیٹا ولید بن یزید ضرور بہک گیا

چھوڑ کر چلے جانا ہے وغیرہ وغیرہ۔

یزید نے اپنے بھائی ہشام کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میری موت کی تمنا کر رہے ہیں اور خلافت کی آرزو میں مبتلا ہیں اور پھر آخر میں لکھا

تمنی رجال ان اموت وان امت فتلک سبیل لست فیها باوحد

''لوگ میری موت کی تمنا کر رہے ہیں اور اگر میں مر گیا تو یہ راستہ ایسا ہے جس پر چلنے والا صرف میں ہی نہیں ہوں''

وقد علموا لو ینفع العلم عندهم متیٰ مت ما الباغی علی بمخلد

''اگر انہیں علم سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے تو وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جب میں مر جاؤں گا تو میرا دشمن بھی ہمیشہ نہیں رہے گا''

منیته تجری لوقت وحتفه یصادفه یوماً علی غیر موعد

''اس کی موت کا وقت تو معین ہے وہ آئے گی لیکن دشمن کی موت کا بھی کوئی وقت مقرر نہیں ہے''

اس کے جواب میں ہشام نے لکھا تمہیں جو کچھ معلوم ہوا ہے غلط معلوم ہوا ہے۔ خدا مجھے تم سے پہلے موت دے دے اور میرے بیٹے کو تمہارے بیٹے سے پہلے موت آ جائے۔ تمہارے بعد میری زندگی میں پھر کیا خیر باقی رہ جاتا ہے۔ یزید بن عبدالملک جاریہ حبابہ نامی سے جو یقیناً بہت خوبصورت تھی بہت محبت کرتا تھا اس نے اس کو چار ہزار دینا میں عثمان بن سہل بن حنیف سے خریدا تھا۔ ایک دن اس کے بھائی سلیمان نے اس سے کہا میں چاہتا ہوں تمہیں اس کنیز سے دور رکھوں یہ سن کر یزید بن عبدالملک نے سلیمان کو وہ باندی فروخت کر دی لیکن جب یزید خلیفہ ہوا تو اس کی بیوی سعدہ نے ایک روز اس سے پوچھا امیر المومنین کیا آپ کے دل میں کوئی دنیوی خواہش موجود ہے؟ یزید نے جواب دیا ہاں حبابہ کی' یہ سن کر سعدہ نے اس کنیز کو اپنے شوہر یعنی خلیفہ کے لیے پھر خرید لیا اور اس کو بنا سنوار کر امیر المومنین کے پاس پہنچا دیا اس کے بعد پھر سعدہ نے یزید بن عبدالملک سے پوچھا کیا اب بھی کوئی خواہش دل میں باقی ہے؟ یزید نے کہا ہاں دل چاہتا ہے کہ قصر میں ایک مدت کے لیے میں تنہا حبابہ کے ساتھ چھوڑ دیا جاؤں بس یہی ایک آرزو ہے۔

چنانچہ اس آرزو کی تکمیل کے لیے محل کو فرش فراش اور دیبا وحریر کے پردوں سے آراستہ کیا گیا اور یزید بن عبدالملک پوری آسودگی کے ساتھ حبابہ کے ساتھ محل میں عیش کی زندگی گزارنے لگا ایک روز دونوں بیٹھے انگور کھا رہے تھے جب اس نے اچانک ایک انگور اس کے یعنی حبابہ کے کھلے منہ میں پھینک کر مارا اتفاق کی بات کہ انگور اس کے گلے میں پھنس گیا اور ہنسنے کے دوران گلے میں پھندہ لگ گیا جو بالآخر اس کی موت کا باعث بن گیا۔ حبابہ کی موت خود یزید کے لیے بھی زندگی کی راحتوں اور کامرانیوں کی نفی تھی حبابہ اگرچہ مر چکی تھی لیکن اس کے عشق نے اس کو ایسا دیوانہ کر دیا تھا کہ اس کو دفنانے کے لیے بھی اپنے پاس سے علیحدہ کرنے کو اس کا دل نہیں چاہتا تھا' بالآخر جب اس کی نعش میں تعفن پیدا ہونے لگا تو مجبوراً اس نے دفنانے کی اجازت دی اور پھر اس کی قبر پر [illegible]

[illegible]

بن عبدالملک چھریرے بدن کا گورا چٹا گول چہرہ کا انسان تھا اس کے اوپر کے دانت نیچے کے دانتوں سے باہر نکلے رہتے تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا انتقال حوالان یا جوران میں ہوا اس کی نماز جنازہ اس کے پندرہ سالہ بیٹے ولید بن یزید نے پڑھائی بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کے بھائی ہشام بن عبدالملک نے نماز پڑھائی تھی اس کا جنازہ لوگوں کے کندھوں پر قبر تک لے جایا گیا اس کو باب الجابیہ اور باب الصغیر کے درمیان شہر دمشق میں دفن کیا گیا اس کے بعد خلافت کے لیے ہشام کی بیعت ہوئی۔

خلافت ہشام بن عبدالملک بن مروان

اپنے بھائی کی موت کے بعد جو ۱۰۵ھ کی ماہ شعبان کی پچیس تاریخ کو ہوئی تھی ہشام کی خلافت کے لیے بیعت لی گئی بیعت کے وقت ہشام کی عمر چونتیس سال کچھ ماہ تھی۔ جب اس کے باپ عبدالملک نے معصب بن زبیر کو ۷۲ھ میں قتل کر دیا تھا تو اس نے بیٹے کا نام بطور تفاول منصور رکھا لیکن اس کی ماں عائشہ بنت ہشام نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر ہشام رکھا جو آخر تک برقرار رہا۔ واقدی لکھتا ہے جب اس کی خلافت کا اعلان ہوا تو یہ دیثونہ میں تھا اور اپنے گھر میں مقیم تھا قاصد اس کے پاس عصاء اور مہر لے کر پہنچا اور اس نے خلافت کی مبارکباد دینے کے ساتھ یہ دنوں چیزیں اس کے حوالہ کیں چنانچہ ہشام رصافہ سے چل کر دمشق آیا اور اپنی خلافت کا باقاعدہ اعلان کیا اس نے شوال کے مہینہ میں ہبیرہ کو عراق خراسان کی امارت سے ہٹا کر اس کی جگہ خالد بن عبداللہ القسری کو امیر مقرر کیا اس سال اس کے ماموں ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل المخزومی نے لوگوں کو حج کرایا۔ عبدالملک کے یہاں ہشام کے سوا اس کی ماں سے اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی کیونکہ عبدالملک نے ہشام کی ماں عائشہ بنت ہشام کو بیوقوف عورت ہونے کی وجہ سے طلاق دے دی تھی۔ اس سال عباس کی دعوت کو عراق میں آہستہ آہستہ پھیلنے میں کافی سہولت حاصل رہی جو بزرگ اس سن میں انتقال کر گئے وہ یہ ہیں:

ابان ابن عثمان بن عفان

پہلے ان کا ذکر ہو چکا ہے اس میں ان کا سن وفات پچاسی مذکور ہے' یہ بزرگ فقہاء تابعین میں سے گزرے ہیں اور اچھے عالم گزرے ہیں عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑا حدیث وفقہ کا عالم نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ مدینہ کے دس فقہاء میں سے ایک ابان بن عثمان بھی ہیں۔ یہ آخر میں بہرے ہو گئے تھے اور فالج کا بھی ان پر کچھ اثر تھا اور یہ بیماریاں ان کو مرنے سے ایک سال قبل یعنی ۱۰۵ھ میں لاحق ہو گئی تھیں۔

۱۰۶ھ

اس سن میں ہشام نے مدینہ' مکہ اور طائف کی امارت سے عبدالواحد بن عبداللہ النضری کو معزول کر کے ابن خالد ابراہیم بن ہشام المخزومی کو تینوں جگہ کا امیر مقرر کر دیا۔ اس سال سعید بن عبدالملک نے صائفہ میں جنگ کا آغاز کیا اور اسی سال مسلم بن

ڈالا گیا اسی سال الجراح الحکمی سرزمین خزر میں گھس گیا اور وہاں کے لوگوں نے اس سے جزیہ اور خراج دے کر صلح کی۔ اسی سال حجاج بن عبدالملک نے اللان پر چڑھائی کی اور وہاں بہت سے لوگوں کو مار کر ان سے مال غنیمت وصول کیا اس سال خالد بن عبداللہ القسری نے خراسان کی امارت سے مسلم بن سعید کو معزول کیا اور اس کی جگہ اپنے بھائی اسد بن عبداللہ القسری کو مقرر کیا۔ اس سال ہشام بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا اور ابوالزناد کو حکم دیا کہ اس کے مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے وہ اس سے مل لے اور لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دے۔ اس کی تعمیل کی گئی چنانچہ لوگوں نے مدینہ کے راستہ میں احکام حج سیکھے۔ ان سیکھنے والوں میں سعید بن عبداللہ ابن الولید بن عثمان بن عفان بھی تھے اس نے امیر المومنین سے کہا اے امیر المومنین آپ کے اہل خانہ پاک مقامات میں ابوتراب کے خاندان پر ہمیشہ لعنت بھیجتے آئے ہیں آپ بھی ان پر لعنت بھیجئے۔ ابوالزناد کا کہنا ہے جب یہ بات ہشام نے سنی تو اس کو بہت ناگوار گزری اور اس نے کہا ہم نے نہ کسی کو گالی دی ہے اور نہ کسی پر لعنت بھیجی ہے اور پھر اس نے منہ پھیر لیا اور گفتگو بند کر دی اور ابوالزناد سے مصروف گفتگو ہو گیا۔

اور جب ہشام مکہ پہنچا تو اس کے سامنے ایک آدمی پیش ہوا جس کا نام ابراہیم بن طلحہ تھا اس سے ہشام نے پوچھا عبدالملک کے زمانہ میں تم پر کیا گزری اس نے کہا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اس نے کہا ولید کے بارہ میں کیا کہتے ہو اس نے کہا اس نے بھی مجھ پر ظلم کیا ہشام نے کہا اور سلیمان نے اس نے جواباً کہا اس نے بھی ظلم کیا ہے ہشام نے کہا عمر بن عبدالعزیز کا کیسا برتاؤ رہا اس نے کہا انہوں نے مجھے فائدہ پہنچایا ہے۔ ہشام نے کہا یزید کے بارہ میں کیا رائے ہے؟ اس نے ظلم کو میرے ہاتھ سے چھین لیا ہے اور اب وہ تیرے ہاتھ میں ہے اس پر ہشام نے کچھ نہیں کہا اور اپنے ساتھی سے کہا میں نے اس سے فصیح تر آدمی نہیں دیکھا۔

جو لوگ اس سال فوت ہوئے ان میں سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ بھی ملتے ہیں ابوعمرو بڑے زبردست فقیہہ عالم تھے انہوں نے اپنے باپ سے بہت سی روایات بیان کی ہیں ان کا شمار عابدوں اور زاہدوں میں ہوتا تھا۔

جب ہشام نے حج کیا تو کعبہ میں داخل ہوا تو اچانک اس کا سامنا سالم بن عبداللہ سے ہو گیا تو سالم سے کہا مجھ سے کچھ سوال کیجیے سالم نے کہا مجھے خدا کے گھر میں کھڑے ہو کر کسی غیر سے سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے جب سالم حرم سے باہر نکل آئے تو ہشام بن عبدالملک بھی ان کے پیچھے باہر آ گئے اور کہا اب آپ بیت اللہ سے باہر آ گئے ہیں اب تو سوال کیجیے سالم نے جواب دیا۔ دنیا کی ضرورتوں کا سوال کروں یا آخرت کی ضرورتوں کا۔ ہشام نے کہا حوائج دنیا کا تو سالم نے کہا میں نے دنیا اس سے نہیں مانگی جو اس کا مالک ہے تو اس سے دنیا کیا مانگوں جو دنیا کا مالک نہیں ہے سالم بڑے درشت مزاج اور صاف گو انسان تھے وہ موٹے ٹاٹ کے کپڑے پہنا کرتے تھے اور اپنی زمین میں اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتے تھے اور دوسروں کی زمین میں کام کر لیا کرتے تھے۔ وہ کبھی خلفاء سے بھی کچھ نہیں لیتے تھے وہ نہایت متواضع ان کا رنگ مائل بہ سیاہی تھا۔ ان میں حد درجہ تقویٰ و تورع تھا۔

طاؤس بن کیسان الیمانی

جلیل القدر تابعی اور علماء میں سے گزرے ہیں ہم نے اپنی کتاب التکمیل میں ان کی سوانح حیات وغیرہ تفصیل سے لکھی

ہے اور یہ ان ابناء فرس میں سے ہیں جن کو کسریٰ نے یمن اولاً روانہ کیا تھا۔ طاؤس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو پایا اوران سے روایات بیان کیں وہ بہت بڑے امام تھے ان کی ذات عبادت و زہد اور علم نافع اور عمل صالح کا مجموعہ تھی وہ تقریباً پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم سے مل چکے تھے ان کی اکثر روایات ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ماخوذ ہیں۔ ان سے بڑے بڑے تابعین نے روایات بیان کی ہیں جن میں مجاہد عطاء عمرو بن دینار ابراہیم ابن میسرہ ابوالزبیر محمد بن المنکدر الزہری حبیب بن ابی ثابت لیث بن ابی سلیم ضحاک بن مزاحم، عبدالملک بن میسرہ، عبدالکریم بن الخارق، وہب بن منبہ المغیرہ بن الحکیم الصنعانی اور عبداللہ بن طاؤس وغیرہ خصوصیت سے شامل ہیں طاؤس کا مکہ میں حج کرتے ہوئے انتقال ہوا ان کی نماز ہشام بن عبدالملک نے پڑھائی اور مکہ ہی میں دفن ہوئے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ ان کو عبدالرزاق نے اپنے باپ کے حوالہ سے بتایا کہ جب طاؤس کا مکہ میں انتقال ہو گیا تو ان کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھی گئی جب تک ہشام نے آدمی بھیج کر اپنے بیٹے کو نہ بلوالیا انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن الحسن کو ان کا جنازہ اپنے کندھے پر آخر تک اٹھائے ہوئے دیکھا اور کثرت ہجوم کے باعث ان کی ٹوپی سر سے گر پڑی اور قمیص پھٹ کر جسم سے اتر گئی اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ: ''الایمان الایمان'' جن میں ابومسلم، ابوادریس، وہب، کعب اور طاؤس یمانی وغیرہ جیسے بزرگ شامل ہیں یہ وہ یمنی جواہر ہیں جو یمن کی کان سے نکلے ہیں اور انہی کی طرف حدیث رسولؐ میں اشارہ ہے۔

عبدالرزاق کے باپ کہتے ہیں میں طاؤس کے جنازہ میں شریک تھا جن کا انتقال مکہ میں ۱۰۵ھ میں ہوا۔ میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا ہے اللہ طاؤس کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اس نے چالیس حج کیے ہیں وہ یہ بھی کہتے تھے کہ طاؤس کا انتقال مزدلفہ یا منیٰ میں حج کے دوران ہوا ابن راشد بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ طاؤس بن کیسان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مسلم بن قتیبہ بن مسلم صاحب خراسان وہاں آ گئے اور انہوں نے طاؤس سے کچھ سوالات کیے اس پر طاؤس نے ان کو جھڑک دیا، میں نے کہا یہ صاحب خراسان مسلم بن قتیبہ بن مسلم ہیں اس پر طاؤس کہنے لگے یہ میرے لیے آسان ہے۔

ابن ابی داؤد بیان کرتے ہیں میں نے طاؤس اوران کے اصحاب کو دیکھا ہے جب وہ نماز عصر سے فارغ ہو جاتے تھے تو عصر کی نماز کے بعد قبلہ رو کھڑے ہو کر خدا سے انتہائی عجز وانکساری سے دعا کرتے تھے اور کسی سے باتیں نہ کرتے تھے۔ طاؤس کہا کرتے تھے جس شخص نے بخل سے گریز کیا اور یتیم کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا وہ کسی مصیبت میں نہیں پڑے گا، ایک دن وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے اے بیٹے عقل مندوں کی صحبت اختیار کر تیرا بھی انہیں لوگوں میں شمار ہوگا اور جہلاء سے بچ ورنہ تو بھی انہی میں شمار ہوگا خواہ تو جاہل نہ بھی ہو نیز یہ کہ ہر چیز کی ایک غرض اور غایت ہوتی ہے آدمی کی غایت حسن عقلی ہے طاؤس سے کسی شخص نے کوئی سوال کیا انہوں نے اس کو جھڑک دیا اس نے کہا اے عبدالرحمان میں تیرا بھائی ہوں۔ طاؤس نے جواباً کہا کیا سب کو چھوڑ کر صرف تجھی کو بھائی سمجھوں ایوب بن یحییٰ نے طاؤس کے پاس سات سو دینار بھیجے اور لے جانے والے کو ہدایت کر دی کہ اگر وہ یہ مال قبول کر لے گا تو امیر تجھ کو انعام دے گا۔ وہ شخص دینار لے کر طاؤس کے پاس پہنچا اور اس نے کہا اے عبدالرحمان یہ رقم امیر

جب طاؤس کسی طرح اس رقم کو لینے پر آمادہ نہ ہوا تو وہ رقم گھر کے کسی کونے میں ڈال کر چلا گیا اور وہاں جا کر کہہ دیا کہ اس نے وہ دینار قبول کر لیے ہیں کچھ دنوں کے بعد امیر کو طاؤس کی کوئی بات ناگوار گزری اس پر امیر نے حکم دیا کہ طاؤس کو بلوایا جائے اور وہ ہمارا مال واپس لائے قاصد جب طاؤس کے پاس آیا اور اس نے وہ دینار طلب کیے تو اس نے جواب دیا کہ ان سے جا کر کہہ دو ہم نے ان کے کوئی دینار وغیرہ نہیں لیے ہیں چنانچہ اس کی تحقیقات ہوئی تو پتہ چلا کہ وہ دینار کونے میں اب تک اس جگہ پڑے ہیں اور ان پر مکڑی نے جالا تن دیا ہے غرض کہ جو آدمی دینار لے کر آیا تھا اسی نے کہ دینار اسی جگہ سے اٹھا کر امیر واپس دے دیئے اسی طرح سب لوگ اپنے فعل پر شرمندہ ہوئے جب سلیمان بن عبدالملک نے حج کیا تو اس نے لوگوں سے کہا میرے پاس کسی فقیہ کو لاؤ تا کہ میں اس سے مناسک حج کے کچھ مسائل دریافت کر سکوں چنانچہ فقیہ کی تلاش میں حاجب نکلا تو اسے طاؤس نظر آ گئے لوگوں نے بھی کہا یہ طاؤس یمانی ہیں وہ ان کو لے کر سلیمان کے پاس آیا اور طاؤس سے کہا کہ امیر المومنین کی باتوں کا جواب دیجیے طاؤس نے کہا بابا مجھے معاف کر دو طاؤس کے انکار پر حاجب کھڑا ہوا تو میں نے کہا یہ مقام تو وہ ہے جس کی بابت اللہ مجھ سے باز پرس کر سکتا ہے اور اس کے بعد کہا اے امیر المومنین اگر یہ پتھر جو جہنم کے کنارہ سے جہنم میں ستر سال تک نیچے گرتا چلا جائے گا تب جا کر اس کی تہہ میں پہنچے گا تو جانتا ہے کہ ایسی جہنم کس کے لیے تیار کی گئی ہے؟ امیر المومنین نے کہا نہیں طاؤس نے جواب دیا تو سن یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے حکم میں کسی کو شریک کریں اور ظلم کریں۔

اور دوسری روایت میں زہری نے بیان کیا ہے کہ سلیمان نے ایک شخص کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے اور وہ بڑا صاحب جمال و کمال ہے اس نے پوچھا یہ کون شخص ہے لوگوں نے کہا یہ طاؤس ہے جس نے متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے چنانچہ سلیمان نے ان کو اپنے پاس بلوایا اور کہا آپ ہم سے کوئی حدیث بیان نہ کریں گے؟ ابوموسیٰ نے بتایا ہے کہ طاؤس نے اس کے جواب میں سلیمان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ کے لیے سب سے آسان گرفت اس شخص کی ہے جو مسلمانوں کا حکمران بنا اور پھر بھی اس نے ان میں عدل نہ کیا۔ یہ سن کر سلیمان بن عبدالملک کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اس کے بعد وہ دور تک خاموشی سے چلتا رہا اور پھر اس نے سر اٹھا کر کہا کیا کوئی اور حدیث سنائیں گے؟ طاؤس نے کہا مجھ سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص نے کہا میرا خیال تھا یہ علی کا نام لیں گے اس کے بعد طاؤس سے اس شخص نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایک مجلس طعام میں بلا کر کہا تمہارا قریش پر حق ہے اور ان کا بھی لوگوں پر حق ہے جب ان سے رحم و کرم کی درخواست کی جائے وہ رحم و کرم سے کام لیں گے اور جب حاکم بنائے جائیں تو عدل و انصاف کے تقاضے پورے کریں اور جب امین بنائے جائیں تو امانتوں کی ادائیگی کا خیال رکھیں لیکن جو کوئی ان میں سے ایسا نہیں کرے گا اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ ان سے اس کے بدلہ کچھ اور قبول نہیں کرے گا اور یہ آدمی بیان کرتا ہے یہ حدیث سن کر سلیمان بن عبدالملک کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور کافی دور تک چلنے کے بعد اس نے پھر اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا کیا اور کوئی حدیث بھی سنائیں گے؟ اس پر طاؤس نے جواب دیا کہ خدا کی کتاب کی آخری آیت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یوں ہے:

''ڈرواس دن سے جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور پھر ہر نفس کواس کے کئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور لوگوں پر ظلم نہ ہوگا''۔

ابوعبداللہ الشامی بیان کرتے ہیں میں طاؤس کے پاس آیا اور ان کے دروازہ پر آیا اور ان کے دروازہ پر اندر آنے کی دستک دے کر اجازت طلب کی تو ایک بوڑھا شخص باہر نکل آیا میں نے کہا کیا آپ ہی طاؤس ہیں؟ اس نے کہا نہیں میں ان کا بیٹا ہوں میں نے کہا اگر تو ان کا بیٹا اتنا بڈھا ہے تو تیرا باپ تو بڈھا پھوس ہوگا جس کے ہوش وحواس بھی غائب ہوں گے اس نے جواب دیا عالم کبھی اپنے ہوش وحواش نہیں کھوتا اس کے بعد میں طاؤس کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا جو کچھ پوچھنا ہے مختصر پوچھو میں نے کہا اگر میں مختصراً پوچھوں گا تو اس کا جواب بھی مختصر ملے گا اس پر طاؤس نے کہا تو کیا اس مجلس میں توراۃ' انجیل اور قرآن کی تشریحات جمع کردوں گا میں نے کہا جی ہاں میں تو یہی چاہتا ہوں اس پر طاؤس نے جواب دیا۔ اللہ کا اتنا خوف رکھو کہ اس سے زیادہ تجھے کسی کا خوف باقی نہ رہے اور دوسرے اس کی طرف اس قدر توجہ دو کہ تمہاری توجہ خدا کے خوف کے لیے ڈھال بن جائے۔ تیسرے لوگوں کے لیے وہی چیز پسند کرو جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتے ہو۔ امام احمد بیان کرتے ہیں کہ طاؤس کے بیٹے نے ایک شخص معمر کو بتایا کہ میں نے اپنے باپ طاؤس سے کہا کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں' باپ نے کہا جاؤ اس کو ایک نظر دیکھ لو باپ کے کہنے پر میں گیا اور میں نے غسل کیا' اچھے عمدہ کپڑے پہنے اور تیل پھلیل بھی لگایا لیکن جب باپ نے مجھے اس حال میں دیکھا تو کہا بس بیٹھ جاؤ اب کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

عبداللہ بن طاؤس یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ میرے والد طاؤس جب مکہ جاتے تھے تو ایک مہینہ لگاتے اور جب وہاں سے واپس آتے تو بھی ان کو ایک مہینہ لگتا تھا میں نے باپ سے پوچھا بابا اس میں کیا مصلحت ہے فرمانے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بندہ جب اطاعت الٰہی کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو واپسی تک طاعت الٰہی میں ہی رہتا ہے۔

ہلال بن کعب کہتے ہیں طاؤس جب یمن سے نکلے تھے یمن کے قدیم اور دور جاہلیت کے چشموں کا پانی پیا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کہا میرے لیے دعا کیجیے۔ اس پر طاؤس نے کہا اپنے لیے خود دعا کرو اللہ تعالیٰ مضطرو بے تاب آدمی کی دعا جلد قبول کرتا ہے۔

ابن جریر طاؤس کے بیٹے کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ان کے باپ طاؤس نے ان کو بتایا کہ بخل انسان اپنے مال میں کرتا ہے لیکن شح یہ ہے کہ آدمی کی خواہش یہ ہو کہ لوگوں کے پاس جو حرام کا مال ہے وہ اسے مل جائے اور وہ قناعت کو چھوڑ بیٹھتا ہے' انہوں نے بتایا کہ شح دل کی بیماری ہے آدمی کو حتی الوسع اس سے بچنا چاہیے۔ انہوں نے بیٹے کو حدیث بھی سنائی جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے لوگو شح سے بچو کیونکہ اس نے پہلی قوموں کو ہلاک کیا ہے اور اس نے جب ان کو بخل کا حکم دیا تو لوگوں نے بخل کیا اور اس سے کبھی باز نہ آئے بلکہ ہمیشہ دنیا کے حریص بنے رہے اور اس کی محبت میں مبتلا رہے عمرو ابن دینار طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ سب سے اچھا آدمی وہ ہے جس کی قرأت قرآن سے دلوں میں

۱۰۷ھ

اس سال یمن میں ایک شخص عباد الرعینی نے خوارج کا مذہب اختیار کیا اور اس کی اتباع میں اچھی خاصی تعداد میں لوگوں نے اس مذہب کو اختیار کر لیا ان لوگوں سے یوسف بن عمر نے قتال کیا جس کو ان لوگوں نے معہ اس کے ساتھیوں کے مار ڈالا۔ اسی سال شام میں سخت طاعون پھیلا' اسی سال معاویہ بن ہشام نے الصائفہ میں جنگ چھیڑی اس نے میمون بن مہران کو اہل الشام کے لشکر میں برقرار رکھا چنانچہ اس کی ماتحتی میں شامیوں نے دریا کو قبرص تک عبور کر لیا اور مسلمہ نے دوسرے لشکر کو بری لڑائی میں جھونک دیا اسی سال اسد بن عبداللہ القسری واعیان بنوعباس کے ساتھ خراسان پر قابو پانے میں کامیاب ہوا اور اسی سال اسد القسری نے جبال نمرود کے حکمران ملک القرقیسان سے جنگ کی جبال نمرود کا علاقہ جبال الطالقان کے قریب ہے اس سے نمرود نے مصالحت کر لی اور اسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا' اسی سال اس نے اسد الغور یعنی جبال ہراۃ میں جنگ کی وہاں کے رہنے والوں نے اپنا مال ومتاع خوف کے باعث ایسے غار میں جمع کر دیا جہاں تک کسی کا پہنچنا آسان نہ تھا لیکن اسد نے پھر بھی ان پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا چنانچہ اسد کے فوجیوں نے تابوتوں کے ذریعہ حملہ کیا اور حکم دے دیا کہ جو کچھ وہاں موجود ہے وہ تابوتوں میں رکھ لیا جائے چنانچہ وہاں کے لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور لوگوں نے بہت سامال غنیمت حاصل کیا اسی سال اسد نے بلخ کے اردگرد کے علاقہ پر خصوصی نظر رکھنے کے احکامات جاری کئے؟ یہاں اس نے خالد بن برمک کے باپ کو نائب بنایا اور یہاں مسلمانوں کے لیے مضبوط قلعے تعمیر کیے گئے اسی سال ابراہیم بن ہشام امیر الحرمین نے لوگوں کو حج کرایا اسی سال یہ لوگ انتقال کر گئے۔

سلیمان بن یسار تابعی

یہ عطاء بن یسار کے بھائی ہیں۔ ان سے بہت سی روایات منقول ہیں عبادت میں مجتہدین میں شمار ہوتے تھے۔ وجیہہ وشکیل انسان تھے' ان کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ ان کی عمر ۷۳ سال تھی کہ ایک حسین وجمیل عورت ان کے پاس آئی اور ان کو اس نے اپنے اوپر ہر طرح قابو پالینے کی ترغیب دی مگر یہ منکر ہی رہے اور بالآخر اس کو اپنے گھر میں تنہا چھوڑ کر فرار ہو گئے اس کے بعد انہوں نے یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا انہوں نے ان سے پوچھا کیا تم یوسف ہو؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا میں وہ یوسف ہوں جو تیار ہونے کو تھا اور تو وہ سلیمان ہے جو تیار بھی نہیں ہوا۔

عکرمہ مولیٰ ابن عباس

تابعی ہیں اور مفسر ومکثر ہونے کے علاوہ علماء ربانیین میں شمار ہوتے تھے نیز بڑے سیاح اور گھومنے پھرنے کے شوقین تھے ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ صحابہ کی کثیر تعداد سے انہوں نے روایات بیان کی ہیں' یہ بڑے صاحب علم وفن تھے اور اپنے آقا ابن عباس کی زندگی میں فتوے بھی دیتے تھے عکرمہ کہتے ہیں میں نے چالیس سال علم حاصل کیا' عکرمہ ملک در ملک گھومتے پھرتے چنانچہ

انعامات اور امراء کی خوشنودی کے پروانے بھی ان کو حاصل ہوئے۔ ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق کہتے تھے کہ انہوں نے ہی مجھے قرآن وسنت کی تعلیم دی ہے حبیب بن ثابت کہتے تھے میرے پاس پانچ ایسے لوگوں کا اجتماع ہوا جیسا اجتماع میرے پاس کبھی نہیں ہوا اور وہ ہیں عطاء سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد اور طاؤس، جب کبھی سید اور مجاہد عکرمہ کے پاس کسی تفسیر کے سلسلہ میں آتے تھے تو عکرمہ ان کی پوری طرح تفسیر کر کے ان کو مطمئن کر دیا کرتے تھے جابر بن زید کا بیان ہے کہ عکرمہ اعلم الناس ہیں۔ شعبی کا بیان ہے کہ عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا کوئی نہیں جس دن عکرمہ کا انتقال ہوا لوگوں کی بڑی تعداد ان کے جنازہ میں شریک ہوئی لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا آج سب سے زیادہ باغیر اور سب سے بڑا فقیہہ دنیا سے اٹھ گیا۔ سفیان عمرو کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب میں عکرمہ سے مغازی کا بیان سنتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس شخص نے خود ان معرکوں میں شرکت کی ہے اور لوگوں کو لڑتے اور قتال کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایوب کو لوگوں نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرا ارادہ ہوا کہ میں عکرمہ سے جا کر ملوں چنانچہ میں بصرہ کے بازار میں پہنچا وہاں جا کر دیکھا کہ ایک آدمی گدھے پر سوار ہے لوگوں نے استفسار پر بتایا کہ یہ عکرمہ ہیں میں ان سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن زبان یارائی نہیں کر رہی تھی، چنانچہ میں ایک طرف خاموشی سے کھڑا ہو گیا اور میرے دماغ سے سارے سوالات نکل گئے جب کہ دوسری طرف لوگ سوالات کی بوچھاڑ کر رہے تھے اور عکرمہ ان کے جوابات دیتے تھے میں ان کو یاد کرتا جاتا تھا۔ مشہور ہے کہ سفیان ثوری کا قول تھا کہ جو کچھ مناسک لینا ہیں وہ سعید بن جبیر، مجاہد اور عکرمہ سے لو نیز وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ تفسیر چار آدمیوں سے لو سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ اور ضحاک سے۔

القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق

یہ بھی مشہور فقہاء میں سے تھے۔ ان سے بھی بہت سی روایات منقول ہیں صحابہ سے بھی اور غیر صحابہ سے بھی یہ اہالیان مدینہ میں افضل ترین شمار ہوتے تھے اپنے وقت کے بڑے عالم تھے جب ان کے باپ مصر میں قتل ہوئے تو ان کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ اس لیے ان کی خالہ ان کو پرورش کے لیے اپنے پاس لے گئیں وہیں ان کی نشوونما ہوئی اور سیادت ملی ان کے کافی مناقب وفضائل ہیں۔

مشہور شاعر کثیر کی وفات

اس سال مشہور معروف شاعر کثیر بن عبدالرحمان بن اسود بن عامر ابوصخر الخزاعی الحجازی المعروف ابن جمعہ کا انتقال ہوا، یہ شاعر تغزل کے لیے بہت مشہور تھا، اس نے اپنی غزلوں میں ام عمرہ بنت جمیل بن حفص کو اپنی محبت کا محور ومرکز تسلیم کیا ہے، یہ شخص مذموم الخلق اور قبیح العادت تھا اس کا قد تین چار فٹ سے زیادہ نہ تھا۔ ابن خلکان کے بقول یہ رب الدبان (بجو) کہلاتا اور لطف یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو قد آور شخصیت سمجھتا تھا وہ جب عبدالملک بن مروان کے پاس حاضر ہوتا تو وہ اس سے کہتا تھا دیکھنا ذرا خیال کر کے چلنا کہیں تمہارا سر ایوان کے چھت سے نہ ٹکرا جائے۔ دو وفد بنا کر عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا وہ اشعر الاسلامیین کہلاتا تھا۔ اس کا رجحان شیعیت کی طرف زیادہ تھا۔ بعض لوگ اس کو تناسخ کا قائل بھی سمجھتے تھے اور وہ اپنی جہالت اور کم

﴿ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ﴾ .

سے استدلال بھی کرتا تھا۔ ایک دن اس نے عبدالملک کے دربار میں حاضری کی اجازت چاہی چنانچہ وہ عبدالملک کے سامنے پہنچا تو عبدالملک نے کہا تمہیں اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ تمہاری ملاقات سے زیادہ تمہارا کلام سننے کو دل چاہا۔ اس نے جواباً کہا' ہاں بے شک امیرالمومنین صحیح اور سچی بات تو یہی ہے کہ آدمی کی پہچان دو چھوٹی چیزوں سے ہو جاتی ہے ایک اس کی زبان دوسرے اس کا قلب اگر انسان بولے اور صحیح اور معقول بات کرتے تو اس کا جوہر کھلتا ہے اور اگر میدان جنگ میں لڑتا ہے اور بہادری دکھاتا ہے تو یہ کام بھی بغیر قلبی حوصلہ اور دلی عزم وثبات کے انجام پذیر نہیں ہوتا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے میں تو ان اشعار کا مصداق ہوں۔

وجربت الامور وجربتنی　　　وقد بدت عریئتی الامور

''مجھے کاموں کا تجربہ ہے اور آپ بھی مجھے آزما چکے ہیں اور میری سخت جان پر یہ مرحلے گزر چکے ہیں''

ترا الرجال النحیف فتزور به　　　وفی اثوابه اسد زئیر

''تو لوگوں کو کمزور یا کراں کو حقیر سمجھتا ہے چاہے وہ کپڑے پہن کر شیر غراں لگتے ہوں''

شاعر کثیر عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں بھی ان سے ملنے پہنچا اس کا کہنا تھا کہ وہ احوس اور نصیب کو لے کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہنچا تو خیال تھا کہ جس طرح خلیفہ ہونے سے پہلے بلاتکلف وہ دیر تک باتیں کیا کرتے تھے اب بھی کریں گے مگر اب خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد بیکار کا وقت ایسے لوگوں کے ماتحت گزارنے کا کیا موقع تھا اس لیے یہ لوگ ان کے پاس سے مایوس واپس آئے اسی طرح جب مسلمہ بن عبدالملک کا زمانہ آیا تو شاعر مذکور ان کے پاس بھی بہت کچھ امیدیں لے کر حاضر ہوا اس کا جواب مسلمہ نے جو دیا وہ یہ تھا کہ کثیر تم کو معلوم ہے کہ تمہارے خلیفہ کو نہ اشعار سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ وہ شعراء کو زیادہ پسند کرتا ہے البتہ اس نے کثیر اور دوسرے شعراء کو نان ونفقہ کے ساتھ دو چار ماہ اپنے دربار میں رہنے کی اجازت دے دی اور ان کی سواریوں کے چارہ وغیرہ کا بھی بندوبست کرتا رہا یہ شاعر کہتا ہے کہ جب میں مسلمہ کو خطبہ دینے کے لیے تیار ہوتا دیکھتا تو میں بھی اس کے ساتھ جاتا اور خاموشی سے اس کے خطبات سنتا جو اکثر ان کلمات پر مشتمل ہوتے تھے کہ ہر سفر کے لیے توشہ اور زاد راہ ضروری ہوتا ہے اے لوگو تم کو دنیا سے کوچ کرنا ہے اس سفر کے لیے بھی زاد راہ کا بندوبست کرو۔ سب سے اچھا زاد راہ تقویٰ ہے اے لوگو اللہ کے نیک بندے بن جاؤ اور اس عذاب سے بچنے کی ہر وقت کوشش کرو جو اللہ نے نافرمانوں کے لیے تیار کیا ہے اور اس ثواب اور جنت کے حصول کی ہمہ تن کوشش کرو جو اللہ نے مومنوں اور نیک کام کرنے والوں کے لیے تیار کی ہے۔

۱۰۸ھ

اس سال مسلمہ نے بلاد روم میں سے قیساریہ کو فتح کیا اور ابراہیم بن ہشام بن عبدالملک نے ایک رومی قلعہ فتح کیا نیز اس سال اسعد بن عبداللہ القسری امیر خراسان نے جنگ کا بیڑا اٹھا کر ترکوں کو شکست پر شکست دے کر ان کی کمر توڑ ڈالی اس سال جب خاقان آذربائیجان کی طرف بڑھا اور اس نے شہور تان کا محاصرہ کر لیا اور اس پر منجنیقوں سے گولہ باری کی تو اس کی سرکوبی کے لیے اس علاقہ کا نائب امیر اور مسلمہ بن عبدالملک کا سردار الحارث بن عمرو آگے آ گیا اور اس کی مڈبھیڑ خاقان اور اس کی فوجوں سے ہوئی اور وہ شکست کھا گیا اس کے بہت سے لشکری الحارث بن عمرو نے مار ڈالے اور جب خاقان کے بہت سے لوگ مارے گئے تو وہ بھی میدان جنگ سے فرار ہو گیا لیکن اس جنگ میں الحارث بن عمرو بھی شہید ہو گیا اور جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس سال معاویہ بن ہشام بن عبدالملک نے ارض روم میں جنگ کا سلسلہ جاری رکھا اور اس نے بڑے بڑے بہادروں کو بھی لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ حجرہ فتح ہو گیا اور بہت سا مال غنیمت بھی یہاں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

کہا جاتا ہے اعیان میں سے اس سال ابوبکر بن عبداللہ البصری فوت ہوئے۔ یہ عالم و عابد زاہد اور متواضع انسان تھے' یہ قلیل الکلام مشہور تھے انہوں نے بہت سے صحابہ اور تابعین سے روایات بیان کی ہیں۔ بکر بن عبداللہ کہا کرتے تھے کہ جب تم کسی ایسے مسلمان سے ملو جو تم سے بڑا ہو تو کہو میں اس سے گناہوں میں سبقت لے گیا ہوں وہ مجھ سے بہتر ہے اور جب تم یہ دیکھو کہ تمہارے بھائی تمہاری توقیر کر رہے ہیں تو کہو ھذا من فضل ربی اور اگر تم ان سے کوتاہی دیکھو تو کہا کرو یہ گناہ تو مجھ سے بھی سرزد ہو چکا ہے ان کا یہ بھی قول تھا کہ کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک وہ طمع اور غصہ سے نہ بچے بکر بن عبداللہ کہا کرتے تھے ان سے ابوبکر صوم صلوٰۃ میں سبقت نہیں لے جا سکے۔ لیکن وہ دل کے قرار اور طبعی سکون میں ضرور مجھ سے سبقت لے گئے تھے۔ ان بزرگ کے اسی طرح کے بہت سے عمدہ اقوال مشہور ہیں۔

راشد بن سعد المتوانی الحمصی

یہ طویل عرصہ زندہ رہے صحابہ کی کثیر جماعت کے راوی ہیں' یہ عابد و زاہد اور صالح انسان تھے ان کی سیرت بڑی طویل ہے۔

محمد بن کعب القرظی

ابوحمزہ کے قول کے مطابق ۱۰۸ ہجری میں ہی ان کا انتقال ہوا صحابہ کی متعدد بہ جماعت سے روایات کے ناقل ہیں' یہ عالم عابد اور صالح انسان تھے اور قرآن کریم کے اچھے مفسر تھے' اصمعی بیان کرتے ہیں کہ جب ہشام بن زیاد نے محمد بن کعب سے یہ سوال کیا کہ خذلان کی علامت کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا آدمی اچھائی کو برائی کے طور پر پیش کرے اور برائی کو اچھائی بتا کر لوگوں کے سامنے ظاہر کرے سنا گیا ہے کہ ابن کعب کہا کرتے تھے اگر میں رات میں قرآن پڑھتا ہوں اور صبح ہو جاتی تو جب سورۃ

وقت گزر جاتا ہے اور چاہتا ہوں کہ انہی کو آہستہ آہستہ دہراتا ہی رہوں ابن کعب کہا کرتے تھے کہ کبائر تین قسم کے ہیں اول یہ کہ تو اللہ کی چالوں سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھے دوئم یہ کہ اللہ کی رحمت سے تو مایوس ہو جائے تیسرے یہ کہ اللہ کے فضل سے ناامید ہو جائے۔ ابن کعب کے متعلق موسیٰ بن عبیدہ نے بتایا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ جب کسی بندہ کے لیے خیر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس میں تین خصلتیں پیدا کر دیتا ہے اولاً دین میں سمجھ بوجھ کی توفیق دے دیتا ہے دوئم دین کے لیے تقویٰ و پرہیز گاری کا جذبہ پیدا کرتا ہے سوئم اپنے نفس کے عیب اپنے اوپر ظاہر کر دیتا ہے' ابن کعب یہ بھی کہا کرتے تھے کہ دنیا دار الفلق ہے نیک لوگ اس سے کنارہ کش رہتے ہیں اور لوگوں میں سب سے بدبخت وہ ہیں جو دنیا میں زیادہ ملوث رہتے ہیں اور سب سے متقی وہ لوگ ہیں جو دنیا کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔ ان کو لوگوں نے یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ دنیا کچھ لوگوں پر روتی ہے اور کچھ لوگوں کے لیے روتی ہے روتی ان لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں اطاعت الٰہی میں اپنا وقت گزارتے ہیں اور روتی ان پر ہے جو معصیت الٰہی میں زندگی گزارتے ہیں اور پھر یہ آیت پڑھتے تھے:

﴿ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ ﴾ .

عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ ابن کعب کو لکھا کہ ان کے پاس جو غلام ہے اور جس کا نام سالم ہے وہ ان کے (عمر بن عبدالعزیز) کے ہاتھ فروخت کر دیں ابن کعب نے کہا میں نے اس معاملہ میں خود بھی غور کیا ہے اور اس کو بھی موقع دیا ہے عمر بن عبدالعزیز نے کہا آپ بھی ضرور اس پر اچھی طرح غور و فکر کر لیں بہرحال غلام عمر بن عبدالعزیز کے سامنے آیا تو انہوں نے اس سے کہا میں تمہاری بابت آزمائش میں پڑ گیا ہوں اور عدم نجات سے ڈرتا بھی ہوں اس پر سالم نے کہا جیسا آپ نے سوچا ہے نجات کا تو یہی راستہ ہے ورنہ دوسرا راستہ خوف کا ہے۔ یہ جواب سن کر عبدالعزیز نے سالم سے کہا مجھے کچھ نصیحت کر سالم نے کہا آدم علیہ السلام نے ایک غلطی کی تھی تو اس کی پاداش میں جنت سے نکال دیئے گئے تھے اور آپ لوگ خطاؤں پر خطائیں کرتے ہیں اور پھر بھی جنت میں داخلہ کے امیدوار ہیں اور اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ اس پر مؤلف نے لکھا ہے کہ یہ تبصرہ دراصل قرآن کریم کی ان آیات کے حوالہ جات پر مبنی ہے جن کے معنی یہ ہیں کہ لوگ برائیاں کرتے ہیں اور نیکی کی امید رکھتے ہیں' کانٹے بوتے ہیں اور انگور کی فصل کاٹنا چاہتے ہیں۔ شعر

تفصل الذنوب الی الذنوب وترجی درج الجنان وطیب عیش العابد

''گناہ پر گناہ کرتے جاتے ہو اور پھر بھی امید رکھتے ہو جنت میں اعلیٰ مقام اور عابد کی سی زندگی حاصل ہو گی''

ونسیت ان اللہ اخرج ادما منہا الی الدنیا بذنب واحد

''اور ساتھ ہی یہ بھی بھول جاتے ہو کہ اللہ نے آدم کو ایک گناہ کی پاداش میں جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا تھا''

اسی سال ابونضرہ المنذر بن مالک بن قطعۃ العبدی انتقال کر گئے جن کا حال ہم نے اپنی کتاب التکمیل میں لکھا ہے۔

۱۰۹ھ

اس سال ہشام بن عبدالملک نے اسد بن عبداللہ القسری کو خراسان کی امارت سے معزول کر کے اس کو حکم دیا کہ وہ حج پر جائے چنانچہ وہ وہاں سے رمضان میں چل پڑا۔ اس کے بعد خراسان کی نیابت کے لیے ہشام نے الحکم بن عوانہ الکلبی کا انتخاب کیا اور اس کی ماتحتی کے لیے ہشام نے خراسان میں اشرس بن عبداللہ اسلمی کو موزوں قرار دیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ خالد بن عبداللہ القسری سے مراسلات کی تحریر کا کام لے اشرس فاضل وشعور مند آدمی تھا اس لیے اس کا نام فاضل پڑ گیا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے رابطہ وتعلقات کا دفتر قائم کیا اور بطور مرابط عبدالملک بن زیاد الباہلی کو مقرر کیا جو تمام امور کے انصرام وانتظام کا انچارج تھا اور انہی اختیارات کی بناء پر اس کے اہل وعیال بہت شاداں وفرحاں تھے۔ اسی سال امیر المومنین ابراہیم بن ہشام نے لوگوں کو حج بھی کرایا۔

۱۱۰ھ

اس سال مسلمہ بن عبدالملک نے ملک الترک الاعظم خاقان سے پھر جنگ کی چنانچہ وہ لشکر جرار لے کر مسلمہ کے لیے مقابلہ کے لیے نکلا اور ایک مہینہ تک برابر ایک دوسرے سے مڈبھیڑ ہوتی رہی پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ خاقان کو موسم سرما میں شکست ہوگئی اور مسلمہ بن عبدالملک کامیاب فتح مند ہو کر واپس آیا اور بہت سا مال غنیمت بھی ساتھ لایا اور اس نے شام کی طرف واپس آتے وقت ذوالقرنین کے طریقہ پر عمل کیا ان جنگوں کو تاریخ میں غزاۃ الطین کا نام دیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جن راستوں سے فوجوں کو گزرنا پڑا وہاں سخت دلدل' کیچڑ اور گہری کھائیاں وغیرہ تھیں جن کی وجہ سے مویشی بھی بہت ضائع ہوئے اور لوگ بھی سخت مشکلات اور دشواریوں میں پھنس کر موت کے گھاٹ اتر گئے اور جو لوگ باقی بچے تھے وہ بڑے سخت مصائب اور ہولناک مشکلات کا مقابلہ کرنے کے بعد بچے تھے۔ اس سال اشرس بن عبداللہ اسلمی خراسان کے نائب امیر نے سمرقند کے ذمیوں کو اسلام کی دعوت دی اور ماوراء النہر کے لوگوں کو بھی اسلام کا پیغام پہنچایا اور ان کے جزیہ کو بھی معاف کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ ان میں سے بیشتر اسلام لے آئے لیکن بعد میں جب ان سے جزیہ کا پھر مطالبہ کیا گیا تو وہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے چنانچہ ان ترکوں اور اشرس بن عبداللہ کے درمیان عرصہ تک کے لیے پھر جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کا حال بہت تفصیل سے ابن جریر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے' اسی سال امیر المومنین نے ہشام بن عبیدہ کو افریقہ کا متولی بنا کر بھیجا اور جب وہ پہنچا تو اس نے اپنے بیٹے اور بھائی کو بہت بڑا لشکر تیار کر کے دیا جس نے مشرکین سے بڑی سخت لڑائیاں لڑیں اور ان کے بہت سے آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے اور ان کے بطریق کو بھی گرفتار کر لیا اور باقی لوگ شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ مسلمانوں کو یہاں بھی بہت سا مال غنیمت ملا۔ اسی سال معاویہ بن ہشام نے بلاد روم کے کچھ قلعے فتح کیے اور مال غنیمت حاصل کیا ابراہیم بن ہشام نے اس سال حج بھی کرایا۔ اس وقت عراق میں خالد القسری حکمران تھا اور خراسان پر اشرس السلمی کی حکمرانی تھی۔

شاعر جریر

یہ جریر بن الخطفی ہے اس کا نام معہ شجرہ نسب الخطفی حذیفہ بن بدر بن سلمہ بن عوف بن کلب بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید بن مناۃ بن تمیم بن مر بن طانجہ بن الیاس بن مضر بن بزار ہے شاعر مذکور کئی بار دمشق آیا اور یزید بن معاویہ کی مدح سرائی کرتا رہا اور بعد کے خلفاء کی قصیدہ خوانی بھی کی' یہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھی بھیجا تھا۔ یہ فرزدق اور اخطل کا ہم عصر تھا اور ان سب میں شعور مند اور باخبر مشہور تھا' کئی لوگوں نے اس کے متعلق کہا ہے کہ وہ اشعر الثلا ثا تھا یعنی تینوں مشہور شعراء میں سب سے زیادہ قادر الکلام اور پرگو شاعر تھا ابن درید نے جب عثمان النبی کے حوالہ سے کہا میں نے تسبیح کے لیے جریر کے ہونٹ ہلتے ہوئے نہیں دیکھے تو میں نے کہا تمہیں ان باتوں سے کیا حاصل تو اس پر اس نے کہا سبحان اللہ والحمدللہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں' 'الحسنات یذھبن السیات'' اس آیت میں خدا کا وعدہ برحق ہے۔ محمد الکلبی نے اپنے باپ کے حوالہ سے کہا کہ قبیلہ بنی عذرہ کا ایک اعرابی عبدالملک بن مروان کے پاس آیا اور اس کی شان میں اس نے قصیدہ پڑھا اس وقت عبدالملک کے پاس تین مشہور شاعر موجود تھے' جریر' فروزق اور اخطل لیکن وہ اعرابی ان میں سے کسی کو نہیں پہچانتا تھا۔ عبدالملک نے اعرابی سے کہا کیا تم کو کسی عرب کا اسلام میں ایسا شعر یاد ہے جو ہجو سے بھرا ہوا ہو اس نے کہا جریر کا یہ قول اس کا ثبات ہے:

فغض الطوف انک من نمیر　　فلا کعبا بلغت ولا کلابا

''اپنی نظریں نیچی رکھ کیونکہ تو نمیری قبیلہ کا ہے　اور تیرا تعلق نہ قبیلہ کعب سے ہے اور نہ کلاب سے''

یہ شعر سن کر عبدالملک نے اعرابی کی تحسین کی اور کہا کیا تجھے کوئی اچھا شعر بھی یاد ہے اس نے کہا ہاں جریر کا یہ شعر ہے آپ بھی سن لیجیے:

الستم خیر من رکب المطایا　　واندی العالمین بطون راح

''کیا تم بہترین سوار نہیں ہو　اور کیا تم سب لوگوں سے زیادہ سخی اور نرم خو نہیں ہو؟''

عبدالملک نے اس شعر کو سن کر بھی اعرابی کو داد دی اور کہا سب سے زیادہ خوبصورت اور لطیف شعر بھی کسی کا سنا سکتے ہو؟ اعرابی نے پھر جریر کے مندرجہ ذیل دو اشعار سنائے:

ان العیون التی فی طرفھا مرض　　قتلنا ثم لم یحیین قتلانا

''ان محبوبوں کی انکھڑیوں نے جن کو بیماری لاحق ہے　ہمیں مار ڈالا ہے اور پھر ایک بار مارنے کے بعد جینے کا موقع نہیں دیا''

یصرعن ذالب حتی لا حراک بہ　　وھن اضعف خلق اللہ ارکانا

''بڑے بڑے صاحبان ہوش ایسے چت ہوئے کہ حس وحرکت　باقی نہ رہی حالانکہ وہ اللہ کی ضعیف ترین مخلوق ہیں''

عبدالملک نے یہ اشعار سن کر اعرابی کی تحسین کی اور کہا کیا تم جریر کو پہچان سکتے ہو؟ اعرابی نے جواب دیا اگرچہ میں اس

سے ملنے کا بے حد مشتاق ہوں لیکن آج تک اس سے نہیں ملا ہوں' بہر حال عبدالملک نے اعرابی کی زبانی جریر کے اشعار سن کر اس کو بہت کچھ انعام واکرام دے کر رخصت کرنا چاہا اس پر جریر نے عبدالملک سے کہا آپ اس کو جو کچھ بھی دے رہے ہیں وہ آپ کا اس کے لیے بہت بڑا عطیہ ہے آپ مجھے جو دینا چاہتے ہیں میری طرف سے وہ بھی اس اعرابی کو دے دیں حکایت ہے کہ ایک روز جریر بن بشر بن مروان کے پاس پہنچا تو وہاں اخطل بھی موجود تھا بشر نے جریر سے کہا کیا تم ان کو جانتے ہو جریر نے کہا نہیں اے امیر یہ کون شخص ہے امیر نے کہا یہ اخطل ہے اس پر اخطل نے کہا میں وہ ہوں جس نے تیری آبرو خاک میں ملا دی ہے اور تجھے راتوں کو جگایا ہے اور تیری قوم کو دکھ پہنچایا ہے اس کے جواب میں جریر نے جو کچھ کہا وہ یہ تھا جہاں آبرو کے متعلق تیری گالی دینے کا تعلق ہے تو اس نے کہا دریا میں ڈوبنے والا دریا کو گالی دے کر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے اور جہاں تک تیرے قول راتوں کو جگائی کرانے سے متعلق ہے تو مجھے چھوڑ دے تاکہ میں سوسکوں تو یہی تیرے حق میں بہتر ہوگا اور جہاں تک تیرے قول کا تعلق قوم کی اذیت سے ہے تو اس کے متعلق بھی سن لے کہ تو ایسی قوم کو بھلا کیا ایذاء دے سکتا ہے جس کو تو جزیہ ادا کرتا ہے اخطل کا تعلق نصاریٰ عرب مخصرہ سے تھا اللہ اس کا برا کرے جس نے بشر بن مروان کی قصیدہ گوئی کرتے یہ شعر پڑھا تھا:

قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف ودم مھراق

''بشر عراق پر قابض ہو گیا بغیر تلوار چلائے اور خون بہائے''

یہاں لفظ استویٰ کا استعمال نہ صرف غلط ہے بلکہ گستاخانہ بھی ہے۔ عام طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے استویٰ علی العرش کا جو مطلب لیا گیا ہے وہی مطلب گستاخی سے اخطل نے بشر بن مروان کے لیے بھی لیا ہے' اللہ تعالیٰ جہمیوں کے اس ناشائستہ اور بیہودہ تحریف کلمہ سے منزہ و پاک ہے۔

الہیثم بن عدی نے عوانہ بن الحکم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو ان کے پاس کئی شعراء وفد کی صورت میں حاضر ہوئے لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ دی کئی روز دروازہ پر حاضری کے بعد جب ان میں سے کسی کو باریابی کی اجازت نہ ملی تو یہ امر ان لوگوں کو بڑا شاق گزرا اور انہوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا اتفاقاً اس طرف رجاء بن حیوہ کا گزر ہوا اس سے جریر نے کہا:

یاایھا الرجل المرخی عمامته ھذا زمانک فاستاذن لنا عمراً

''اے ڈھیلے عمامہ والے مطمئن انسان آج کل تیرا دور دورہ ہے ہمارے لیے باریابی کی اجازت دلا دے''

رجاء بن حیوہ نے اندر جانے کے بعد خلیفہ سے ان لوگوں کا کوئی ذکر نہیں کیا لیکن جب عدی بن ارطاۃ کا ادھر سے گزر ہوا تو جریر نے اس سے بھی ان اشعار میں اپنے لیے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کے یہاں باریابی کی سفارش کی خواہش کی چنانچہ وہ کہتا ہے:

یاایھا الراکب المرخی مطیته ھذا زمانک انی قد مضی زمنی

''اے آرام دہ مطیع سواری کے راکب آج کل تیرا زمانہ ہے میرا زمانہ تو گزر چکا ہے''

ابلغ خلیفتنا ان کنت لاقیه انی لدی الباب کالمصفوء فی قرن

''ذرا خلیفہ سے ملاقات ہونے پر ہمارا پیغام بھی پہنچا دینا کہ میں بھی دروازہ پر بندھا پڑا ہوں''

لاتنس حاجتنا لاقیت مغفرة قد طال مثكى عن اهلى وعن وطنى

''ہماری بات بھول نہ جانا خدا تیری مغفرت کرے مجھے اپنے اہل وعیال اور وطن سے جدا ہوئے عرصہ گزر گیا ہے''

چنانچہ عدی نے عمر بن عبدالعزیز کے سامنے پہنچ کر کہا اے امیر المومنین تیرے دروازہ پر شعراء دستک دے رہے ہیں ان کے تیر بڑے زہریلے اوران کی باتیں بڑی پراثر ہوتی ہیں خلیفہ نے عدی کی بات سن کر کہا' مجھے شعراء سے کیا لینا ہے اس پر عدی نے کہا امیر المومنین رسول اللہ ﷺ بھی شعر سنتے تھے اور انعام بھی دیتے تھے اور جب العباس بن مرداس نے حضور ﷺ کی تعریف کی تھی تو آپ نے خوش ہو کر اپنا حلہ مبارک اس کو عطا کر دیا تھا عمر بن عبدالعزیز نے کہا کیا تم ان میں سے کچھ اشعار مجھے سنا سکتے ہو؟ عدی نے کہاں ہاں بے شک لیجیے سنئے:

رأیتک یاخیر البریة کلها!! نشرت کتابا جاء بالحق معلما

''ساری مخلوق میں سب سے افضل تجھے دیکھا ہے تو ایسی کتاب لایا ہے جو حق کی داعی ہے''

شرعت لنا دین الهدی بعد جورنا عن الحق لما اصبح الحق مظلما

''تو ہمارے لیے دین ہدایت کی اس وقت شریعت لایا جب ہم حق سے بھٹک گئے تھے اور حق چھپ گیا تھا''

ونورت بالبرهان امرا مدلساً واطفأت بالقران نارا تضرماً

''تو نے دلائل کے نور سے فریب کا پردہ چاک کر دیا اور بھڑکتی ہوئی آگ کو قرآن سے بجھا دیا''

فمن مبلغ عنی النبی محمداً وکل امری یجزی بما کان قدما

''محمد عربی کا یہ پیغام عام کر دو کہ ہر آدمی کو گزشتہ عمل کی جزا ضرور ملے گی''

تعالیٰ علواً فوق عرش الهنا وکان مکان الله اعلیٰ واعظما

''ہمارا نبی عرش الٰہی سے بھی اوپر نکل گیا اور اللہ جل شانہ کا مرتبہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے''

یہ اشعار سن کر عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا دروازہ پر کون کون شاعر ہیں جواب ملا' ایک عمر بن ابی رابعہ ہے دوسرا ہمام بن غالب یعنی فرزدق ہے اور تیسرا جریر ہے عمر بن عبدالعزیز نے اول الذکر دونوں شاعروں کو ان کے لایعنی کلام اور غیر اسلامی خیالات کی بنا پر بلانے کی اجازت دینے سے انکار کرتے ہوئے جریر کو اندر آنے کا موقع دیا جس نے آتے ہی رسول اللہ ﷺ کی شان میں کچھ سنانے کے بعد خلیفہ کی مدح میں بھی اسی طرح گویا ہوا:

ان الذی بعث النبی محمداً جعل الخلافة الامام العادل

''یہ اللہ کی ذات ہے جس نے محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا اور جس نے خلافت امام عادل کے سپرد کی''

وسع الخلائق عدله ووفاءه حتیٰ ارعوی وانا میل المائل

''جس کا عدل وانصاف اور وفا سب کے شامل حال ہے اس نے کجرو لوگوں کو غلط اقدامات سے روک دیا ہے''

انی لارجو منک خیراً عاجلاً والنفس مؤلعة بحب العاجل

''میں بھی تجھ سے خیر عاجل کی امید رکھتا ہوں اور نفس تو جلد محبت کا گرویدہ ہوتا ہی ہے''

فرزوق

اس کا پورا نام ہمام بن غالب بن صعصعہ بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن حنظلہ بن زید بن مناۃ بن مر بن اد بن طانجہ ابوفراس بن ابی خطل التمیمی البصری الشاعر المعروف بالفرزوق ہے' اس کا دادا صعصعہ بن ناجیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا اور ایام جاہلیت میں احیاء مؤدت والفت کا دعویدار تھا۔ فرزوق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بتاتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو اس کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو میرے باپ نے ان کو بتایا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور شاعر ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میرے باپ سے کہا تھا کہ اس کو قرأت سکھلاؤ کہ یہ اس کے لیے شعر گوئی سے بہتر ہے فرزوق کے کلام کو حسینؓ نے بھی اس وقت سنا تھا جب وہ عراق کے لیے روانہ ہو رہے تھے ان کے علاوہ اس کے کلام کو ابوہریرہ' ابوسعید خدری' عرفجہ بن سعید' زرارہ بن کعب اور طراح بن عدی شاعر نے بھی سنا تھا' فرزوق نے خالد الحذاء' مروان الاصغر اور حجاج بن حجاج الاحوال سے کچھ روایات بیان کی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ فرزوق معاویہ کے پاس بھی اپنے چچا الحباب کی میراث طلب کرنے کے سلسلہ میں گیا تھا اور ولید اور اسکے بھائی کے پاس بھی غالباً اسی غرض سے گیا تھا مگر غالباً یہ صحیح نہیں تھے' اشعث بن عبداللہ نے فرزوق کے حوالہ سے کہا ہے کہ ایک روز ابوہیرہ رضی اللہ عنہ نے میرے قدموں کو دیکھ کر کہا کہ میں تیرے چھوٹے چھوٹے قدموں کے باعث تیرے لیے جنت طلب کروں گا۔ میں نے کہا میرے گناہ تو بہت ہیں اس نے جواب دیا کوئی حرج نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ توبہ کا دروازہ اس وقت تک کھلا رہے گا جس تک سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور معاویہ بن عبدالکریم نے بھی اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز میں فرزوق کے پاس پہنچا تو اچانک اس کے پیر میں بیڑی دیکھی میں نے اس سے پوچھا یہ کیا اس نے جواب دیا میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس وقت تک یہ بیڑی پیر سے نہیں نکالوں گا جب تک قرآن پاک حفظ نہ کرلوں گا۔

ابوعمرو بن غلاء کا بیان ہے کہ میں نے کسی بدوی کو نہیں دیکھا کہ اس نے شہر میں قیام کیا ہو اور اس کی زبان خراب نہ ہوگئی ہو مگر دو آدمی اس سے مستثنیٰ ہیں ان میں سے ایک اروبہ بن الحجاج ہے اور دوسرا فرزوق ہے ان لوگوں کی زبان تو شہر میں طویل قیام کے باوجود مزید نکھر گئی ہے ابوشنیل کا بیان ہے کہ فرزوق نے اپنی بیوی النوار کو تین طلاقیں دے دیں تو الحسن البصری کے پاس آیا اور ان کو اس امر پر گواہ بنایا اس کے بعد طلاق دینے پر بہت نادم ہوا اور حسن بصری کی شہادت پر بھی اس کو بہت افسوس ہوا چنانچہ وہ کہتا ہے:

فلو انی ملکت یدی وقلبی لکان علی للقدر الخیار

''کاش میرے ہاتھ اور میرا دل میرے قبضہ میں ہوتے اور تقدیر پر میرا اختیار ہوتا''

ندمت ندامة الكسعي لما غدت منى مطلقة نوار

''میں اس وقت ندامت کرتا رہ گیا جب میری مطلقہ بیوی نوار میرے پاس سے چلی گئی''

وكانت جنتي فخرجت منها كآدم حين اخرجه الضرار

''وہ تو گویا میری جنت تھی مگر میں تو اس جنت سے خود نکل آیا آدم کی طرح جو مجبور ہو کر نکلے تھے''

اصمعی وغیرہ نے کہا ہے کہ جب نوار کا انتقال ہوا تو اس نے وصیت کی تھی کہ اس کی نماز جنازہ حسن بصری پڑھائیں' غرض کہ اس کی نماز جنازہ پر بکثرت اشراف وعیان اہل بصرہ موجود تھے جن میں حسن بھی شامل تھے جو اپنے خچر پر سوار تھے اور فرزوق اپنے اونٹ پر سوار تھا جب جنازہ چل پڑا تو حسن نے فرزوق سے کہا لوگ کیا کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا لوگ کہہ رہے ہیں کہ آج کے جنازہ میں ایک بہترین انسان موجود ہے اور ایک بدترین انسان بھی حاضر ہے یعنی بہترین انسان آپ ہیں اور بدترین انسان میں ہوں اس پر حسن بصری نے جواب دیا اے ابوالفرس نہ میں بہترین انسان ہوں اور نہ تو بدترین انسان ہے اس کے بعد حسن نے کہا آج کے لیے تیری کیا تیاری ہے اس نے جواب دیا اسی برس سے لا الہ الا اللہ کی شہادت دے رہا ہوں جب حسن بصری نے میت کی نماز پڑھادی تو لوگ قبر کی طرف مائل ہوئے تو فرزوق نے یہ اشعار پڑھے:

افاف وراء القبر ان لم يعافني اشد من القبر التهاباً واضيقا

''مجھے اگر معاف نہ کیا گیا تو قبر کی منزل کے بعد بھڑکتی ہوئی آگ اور تنگی قبر کا خوف لاحق ہے''

اذا جاء في يوم القيامة قائد عنيف وسواق يسوق الفرزوقا

''اور جب قیامت قائم ہوگی تو ایک سخت گیر قائد اور ہانکنے والا فرزوق کو ہنکا کرلے جائے گا''

يساق الىٰ نار الجحيم مسربلاً سرابيل قطران لباساً مخرقا

''اور نار جہنم کی طرف گندھک کے کپڑے پہنا کر لے جایا جائے گا اور وہ کپڑے بھی تار تار ہو چکے ہوں گے''

کہتے ہیں ان اشعار کو سن کر حسن بصری رو پڑے اور فرزوق کے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور کہنے لگے آج سے قبل تم سے زیادہ مجھے کوئی برا نہیں لگتا تھا لیکن آج تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں ہے' بعض لوگوں نے فرزوق سے کہا تمہیں پاک باز عورتوں پر تہمت لگاتے کچھ خوف خدا نہیں آتا اس نے جواب دیا آج مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ذات ہے جو سب سے زیادہ دیکھتی ہے پھر وہ مجھے کیوں عذاب دے گی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں فرزوق ۱۱۰ھ میں جریر سے چالیس دن قبل فوت ہوا بعض لوگ کہتے ہیں ایک مہینہ قبل فوت ہوا' واللہ اعلم' البتہ حسن بصری اور ابن سیرین کا ذکر ہم نے اپنی کتاب التکمیل میں بھی تفصیل سے کیا ہے۔

الحسن بن ابی الحسن

ان کے باپ کا نام یسار تھا ابوسعید البصری تھے جو زید بن ثابتؓ کے غلام تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ جابر بن عبداللہ کے غلام تھے ان کی ماں کا خیرہ ام سلمہ کی کنیز تھیں اور ان کی ہی خدمت کیا کرتی تھیں لیکن جب کبھی وہ ان کو کسی کام کے لیے بھیج دیتی تھیں تو وہ اپنے لڑکے حسن سے غافل ہو جاتی تھیں اس وقت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی ان کو اپنی چھاتیوں کا دودھ پلا کر بہلاتی تھیں اس طرح حسن

دونوں کا دودھ پی کر نشوونما پایا ہے تھے لوگوں کا خیال ہے حسن کو حکمت وعلوم میں جو مقام حاصل ہوا وہ اسی دودھ پینے کی وجہ سے تھا جوان چھاتیوں کی برکت سے ان کو ملا تھا جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف تھی ان کی والدہ بچپن ہی میں ان کو صحابہ کے پاس بھیجتی تھیں جو ان کو اپنی دعاؤں اور برکتوں سے نوازتے تھے۔ ان دعا دینے والوں میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو ان کو دعا دیتے وقت کہا کرتے تھے اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا کر اور اس کو لوگوں کا محبوب بنا دے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کرنا چاہا تو انہوں نے کہا ہمارے مولا الحسن سے دریافت کرو انہوں نے بھی سنا ہے اور ہم نے بھی سنا ہے مگر ان کو سب کچھ یاد ہے اور ہم بھول گئے ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ یہ بھی کہا میں اہل بصرہ میں سے دو آدمیوں پر رشک کرتا ہوں ایک حسن دوسرے ابن سیرین۔ قتادہ کا قول ہے میں جس فقیہ سے بھی ملا ہوں حسن کو ان سب سے افضل پایا' ایک مرتبہ انہوں نے ان کے بارہ میں یہ بھی کہا کہ میری آنکھوں نے حسن سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں دیکھا ایوب نے کہا لوگ حسن سے سوال کرنے کے لیے تین تین سال توقف کرتے تھے پھر بھی ان کی ہیبت کے باعث ان سے کچھ نہیں پوچھ پاتے تھے' شعبی نے بصرہ جانے والے ایک شخص سے کہا جب تم بصرہ میں سب سے زیادہ خوبصورت اور بارعب آدمی کو دیکھو تو سمجھ لو یہی حسن ہیں پھر اس وقت ان سے میرا اسلام کہنا' یونس بن عبید کا کہنا ہے جب کوئی شخص حسن کو دیکھ لیتا تھا تو اس سے اس کو فائدہ پہنچتا تھا خواہ اس نے ان کو عمل کرتے ہوئے نہ دیکھا اور نہ ان کا کلام سنا ہو۔ اعمش کہا کرتے تھے حسن ہمیشہ حکمت ودانائی کی بات کرتے ہیں۔ ابوجعفر جب حسن کا ذکر کرتے تھے تو کہا کرتے تھے یہ وہ شخص ہے جس کا کلام انبیاء کے کلام کی مانند ہے۔ محمد بن سعد کا کہنا ہے حسن علم وعمل کے جامع ہیں وہ بلند مرتبہ عالم ہیں' عالی مقام فقیہ میں عابد وزاہد اور سخت عبادت گزار ہیں وہ کثیر العلم والعمل ہیں اور فصیح وجمیل ہیں وہ جب مکہ آئے تو ایک مسند پر بٹھائے گئے اور تمام علماء وقت ان کے اطراف میں بیٹھے اور لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا تو حسن نے ان سب کو مخاطب کر کے گفتگو کی۔ اہل تاریخ کا کہنا ہے حسن جب اٹھاسی سال کے ہو گئے تو ۱۱۰ھ میں ان کا وصال ہو گیا یہ رجب کا مہینہ تھا ان کے اور ابن سیرین کے یوم وفات میں ایک سو دن کا فرق ہے۔

ابن سیرین

محمد بن سیرین ابوبکر بن ابی عمرو الانصاری' انس بن مالک النضری کے غلام تھے محمد کے باپ عین التمر کے قیدیوں میں شامل تھے۔ خالد بن الولید نے منجملہ دیگر قیدیوں کے ان کو بھی غلام بنا لیا تھا جن کو بعد میں انس نے خرید کر اپنا مکاتب بنا لیا تھا ان کے یہاں اولاد اخیار پیدا ہوئی جن میں محمد انس بن سیرین معبد' یحیٰ حفصہ اور کریمہ شامل ہیں۔ یہ سب تابعین ثقات میں شامل ہیں رحمہم اللہ' بخاری نے کہا ہے محمد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اختتام خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے تھے ہشام بن حسان کا کہنا ہے جتنے آدمیوں سے میں ملا ہوں ان میں محمد سب سے زیادہ سچے تھے۔ محمد بن سعد کا کہنا ہے کہ محمد ثقہ مامون بلند مرتبہ عالم فقیہ امام کثیر العلم اور نہایت متقی وپرہیزگار تھے ان کو ثقل سماعت کا عارضہ لاحق تھا۔ مؤرخ العجلی کا قول ہے میں نے کسی شخص کو ان سے زیادہ تقویٰ میں بڑھا ہوا نہیں پایا اور نہ ان سے زیادہ کسی کو فقیہ دیکھا۔ ابن عون کا قول ہے محمد بن سیرین اسی امت کے لیے سب سے زیادہ

اچھی توقعات رکھنے والے اور اپنے نفس پر سب سے زیادہ سختی برداشت کرنے والے اور سب سے زیادہ امت کا خوف رکھنے والے تھے۔ ابن عون کا کہنا ہے دنیا میں تین آدمیوں سے زیادہ خشیت الٰہی سے رونے والے نہیں ہیں ایک عراق کے محمد بن سیرین دوسرے حجاج کے قاسم بن محمد اور تیسرے شام کے رجاء بن حیوۃ۔ یہ لوگ حرف بحرف احادیث سناتے تھے۔ شعبی کا قول ہے لوگو اس اونچا سننے والے آدمی کے ساتھ لگے رہو۔ ابن شوذب کا قول ہے میں نے کسی کو محمد بن سیرین سے زیادہ بے باک خواب کی تعبیر بتانے والا نہیں دیکھا' عثمان البتی کا کہنا ہے بصرہ میں محمد بن سیرین سے زیادہ قضاء اور شرعی محاکمہ کا عالم کوئی نہ تھا۔ ان کا انتقال ۱۱۰ھ میں شوال کی نو تاریخ کو حسن کے انتقال کے سو دن بعد ہوا تھا۔

الحسن (مزید کوائف واقوال)

ابوسعید البصری فقیہ کے مشہور امام تھے کبار تابعین اور اجل علماء میں شامل تھے' علم وعمل اور اخلاص میں بے نظیر تھے ابن ابی الدنیا نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے بیس سال اس طرح عبادت کی کہ ان کے پڑوسیوں کو بھی اس کا قطعاً کوئی علم نہ تھا۔ بعض اوقات ساری رات عبادت کرنے میں صبح کر دیتے تھے اور بعض اوقات کچھ رات سے عبادت کے لیے اٹھ کر صبح تک عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ لوگ ان کے پاس مذاکرہ کے لیے آتے تھے اور وہ لوگوں کی ممکنہ حد تک تسلی کرتے تھے' حسن نے ایک بار لوگوں سے کہا کہ ایک شخص عمر بن عبدالعزیز کے پاس زور زور سے سانس لینے لگا آپ نے اس کے لات ماردی یا تھپڑ مار دیا اس کے بعد کہا اس امر میں اس شخص کے لیے آزمائش تھی' طبرانی کی روایت کے مطابق ایک بار حسن نے کہا تھا کہ ایک قوم کے لوگوں کو مغفرت کی امیدوں اور رحمت کی آرزوں نے دھوکہ میں اتنا مبتلا کر دیا ہے کہ وہ اسی حالت میں دنیا سے کوچ کر گئے اور اعمال صالحہ سے خالی گئے۔ ان میں سے ایک آدمی حسن کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اللہ کے ساتھ حسن ظن ہے اور اس سے رحمت کی امید ہے' اس کو سن کر حسن نے کہا یہ شخص جھوٹا ہے اگر اللہ کے ساتھ اس کو حسن ظن ہوتا تو اللہ کے لیے حسن عمل بھی کرتا۔ اگر اللہ سے رحمت کا طلبگار ہے تو اس کی رحمت کو اعمال صالحہ کے ذریعے طلب کرنا چاہیے جو شخص جنگل میں بغیر زاد راہ گھس جائے تو یقیناً بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو جائے گا۔

ابن ابی الدنیا نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ قلب کے حادثات سے بچے کیونکہ قلب بہت جلد ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں میں نے حسن سے دریافت کیا اس وقت عقوبت عالم کا کیا حال ہوگا جب وہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جائے فرمایا اس وقت قلب کی موت واقع ہو جائے گی۔ جب کوئی عالم دنیا کو عمل آخرت کے ذریعہ طلب کرے تو اس سے علم کی برکتیں رخصت ہو جائیں گی اور صرف رسمی طور پر اس کا علم رہ جائے گا ایک شخص نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حسن نے ایک شخص کو دیکھا جو بیمار ہو کر اچھا ہو گیا تھا اس پر حسن نے اس سے کہا اے شخص اللہ نے تجھے یاد کیا ہے تو بھی اس کو یاد کر اور اس کا شکر ادا کر اور اس کے بعد حسن نے کہا مرض بھی اللہ کی طرف سے تازیانہ عبرت ہوتا ہے اس کے بعد مریض یا گھوڑے کا شہ سوار بن جاتا ہے یا لنگڑے لولے گدھے کا سوار بن جاتا ہے عتبی نے اپنے باپ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حسن نے فرقد کو لکھا:

اما بعد! ''میں تجھے تقویٰ اور خشیت الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ نے تجھے جو علم دیا ہے اس پر عمل کی تلقین کرتا ہوں' اللہ نے جو وعدہ کیا ہے اس کی تیاری کی وصیت کرتا ہوں اس سے کوئی آدمی بچ نہیں سکتا جب اللہ کا وعدہ یورا ہونے کا وقت آ جائے گا تو اس وقت ندامت سے کچھ حاصل نہ ہوگا اپنے سر سے غافلین کا پردہ ہٹا دے اور جہلاء کی نیند سے بیدار ہو جا اپنی کمر کس لے کیونکہ دنیا ایک میدان مسابقت ہے اور اس کی انتہا یا جنت ہے یا دوزخ میرے اور تیرے لیے اللہ کی طرف سے ایک مقام مقرر ہے اس میں ہر چھوٹی بڑی چیز کے متعلق سوال ہوگا اور ہر خفی اور جلی امر کے بارہ میں پوچھا جائے گا چنانچہ جو کچھ مجھ سے اور تجھ سے سوالات ہوں گے اس سے مطمئن نہ ہو جانا۔ اس میں دل کے وسوسے آنکھوں کی خیانتیں اور کانوں کی سماعتیں وغیرہ سب کچھ داخل ہے''۔

ابن ابی الدنیا نے حمزہ الاعمیٰ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ان کی والدہ ان کو حسن کے پاس لے گئیں تا کہ وہ ان کی صحبت سے فیض حاصل کریں ان کا بیان ہے کہ ان کی والدہ ان کو حسن کے پاس لے گئیں تا کہ وہ ان کی صحبت سے فیض حاصل کریں ان کا بیان ہے کہ میں روزانہ جب حسن کے مکان پر پہنچتا تھا تو ان کو روتا ہوا پاتا تھا اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ میں نے حسن کو نماز میں روتے ہوئے دیکھا تو ایک دن ان سے پوچھ بیٹھا کہ آخر آپ اتنا کیوں روتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ بندہ اگر نہ روئے تو آخر کیا کرے۔

اے میرے بیٹے گریہ وزاری خدا کی رحمت کو دعوت دیتی ہے اگر تجھے زندگی بھر رونے کا موقع ملے تو ضرور رویا کرتا کہ اللہ کی رحمتیں تجھ پر نازل ہوں اور تجھ کو عذاب نار سے نجات مل جائے انہوں نے کہا مرنے کے بعد انسان کے لیے دو ہی منزلیں ہیں جنت یا دوزخ تیسری منزل کوئی نہیں ہے اور پھر کہا اللہ کی خشیت سے رونے والے کے قطرے بہتے نہیں پاتے ہیں کہ اس کو عذاب دوزخ سے نجات مل جاتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا اگر کوئی اللہ کی خشیت سے مجمع میں رو رہا ہے تو اس کے باعث اللہ کی رحمتیں سب کے شامل حال ہو جاتی ہیں۔ نیز یہ کہ انسانی اعمال میں سے کوئی عمل ایسا نہیں جس کا وزن نہ ہو مگر خوف الٰہی سے رونے والے آنسوؤں کے وزن کا علم صرف اللہ رب العالمین کو ہی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے حسن کے حوالہ سے کتاب الیقین میں بیان کیا ہے' ایک مسلمان کی علامات دین کی قوت' نرمی میں احتیاط' یقین میں ایمان' علم کے ساتھ حکم' حق میں عطاء' غنی میں قصد' فقر و فاقہ میں تحمل بوقت قدرت۔ احسان و نصیحت' رغبت و خواہش میں تورع' شدت میں تعفف و صبر ہیں اور ایسی حالت میں انسان کی نہ زبان بہکے' نہ آنکھیں گمراہ ہوں نہ شرم گاہ قابو سے باہر ہو' نہ اس کو خواہشات بے قابو ہونے دیں' نہ اس کی زبان اس کو رسوا کرے نہ حرص و آزدینوی اس کو شرمسار کرے اور نہ اس کی نیت میں کسی قسم کا کھوٹ آئے۔ اسی کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انسان کے ضعف یقین کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس کو وہ اس سے زیادہ پائیدار اور مستحکم جانے جو خدا کے پاس ہے۔

ابن ابی الدنیا نے غیبت کی برائی کے بارہ میں حسن کا قول نقل کیا ہے۔

خدا کی قسم مومن کے دین میں غیبت کی برائی غذا کے جسم میں سرایت کرنے سے زیادہ تیزی سے سرایت کرتا ہے نیز یہ کہ ابن آدم ایمان کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنے نفس کے عیبوں تک نہیں پہنچ پاتا انہوں نے یہ بھی کہا کہ تین

آدمیوں کی غیبت غیبت نہیں کہلائے گی اور ان کی غیبت کی برائی کا اعلان گناہ میں شامل نہیں ایک وہ فاسق وفاجر شخص جو کھلم کھلا اس کا ارتکاب کر رہا ہے دوسرے ظالم و جابر حاکم تیسرے بدعتی۔ حسن نے ایک بار مجمع میں یہ بھی کہا لوگوں کے اعمال پر نظر رکھو ان کے اقوال پر نہ جاؤ اسی طرح حسن نے یہ بھی کہا ہے کہ جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی اللہ اس سے محبت کرے گا اور اس پر اپنی رحمت نازل کرے گا ایک وہ شخص جو والدین کے لیے رقیق القلب ہے دوسرا وہ شخص جو غلام کا ہر طرح خیال رکھتا ہے تیسرے وہ جو کسی یتیم کا کفیل ہے چوتھے وہ ضعیف و کمزور کی اعانت کرتا ہے۔

محمد بن سیرین (مزید کوائف واقوال)

محمد بن سیرین کے سامنے جب کسی کی شخص کی برائی ہوتی تھی تو وہ اپنے علم کے مطابق اس کی خوبیاں بیان کرتے تھے محمد بن سیرین خشوع وخضوع اور خشیت الٰہی کا مرقع تھے۔ جب ان کو لوگ دیکھتے تھے تو اللہ کو یاد کرنے لگتے تھے جب انس بن مالک کا انتقال ہوا تو انہوں نے وصیت کی کہ ان کو محمد بن سیرین غسل دیں لیکن محمد بن سیرین اس وقت محبوس تھے جب لوگوں نے ان سے انس بن مالک کی وصیت کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا' میں تو محبوس ہوں اس پر لوگوں نے امیر سے ان کی رہائی کی درخواست کی تو انہوں نے جواب میں کہا مجھے امیر نے قید نہیں کیا ہے مجھے اس نے قید کیا ہے جس کا مجھ پر حق ہے چنانچہ اس شخص سے اجازت رہائی لے کر ان سے انس بن مالک کو غسل دلوایا گیا ان کا معمول تھا کہ وہ دوپہر کو بازار میں جا کر تکبیر وتہلیل اور تذکیر میں مشغول ہو جاتے اور کہتے تھے کہ یہ وقت لوگوں کی غفلت کا ہوتا ہے اس لیے میں ایسا کرتا ہوں وہ کہا کرتے تھے اللہ جب اپنے کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو واعظ بنا دیتا ہے جس سے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام لیتا ہے' وہ کہا کرتے تھے کہ تیرا سب سے بڑا ظلم اپنے بھائی کے ساتھ یہ ہے کہ تو اس کی برائی کو سب سے کہتا پھرتا ہے اور اس کی اچھائیوں کو چھپاتا ہے۔

محمد بن سیرین کے بقول عزلت اور گوشہ نشینی بھی عبادت ہے جب وہ موت کا ذکر کرتے تھے تو ان کے جسم کا ہر عضو مردہ ہو جاتا تھا ایک اور روایت میں ہے کہ ان کی حالت اس وقت نہایت دگرگوں ہو جاتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ وہ محمد بن سیرین نہیں ہیں جو واقعتاً ہیں جب خواب کے بارہ میں ان سے سائل کوئی سوال کرتا تو کہا کرتے تھے خدا سے ڈرو اور جو کچھ خواب میں دیکھا ہے اس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ ایک روز محمد بن سیرین سے ایک شخص نے آ کر اپنا خواب بیان کیا اور کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں زیتون میں تیل ملا رہا ہوں یہ سن کر انہوں نے کہا اپنی بیوی کے بارہ میں جا کر معلومات حاصل کر وہ تیری ماں ہے چنانچہ جب اس نے تفتیش کی تو وہ اس کی ماں نکلی اور یہ اس طرح ہوا کہ وہ خواب دیکھنے والا شخص بچپن میں قیدی بنا کر غلام کی صورت میں لایا گیا تھا اور عرصہ تک یعنی اپنے بلوغ تک بلاد اسلامی میں رہتا رہا تھا اس کے بعد اس کی ماں بھی قیدی اور کنیز بنا کر لائی گئی جس کو لاعلمی سے اس شخص نے خرید لیا تھا اس کے بعد جب اس نے یہ خواب دیکھا اور اس کی تعبیر محمد بن سیرین نے وہ بتائی جو اوپر ذکر کی گئی تو سارا راز کھلا۔ ایک اور شخص نے ابن سیرین سے خواب کی تعبیر دریافت کرنے کے لیے کہا کہ میں اپنی خوش دامن کے گلے میں موتی دیکھ رہا ہوں یہ سن کر ابن سیرین نے کہا تم نااہل شخص کو قرآن اور علم پڑھا رہے ہو جس سے وہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔

ابن سیرین کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک بلی دیکھی ہے جس نے اپنا سر میرے شوہر کے پیٹ میں داخل کر دیا ہے اور اس نے پیٹ میں سے کچھ نکال بھی لیا ہے اس پر ابن سیرین نے کہا تمہارے شوہر کے تین سو سولہ درہم چوری ہو گئے ہیں اس نے کہا تم سچ کہتے ہو مگر یہ بتاؤ تم نے یہ کیسے معلوم کر لیا انہوں نے جواب دیا اس کے نام کے حروف یعنی حساب الجمل سے میں نے حساب لگا کر یہ سب کچھ بتایا ہے جس کی رو سے سین کے ساٹھ' نون کے پچاس واؤ کے چھ اور راء کے دوسو عدد ہوئے جن کا ٹوٹل تین سوسولہ ہوا اور چونکہ تم نے کالی بلی کا ذکر کیا۔ تمہارے پڑوس میں ایک حبشی غلام ہے اسی کو جا کر پکڑو چنانچہ اس کو پکڑا گیا تو اس نے چوری کا اقرار کر لیا' اسی طرح ایک شخص نے ابن سیرین سے آ کر بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے میری داڑھی لمبی ہوگئی ہے اور میں اس کو بغور دیکھ رہا ہوں۔ اس پر ابن سیرین نے کہا کیا تم مؤذن ہو؟ اس نے جواب دیا ہاں' اس پر ابن سیرین نے کہا خدا سے ڈر اور پڑوسیوں کے گھروں میں جھانکا نہ کر۔

ایک اور شخص نے ابن سیرین سے ذکر کیا کہ میری داڑھی لمبی ہوگئی ہے میں نے اس کو کاٹ لیا ہے' اس کی چادر بنا کر اس کو بازار میں بیچ ڈالا ہے اس کی بات سن کر محمد ابن سیرین بولے خدا سے ڈر تو جھوٹا گواہ ہے' ایک اور شخص نے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی اور کہا میں خواب میں اپنی انگلیاں کھاتا دیکھ رہا ہوں' یہ سن کر وہ بولے تم اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے ہو۔

وہب بن منبہ الیمانی

جلیل القدر تابعی ہیں۔ متقدمین کی کتابوں میں ان کا تذکرہ ملتا ہے ان کی اسناد ابن عباس جابر اور نعمان بن بشیر تک پہنچتی ہیں۔ انہوں نے معاذ بن جبل' ابوہریرہ' طاؤس سے روایات بیان کی ہیں اور ان سے بھی متعدد تابعین نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ کعب الاحبار سے بہت کچھ مشابہ تھے۔ ان کی عبادت اور جذبہ اصلاح بہت معروف تھا۔ ہم نے ان کی سوانح اپنی کتاب التکمیل میں تحریر کی ہے واقدی کا بیان ہے وہب کا صنعاء میں ۱۱۰ھ میں انتقال ہوا' بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے ایک سو سال بعد میں ہوا واللہ اعلم۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ ان کی قبر غربی بصرہ کے قریہ عصم میں ہے لیکن مجھے اس کی حقیقت کا پتہ نہیں چلا۔ واللہ اعلم۔

وہب کا قول ہے اس شخص کی مثال جو ایسا علم حاصل کرے جس پر اس کا عمل نہ ہو وہ اس طبیب کی مانند ہے جس کے ہاتھ میں شفاء ہے مگر وہ علاج نہیں کرتا ہے۔ فضل بن ابی عیاش کہتے ہیں میں وہب بن منبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے بتایا کہ میں فلاں آدمی کے پاس سے گزرا تو وہ تم کو گالیاں دے رہا تھا اس کو سن کر وہ غضبناک ہو گیا اور کہنے لگا شیطان کو تیرے سوا کوئی دوسرا قاصد نہیں ملا' تھوڑی دیر بعد وہ گالیاں دینے والا شخص وہاں آ گیا اس نے آ کر سلام کیا جس کا وہب نے جواب دیا اور اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھایا اور اس کو اپنے پہلو میں محبت سے بٹھا ابن طاؤس کہتا ہے میں نے وہب کو کہتے ہوئے سنا ہے: ''اے ابن آدم اپنے دین کی فکر تیرا رزق تجھے ملے گا''۔ طبرانی نے وہب کے حوالہ سے لکھا ہے اے ابن آدم اگر تو طاعت الٰہی پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اللہ کے لیے عمل کی سخت جدوجہد کر اور ساتھ ہی نصیحت بھی کیا کر کیونکہ جو شخص دوسرے کو نصیحت نہیں کرتا اس کا عمل مقبول نہیں ہوتا ہے اور نصیحت کی تکمیل بھی طاعت الٰہی کے بغیر نہیں ہوتی جس طرح خوشبودار پھل کا ذائقہ بھی

اچھا ہوتا ہے اسی طرح طاعت الٰہی ہے نصیحت اس کی روح اور خوشبو ہے اور عمل اس کا ذائقہ ہے اپنی طاعت کو حلم اور عقل سے زینت بخشو اور فقہ وعمل سے اس کو جلا بخشو۔

انہوں نے مزید کہا کہ اپنے نفس کو کمینوں کے اخلاق سے بلند رکھو اور دنیا داروں کے عادات واخلاق سے اپنا دامن بچائے رکھو اس کے برخلاف اپنے نفس کو انبیاء اور علماء عاملین کے فضائل ومحاسن اخلاق سے آراستہ کرو اپنے نفس کو حکماء وعقلاء کے فعل کا عادی بناؤ' اس کو اشقیاء کے عمل سے دور رکھو بلکہ اس کو اتقیاء کی سیرت کا عادی بناؤ اور خبیثوں کے طریقوں اور اطوار سے بچاؤ اگر تمہیں خدا کا فضل حاصل ہے تو اس سے دوسرے کی بھی مدد کرو اگر کسی میں کوئی نقص دیکھو تو حتی الامکان اس کو دور کرنے کی کوشش کرو جو تمہارے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

ادریس نے اپنے باپ کے حوالہ سے وہب کو لقمان کی اپنے بیٹے کی نصیحت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''اہل ذکر وغفلت کی مثال نور وظلمت کی ہے اور یہ بھی کہا کہ میں نے تورات میں چار متواتر سطریں اس معنی کی پڑھی ہیں کہ جس شخص نے کتاب اللہ کو پڑھ کر یہ گمان کیا کہ اللہ اس کی مغفرت نہیں کرے گا۔ اس نے گویا آیات الٰہی کا مذاق اڑایا ہے اور جس شخص نے اپنی مصیبت کی شکایت کی اس نے گویا رب العزت کی شکایت کی اور جس شخص نے دنیا ہاتھ سے نکل جانے یا کسی نقصان پر اظہار افسوس کیا اس نے گویا قضاء الٰہی پر ناراضگی کا اظہار اور جس شخص نے کسی غنی یا مالدار کے سامنے اپنا سر جھکایا اس کا ایک تہائی دین جاتا رہا وہب نے کہا میں نے تورات میں یہ بھی پڑھا ہے کہ جو گھر کمزوروں کے بل بوتہ پر بنے گا اس کا انجام بالآخر خراب ہوگا اور جو مال حرام طریقہ پر جمع کیا جائے گا وہ اس کے اہل کو جلد فقر وفاقہ میں مبتلا کر دے گا۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ انہوں نے معمر سے اور معمر نے محمد بن عمرو سے وہب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے جب بندہ میرا اطاعت گزار بن جاتا ہے تو میں اس کی دعا کرنے سے قبل ہی قبول کر لیتا ہوں اور اس کو مانگنے سے پہلے دے دیتا ہوں اور جب بندہ میری اطاعت کرتا ہے اگر آسمان اور زمین کے بسنے والے سارے اس کے دشمن ہو جائیں تب بھی اس کی نجات اور ان کے چنگل سے رہائی کی صورت پیدا کر دیتا ہوں اور اگر بندہ میرا نافرمان ہے تو اس کے سارے راستے مسدود کر دیتا ہوں عبداللہ بن مبارک نے بکار بن عبداللہ کے حوالہ سے وہب بن منبہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احبار بنی اسرائیل کے عیوب ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے اے احبار تم غیر دین کی بابت علم سیکھتے سکھاتے ہو' تم غیر عمل کے لیے عمل سیکھتے ہو۔ تم عمل آخرت کے ذریعہ دنیا خریدتے ہو۔ تم مینڈھے کی کھال پہنتے ہو اگر بھیڑیوں کا نفس رکھتے ہو شراب تمہاری غذا ہے اور پہاڑ کی طرح حرام مال حلق کے نیچے اتارتے ہو تم دین کو لوگوں کے لیے مشکل بناتے رہتے ہو اور پھر بھی لوگوں کی مشکلات حل کرنے میں اپنی انگلی تک نہیں ہلاتے۔ تم لمبی لمبی نمازیں پڑھتے ہو اور سفید لباس پہنتے ہو اور اس کے ساتھ ہی یتیموں اور مسکینوں کا مال کھا جاتے ہو۔ مجھ اپنے عزت وجلال کی قسم ہے میں تمہیں ایسے فتنہ میں مبتلا کروں گا کہ اس کو دیکھ کر بڑے بڑے حکماء دنگ رہ جائیں گے۔

امام احمد نے عبدالمجید ابن خشک کے حوالہ سے وہب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب نوح کو حکم ملا کہ ہر جانور کا ایک ایک جوڑا اپنے ساتھ کشتی میں لے جائیں تو انہوں نے کہا اے رب شیر اور گائے کو' بکری اور بھڑیئے کو اور کبوتر اور بلی کو ایک ساتھ کیسے رکھوں

گا تو خدا نے کہا ان جانوروں میں دشمنی کس نے پیدا کی نوح نے کہا اے خدا تو نے' تو خدا نے کہا میں ان میں ایسی محبت پیدا کروں گا کہ یہ ایک دوسرے کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

عبدالرزاق نے عبدالصمد بن معقل کے حوالہ سے وہب کا یہ قول بھی نقل کیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب مخلوق کی پیدائش سے فارغ ہوا تو اس نے اپنی مخلوق پر زمین پر چلتے پھرتے ایک نظر ڈالی تو کہا میں خدائے واحد ہوں جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور میں ہی تم کو اپنے حکم سے فنا کروں گا اور اپنا حکم تم میں دنیا میں جب تک تم رہو گے نافذ کرتا رہوں گا میں نے تم کو جس طرح پیدا کیا ہے اسی طرح واپس بھی بلاؤں گا اور تم سب کو فنا کر دوں گا حتیٰ کہ صرف میری ذات باقی رہ جائے گی کیونکہ ملک اور دوام صرف میرے لیے زیبا ہے میں اپنی خلقت کو اپنے حکم سے جمع کروں گا اور وہ دن حشر کا ہوا۔ اس دن لوگوں کے قلوب میری ہیبت سے بھر جائیں گے اور میرے سوا جن چھوٹے خداؤں کی پرستش کی گئی تھی وہ سب اعلان براءت کریں گے۔

ایک اور موقع پر وہب نے خدائے ذوالجلال کے بارہ میں ذکر کرتے ہوئے کہا جب اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن خلقت کی تخلیق سے فارغ ہوا اور سینچر کا دن آیا تو اس نے اپنی حمد بیان کی اور اپنی قدرت وعظمت' عصمت وربوبیت کا ذکر کیا اس وقت ہر طرف خاموشی طاری تھی تو خدائے ذوالجلال یوں گویا ہوا میں خدائے ذوالجلال وحدہ لاشریک ہوں' وسیع رحمت وقدرت کا مالک ہوں' میں صاحب عرش عظیم ہوں میں وہ ہوں جو کبریائی اور عظمت وجلال کا مستحق ہے میں بدیع السماوات والارض ہوں ہر شے میری عظمت سے بھری ہوئی ہے اور ہر شے میری ملکیت میں ہے اور میری قدرت نے ہر شے کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز میرے علم کے دائرہ میں ہے۔ میری رحمت تمام اور میری نعمت سب کے لیے عام ہے۔ اے معشر الخلائق میں تمہارا خدا ہوں مجھے پہچانو اور میرا مرتبہ سمجھو۔ آسمان اور زمین میں میرے سوا اقتدار کسی کے پاس نہیں ہے اور نہ میری مثل کوئی شے ہے۔ دنیا کی ساری مخلوق میرے حکم سے ہی قائم اور باقی ہے اور سب کچھ میرے قبضہ وقدرت میں ہے لوگ اور دنیا کی ہر شے میرا دیا ہوا رزق کھاتی ہے اور اسی پر زندہ رہتی ہے ان کی بقا اور فنا سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے اور میرے سوا ان کا کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ کوئی جائے پناہ۔

امام احمد بحوالہ ابوالہذیل کہتے ہیں کہ میں نے وہب کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کی لوگوں کی قیل وقال سے ہمیشہ حفاظت کرتا ہے۔ ابوالہذیل نے وہب کے متعلق یہ بھی بتایا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی انسان شیطان سے دنیا میں بچا ہوا نہیں ہے شیطان کے ساتھ تو اس کا اکل شرب برابر جاری رہتا ہے وہ اس کے ساتھ فرش پر سوتا بھی ہے البتہ وہ مومن کی تاک میں رہتا ہے جیسے ہی اس کو غافل اور فریب میں مبتلا دیکھتا ہے اس پر حاوی ہونے کی فکر میں رہتا ہے بنی آدم میں شیطان کا سب سے محبوب وہ ہے جو بہت کھاتا ہے اور بہت سوتا ہے۔

داؤد بن ابی ہند نے وہب کے بارہ میں بتایا کہ وہب نے ایک مرتبہ کہا میں نے بعض آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا تم کو معلوم ہے میں نے تمہیں کیوں دوست بنایا ہے؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے کہا نماز میں میرے سامنے تمہاری عاجزی اور خشوع وخضوع کے باعث تم کو دوست بنایا گیا ہے۔

ابوادریس الخولانی نے بلال کے حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے:

''تم لوگ قیام اللیل کا لازماً اہتمام کرو یہ تم سے قبل بھی صالحین کا طریق کار رہا ہے نیز یہ کہ قیام اللیل قرب الٰہی کا موجب ہوتا ہے اس سے گناہوں سے نجات ملتی ہے اور شیطان کو جسم پر غلبہ حاصل نہیں ہوتا''۔

عطا خراسانی کہتے ہیں قیام اللیل بدن کو زندگی اور قلب کو نور بخشتا ہے چہرہ کو ضیاء بخشتا اور بصارت اور دیگر اعضاء کو توانائی بخشتا ہے۔ عمر بن عبدالرحمان نے وہب بن منبہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ رب العزت سے پوچھا اے رب تجھے کون سا بندہ زیادہ محبوب لگتا ہے فرمایا وہ مومن جو حسن صورت کے ساتھ حسن عمل بھی ہو اس کے بعد داؤد علیہ السلام نے پوچھا اے رب! تیرے نزدیک مبغوض ترین بندہ کون ہے اللہ نے فرمایا وہ کافر جو حسن صورت ہو چاہے وہ کفر کرے یا شکر۔ دوسری روایت میں ہے خدا نے فرمایا میرے نزدیک مبغوض بندہ وہ ہے جو مجھ سے استخارہ کرتا ہے لیکن جب میں اس کے لیے سہولتیں مہیا کرتا ہوں تو بھی اس پر خوش نہیں ہوتا۔

مہاجر الاسدی نے وہب کا قول نقل کیا ہے جس میں انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ عیسیٰ بن مریم معہ اپنے حواریوں کے ایک ایسے گاؤں کے قریب گزرے جس کے باشندے اور جانور اور پرندے عذاب الٰہی سے ہلاک ہو چکے تھے۔ عیسیٰ بن مریم تھوڑی دیر یہ منظر دیکھتے رہے اور پھر اپنے ہمراہیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے یہ سب عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے ہیں اگر عذاب الٰہی نہ آتا تو یہ لوگ اپنے اپنے وقتوں میں متفرق طور پر مرتے اجتماعی موت نہ مرتے اس کے بعد ان سب کو عیسیٰ علیہ السلام نے بآواز بلند پکارا اور کہا اے اہل قریہ اس پر ایک شخص نے سر اٹھا کر جواب دیا اے روح اللہ لبیک؟ عیسیٰ بن مریم نے دریافت کیا ان کی ہلاکت کا سبب کیا تھا؟ اس نے جواب دیا طاغوت کی عبادت اور دنیا کی محبت' اس پر عیسیٰ نے پوچھا انہیں دنیا کی کیسی محبت تھی۔ اس شخص نے جواب دیا ان کو دنیا کی محبت ایسی تھی جیسی بچہ کو اپنی ماں سے ہوتی ہے۔ جب دنیا ملتی تھی تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہتا تھا اور جب دنیا ان سے منہ موڑ لیتی تھی تو یہ غم میں ڈوب جاتے تھے اور بڑی بڑی آرزوئیں رکھتے تھے۔

نیز یہ لوگ طاعت الٰہی سے دور بھاگتے تھے اور اس کی ناراضگی کے داعیات پر جان دیتے تھے۔ عیسیٰ بن مریم نے دریافت کیا یہ ہلاک کس طرح ہوئے اس نے جواب میں کہا رات کو ہم لوگ شاداں وفرحاں سوئے اور صبح کو گڑھے میں گر گئے انہوں نے دریافت کیا ہاویہ (گڑھا) کیا اس نے جواب دیا سجین (قید خانہ) پھر انہوں نے دریافت کیا سجین سے کیا مراد ہے کہا آگ کا ایسا شعلہ جس میں ہم سب کی روحیں دفن ہوگئیں۔ اس کے بعد عیسیٰ بن مریم نے دریافت کیا تمہارے ساتھیوں کو کیا ہوا ہے کہ یہ بات نہیں کر پاتے ایسا آخر کیوں کر ہوا ہے جواب ملا ان کے منہ میں آگ کی لگا دی گئی ہے اس پر عیسیٰ بن مریم نے کہا تم بات کرنے پر کس طرح قادر رہو ئے۔ اس شخص نے جواب دیا جب عذاب الٰہی آیا تو میں بھی بہرحال ان میں شامل تھا لیکن میرے اعمال ان لوگوں کے جیسے نہیں تھے عذاب الٰہی چونکہ ہمہ گیر اور عام تھا میں بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ البتہ ایک بال کے ذریعے اس گڑھے میں معلق رہا' اب مجھے نہیں معلوم کہ میں بھی اس کے ساتھ ہلاک ہو جاؤں گا یا نجات پا جاؤں گا۔ اس پر عیسیٰ بن مریم نے اپنے ہمراہیوں سے کہا میں سچ کہتا ہوں جو کی روٹی صاف اور میٹھا پانی اور گھورے پر آرام سے سونا دنیا اور آخرت کی عافیت کے لیے بس ہے۔

اسحاق بن راہویہ نے سعید بن رمانہ کے حوالہ سے ان کے باپ کے اس سوال کا جواب وہب کی زبانی سن کر یہاں نقل کیا

ہے۔ان کے باپ نے جب وہب سے دریافت کیا کہ کیا لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں ہے تو وہب نے کہا ہاں بے شک مگر جس طرح ہر کنجی میں دندانے ہوتے ہیں لا الہ الا اللہ کے بھی دندانے ہیں جو اس کنجی کو ان دندانوں سمیت دروازہ پر لے کر آئے گا صرف اسی کا دروازہ اس کنجی سے کھلے گا۔

وہب بن منبہ الیمانی نے ایک بار کہا سب سے بڑی نعمتیں تین ہیں۔پہلی نعمت اسلام ہے کوئی نعمت اس نعمت کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچتی دوسری نعمت عافیت ہے زندگی کی راحت اسی سے میسر آتی ہے اور تیسری نعمت غنا ہے زندگی کی تکمیل اسی کے حصول پر موقوف ہے ایک شخص وہب کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے کوئی نفع بخش چیز سکھا وہب نے کہا اپنی موت کو اکثر یاد کیا کر۔اپنی آرزوؤں کو تاہ کر لیکن تیسری خصلت ایسی ہے اگر اس پر تیرا عمل رہا تو کامیابی کی حد کو پالے گا اس نے پوچھا وہ کیا جواب ملا توکل۔

سلیمان بن سعد

یہ بزرگ عربی کے عالم فصیح اور حسین وجمیل تھے' یہ لوگوں کو عربی سکھاتے تھے ان کے رفیق ومعلم صالح عبدالرحمٰن الکاتب تھے' صالح کا انتقال ان کے انتقال کے کچھ دن بعد ہوا صالح بھی فصیح وجمیل اور کتابت دیوان کے ماہر تھے۔ان کو سلیمان بن عبدالملک نے عراق کے خراج کا انچارج بنایا تھا۔

ام الہذیل

ان سے بھی بہت سی روایات مشہور ہیں۔بارہ سال کی عمر میں انہوں نے قرآن کریم پڑھ لیا تھا یہ اپنے وقت کی فقیہہ اور عالمہ تھیں۔محترم خواتین میں شمار ہوتی تھیں۔یہ ستر برس زندہ رہیں۔

عائشہ بنت طلحہ بن عبداللہ التمیمی

ان کی والدہ ماجدہ ام کلثوم تھیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے خالہ زاد بھائی عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی بکر سے ہوا تھا۔بعد ازاں مصعب بن زبیر کے نکاح میں آئیں ان کا دین مہر ایک لاکھ دینار تھا یہ حسین وجمیل خاتون تھیں ان جیسی حسین عورت اس زمانہ میں اور کوئی نہ تھی۔ان کا انتقال مدینہ میں ہوا۔

عبداللہ بن سعد بن جبیر

ان سے بھی بہت سی روایات منسوب ہیں۔یہ اپنے زمانہ میں افضل لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔

عبدالرحمان بن ابان

یہ ابن عثمانؓ بن عفان ہیں۔صحابہ کی معتد بہ جماعت سے انہوں نے روایات بیان کی ہیں۔

۱۱۱ھ

اس سن میں معاویہ بن ہشام نے الصائفہ الیسریٰ یعنی بلاد الاناضول میں جنگ کا آغاز کیا اور سعید بن ہشام نے الصائفہ الیمنیٰ یعنی بلاد الاناضول سے داخلی خشکی کے علاقوں میں جنگ شروع کی یہاں تک کہ وہ جنگ کرتا کرتا بلاد الروم کے شہر قیساریہ تک پہنچ گیا۔ اسی سال ہشام بن عبدالملک نے اشرس بن عبداللہ السلمی کو خراسان کی امارت سے معزول کر کے ان کی جگہ جنید بن عبدالرحمان کو وہاں کا امیر بنا دیا اور جب وہ خراسان پہنچا تو اس کی مڈبھیڑ ان ترک گھوڑ سواروں سے ہوگئی جو مسلمانوں سے شکست کھا کر آئے تھے۔ ان کی تعداد سات ہزار تھی۔ بہر حال ان سے سخت جنگ ہوئی اور مسلمانوں کی قلت تعداد کے پیش نظر مسلمانوں پر غالب آنے کی جدوجہد میں تھے ان کے ساتھ ان کا بادشاہ خاقان بھی تھا قریب تھا کہ جنید مقابلہ میں ہلاک ہو جائے مگر اللہ کی مدد شامل حال رہی اور جنید نے ان ترکوں کو شکست فاش دی اور ملک خاقان کے بھتیجے کو قیدی بنا لیا گیا جس کو خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا اس سال ابراہیم بن ہشام مخزومی نے لوگوں کو حج کرایا جو امیر الحرمین والطائف تھا۔ اس زمانہ میں امیر عراق خالد القسری تھا اور خراسان کا امیر الجنید عبدالرحمان المری تھا۔

۱۱۲ھ

اس سن میں معاویہ بن ہشام نے الصائفہ میں جنگ کا آغاز کیا اور ملاطیہ کے اطراف میں کئی قلعے فتح کیے۔ اس دوران ترک لان سے چلے تو ان کی مڈبھیڑ الجراح بن عبداللہ الحکمی کی فوج سے ہوگئی جس میں اہل شام وآذربائیجان شامل تھے۔ جنگ ہوئی جس میں الجراح شہید ہوگیا اور اس کے ساتھ اس کے کچھ فوجی بھی مرج اور اردبیل میں مارے گئے۔ نتیجتاً دشمن نے اردبیل پر قبضہ کر لیا جب اس امر کی اطلاع ہشام بن عبدالملک کو ہوئی تو اس نے معبد بن عمرو الجرشی کو لشکر دے کر بھیجا اور اس کو جلد اردبیل پہنچنے کی تاکید کی۔ چنانچہ وہ ترکوں سے جا ملا جو مسلمانوں کو قیدی بنا کر اپنے بادشاہ خاقان کے پاس لے جا رہے تھے۔ معبد نے ان سب مسلمان قیدیوں کو جن میں کچھ عورتیں بھی شامل تھیں رہائی دلائی اور اہل الذمہ کو بھی چھڑایا اس مقام پر ترکوں سے سخت جنگ ہوئی اور ان کے بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا گیا اور بہت سوں کو قتل بھی کر دیا گیا اور خوب اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔

خلیفہ کو ابھی اس کی اطلاع نہیں ہونے پائی تھی اس لیے اس نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو بھی ترکوں کا پیچھا کرنے کے لیے روانہ کیا چنانچہ مسلمہ شدید سردی اور بادوباراں کی حالت میں اپنی فوج لے کر چل پڑا اور باب الابواب تک پہنچ گیا اور وہاں اپنا نائب چھوڑ کر ترکوں کے تعاقب میں نکلا۔ ادھر امیر خراسان بھی ملک خاقان اور ترکوں کی خبر لینے کے لیے بھاری لشکر لے کر نکلا اور بلخ کی نہر تک مارچ کرتا ہوا پہنچ گیا اور وہاں اس نے آٹھ ہزار نفری کا ایک دستہ متعین کر دیا اور دوسرا دستہ جو دس ہزار فوجیوں پر مشتمل تھا دشمن کے میمنہ اور میسرہ میں لگا دیا یہ گھیراؤ دیکھ کر ترک گھبرا کر باہر نکلے اور سمرقند کی طرف بڑھے وہاں کے امیر نے جنید کو لکھا کہ وہ ترکوں سے سمرقند کو بچانے کی پوزیشن میں نہیں ہے جب ان کا سردار خاقان بھی تیزی سے شعب سمرقند پہنچ گیا

اب اس کی فوجوں اور دشمن کی فوجوں کے درمیان صرف چار میل کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔ چنانچہ صبح ہی خاقان زبردست فوج لے کر جنید کی فوج پر حملہ آور ہوا اس نے خصوصیت سے جنید کے مقدمۃ الجیش کو اپنے حملہ کا نشانہ بنایا چنانچہ جنید کا لشکر ایک طرف پیچھے ہٹ گیا اور ترک ان کا تعاقب کرتے رہے اور مسلمان ایسے انتشار کا شکار ہوئے کہ ان نے ایک حصہ کے لشکر کو دوسری جانب کے حالات کا علم نہ ہوا نتیجتاً وہ پسپا ہو کر وسیع میدان میں پھیل گئے اس کے بعد ترکوں نے مسلمانوں کے میمنہ پر حملہ کیا جس میں بنوتمیم اور الاذر کے لوگ شامل تھے اور ان سے ترکوں کی شدید جنگ ہوئی اور مسلمانوں کے بہت سے فوجی جام شہادت نوش کر گئے۔ اس موقع پر بعض شجاع مسلمان بہادر ترکوں کے مقابلہ میں بڑی بے جگری سے لڑے اور شہید ہو گئے اس پر ملک خاقان نے ایک مسلمان بہادر فوجی سے کہا اگر تم ہمارے ساتھ شامل ہو جاتے تو تمہیں اپنے صنم اعظم کے سامنے رقص کا مظاہر کرنے کا عظیم الشان مرتبہ عطا کرتے یہ سن کر مسلمان سپاہی نے کہا افسوس ہے تم نے آج تک ہمارے مشن کو ہی نہیں سمجھا ہم تم سے خدائے وحدہ لاشریک لہ کی واحدانیت اور اعلاء کلمتہ اللہ کے لیے لڑتے آ رہے ہیں اور اس کے بعد وہ دشمنوں میں گھس گیا اور داد شجاعت دے کر جام شہادت نوش کر گیا۔ رحمہ اللہ

اس کے بعد مسلمان اکٹھے ہو گئے اور سب نے استقامت اور صبر کے ساتھ متحد ہو کر ترکوں پر حملہ کیا اور ترکوں کو شکست سے دو چار کیا لیکن اس کے بعد ترک پھر متحد ہو کر حملہ آور ہوئے اور انہوں نے بہت سے مسلمانوں کو مار ڈالا حتیٰ کہ صرف دو ہزار مسلمان اس معرکہ میں زندہ بچے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس جنگ میں نودہ بن ابجر بھی مارا گیا اور بہت سے مسلمان قیدی بن کر دشمن کی تحویل میں چلے گئے ترکوں نے ان مسلمان قیدیوں کو اپنے بادشاہ خاقان کے پاس بھیج دیا جس نے ان سب مسلمانوں کو قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں واقعہ شعب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کو تفصیل کے ساتھ ابن جریر نے قلم بند کیا ہے اس سال جو لوگ وفات پا گئے وہ یہ ہیں:

رجاء بن حیوہ

یہ ابوالمقدم کہلاتے تھے اور بعض لوگ ان کو ابونصر بھی کہتے تھے، جلیل القدر تابعی گزرے ہیں اپنے ہم عصروں میں ہی نہیں بلکہ عوام میں بھی عظیم المرتبت تھے ثقہ فاضل وعادل تھے۔ بنی امیہ کے خلفاء کے وزیر صدق رہ چکے ہیں۔ ان کی بابت مکحول کہا کرتے تھے ہمارے شیخ وسردار رجاء بن حیوہ سے جو پوچھنا ہے پوچھو۔ بہت سے ائمہ نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی روایات کی توثیق کی ہے ان سے بہت سی روایات اور عمدہ کلام بھی منسوب ہے۔ رحمہ اللہ

شمر بن حوشب الاشعری الحمصی

کہتے ہیں یہ دمشقی تھے، جلیل القدر تابعی گزرے ہیں انہوں نے اپنی آقا السماء بنت یزید السکن وغیرہا سے روایات کی ہیں۔ یہ عالم وعابد و پرہیزگار انسان تھے لوگ ان پر اس لیے معترض ہوئے کہ بغیر حاکم کی اجازت کے بیت المال سے اپنے لیے خریطہ لے لیتے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو اس لیے ملعون کیا اور ان کی احادیث لینا ترک کر دیں اور ان کے متعلق کچھ اشعار بھی

کیے گئے ان کہنے والوں میں شعبہ وغیرہ شامل تھے۔ بھی کیا جاتا ہے انہوں نے چوری بھی کی تھی لیکن اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو ان پر توثیق کرتا اور ان سے روایات منقول کرتا ہے اور ان کی عبادت' زہد و دینداری اور اجتہاد کے لیے ان کی تعریف وتوصیف بھی کرتا ہے واللہ اعلم' واقدی کا کہنا ہے ان کا انتقال ۱۱۲ھ کے شوال میں ہوا۔

۱۱۳ھ

اس سن میں معاویہ بن ہشام نے ارض روم میں مرعش کی جانب لڑائی کا آغاز کیا اس وقت اس علاقہ میں جو عباس کے داعیوں کی ایک جماعت کام کر رہی تھی ان لوگوں نے ان کا ایک آدمی پکڑ کر قتل کر ڈالا جو ان کا امیر تھا اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی دھمکایا ڈرایا۔ اس سال مسلمہ بن عبدالملک بلاد الترک میں اندر تک گھستا چلا گیا اور اس نے بہت سے ترکوں کو نہ تیغ کر ڈالا اور بلنجیر کے اطراف کے کچھ ممالک اس کے مطیع بھی ہو گئے اس سال ابراہیم بن ہشام المخزومی نے لوگوں کو حج بھی کرایا۔

الامیر عبدالوہاب بن بخت

عبداللہ جیسے بطل جلیل کی طرح یہ بھی ارض روم میں شہید ہوئے ان کا تذکرہ حیات مندرجہ ذیل ہے ان کا پورا نام عبدالوہاب بن بخت ابو عبدہ تھا بعض لوگوں کے نزدیک یہ ابوبکر بھی کہلاتے تھے۔ یہ آل مروان مکی کے غلام تھے۔ ابتدائی دنوں میں شام میں مقیم رہے پھر مدینہ آ گئے۔ انہوں نے ابن عمرؓ انسؓ ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت سے روایات بیان کی ہیں اور ان سے بہت سے لوگوں نے روایات بیان کی ہیں جن میں ایوب' مالک بن انس' یحییٰ بن سعید الانصاری اور عبیداللہ العمری شامل ہیں انہوں نے انس سے ایک حدیث مرفوعاً بیان کی ہے کہ اللہ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میری یہ بات سنی پھر اس کو محفوظ رکھا اور دوسروں تک پہنچایا بعض آدمی دوسروں تک پیغام پہنچانے والے سے زیادہ افقہ اور شعور مند ہوتا ہے۔ تین چیزوں کے لیے مومن کا سینہ کبھی تنگ نہیں ہوتا۔ اخلاص العمل برائے خدا اولوالامر کے لیے نصیحت اور ان مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ملحق رہنا جن کی دعوت کا دائرہ غیر محیط ہے۔ عبدالوہاب نے ابوالزناد اور ابوہریرہ کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے اگر دونوں کے مابین درخت آ جائے اور پھر آمنا سامنا ہو تو پھر اس کو سلام کرے''۔

اس حدیث کی توثیق علماء کی ایک جماعت نے بھی کی ہے۔ مالک نے کہا ہے کہ عبدالوہاب نے بہت سے حج اور عمرے کیے اور بہت سے غزوات میں شریک ہوئے۔ حتیٰ کہ جنگ میں ہی شہید ہو گئے سفر میں اپنے ہمراہیوں سے کسی بات کے لیے دریغ نہیں کرتے تھے جو کچھ ان کے توشہ دان میں ہوتا تھا سب ان کی نذر کر دیتے تھے بڑے سخی اور فیاض تھے۔ بلاد روم کی لڑائی میں امیر محمد عبداللہ جیسے بہادر انسان کے ساتھ مرتبہ شہادت حاصل کیا اور وہیں دفن بھی ہوئے۔ خلیفہ وغیرہ کے بیان کے مطابق اسی سال

وفات پائی۔ایک مرتبہ ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا تو کچھ مسلمان مقابلہ سے کترا کر بھاگ کھڑے ہوئے مگر یہ برابر اپنے گھوڑے پر دشمن کے تعاقب میں لگے رہے اور مسلمانوں کو پکار پکار واپس بلاتے رہے اور کہتے رہے افسوس ہے تم پر لوگو! آخر جنت سے کیوں اور کہاں بھاگ کر جا رہے ہو افسوس ہے دنیا میں تم کو ٹھکانہ ملے گا اور نہ بقا حاصل ہوگی اس کے بعد بہادری کے ساتھ دشمنوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔رحمہ اللہ۔

مکحول الشامی

جلیل القدر تابعی تھے اپنے وقت میں اہل الشام کے امام تھے۔قبیلہ ہذیل کی ایک عورت کے غلام تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ آل سعید بن العاص میں سے کسی خاتون کے غلام تھے اور چوکیدار تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کابل کے قیدیوں میں سے تھے نیز ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کسروی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ہم نے ان کا تفصیلی ذکر اپنی کتاب التکمیل میں کیا ہے محمد بن اسحاق کہتے ہیں میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے ساری دنیا کا چکر طلب علم میں لگایا ہے۔الزہری کا بیان ہے علماء چار ہیں۔ حجاز بن سعید المسیب بصرہ میں حسن بصری' کوفہ میں شعبی اور شام میں مکحول۔بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ قل کو کل کہتے تھے مگر لوگوں میں ان کی عزت بہت تھی جب وہ کسی امر کا حکم دیتے تھے تو لوگ اس کو بجالاتے تھے۔سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ وہ شام میں سب سے بڑے فقیہہ تھے اور الزہری سے بھی زیادہ بڑے فقیہہ تھے' ایک سے زیادہ لوگوں کا بیان ہے کہ وہ اس سال فوت ہوئے اور بعض کہتے ہیں بعد میں انتقال ہوا۔واللہ اعلم۔

ان کے متعلق ابن ابی الدنیا نے کہا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے جس نے اپنے کپڑوں کی نظافت ونفاست کا خیال رکھا اس کی ہمت وحوصلہ کم ہوگیا اور جس نے روح کا خیال رکھا اس کی عقل میں اضافہ ہوا مکحول نے کہا قولہ تعالیٰ ''ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم ''میں ٹھنڈے مشروبات' عمدہ ومعتدل اخلاق گھروں کی عافیت وسایہ پیٹ بھر کھانا اور نیند کی لذتیں شامل ہیں اور یہ بھی کہا کہ جب مجاہد میدان جہاد میں اپنی سواریوں پر سے اپنا سامان اتارتے تو فرشتے آکر ان کی ملائی دلائی کرتے تھے اور برکت کی دعا دیتے تھے بجز ایک جانور کے جس کے گلے میں گھنٹی ہوتی تھی۔

۱۱۴ھ

اس سن میں معاویہ بن ہشام نے الصائفہ کے یسریٰ پر اور سلیمان بن ہشام بن عبدالملک نے یمنیٰ (میمنہ) پر حملے کیے اس سن میں عبداللہ البطال اور ملک الروم قسطنطین کی ملاقات ہوئی جو ہرکل کا بیٹا تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے ایک خط لکھا تھا بطال نے اس مڈبھیڑ میں قسطنطین کو قید کرلیا اور اس کو سلیمان بن ہشام کے پاس بھیج دیا لیکن ابن ہشام نے اس کو اس کے باپ کے پاس بھیج دیا اس سال ہشام نے مکہ ومدینہ اور طائف کی امارت سے ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل کو معزول کردیا اور اس کی جگہ اپنے بھائی محمد بن ہشام کو متعین کردیا جس نے ایک قول کے مطابق لوگوں کو حج کرایا۔لیکن واقدی اور ابومعشر کا کہنا ہے کہ اس سال لوگوں کو خالد بن عبدالملک نے حج کرایا تھا۔واللہ اعلم اس سال جو لوگ فوت ہوئے وہ یہ ہیں۔

عطاء بن ابی رباح

ان کے آقا ابو محمد المکی تھے۔ یہ کبار تابعین میں نہایت ثقہ اور بلند مرتبہ بزرگ گزرے ہیں۔ کہا جاتا ہے ان کی دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی اور ابن سعد کہتے ہیں کہ میں نے بعض اہل علم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عطاء کالے چپٹی ناک گنجے اور لنگڑے تھے اور بعد میں اندھے بھی ہو گئے تھے۔ عطاء ثقہ عالم وفقیہہ اور کثیر الحدیث تھے ابو صغیر الباقر وغیرہ نے لکھا ہے ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ مناسک کا عالم کوئی نہ تھا۔ ان کی عمر سو سال کی ہوئی آخری عمر میں کبر وضعف کے باعث روزے نہیں رکھ پاتے اور اپنے روزوں کا فدیہ دیتے تھے اور علی الذین یطیقونہ فدیۃ مسکین کی یہی تاویل کرتے تھے۔ بنی امیہ کے زمانہ میں منادی اعلان کرتا تھا کہ عطاء بن رباح کے سواح کے ایام میں کسی کو فتویٰ دینے کی اجازت نہیں۔

ابو صغیر الباقر کہتے ہیں میں نے عطاء سے زیادہ کسی کو فقیہہ نہیں پایا اوزاعی کا کہنا تھا عطاء جس دن مرے وہ دنیا کے محبوب ترین انسان تھے ابن جریج نے کہا ہے عطاء مسجد میں بیس سال جاروب کش رہے اور اس میں سب سے اچھی نماز پڑھنے والے تھے۔ قتادہ نے ان کی بابت کہا سعید بن المسیب اور الحسن اور ابراہیم اور عطاء یہ سب شہروں کے ائمہ تھے عطاء کہا کرتے تھے جب کوئی شخص حدیث بیان کرتا تھا تو میں اس کو اس طرح خاموشی سے سنتا تھا گویا میں اس حدیث کو پہلی بار سن رہا ہوں حالانکہ میں اس حدیث کو اس شخص کی پیدائش سے قبل سن چکا تھا ایک دوسری روایت کے مطابق عطاء نے کہا میں اس حدیث کا اس شخص سے زیادہ حافظ ہوتا تھا لیکن فخر نہیں کرتا تھا گویا میں نے اس حدیث کو اس سے قبل سنا ہی نہیں جمہور کی رائے کے مطابق عطاء ۱۱۴ھ میں ہی وفات پا گئے۔ رحمۃ اللہ' واللہ اعلم۔

ابو محمد عطاء بن رباح اور ان کے باپ اسلم کا سلسلہ اسناد بہت سے صحابہ سے ملتا تھا جن میں ابن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ ابو ہریرہؓ زید بن خالد الجہنی اور ابو سعید شامل ہیں' عطاء بن رباح نے ابن عباس وغیرہ سے تفسیر کی سماعت کی۔ رباح سے متعدد تابعین نے روایات بیان کی ہیں جن میں الزہری' عمرو بن دینار' ابوالزبیر' قتادہ' یحییٰ بن کثیر' مالک بن دینار' حبیب بن ابی ثابت اور الاعمش نے عطاء اور ایوب السختیانی وغیرہم شامل ہیں۔ ابو ہزان کا کہنا ہے کہ میں نے عطاء بن رباح کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجلس ذکر میں شرکت کی اللہ تعالیٰ اس مجلس کی شرکت کو دس مجالس باطل کے کفارہ بنا دے گا ابو ہزان نے عطاء سے کہا مجلس الذکر سے تمہاری کیا مراد ہے انہوں نے کہا مجالس' الحلال والحرام میں نماز کیسے پڑھی جائے' روزہ کیسے رکھا جائے نکاح وطلاق کے کیا مسائل ہیں۔ اور بیع وشراء کے کیا آداب ومسائل ہیں۔ طبرانی کا بیان ہے کہ ربیعہ النسائی نے باسناد بتایا ہے کہ میں نے عطاء بن رباح کو "وکان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض ولا یصلحون" کی تفسیر وتشریح کرتے سنا ہے کہ یہ لوگ مدینہ میں لوگوں کو دراہم قرض دیا کرتے تھے اور پھر اس میں قطع وبرید اور کمی وبیشی کرتے رہتے تھے۔

ثوری نے عبداللہ بن ولید کے حوالہ سے نقل کیا ہے جنہوں نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کہ تمہاری اس صاحب قلم کے بارہ میں کیا رائے ہے اگر وہ اس کام میں مشغول رہتا ہے تو وہ اور اس کے اہل وعیال خوش حالی کی زندگی گزارتے ہیں اور اگر وہ یہ

کام چھوڑ دیتا ہے تو سب فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس نے جواب دیا' یہ عین عزت وفخر کی بات ہے اور عطاء نے کہا انسان کو خدا کی طرف سے سب سے بہتر عطیہ دین کی سمجھ ہے عطاء نے یہ بھی کہا ہے بندہ جب کوئی بات [illegible] لفظ سے پکارتا ہے اللہ رب العزت اس کی طرف مہربانی کی نظر سے دیکھتا ہے اور کہا جب میں نے یہ بات حسن سے کہی تو انہوں نے جواب میں کہا کیا تم قرآن کی یہ آیات نہیں پڑھتے:

﴿ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَامُنَادِيًا يُّنَادِیْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا...... ﴾

کی آخری آیات تک تلاوت کی۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ ہم تک عبداللہ السلفی ضمرہ اور عمر والورد کے ذریعہ یہ بات پہنچی ہے کہ عطاء بن رباح نے کہا ہے اگر تو عرفہ میں تخلیہ کے لیے شب بیداری کر سکے تو ضرور کر۔ سعید بن سلام البصری کا قول ہے کہ میں نے ابوحنیفہ النعمان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں ایک بار عطاء سے مکہ میں ملا تو میں نے اس سے کچھ دریافت کیا اس پر اس نے پوچھا تم کون ہوں کہاں سے آئے ہو میں نے کہا میں کوفہ کا باشندہ ہوں اس پر انہوں نے کہا کیا تم ان اہل قریہ میں سے ہو جنہوں نے اپنے دین کو چھوڑا اور مختلف گروہ بن گئے میں نے کہا ہاں اس پر عطاء نے کہا تم کن لوگوں میں شامل ہو میں نے کہا ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اسلاف کو گالیاں دیتے ہیں اور ہم قضاء وقدر پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں خواہ وہ گناہ کرتا ہو۔ یہ سن کر عطاء نے کہا میں سمجھ گیا۔ اب تم میرے ساتھ رہو۔ عطاء نے کہا یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمان میں کمی بیشی کے قائل نہیں ہیں حالانکہ قرآن میں صاف طور پر ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى ﴾.

''جو لوگ راہ یاب ہوئے اللہ نے انا کا ایمان بڑھا دیا''

پھر عطاء نے کہا کچھ لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ نماز اور زکوۃ' دین الٰہی کا جز نہیں ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُاللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ ﴾.

اسی طرح نماز اور زکوۃ دین ہی ہیں۔ یعلی بن عبید نے کہا ہم لوگ محمد بن سوقہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: ''کیا میں تم لوگوں کو ایسی بات نہ بتاؤں جو تم کو نفع بخشے مجھے تو اس سے بڑا نفع پہنچا ہے مجھے عطاء بن رباح نے بتایا ہے اے میرے بھتیجے تم سے قبل یہاں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو فضول بات کو گناہ سمجھتے تھے اللہ کی کتاب کے سوا کچھ اور نہ پڑھتے تھے وہ امر بالمعروف بھی کرتے تھے اور ''وانا علیکم لحافظین کراما کاتبین'' پر پورا یقین رکھتے تھے اور اس پر بھی یقین رکھتے تھے کہ انسان کے دائیں بائیں دو فرشتے مقرر ہیں اور جو کچھ انسان منہ سے بولتا ہے اس کو نوٹ کرنے کے لیے اس کے نزدیک ایک فرشتہ تیار رہتا ہے ''عن الیمین وعن الشمال قعید ما یلفظ من قول آخر'' تو انسان کو اس امر سے کیا شرم نہیں آئے گی کہ جب اعمال نامہ کھول کر دکھایا جائے گا تو اس سے اکثر وہ چیزیں نکلیں گی جو انسان کے دین کا حصہ نہیں ہیں۔ طبرانی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابن عباس کا مسجد الحرام میں حلقہ قائم تھا جب ان کا انتقال ہو گیا تو اس قسم کا حلقہ عطاء بن رباح کے لیے بھی لگتا تھا۔

سفیان نے مسلمہ بن کہیل کے حوالہ سے بتایا ہے کہ انہوں نے تین آدمیوں کے سوا کسی کو اپنے عمل کے بدلہ خدا سے کچھ مانگتے نہیں دیکھا۔ ایک عطاء دوسرے طاؤس تیسرے مجاہد۔ عمر بن ذر کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو بھی عطاء کی طرح نہیں دیکھا۔ ان کے جسم پر کبھی قمیص نہیں دیکھی اور نہ میں نے ان کے جسم پر کوئی ایسا کپڑا دیکھا جو پانچ درہم سے زیادہ ہو۔ ابن جریر کہتے ہیں میں نے عطاء کو طواف کے دوران اپنے قائد سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے ٹھہرو میری پانچ باتیں یاد رکھو۔

القدر یعنی خیر وشر اور تلخ ومیٹھا سب کچھ خدا کی طرف سے ہوتا ہے' اس میں انسان کی مرضی کو قطعاً کوئی دخل نہیں' ہمارے اہل قبلہ سب مومن ومسلم ہیں ان کا خون اور ان کا مال بغیر حق کے قطعاً حرام ہے۔ باغی گروہوں سے ہر طرح لڑنا ضروری ہے' خوارج کی گمراہی کی گواہی لازمی ہے ابن عمر کہا کرتے تھے جب عطاء موجود ہیں تو میرے پاس مسائل جمع کر کے کیوں لے آتے ہو؟

معاذ بن سعد کہتے ہیں میں عطاء کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ کچھ بات کر رہے تھے کہ ایک شخص آ کر دخل در معقولات کرنے لگا اس پر عطاء بہت ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی کیا اخلاق ہے؟ آخر یہ کیا عادت ہے میں کسی کی کوئی بات سنتا ہوں اور اس سے بہتر اس بات کو سمجھتا ہوں پھر اس کی بات نہیں کاٹتا ہوں عطاء کہا کرتے تھے میرے گھر میں اگر شیطان ہو تو اس کو گوارہ کر لوں گا مگر سستی گوارہ نہیں کروں گا اس سے نیند کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

ابن جریر بیان کرتے ہیں عطاء باوجود نی کبرسنی اور ضعف کے نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو سورہ بقرہ کی دوسو آیتیں پڑھتے تھے اور اس دوران ان کے جسم کو جنبش تک نہیں ہوتی تھی۔ ابن عیینہ نے ابن جریر سے کہا میں نے تم جیسا نمازی نہیں دیکھا ابن جریر نے جواب دیا کاش تم عطا کو نماز پڑھتے دیکھتے۔

۱۱۵ھ

اس سن میں شام میں طاعون پھیلا۔ اس سال محمد بن ہشام بن اسماعیل نائب حرمین والطائف نے لوگوں کو حج کرایا۔ باقی نائبین وہی رہے جن کا پہلے ذکر آ چکا ہے جو لوگ اس سال فوت ہوئے ان میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں:

ابوجعفر الباقر

یہ محمد بن علی بن الحسین بن علی بن طالب القرشی الہاشمی ابوجعفر الباقر ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ ام عبداللہ بنت الحسین بن علی تھیں۔ یہ جلیل القدر تابعی ہیں بڑے مرتبے والے بزرگ گزرے ہیں ان کا نام اس امت کے اشراف میں عملاً وعلماً اور سیادۃً ہمیشہ احترام سے لیا جاتا ہے۔ ان کے بارہ میں شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے کہ وہ ان کے بارہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ لیکن بزرگ مذکور نہ کبھی ان داعیان شیعیت کے طور طریقوں پر چلے اور نہ انہوں نے دین کا وہ راستہ اختیار کیا جو ان لوگوں کے اوہام اور اذہان کا تراشا ہوا تھا بلکہ وہ ابوبکر وعمرؓ کے راہ پر چلنے والے اور ان کا اتباع کرنے والے تھے اور ان کے متعلق صحیح بات تو یہی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو نہیں پایا کہ وہ ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کی دوستی اور ولایت کا دم نہ بھرتا ہو۔

ابوجعفر الباقر نے متعدد صحابہ سے روایات بیان کی ہیں اور کبار تابعین کی ایک معتد بہ جماعت نے ان سے بھی احادیث بیان کی ہیں۔ جن لوگوں نے ان سے روایات نقل کی ہیں ان میں ان فرزند جعفر الصادق الحکم بن عیینہ ربیعہ الاعمش ابواسحاق السبیعی الاوزاعی اور الاعرج بھی جو عمر میں ان سے بڑے تھے شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ابن جریج عطاء بن رباح عمرو بن دینار اور الزہری بھی ان سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے جعفر الصادق کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے میرے والد نے جو روئے زمین پر خیر محمد تھے حدیث بیان کی ہے۔

العجلی کا بیان ہے کہ وہ مدنی تھے اور ثقہ تابعی تھے۔ محمد بن سعد نے کہا ہے کہ ابوجعفر الباقر ثقہ کثیر الحدیث تھے۔ ان کی وفات ۱۱۵ھ ہی میں ہوئی اور کہا گیا ہے کہ اس سے قبل ہوئی واللہ اعلم' ان کی عمر ستر سال کے متجاوز تھی لیکن بعض نے کہا ہے کہ وہ ساٹھ سال سے زیادہ تھے۔ واللہ اعلم۔

ابوجعفر الباقر محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن طالب کے والد ماجد علی زین العابدین تھے اور ان کے جد بزرگوار حسین عراق میں میدان کربلاء میں شہید ہوئے۔ ان کا نام باقر اس لیے پڑا کہ یہ علوم کے کھولنے والے اور مسائل کا استنباط کرنے والے تھے بڑے ذاکر' خاشع اور صابر تھے۔ خاندان نبوت کے چشم و چراغ تھے اس لیے رفیع النسب اور عالی الحسب تھے اور خطرات سے آگاہ رہتے تھے' بڑے گریہ وزاری کرنے والے اور آہ و بکا کرنے والے تھے اور لڑائی جھگڑوں سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے۔

ابوبلال اشعری نے کہا ہے کہ مروان بن ثابت کے بقول محمد بن علی بن الحسین نے قولہ تعالیٰ ''اولئك يحزون الفرقة بما صبروا '' کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا کہ غرفۃ یعنی جنت ان لوگوں کو ملے گی جو دنیاوی فقر کو برداشت کریں گے۔ اسی طرح عبدالسلام نے ابوجعفر کا قول نقل کیا ہے بجلیاں مومن اور غیر مومن پر گرتی ہیں لیکن ذاکر پر نہیں گرتیں اور بتایا کہ اسی قسم کی بات ابن عباس سے بھی مروی ہے جنہوں نے کہا تھا اگر آسمان سے تارے بھی ٹوٹ کر گر یں تو ذاکر اس سے محفوظ رہے گا' جعفر الجعفی نے کہا ہے کہ مجھ سے محمد بن علی نے بیان کیا ہے اے جابر میں غمگین ہوں اور میں مشتغل القلب ہوں اس پر میں نے کہا تمہارا حزن اور شغل قلب کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ جس شخص کا قلب دین الٰہی میں داخل ہو گیا اس کا قلب دوسری چیزوں سے خالی ہو جاتا ہے خالد بن یزید نے بتایا میں نے محمد بن علی کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ابن خطاب کہا کرتے تھے جب تم کسی قاری کو اغنیاء سے محبت کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ دنیادار ہے اور اگر کسی بادشاہ کے ساتھ اس کو وابستہ دیکھو تو سمجھ لو وہ چور ہے۔

ابوجعفر الباقر شب و روز نماز میں مشغول رہتے تھے۔ ابوالاحوص نے ان سے منسوب یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر شے کی ایک آفت ہوتی ہے اور علم کی آفت نسیان ہے وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے تھے بیٹا ہمیشہ سستی اور اکتاہٹ سے بچو کیونکہ یہ دونوں چیزیں محرومی کی کنجی ہیں۔ جب تم کسی کام میں سستی کرو گے تو اس کا حق ادا نہ کرسکو گے اور اگر اکتا جاؤ گے تو حق پر صبر نہ کرسکو گے۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ تین اعمال سب سے سخت ہیں۔ ہر حال میں ذکر الٰہی کرنا اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا اور مال میں بھائی کے ساتھ مواخات کرنا۔ ابوجعفر الباقر نے کہا ہے بطن یا شرمگاہ کی عفت و حفاظت سے زیادہ افضل و بہتر کوئی عبادت نہیں اور اللہ کو سوالی کے سوال سے زیادہ کوئی شے محبوب تر نہیں اور قضاء قدر کو دعا ہی رد کرسکتی ہے کسی کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی

کرنا باعتبار ثواب جلد خیر کو پہنچاتا ہے اور باعتبار عقوبت زنا سے زیادہ اور کوئی شے عذاب وغضب الٰہی کو جلد دعوت دینے والی نہیں آدمی کے عیب کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ دوسروں کے عیب کھولتا پھرے جن کو اپنی ذات میں پاکر چشم پوشی کرتا ہے اور دوسروں کو ان کاموں کے کرنے کا حکم دے جن کو خود نہیں کرپاتا۔ ابوجعفر الباقر کہا کرتے تھے کہ ابلیس کو ہزار عابدوں کی موت سے زیادہ ایک عالم کی موت زیادہ محبوب ہے۔

۱۱۶ھ

اس سن میں معاویہ بن ہشام نے الصائفہ میں جنگ کا آغاز کیا اسی سال شام اور عراق میں طاعون پھیلا جس کا سب سے زیادہ اثر واسط میں ہوا اس سال محرم کے مہینہ میں جنید بن عبدالرحمٰن المرّی امیر خراسان کا مرض شکم میں انتقال ہوگیا۔ اس شخص نے فاضلہ بنت یزید بن مہلب سے نکاح کرلیا تھا جس کی وجہ سے امیر المومنین اس سے سخت ناراض ہوگیا اور اس کو معزول کر کے اس کی جگہ عاصم بن عبداللہ کو خراسان کا امیر مقرر کردیا وہ اس سے بے حد ناراض تھا کہتا تھا کہ اگر موت سے پہلے اس کو اپنے سامنے دیکھ لوں تو اس کو جان سے مار ڈالوں۔ عاصم بن عبداللہ نے اس وقت تک اپنے عہدہ کا چارج نہیں لیا تھا جب تک جنید کا مرو میں انتقال نہ ہوگیا ابوالجریر عیسیٰ بن عصمہ نے اس کا مرثیہ لکھا جس کے اشعار یہ ہیں:

هلك الجود و الجنيد جميعاً فعلى الجود و الجنيد السلام

''جود و جنید اکٹھے ہی مرگئے اس لیے جود اور جنید دونوں کا ہمارا اسلام''

اصبحا ثاوئين في بطن مرو ما تغنىٰ على الغصون الحمام

''دونوں مرو کی سرزمین میں دفن ہوگئے اور پھر درختوں کی شاخوں پر قمریوں نے بھی گانا چھوڑ دیا''

جب عاصم نے خراسان کا چارج لیا تو اس نے جنید کے ماتحتوں پر طرح طرح کی سختیاں کرنا شروع کردیں چنانچہ ان کے درمیان بہت سے واقعات نے طول کھینچا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حارث بن شریح نے بغاوت کردی مگر عاصم نے بہر حال جلد اس پر قابو پا لیا۔ واقدی کے بقول اس سال ولید بن یزید نے لوگوں کو حج کرایا اور اپنے چچا ہشام بن عبدالملک کے بعد وہی ولی اور صاحب الامر بنا جس کا ذکر ہم عنقریب کریں گے۔

۱۱۷ھ

اس سن میں معاویہ بن ہشام نے الصائفہ الیسریٰ میں اور سلیمان بن ہشام نے الصائفہ الیمنیٰ میں جنگ شروع کی یہ دونوں امیر المومنین ہشام کے بیٹے تھے اس سال مروان بن محمد کو جو مروان الحمار بھی کہلاتا تھا آرمینہ کی مہم پر بھیجا گیا اور اس نے بلاد اللان کے کچھ قلعے فتح بھی کرلیے اور وہاں کے کافی لوگ ایمان بھی لے آئے۔ اس سال ہشام نے عاصم بن عبداللہ الہلالی کو جس کو اس سے قبل جنید کی جگہ خراسان کا امیر بنایا گیا معزول کردیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن خالد القسری کو خراسان کے ساتھ عراق کا

بھی امیر بنا دیا اس لیے کہ عبداللہ بن خالد القسری نے ہشام کو اس طرف متوجہ بھی کیا تھا اور کہا تھا کہ خراسان کی ولایت کے ساتھ عراق کی ولایت اور رکھ باں بھی ایک ہی امارت کے تحت ہونا نہایت ضروری ہے اس سال جو لوگ وفات پا گئے وہ یہ ہیں

قتادہ بن دعامہ السدوسی

ابوالخطاب البصری الاعمی علماء تابعین اور ائمہ العاملین میں سے تھے۔ انہوں نے انس بن مالک اور تابعین کی ایک جماعت سے روایات بیان کی ہیں جن میں سعید بن المسیب' البصری' ابوالعالیہ' زرارہ بن اوفی' عطاء' مجاہد' محمد بن سیرین' مسروق اور ابومجلز وغیرہ شامل ہیں اور خود ان سے بھی کبار نے روایات بیان کی ہیں۔ مثلاً ایوب' حماد بن مسلمہ' حمید الطویل' سعید بن ابی عروبہ' الاعمش' شعبہ' اوزاعی' مسعر' معمر' ہمام وغیرہ تھے۔ ابن مسیب نے کہا کوئی عراقی ان سے بہتر میرے پاس ملنے نہیں آیا۔

محمد بن سیرین کا کہنا ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ مطر کا قول تھا۔ قتادہ جب کسی حدیث کو سن لیتے تھے تو اس کو ہر پہلو اور حیثیت سے محفوظ کر لیتے تھے اور اچھی طرح یاد کر لیتے تھے۔ الزہری نے کہا وہ مکحول سے زیادہ عالم تھے' معمر کا قول تھا'' میں نے الزہری' حماد اور قتادہ سے زیادہ افقہ کسی کو نہیں دیکھا۔ بقول قتادہ وہ کہتے تھے کہ میں کسی چیز کو نہیں سنتا ہوں مگر میرا قلب اس کو محفوظ کر لیتا ہے۔ احمد بن حنبل کا قول تھا کہ قتادہ اہل بصرہ میں سب سے بڑے حافظ ہیں جو چیز سنتے ہیں اس کو یاد رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کو جابر کا صحیفہ صرف ایک بار سنایا گیا تھا مگر انہوں نے اس کو از بر کر لیا تھا۔ لوگ ان کے علم' فقہ اور ان کی تفسیری معرفت وعلم کے معترف تھے ابوحاتم نے کہا ہے ان کی وفات واسط میں ہوئی اور طاعون سے ہوئی۔ ان کی عمر ستاون سال یا ساٹھ برس کی ہوئی۔

قتادہ کہا کرتے تھے اللہ پر جو شخص بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے' انہوں نے یہ بھی کہا کہ جنت میں ایک روشن دان دوزخ کی طرف کھلا ہوگا تو یہ لوگ کہیں گے ان بدبختوں کو کیا ہوا کہ دوزخ میں داخل ہو گئے ہم تو ان لوگوں کی تلقین وتعلیم کی بدولت جنت میں ہیں' جواب ملے گا ہم لوگ بے شک تم لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتے اور تلقین کیا کرتے تھے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے تم کو برے اعمال سے روکتے تھے لیکن خود نہیں رکتے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ یہ بھی کہا اگر علم کے ذریعہ انسان اپنے نفس کی اصلاح اور اپنے دین کو سنوار لے تو یہ اس کی سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا اگر تھوڑا علم کافی ہوتا تو موسیٰ زیادہ کی طلب نہ کرتے لیکن انہوں نے علم میں اضافہ کی خواہش کی۔

اس سال مزید جو لوگ انتقال کر گئے ان میں ابوالحباب' سعید بن یسار' الاعرج' ابن ابی ملیکہ' عبداللہ بن ابی ذکریا الخزاعی اور میمون بن مہران بن موسیٰ بن مروان شامل ہیں۔ سعید بن یسار عابد وزاہد انسان تھے۔ انہوں نے صحابہ کی ایک معتد بہ جماعت سے روایات بیان کی ہیں اور اسی طرح اعرج اور ابن ملیکہ نے بھی لیکن میمون بن مہران اجل علماء وتابعین میں شامل تھے اور سب سے زیادہ عابد وزاہد تھے اور اپنے ہم عصر علماء کے امام تھے۔ میمون خصوصیت سے اہل الجزیرہ کے امام مانے جاتے تھے۔ طبرانی نے ان کے بارہ میں بتایا ہے کہ لوگ اکثر ان سے پوچھتے تھے۔ میمون تمہارے ساتھ جو شخص بھی رہتا ہے وہ تم سے کسی وقت بھی

ناراض ہوکر الگ نہیں ہوتا ہے اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ میں نہ اس پر اپنا حکم چلاتا ہوں اور نہ ہی اس کو کوئی مشورہ دیتا ہوں۔
عمرو بن میمون نے ایک مرتبہ کہا میرے والد نماز روزہ اگرچہ کثرت سے نہیں رکھتے تھے لیکن اللہ کی نافرمانی اور گناہ کو بہت برا سمجھتے تھے ابن عدی نے یونس کے حوالے سے ان کے بارہ میں بتایا ہے کہ میمون کہا کرتے تھے کہ نہ کسی عالم پر حکم چلاؤ اور نہ کسی جاہل پر۔ اگر عالم پر حکم چلاؤ گے تو وہ اپنے علم کے باعث اس کو خت ناگوار سمجھے گا اور اگر جاہل پر حکم چلاؤ گے تو تمہارے خلاف اس کے دل میں سخت بغض وکدورت پیدا ہوگی' عمرو بن میمون کہتے ہیں میں اپنے والد کو لے کر بصرہ کی بعض گلیوں میں نکلا اسی دوران ہم ایک ایسی نالی پر سے گزرے جس کو پار کرنا والد کے لیے مشکل ہو گیا میں نے ان کو اپنی کمر پر بٹھالیا اور اس طرح ان کو راستہ عبور کرایا پھر میں کھڑا ہو گیا اور والد کا ہاتھ پکڑ کر چلا اور ہم حسن کے مکان کی طرف چل کھڑے ہوئے وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک کنیز سدا سیہ نامی باہر نکلی اس نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ میں نے جواب میں کہا یہ میمون بن مہران ہیں اور حسن کی ملاقات کے لیے آئے ہیں کنیز نے جواب دیا عمر بن عبدالعزیز کے کاتب سے اور ملاقات؟ یہ سن کر شیخ میمون رو پڑے حسن نے رونے کی آواز سنی تو باہر نکل کر آئے اور دونوں گرمجوشی سے گلے ملے۔ میمون نے کہا اے ابوسعید میں اپنے دل میں کچھ سختی اور درشتگی محسوس کرتا ہوں آپ اس میں ٹھہراؤ اور سکون پیدا کریں یہ سن حسن نے یہ آیت پڑھی:

﴿ اَفَرَاَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِیْنَ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ مَا اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴾.

یہ سن کر شیخ میمون بے ہوش ہو کر گر پڑے اور اس طرح ہاتھ پیر مارنے لگے جس طرح بکری ذبح ہونے کے بعد اپنے پیر پٹختی اور مارتی ہے۔ وہ دیر تک کھڑے رہے اس کے بعد کنیز باہر آئی اور اس نے شیخ کی یہ حالت دیکھ کر کہا تم نے شیخ کو مصیبت میں ڈال دیا ہے جاؤ چلے جاؤ یہاں سے عمر بن میمون کہتے ہیں میں نے اپنے والد کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے نکل آیا اور میں نے والد سے پوچھا کیا یہی حسن ہیں انہوں نے جواب دیا ہاں تو میں نے جواباً کہا میں تو اپنے دل میں حسن کو بڑا آدمی خیال کرتا تھا۔ باپ نے کہا میرے دل میں اس سے بڑا دھچکا لگا اور اور اے بیٹے جو آیت انہوں نے پڑھی ہے اگر تم اس کو دل سے سمجھ پاتے تو اس سے تمہارے دل میں بھی زخم پڑ جاتے۔ جعفر بن برقان نے میمون بن مہران کے حوالہ کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول نقل کیا ہے جب عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھوڑی دیر ٹھہر کر چلنے لگا تو عمر نے لوگوں سے کہا۔ ''جب یہ اور اسی قسم کے لوگ دنیا سے اٹھ جائیں گے تو صرف کچرا باقی رہ جائے گا''۔

میمون نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہا اپنے آپ کو تین قسم کے لوگوں کے پاس آنے جانے سے روکو ایک کسی بادشاہ کے پاس جانے سے خواہ تم کو اطاعت الٰہی کی تعلیم کے لیے جانا پڑے۔ دوئم عورت کے پاس خواہ وہ تم سے کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھتی ہو۔ سوئم صاحب ہوس کے پاس کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ تمہیں وہ اپنے کسی ہوس میں مبتلا کر دے۔

جعفر بن برقان نے میمون کا یہ قول بھی نقل کیا ہے قرآن دنیا میں بہت سے لوگوں کے دلوں اور ذہنوں پر نقش ہے اس کے علاوہ جو کچھ تم کو طلب کرنا ہے وہ احادیث رسول سے لو۔ بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اللہ عزوجل کی اطاعت کرے۔ جس نے قرآن کا اتباع کیا قرآن اس کو جنت میں لے جائے گا اور جس نے قرآن کو ترک کر دیا قرآن اس کو جہنم میں پھینک دے

گا۔ خالد بن حیان نے میمون کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میرے منہ پر وہ کہو جو تم کو ناپسند ہو کیونکہ آدمی اپنے دوست کا سچا ناصح نہیں جب تک اس کے سامنے وہ بات بیان نہ کر دے جو اس کو ناپسند ہے' ابن ابی راشد الفقری نے کہا جب میں نے الصائفہ جانے کا ارادہ کیا تو میمون بن مہران کے پاس رخصت طلب کرنے کے لیے گیا تو انہوں نے صرف دو کلموں میں مجھے نصیحت کی' خدا سے ڈرتے رہنا اور طمع اور غصہ سے بچنا' میمون نے لوگوں سے کہا تین چیزیں مومن و کافر کے لیے یکساں ہیں امانت کی ادائیگی خواہ مسلم کی ہو خواہ کافر کی۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک خواہ وہ کافر ہی ہوں اور ایفاء عہد خواہ مومن کے ساتھ ہو خواہ کافر کے ساتھ۔

جعفر کے بقول میمون بن مہران نے کہا مال کی تین آفتیں ہیں اگر صاحب مال ایک سے بچ گیا تو اندیشہ ہے وہ دوسری آفت سے نہیں بچ پائے گا اگر دوسرے بچ گیا تو شاید تیسری آفت سے نہ بچ پائے گا ضروری ہے کہ مال حلال اور طیب ہو جو شخص مال کمائے اس کا خاص خیال رکھے اگر وہ اس پر قابو پا گیا تو اس کے لیے اب ضروری ہے کہ اس مال سے وہ حق ادا کرے جو اس کے باعث اس پر لازم آ گئے ہیں اور اگر وہ اس میں بھی کامیاب ہو گیا تو مال خرچ کرنے میں سخت احتیاط برتے نہ اسراف کرے اور نہ کنجوسی۔ میمون یہ بھی کہا کرتے تھے روزہ میں سب سے آسان شے ترک طعام وشراب ہے اور وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے دنیا بڑی شیریں اور سرسبز وشاداب ہے مگر شہوات سے گھری ہوئی ہے اور شیطان موجود اور ہر وقت گھات میں لگا رہتا ہے اس لیے انسان اس کے فریب میں مبتلا ہو جاتا ہے آخرت کا معاملہ تو ابھی بہت دور ہے لیکن دنیا اور دنیا کے فوائد تو سامنے ہیں۔ رحمۃ اللہ

نافع مولی ابن عمرؓ

یہ ابوعبداللہ المدنی ہیں اصلاً بلاد مغرب کے باشندے تھے یہ بھی کہا جاتا ہے نیشاپور کے رہنے والے تھے اور بعض کے نزدیک کابل کے باشندے تھے وغیرہ وغیرہ اپنے آقا عبداللہ بن عمر اور صحابہ کی ایک جماعت سے روایت بیان کی ہیں مثلاً رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ' ابوسعید رضی اللہ عنہ' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' عائشہ رضی اللہ عنہا' اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہم سے اور تابعین کی کثیر جماعت نے ان سے بھی روایات نقل کی ہیں' یہ ثقہ عظیم المرتبت اور جلیل القدر ائمہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ بخاری نے ان کی بابت کہا ہے اصح الاسانید مالک عن نافع عن ابن عمر۔ کہا جاتا ہے عمر بن عبدالعزیز نے ان کو مصر کے اطراف میں سنن کی تعلیم کے لیے بھیجا تھا۔ ان کی تعریف وتوصیف بہت سے ائمہ نے کی ہے ان کا انتقال مشہور روایت کے مطابق ۱۱۷ھ میں ہوا۔

ذوالرمہ الشاعر

ان کا نام غیلان بن عتبہ بن بہیس تھا بنی عبید مناۃ بنا اد بن طانجہ بن الیاس بن مضران کا مختصر شجرہ نسب ہے بقول الحارث صاحب فضیلت اور زبردست شاعر تھا اس کا دیوان بھی مشہور ہے اور میّ بنت مقاتل محلیہ بن قیس ابن عاصم المنقری کے لیے غزل سرائی کرتا تھا جو بہت حسین وجمیل عورت تھی اور یہ شاعر بداخلاق اور بدشکل بھی تھا اور رنگ کا سیاہ تھا۔ ان کے درمیان کبھی بدکلامی اور بدگوئی کی نوبت بھی نہیں آئی تھی اور نہ انہوں نے ایک دوسرے کو کبھی دیکھا تھا صرف ایک دوسرے کی بابت سن رکھا تھا کہا جاتا ہے میّ اس امر سے خائف تھی کہ اگر اس نے شاعر کو دیکھنے کی کوشش کی تو ذبح کر دی جائے گی لیکن جب ایک دن اس نے شاعر کو

اچانک دیکھ لیا تو بہت گھبرائی اور اس کو برا بھلا کہا لیکن اپنا چہرا ابھی اس سے نہ کھولا لیکن ایک مرتبہ اس کا چہرہ کھلا دیکھا تو شاعر نے فی البدیہہ یہ شعر کہہ ڈالا:

علی وجہ مئی لمحۃ من حلاوۃ وتحت الثیاب العار لو کان بادیاً

''مئی کے دلکش چہرہ پر حلاوت کی جھلک ہے اور کپڑوں کے نیچے حیا ہے اگر جسم کھل جائے تو''

کہا جاتا ہے یہ سن کر مئی نے کپڑے اتار پھینکے تو شاعر نے یہ شعر کہا:

الم تران الماء ینجث طعمہ وان کان لون الماء ابیض صافیا

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ پانی کا ذائقہ خراب ہو جاتا ہے اگرچہ پانی کا رنگ کتنا ہی صاف سفید ہو''

میں نے یہ شعر سن کر کہا کیا ذائقہ چکھنا چاہتا ہے شاعر نے کہا ہاں خدا کی قسم اس کے جواب میں مئی نے کہا اس کا ذائقہ چکھنے سے قبل موت کا ذائقہ چکھ لو گے تو شاعر نے جواباً کہا:

فواضیعہ الشعر الذی راح وانقضیٰ بمی ولم املک ضلال فوادیا

''برقع پوش خاتون مئی کی خدمت میں میرا شعر پہنچ گیا لیکن میرا دل گمراہی میں مبتلا نہ ہوا''

اذا ھبت الاریاح من نحو جانب بہ اصل مئی حاج شوقی صبوبھا

''جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ ہوا جو مئی کے شہر والوں کی طرف چلتی ہے میرے ہودئے دل کو لے اڑتی ہے''

ھوی تذرف العینان منہ وانما ھوی کل نفس این حل حبیبھا

''اس وقت میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور جہاں جس کا محبوب ہوتا ہے اس کے لیے دل امڈ ہی آتا ہے''

اور موت کے آخری لمحات میں اس نے یہ شعر کہا:

یاقابض الارواح فی جسمی اذا احتضرت وغافر الذنب زحزحنی عن النار

''اے روحوں کو قبض کرنے والے جب تو میرے پاس آئے مجھے دوزخ سے دور ہی رکھنا اور اے مغفرت کرنے والے''

۱۱۸ھ

اس سن میں امیر المومنین کے دونوں بیٹوں معاویہ وسلیمان نے بلاد روم میں جنگ چھیڑی اور اس سن میں ایک شخص عمار بن یزید نے جس کو بعض لوگ بخداش بھی کہتے تھے بلاد خراسان پہنچا اور اس نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی خلافت کی دعوت دینا شروع کر دی جس پر خلق کثیر نے لبیک کہا اور جب لوگ اس شخص کی طرف رجوع ہونے لگے تو اس نے مذہب الحزمیہ الزنادقہ کی تعلیم دینا شروع کر دی جس کی رو سے ایک دوسرے کی بیویوں کا ردوبدل اور ان سے استمتاع روا قرار دیا اور بظاہر یہ بھی لوگوں کو باور کرایا کہ محمد بن علی بھی اسی نظریہ کا قائل ہے اور اس کا حامی ہے یہ بہت بڑا جھوٹ تھا جو فتنہ کھڑا کرنے کے لیے کھڑا کیا گیا تھا مگر جلد اس جھوٹ کا پول حکومت پر کھل گیا اور اس شخص کو پکڑ کر امیر خراسان خالد بن عبداللہ القسری کے سامنے پیش کیا گیا جس نے

اس کے ہاتھ اور زبان کٹوا کر اس کو پھانسی دے دی اس سال محمد بن ہشام بن اسماعیل امیر مدینہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مدینہ کی امارت خالد بن عبدالملک بن مروان کے سپرد تھی لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس کو معزول کر دیا گیا تھا اور اس کی جگہ محمد بن ہشام بن اسماعیل بن اسماعیل کو مدینہ کا گورنر و امیر بنا لیا گیا تھا اور عراق کا امیر بھی القسری تھا۔ اس سال جو لوگ فوت ہوئے وہ یہ ہیں:

علی بن عبداللہ بن عباس

یہ بزرگ ابن عبدالمطلب القرشی الہاشمی ابوالحسن ہیں ان کو لوگ ابو محمد بھی کہتے تھے ان کی والدہ کا نام زرعہ بنت سرح بن معدیکرب الکندی تھا جو ان چار بادشاہوں میں سے ایک تھا جن کا ذکر اس حدیث میں ہے جس کو احمد نے بیان کیا ہے اور وہ مسرح' حمل' مخولس اور البضعۃ ہیں اور ان کی بہن العمروۃ تھی۔

مذکورہ بالا علی کی اس دن پیدائش ہوئی جس روز علی بن ابی طالب قتل ہوئے تھے اس لیے ان کے باپ نے ان کا نام بھی علی بن طالب کے نام پر علی رکھ دیا تھا اور انہی کی کنیت پر ان کی کنیت بھی رکھ دی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ علی ابی طالب کی زندگی ہی میں پیدا ہو گئے تھے اس لیے کہ انہوں نے ان کا نام علی رکھا تھا اور ان کی کنیت ابوالاملاک رکھی تھی۔ جب یہ عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچے تو اس نے ان کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور ان سے ان کا نام اور کنیت دریافت کی اور جب انہوں نے اپنا نام اور کنیت عبدالملک بن مروان کو بتائی تو اس نے پوچھا کیا تمہارا کوئی لڑکا بھی ہے انہوں نے کہا میرا ایک بیٹا ہے جس کا نام میں نے محمد رکھا ہے تو عبدالملک نے کہا تو آپ ابو محمد ہیں اس کے بعد اس کو ان نے اکرام وانعام سے نوازا اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا علی بن عبداللہ نہایت عابد وزاہد تھے اور اپنے علم وعمل عدالت وثقاہت کے ساتھ اپنی حسن وشکل ووجاہت کے لیے بھی مشہور تھے یہ روز وشب میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے' عمرو بن علی بن الفلاس نے بیان کیا ہے کہ یہ نیک لوگوں میں شمار ہوتے تھے ان کا انتقال بلقاء کی زمین میں واقعہ جہمہ کے مقام پر ۱۱۸ھ میں ہوا اس وقت ان کی عمر تقریباً اسی سال تھی۔

ابن خلکان نے لکھا ہے انہوں نے لبابہ بنت عبداللہ بن جعفر سے نکاح کیا تھا جو عبدالملک بن مروان کی بیوی رہ چکی تھی اور جس نے اس کو طلاق دے دی تھی جس کا سبب یہ تھا کہ عبدالملک بن مروان نے ایک روز سیب منہ سے کاٹ کر لبابہ کی طرف پھینکا جس نے چھری لے کر سیب کے اس حصہ کو کاٹ کر پھینک دیا جس پر عبدالملک کا منہ لگا تھا اور جب اس نے پوچھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا تو اس نے جواب دیا میں نے الفلش سے بچنے کے لیے ایسا کیا کیونکہ عبدالملک کے منہ سے بدبو آتی تھی بہرحال اس بات پر عبدالملک نے لبابہ کو طلاق دے دی تھی اور جب اس سے علی بن عبداللہ بن عباس نے نکاح کر لیا تو اس سے ولید بن عبدالملک نے اسی باعث انتقام لیا اور علی بن عبداللہ بن عباس کو کوڑوں سے پٹوایا اور یہ بھی کہا گیا کہ تم خلیفہ کی اولاد کو ذلیل کرنا چاہتے ہو؟ اور اس کو دوبارہ کوڑے لگوائے کیونکہ علی بن عبداللہ بن عباس کے متعلق مشہور ہو گیا تھا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ خلافت عنقریب ان کے گھرانہ میں آنے والی ہے بہرحال حالات اسی نہج پر گزرتے رہے' مبرد نے یہ لکھا ہے کہ ایک روز علی بن عبداللہ ہشام کے پاس گئے اور ان

کے ہمراہ ان کے دونوں بیٹے السفاح اور منصور بھی تھے یہ دونوں صغیر السن تھے۔ ہشام نے علی کی آؤ بھگت کی اور ان کو اپنے قریب بٹھایا اور ان کو ایک سوتیس دینار بھی دیئے۔ اس دوران علی بن عبداللہ ہشام کو اپنے بیٹوں کے ساتھ بہتری کی وصیت کرتے رہے علی کی ان باتوں سے ہشام کو بڑا تعجب ہوا اور اس کو علی کی نفسیاتی کیفیت پر شک پیدا ہونے لگا اور اس کی باتوں کو اس نے احمقانہ سمجھا۔ حالات یوں ہی گزرتے رہے اور کوئی خاص واقعہ رونما نہ ہوا۔ کہا جاتا ہے علی بن عبداللہ بن العباس بہت حسین وجمیل انسان تھے اور نہایت دراز قد تھے۔ لوگوں میں چلتے وقت معلوم ہوتا تھا کہ کسی سواری پر جا رہے ہیں ان کے باپ عبداللہ ان کے کاندھوں تک آتے تھے اور عبداللہ اپنے باپ عباس کے کاندھوں تک آتے تھے اور اسی طرح عباس اپنے باپ عبدالمطلب کے کندھوں تک آتے تھے خفیہ طور پر بہت سے لوگوں نے علی کے بیٹے محمد کے لیے خلافت کے لیے بیعت بھی کر لی تھی اور یہ سب کچھ علی کے انتقال سے کئی سال قبل سے ہو رہا تھا لیکن ان کی موت تک عام طور پر اس کا اظہار نہیں ہوا تھا بہرحال اپنے باپ کے انتقال کے بعد عبداللہ ابوالعباس السفاح نے باقاعدہ اس تحریک کو جاری رکھا جس کا عام اظہار ۱۳۲ھ میں ہوا جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ انشاء اللہ

۱۱۹ھ

اس سن میں ولید بن قعقاع نے بلاد روم میں جنگ شروع کی اور اسد بن عبداللہ القسری نے ملک والترک خاقان کو قتل کر ڈالا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ اسد بن عبداللہ امیر خراسان جو اپنے بھائی خالد بن عبداللہ کی جگہ عراق کی امارت کے فرائض بطور نائب انجام دے رہا تھا اپنی فوجوں کو لے کر شہر ختل پر حملہ آور ہوا اور اس کو فتح کر لیا ملک الترک خاقان نے اس موقع کو بہت غنیمت سمجھ کر اسد کے لشکر کی طرف اس لیے تیزی سے بڑھا کہ اس کے جاسوسوں نے خاقان کو اطلاع دی تھی کہ اسد کی فوجیں اس وقت ختل شہر کے اطراف میں چاروں طرف پھیلی پڑی ہیں۔ چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خاقان کثیر فوج اسلحہ اور زبردست سامان خورد ونوش کے ساتھ شیر کی طرح بپھرتا ہوا اسد کی فوجوں کی طرف بڑھا لیکن بعض لوگوں نے شرارت سے اس بات کو مشہور کر دیا کہ خاقان نے اپنی زبردست فوج کے ساتھ اسد کی فوج پر حملہ کر کے سب کو منتشر کر دیا ہے اور اسد کو بھی قتل کر دیا ہے بظاہر اس کا مقصد یہ تھا کہ اسد کی اس فوج میں ادھر ادھر ختل کے اطراف میں پھیلی ہوئی ہے وہ اس وحشت ناک خبر کو سن کر اسد کی مدد کو نہ پہنچ سکے گی لیکن اس شہرت کا اتنا اثر ہوا جب مسلمان فوجیوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے پوری حمیت وغیرت اسلامی کے ساتھ اپنے آپ کو متحد کر کے خاقان سے انتقال لینے کا تہیہ کر لیا چنانچہ وہ اس مقام کی طرف چل پڑے جہاں اسد اپنی فوجوں کو لیے ہوئے خاقان پر حملہ کی تیاری میں مصروف تھا جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو انہوں اسد کو زندہ پایا اب اسد نے سب کے ساتھ جبل الطلح کا رخ کیا اور نہر بلخ میں گھس پڑنے کا ارادہ کیا لیکن مجبوری یہ تھی کہ اسد کی فوجوں کے ساتھ بھیڑ بکریاں بھی بہت بڑی تعداد میں تھیں اور اسد ان کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا اس لیے اسد نے حکم دیا کہ ہر سوار ایک بکری اپنے آگے ساتھ میں رکھے گا اور ایک اپنے کندھے پر رکھ کر چلے گا اور جو ایسا نہیں کرے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے چنانچہ وہ خود بھی اسی طرح بکری ساتھ لے کر چلا اور اس کے ساتھ پوری فوج بھی اسی انداز سے اس کے ساتھ چل پڑی اور نہر میں داخل ہونے کے بعد اس کو پار کر کے ابھی پوری

طرح باہر نہیں نکلی تھی کہ خاقان نے اچانک ان پر شدید حملہ کر کے ایسے لوگوں کو قتل بھی کر دیا جو ابھی نہر سے باہر نہیں آئے تھے یا کمزور تھے۔ لیکن جو مسلمان نہر کے دوسرے کنارے پہنچ چکے تھے اور ابھی پوری طرح تیار بھی نہ تھے کہ خاقان اور اس کی فوجوں نے جو نہر کے اس کنارے پر ٹھہرے ہوئے آپس میں حملہ کرنے کے بارے میں مشورہ کر رہے تھے اس امر پر متفق ہو گئے کہ مسلمانوں پر ایکبارگی حملہ کر دینا ہی اس وقت مناسب ہے ان کی تعداد پچاس ہزار تھی چنانچہ جب انہوں نے نہر کو پار کرنا چاہا تو نہر اس کثیر فوج کے باعث بھر گئی اور پھر انہوں نے اپنے طبل شدید طور پر بجانے شروع کر دیئے ادھر ان کے گھوڑوں نے بھی زور زور سے ہنہنانا شروع کیا غرض کہ اس حالت میں نکل کر ترک مسلمانوں کی طرف بڑھے جواب اپنے کیمپ میں تھے اور پرسکون تھے مگر انہوں نے اپنے چاروں طرف خندق کھودنا شروع کر دی تھی تا کہ دشمن ان تک نہ پہنچ سکے اس طرح دونوں طرف کی فوجیں دور سے ایک دوسرے کو رات بھر یوں ہی دیکھتی رہیں لیکن صبح ہوئی تو خاقان مسلمان فوج کے ایک حصہ پر ٹوٹ پڑا اور ان میں سے کافی لوگوں کو اس نے مار ڈالا اور خاصے لوگ قیدی بھی بنا لیئے۔

اسی دوران عید الفطر آ گئی اور اسد کو اندیشہ ہوا کہ نماز پڑھنے کے دوران خاقان کہیں حملہ نہ کر دے بہر حال خوف وخطر کی حالت میں مسلمانوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد اپنی فوجوں کو لے کر مرج بلخ چلا گیا حتیٰ کہ موسم سرما گزر گیا اور عید الاضحیٰ کا دن آیا تو اسد نے اپنے لوگوں کو جمع کر کے اس امر میں ان سے مشورہ طلب کیا کہ آیا مرو واپس چلا جائے یا خاقان کا مقابلہ کیا جائے یا بلخ میں قلعہ بند ہونے پر قناعت کر لی جائے اس پر بعض لوگوں نے بلخ میں قلعہ بند ہونے کا مشورہ دیا بعض لوگوں نے توکل علی اللہ خاقان کی فوجوں سے مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اسد نے آخر الذکر مشورہ پسند کیا اور اس کی تائید کی چنانچہ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ خاقان کی طرف بڑھنے کا ارادہ کر لیا اور دو رکعت نماز طویل ادا کی اور اس میں بہت طویل وقفہ تک بارگاہ الٰہی میں دست بدعا رہا اور پھر اس سے فارغ ہو کر اپنے فوجیوں سے کہا انشاء اللہ تم کو ہی فتح حاصل ہو گی۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے مقدمہ کے ساتھ خاقان کے مقدمۃ الجیش کی طرف بڑھا۔

چنانچہ مسلمانوں نے خاقان کی فوج کی کثیر تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے امراء کو قید کرنے کے ساتھ ان کے کمانڈر کو بھی گرفتار کر لیا اس کے بعد اسد پھر اپنی مہم پر روانہ ہوا اور ان کے مویشی اور بکریوں کے ریوڑ کی طرف بڑھا جن کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی اس کے بعد خاقان کی طرف رخ کیا جس کے ساتھ چار ہزار سپاہی تھے اس کے ساتھ ایک عرب بھی تھا جو اس سے سازش کے ساتھ جا ملا تھا اور خفیہ ریشہ دوانیوں اور مکاریوں سے کام لے رہا تھا اس شخص کا نام الحارث بن شریح تھا وہ مسلمانوں کے راز اور خفیہ امور خاص طور پر خاقان کو پہنچاتا رہتا تھا غرض کہ جب مسلمانوں نے حملہ کیا تو ترک تمام اطراف میں بھاگ کھڑے ہوئے اور خاقان اور اس کے ساتھ الحارث بن شریح بھی اس کے پیچھے پیچھے بھاگا اسد کو یہ بہت عمدہ موقع ملا چنانچہ اس نے خاقان اور اس کے ساتھیوں کا تعاقب کیا جب دوپہر ہوئی تو خاقان اپنے چار سو آدمیوں کے ساتھ اپنے لشکر سے کٹ کر بے یار و مددگار رہ گیا اس وقت ان کے جسموں پر ریشمی لباس تھے اور بڑے بڑے ڈھول تھے جب مسلمانوں نے اس پر قابو پا لیا تو اس نے زور زور سے ڈھول بجانے کا حکم دیا تا کہ فوجیں میدان جنگ سے واپس چلی آئیں لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا

اور وہ لوگ واپس نہیں ہو سکے مسلمانوں نے آگے بڑھ کر ہر چیز پر قبضہ کر لیا جس میں بہت سا مال ومتاع سونے چاندی کے برتن عورتیں اور بچے شامل تھے اور محاصرہ کے وقت جتنے سپاہی اور لشکری کیمپ میں موجود تھے ان پر کنٹرول حاصل کیا اور اس سے قبل جو مسلمان خواتین ان کے پاس خیموں میں تھیں ان سب کو بھی آزاد کرالیا غرض کہ مسلمانوں کو اس محاصرہ سے اتنا قیمتی اور بے حد و بے حساب سامان ملا جس کی نہ تعداد بتائی جاسکتی ہے اور نہ اس کی قیمت کا اندازہ لیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ جب خاقان کو اپنی موت اور بھیانک انجام کا اندازہ ہوا تو اس نے اپنے خنجر سے پہلے اپنی بیوی کو ہلاک کر ڈالا چنانچہ جب مسلمان اس کے کیمپ میں پہنچے تو اس عورت کی جان کندنی کا وقت تھا اس وقت چولہوں پر کھانے کی دیگیں بھی چڑھی ہوئی تھیں اس حالت میں خاقان بھی اپنے آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر اپنی جان بچانے کی خاطر شہر میں قلعہ بند ہو گیا وہاں ابھی خاقان شطرنج کھیلنے میں مصروف تھا اور اس کے امراء اس کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے کہ امیر اسد وہاں پہنچ گیا اس پر خاقان نے اسد کے ہاتھ دینے کی دھمکی دی مگر اسد اس پر غضبناک ہو کر ٹوٹ پڑا اور خاقان کو قتل کر کے ہی چھوڑا۔

اس کے بعد تمام اتراک ایک دوسرے کے پیچھے ایسے بھاگے کہ کسی کو کسی کی خبر نہ ہوئی حتیٰ کہ ایک دوسرے کو لوٹنے میں لگ گئے' اسد نے اپنے بھائی خالد کو اس عظیم الشان کامیابی اور خاقان کی ہلاکت کی اطلاع دی اور اسکے ساتھ خاقان کے ڈھول نقارے بھی روانہ کیے جن کی مہیب آواز بادلوں کی گھن گرج اور بجلی کی کڑک سے کم نہ تھی اور یہی نہیں بلکہ بہت سا قیمتی مال ومتاع اور بیش بہا سامان بھی اس کے پاس روانہ کیا خالد کو جب یہ خوشخبری ملی تو اس نے فوراً امیر المومنین ہشام کو اس سے مطلع کیا جس نے سن کر بے حد خوشی کا اظہار کیا قاصدوں کو انعام واکرام سے نوازا۔

شعراء نے اسد کی طرف مدحیہ قصائد لکھے جن میں چند یہ ہیں:

لوسرت فی الارض تقیس الارضا ... تقیس منها طولها والعرضا

''تم نے روئے زمین کا چکر لگا لیا اور زمین کا طول وعرض بھی ناپ لیا''

لم تلق خبراً امرة ونقضا ... من الامیر اسد وامضیٰ

''پھر بھی تمہیں امیر اسد کی حکمرانی وغیرہ کی خیر خبر عرصہ تک نہ ملی''

افضیٰ الینا الخبر حتیٰ افضا ... وجمع الشمل وکان ارفضا

''مگر اب اس نے خوشخبری پہنچائی ہے اور اپنی فوجوں کو پھر مجتمع کر لیا ہے جو منتشر ہو گئی تھیں''

ما فاته خاقان الا رکضا ... قد فض من جموعه ما فضا

''اب اس سے خاقان بھی بچ کر نکل نہیں پایا ہے جو اپنی فوجوں سے پہلے ہی کٹ چکا تھا''

یاابن شریح قد لقیت حمضا ... حمضاً به تشفی صداع المرضیٰ

''اے عذراابن شریح تجھ کو بھی وہ کڑوا پھل کھانے کو مل گیا ہے جس سے بیمار کو آرام مل جاتا ہے''

اسی سن میں خالد بن عبداللہ القسری نے المغیرہ بن سعید اور اس کی جماعت کو جس نے باطل کا اتباع شروع کر دیا تھا ٹھکانے

اگا دیا۔ المغیرہ دراصل جادوگر اور فاسق وفاجر شیعہ تھا۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ الاعمش کے بقول المغیرہ بن سعید کہا کرتا تھا اگر وہ چاہے تو عاد وثمود اور ان دونوں کے درمیانی مدت میں جو قومیں دنیا میں آباد تھیں ان سب کو وہ زندہ کر سکتا' الاعمش کا یہ بھی کہنا تھا کہ المغیرہ بن سعید قبرستان میں پہنچ کر کچھ ایسے الفاظ زبان سے نکالتا تھا کہ اس کی آواز پر قبروں پر ٹڈیوں کی طرح کی مخلوق نظر آتی تھی غرض کہ اس قسم کے بعض دیگر امور بھی دیکھنے میں آئے جس سے اس کے سحر و جادو کے عمل کے اثر کا اندازہ ہوتا تھا۔ جب خالد کو اس کی ان باتوں کا علم ہوا تو اس نے اس کو روبرو حاضر کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ اپنے چھ سات آدمیوں کے ساتھ خالد کے دربار میں حاضر ہو گیا۔ اس کے بعد خالد نے اس کو حکم دیا تو اس کا تخت مسجد کے قریب پہنچا دیا گیا اور اس پر منبر بھی نصب ہو گیا اور خیمے وغیرہ بھی کھڑے ہو گئے اس کے بعد اس نے فرمائش کی کہ ایک خیمہ ان میں اس کے لیے خاص کر دیا جائے۔ چنانچہ بہت پس وپیش کے بعد اس کے لیے بھی علیحدہ سے ایک طنبو یا خیمہ نصب کیا گیا اس کے بعد اس نے اپنے سر پر پٹرول یا مٹی کا تیل ڈال دیا اور آگ لگالی اور یہی عمل اس نے اپنے بقیہ ساتھیوں کے ساتھ بھی کیا۔

اس سن میں ایک شخص بہلول بن بشر نامی نے جس کا لقب کثارہ تھا خروج کیا اور ایک جماعت بھی اس کے اتباع میں خارجی بن گئی انہوں نے خالد کو مار ڈالنے کا بھی ارادہ کر لیا اس لیے خالد نے ان سب کی سرکوبی کے لیے فوج بھیجی لیکن اپنی بہادری اور بے دھڑک جان پر کھیل جانے کے باعث ان خوارج نے خالد کی فوجوں کو شکست سے دوچار کر دیا اور سرکاری فوجوں کے ساتھ انہوں نے کئی بار یہ عمل دہرایا اور سرکاری فوجوں کو سخت نقصان پہنچایا حالانکہ ان لوگوں کی تعداد سو سے بھی کم تھی پھر بھی ہر بار یہی کامیاب ہوتے تھے اب ان کے حوصلے اتنے بڑھے کہ انہوں نے شام پہنچ کر خلیفہ ہشام کو بھی قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا اور اس مقصد سے وہ لوگ شام کی طرف چل پڑے لیکن ان کا سامنا جزیرہ کی سرزمین میں سرکاری فوج سے ہو گیا جنہوں نے بہلول خارجی کے اکثر آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے اس کے بعد جلد یہ قبیلہ کے ایک شخص نے جس کی کنیت ابوالموت تھی بہلول پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ لڑکھڑا کر گر لیا اور اس کے گرتے ہی اس کے بقیہ آدمی بھی وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے جن کی تعداد ستر تھی ان کی مرثیہ خوانی میں ان کے بعض ساتھیوں نے چند اشعار لکھے۔ اس مرثیہ گو شاعر کا نام بقول طبری الضحاک بن قیس تھا:

بدلت بعد ابی بشیر وصحبته　　قوما علی مع الاحزاب اعوانا

''میں نے ابی بشیر اور اس کی معیت وصحبت کے بعد دوسرے گروہ کو اپنا مددگار بنا لیا ہے''

بانوا کان لم یکونوا من صحابتنا　　ولم یکونوا النا بالامس خلانا

''میرے ساتھی تو ایسے جدا ہوئے گویا وہ ساتھی ہی نہ تھے اور کل تک ان سے کوئی دوستی ہی نہ تھی''

یاعین اذری دموعًا منک تھتاناً　　وابکی لنا صحبة بانوا وحیرانا

''اے میری آنکھ تو خوب آنسو بہا لے اور ان کی دوستی کا ماتم کر لے جو کبھی دوست یا پڑوسی تھے''

خلوا النا ظاهر الدنيا وباطنها　　واصبحوا فی جنان الخلد جیرانا

''لیکن اب ان دوستوں نے دنیا کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور ہمارے جنت کے پڑوسی بن گئے ہیں''

اس کے بعد کچھ بچے کھچے خوارج نے پھر سر اٹھایا اور بعض امراء سے ان کی جنگ وجدال ہوئی جس میں دونوں طرف سے خاصے لوگ مارے گئے حتیٰ کہ خالد کو ان کے خلاف پھر چڑھائی کرنا پڑی اور ان کے ٹھکانے تباہ و برباد کرنے پڑے حتیٰ کہ ان کا نام ونشان مٹ گیا اور کوئی خارجی باقی نہ رہا۔

اس سن میں اسد القسری نے بلاد الترک میں پھر جنگ کا آغاز کیا اور ملک الترحان نے اس کو لاکھوں کی رشوت کی پیش کش کی جس کو اس نے مسترد کر دیا اور اس پر چڑھائی کر کے اس کے مال واسباب کو لوٹ لیا اور خود اس کو بہت بری طرح قتل کر ڈالا اس جنگ میں ملک الترحان کی بیویاں اور اس کا تمام قیمتی اثاثہ اسد کے ہاتھ لگا اس سال الصحاری بن شبیب الخارجی نے پھر سر اٹھایا جس کے ساتھ تقریباً تیس آدمی مزید شامل ہو گئے اسد نے اس کی سرکوبی کے لیے خالد القسری کو ایک لاکھ لشکر دے کر بھیجا جس نے الصحاری بن شبیب سمیت تمام خوارج کو قتل کر دیا اور ان میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا اس سال لوگوں کو مسلمہ بن ہشام بن عبد الملک نے حج کرایا اور اس کے ساتھ ابن شہاب نے بھی حج کیا جو ابوشاکر مسلمہ بن ہشام بن عبد الملک کو مناسک حج کی تعلیم دیتا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں مکہ مدینہ اور طائف کا امیر محمد بن ہشام بن اسماعیل تھا اور عراق مشرق اور خراسان کا امیر خالد القسری تھا لیکن خراسان کا کلی نائب امیر اس کا بھائی اسد ابن عبد اللہ القسری تھا۔ کہا جاتا ہے اسی سن اس کا انتقال ہو گیا لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۱۲۰ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم' آرمینہ اور آذربائیجان کا امیر مروان الحماء تھا۔ واللہ اعلم

۱۲۰ھ

اس سن میں سلمان بن ہشام نے بلاد الروم میں جنگ چھیڑی اور وہاں کے بہت سے قلعے فتح کر لیے اس سال میں اسحاق بن مسلم العقیلی نے تومان شاہ میں جنگ کا آغاز کیا اور وہاں کی سرزمین کو فتح کر کے وہاں کی آراضی کو تباہ و برباد کر ڈالا اور اسی سال مروان بن محمد نے بلاد الترک میں جنگ شروع کی اور اس سال اسد بن عبد اللہ القسری امیر خراسان کا انتقال بھی ہوا اس کی موت کی وجہ اس کے پیٹ کا درد اور ورم تھا اس سال جب ایرانیوں کے سالانہ جشن مہرجان کا موقع آیا تو دہقانوں اور مزارعین نے اس کا زبردست اہتمام کیا یہ لوگ شہروں کے اور دیہات کے بڑے امیر وکبیر لوگ تھے' ان لوگوں نے تمام اطراف کے شہروں اور دیہات سے نہایت قیمتی تحفوں اور ہدیوں کا انتظام کیا جس میں سونے چاندی کے برتن سونے کے پیالے اور کٹورے اور بڑی بڑی قابیں تشتریاں وغیرہ شامل تھیں اور اس کے ساتھ حریر و دیبا کے قیمتی اور بیش بہا ملبوسات بھی ان تحفوں میں شامل تھے۔

ان سب چیزوں کو امیر خراسان شاہ نے اسد کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اسد کی عمدہ خصائل' اس کی عقل و دانشمندی اور عدل وانصاف کی بہت تعریف کی اور کہا کہ اس بہادر امیر نے اپنے دور اقتدار میں کسی پر نہ خود ظلم کیا اور نہ کسی اپنے ماتحت کو عوام کے استحصال اور ظلم کی اجازت دی یہی وہ بہادر اور عقل مند انسان تھا جس نے خاقان اعظم کے جبر و ظلم اور اس کے خوف و دہشت سے لوگوں کو نجات دلائی اور اس کے اقتدار کے بت کو پاش پاش کر ڈالا اس لیے آج اسد کی خدمات جلیلہ کے اعتراف کے طور پر جو کچھ یہاں پیش کیا جا رہا ہے وہ اس کی خدمات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اسد نے اس امیر دہقان کے جذبات کی بہت قدر

کی اوران تمام تحف وہدایا کو بنظر استحسان دیکھا لیکن یہ بیش بہا سامان اور قیمتی اشیاء وہیں امراء اور اعیان واشراف میں تقسیم کر دیں اور پھر اپنی بیماری کے باعث مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اس کے بعد اس کو آکر پھر اپنی پیٹ کی بیماری سے کچھ افاقہ بھی ہوا اور اس کے بعد اسد کو بہت سی ناشپاتیاں بھی بطور تحفہ پیش کی گئیں مگر اس نے ان کو بھی ایک ایک کر کے حاضرین میں تقسیم کرا دیا۔ ابھی وہ اس تقسیم میں مشغول تھا کہ اس کے پیٹ کا پھوڑا پھٹ گیا اور یہی اس کی موت کا سبب بنا۔ اسد نے اپنا جانشین اس موقع پر جعفر بن حنظلہ کو بنایا جو چار ماہ اس عہدہ پر رہا اس کے بعد اس کی جگہ نصر بن سیار رجب کے مہینہ میں مقرر ہوا غرض کہ ۱۲۰ھ کے ماہ صفر میں اسد کا انتقال ہو گیا۔ ابن عرس العبدی نے اس کا مرثیہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں:

نعی اسد بن عبداللہ ناع   فریع القلب للملک المطاع

''موت کی خبر سنانے والے نے اسد بن عبداللہ کی خبر مرگ سنائی جو بہادر اور بادشاہ کا مطیع تھا''

ببلخ وانق المقدار یسری   وما لقضاء ربک من دفاع

''اسے بلخ میں یہ حادثہ پیش آیا اور قضاء الٰہی کو کون روک سکتا ہے''

فجودی عین بالعبرات سحا   الم یحزنک تفریق الجماع

''اے میری آنکھ تو خوب رولے کیا تجھے مجمع کی تفریق نے مغموم نہیں کر دیا ہے''

اتاہ حمامہ فی جوف ضیع   وکم بالضیع من بطل شجاع

''اسد کو پیٹ کی بیماری سے موت آئی اور کتنے بہادر انسان اسی نوع کی بیماری کی نذر ہو گئے''

اسی سال ہشام نے خالد بن عبداللہ القسری کو عراق کی نیابت سے معزول کر دیا' خالد خود مختار و خود سر ہوتا جا رہا ہے وہ ہشام کو ابن الحمقاء بھی کہتا تھا اس نے ہشام کو ایک سخت خط بھی لکھا جس کا ہشام نے اس کو نہایت سخت جواب دیا تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ ہشام کو خالد کی آمدنی اور مال و دولت پر حسد آنے لگا تھا سنا ہے اس کی سالانہ آمدنی مختلف محاصلات سے تیس لاکھ دینار سالانہ تک پہنچ گئی تھی اور اس کے لڑکے یزید بن خالد کی آمدنی بھی دس لاکھ دینار سالانہ تھی کہا جاتا ہے کہ ایک قریشی جس کا نام ابن عمرو تھا امیر المومنین ہشام کی طرف سے اس کے پاس پہنچا جس کی اس نے کوئی پرواہ نہ کی اور نہ اس کی آؤ بھگت کی اس پر ہشام نے خالد کو سخت خط لکھا بہر حال اس معاملہ نے نہایت طول کھینچا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہشام نے خالد کو معزول کر دیا اور اس کو خفیہ رکھا اور ایک مراسلہ کے ذریعہ اس کے یمن کے نائب یوسف ابن عمرو کو عراق کا امیر بنا دیا اور اس کو حکم دیا کہ فوراً اپنے عہدہ کا چارج لے۔

چنانچہ یوسف ابن عمرو صبح طویرے ہی کوفہ پہنچ گیا اور جب مؤذن نے صبح کی اذان دی تو یوسف نے نماز پڑھانے کی نیت سے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا مؤذن نے امام یعنی خالد کے آنے کا انتظار کرنے کے لیے کہا اس پر یوسف نے اس کو جھڑک دیا اور پھر اقامت کا حکم دے کر مصلی پر نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو گیا اور دو رکعت پڑھائیں جس کی پہلی رکعت میں اس نے سورۃ واقعہ پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ معارج پڑھی نماز کے بعد وہ واپس آ گیا اور خالد کو اس امر سے آگاہ کیا اور اس سے خزانہ کا چارج لیا۔ خالد نے یوسف ابن عمرو کو خزانہ سے ایک لاکھ درہم دیئے خالد کو شوال ۱۰۵ھ میں ولایت ملی تھی اور معزولی جمادی

الاول ۱۲۰ھ میں ہوئی اور اس ۱۲۰ھ کے ماہ جمادی الاول میں یوسف بن عمرو نے عراق کی امارت کا چارج لیا اور چارج لے کر اپنا نائب خراسان کے لیے جدیع بن علی الکرمانی کو مقرر کیا اور جعفر بن حنظلہ کو جسے اس نے اپنا نائب مقرر کیا تھا اس عہدہ سے معزول کر دیا لیکن کچھ دنوں بعد یوسف بن عمرو نے جدیع کو خراسان کی نیابت سے ہٹا کر اس کی جگہ نصر بن سیار کو مقرر کر دیا۔ اس طرح خالد کے زمانہ میں جو کمائی جدیع نے کی تھی وہ بھی اس سے لے لی گئی غرض کہ اس طرح ہشام کی ناراضگی کے باعث خالد اور اس کے نائب جدیع کو عہدوں سے معزولی کے ساتھ اپنی دولت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا اور اب خالد کی جگہ یوسف بن عمرو اور جدیع کی جگہ نصر مستقل طور پر عراق وخراسان کے امیر مقرر ہو گئے جب ان لوگوں کی لوٹ مار اور ظلم وتشدد سے لوگوں کو نجات ملی اور امن وامان قائم ہوا تو سوار بن الاشعری کو اس کے اظہار کا موقع ملا۔

اصبحت حواسان بعد الخوف امنه   من ظلم کل غشوم الحکم الجبار

''خراسان کو خوف وہراس کے بعد امن نصیب ہوا اور ہر ظالم وغاصب کے جبر وظلم سے نجات ملی''

لما اتی یوسفا اخبار ما لقیت   اختار نصراً لها نصر بن سیار

''جب یوسف بن عمرو کو امارت کا منصب ملا تو اس نے اپنا نائب نصر بن سیار کو بنا لیا''

اس سن میں شیعیان آل عباس نے اس خط کے متن کو ظاہر کیا جو محمد بن علی نے ان کو لکھا تھا اور جس میں ان لوگوں کو اس لیے مطعون کیا گیا تھا کہ انہوں نے اس زندیق ملقب بہ خداش الخرمی کا اتباع کر لیا تھا جو منکرات کو مباح اور محارم سے جنسی تعلقات کو جائز اور حلال سمجھتا تھا اور جس کی وجہ سے خالد نے اس قتل بھی کر دیا تھا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ ہم لوگ تم سے صرف اس لیے ناراض ہیں کہ تم نے ایک فاسق وفاجر خداش کی باتیں تسلیم کر لی تھیں۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ اس سال محمد بن ہشام نے لوگوں کو حج بھی کرایا جب کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کے بیٹے یزید بن ہشام نے حج کرایا تھا واللہ اعلم سبحانہ تعالیٰ۔

۱۲۱ھ

اس سن میں مسلمہ بن ہشام نے بلاد روم میں جنگ کا آغاز کیا اور مطامیر کے قلعہ کو فتح کیا اور مروان بن محمد نے بلاد الذہب کو فتح کیا اور وہاں کی سرزمین کو بری طرح روند ڈالا۔ وہاں کے حکمران کی طرف سے ایک لاکھ مویشی سالانہ کے خراج پر صلح ہو گئی۔ اس سال کے ماہ صفر میں زید بن علی الحسین بن علی بن ابی طالب کو قتل کر دیا گیا۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی نسبت سے لوگ خود کو زیدی کہتے ہیں یہ واقدی کا بیان ہے لیکن ہشام کہتا ہے کہ ان کا قتل صفر ۱۲۲ھ میں ہوا واللہ اعلم۔ ان کے قتل کا سبب بقول ان مؤرخین کے یہ ہوا کہ زید سے یوسف بن عمر نے دریافت کیا کہ کیا خالد القسری نے ان کے پاس مال بطور امانت رکھا ہے' اس کا جواب زید نے یہ دیا کہ وہ شخص میرے پاس مال کیسے رکھ سکتا ہے جو میرے اسلاف کو گالیاں دیتا اور برا بھلا کہتا تھا اور اس کا یہ شغل ہر جمعہ کو منبر پر جاری رہتا تھا۔ اس کے بعد اس نے ان سے حلف اٹھوایا کہ ان کے پاس کوئی مال وغیرہ خالد کا دیا ہوا نہیں ہے اس کے بعد نہایت بری حالت میں یوسف بن عمرو نے خالد کو جیل سے نکلوایا اور اس سے پوچھا کیا تو نے زید کے پاس مال رکھا ہے تا کہ ہم

اس کی گلوخلاصی کے متعلق کوئی فیصلہ کرسکیں اس نے جواب دیا میں کس طرح ایسا کرسکتا تھا جب کے ہر جمعہ کو میں اس کے آباء واجداد کو منبر پر گالیاں دیتا تھا اس کے بعد اس نے زید کو چھوڑا اور اس کی اطلاع امیر المومنین ہشام کو بھی کر دی جس نے زید کو معاف کر دیا کہا جاتا ہے کہ ہشام نے بھی ان کو جانے لے کر چھوڑ اتھا اور اس کے بعد شیعوں کا ایک گروہ یزید کے پاس آیا یہ لوگ تقریباً چالیس ہزار تھے بعض لوگوں نے ان کو خروج سے منع کیا جن میں خصوصیت سے محمد بن عمر بن علی ابن ابی طالب شامل تھے ان کا اصرار تھا کہ خروج قطعاً مناسب نہیں چنانچہ انہوں نے کہا تمہارے دادا تم سے بہر حال یقیناً بہتر تھے اور ان کی اہل عراق نے جو تعداد میں اسی ہزار تھے بیعت بھی کر لی تھی' پھر انہوں نے دعا کی میں ان سب چیزوں کو سوچ سمجھ کر تمہیں سمجھاتا ہوں کہ اہل عراق سے ہوشیار رہو اور ان پر بھروسہ کرنے میں احتیاط سے کام لو لیکن زید بن علی نے ان کی بات کو نہ مانا اور خفیہ طور پر اہل کوفہ سے بیعت لیتے رہے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ پر بیعت کا سلسلہ خفیہ طور پر چلتا رہا کہ ۱۲۲ھ آ گیا اور اس میں ان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ان کے قتل پر منتہی ہوا جس کا ہم آئندہ ذکر کریں گے اس سن میں نصر بن سیار نے جو خراسان کا امیر تھا ترکوں کے علاقہ میں جنگ کا آغاز کیا اور ان کے بادشاہ کورصول کو بعض جنگوں کے دوران قید بھی کر لیا۔ کورصول نصر بن سیار کو نہ پہچانتا تھا جب اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ امیر خراسان ہے تو اس نے نصر بن سیار سے ایک ہزار سالانہ نجاتی اور ایک ہزار برذون اونٹوں کے عوض صلح کر لی۔

یہ شخص بوڑھا تو یقیناً تھا اس لیے نصر بن سیار نے اس کے بارہ میں اپنے امراء سے مشورہ کیا کسی نے کہا اس کو رہا کر دیا جائے اور کسی نے مشورہ دیا اس کو قتل کر دیا جائے اس کے بعد نصر بن سیار نے کورصول سے پوچھا تم کتنی جنگیں لڑ چکے ہو اس نے جواب دیا ''ستر بہتر غزوات'' اس پر نصر بن سیار نے اس سے کہا تم جیسے آدمی کو چھوڑا تو نہیں جا سکتا اور پھر اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا جس کی تعمیل ہوئی اور اس کو پھانسی دے دی گی۔ جب یہ خبر اس کے لشکر کو ہوئی تو ساری رات لوگ اس کی موت پر ماتم کرتے رہے انہوں نے اپنی داڑھیاں بھی کاٹ ڈالیں اور اپنے کان بھی کاٹ لیے انہوں نے اپنے خیموں کو پھاڑ ڈالا اور بہت سے مویشی مار ڈالے اور جب صبح ہوئی تو نصر بن سیار نے کورصول کی لاش کو جلا ڈالنے کا حکم دیا تا کہ وہ لوگ اس کی لاش کو حاصل نہ کر سکیں لیکن اس کا جلنا ان لوگوں کو اس کی پھانسی سے بھی زیادہ شاق گزرا لیکن بہر حال وہ خاسر و ناکام اور ذلیل ہو کر واپس ہو گئے۔ اس کے بعد نصر بن سیار نے لوگوں پر پھر ایک بار حملہ کیا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا یہ قیدی بے شمار تھے۔ ان میں ایک بڑھیا بھی شامل تھی جو نصر بن سیار کے سامنے حاضر کی گئی۔ اس نے نصر بن سیار کو کچھ نصیحتیں کیں:

یہ کہ کوئی بادشاہ چھ چیزوں کے بغیر بادشاہ کہلانے کا لائق نہیں' ایک وزیر کا ہونا ضروری ہے جو مخلص ہونے کے ساتھ بادشاہ کو صلاح مشورہ دینے' خصومات کا تصفیہ کرنے اور نشیب و فراز سمجھانے کا اہل ہو' ایک باورچی جو بادشاہ کے لیے اس کی خواہش کے مطابق عمدہ کھانے تیار کر سکے اور حسین و جمیل بیوی ہو کہ جب بادشاہ محل میں داخل ہو تو اس کو دیکھتے ہی اس کے غم میں غلط اور تفکرات دور ہو جائیں ایک نہایت مضبوط قلعہ ہو تا کہ جب رعایا خوف و خطر میں مبتلا ہو تو اس میں پناہ لے سکے ایک ایسی تلوار بھی اس کے پاس ہونا چاہیے جس سے ہم عصر دشمن لرزہ براندام رہیں اور سامان خورد و نوش وغیرہ کا ایسا ذخیرہ اس کے پاس ہو جو عیش و آرام کی زندگی گزارنے کے لیے کافی ہو۔

اس سال لوگوں کو محمد بن ہشام بن اسماعیل نے حج کرایا جو مکہ مدینہ اور طائف کا نائب امیر تھا۔ عراق کا نائب امیر یوسف بن عمرو تھا اور خراسان کا نائب امیر نصر بن سیار تھے اور آرمینیہ کا نائب امیر مروان محمد تھا' ان لوگوں کا ذکر جو اس سال فوت ہو گئے درج ذیل ہے:

اسد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب

مشہور تو یہ ہے کہ ان کو ۱۲۲ھ میں قتل کیا گیا بہر حال عنقریب ان کا حال بیان کیا جائے گا۔

مسلمہ بن عبدالملک

یہ ابن مروان القرشی الاموی ابوسعید وابوالاصبع الدمشقی ہیں۔ ابن عساکر کے بقول ان کا گھرانہ دمشق میں حجلۃ القباب میں باب الجامع القبلی کے قریب تھا اپنے بھائی الولید کے دور میں ان کو حکمرانی ملی انہوں نے روم میں کئی جنگیں لڑیں قسطنطنیہ بھی گئے تھے ان کو ان کے بھائی یزید نے عراق کی امارت سپرد کی لیکن پھر اس سے معزول کر کے آرمینہ کا حاکم وامیر بنا دیا انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے حدیث روایت کی ہے اور خود ان سے عبدالملک بن ابی عثمان عبیداللہ بن قزاعہ' عیینہ والد سفیان بن عیینہ' ابن ابی عمرو معاویہ بن خدیج اور یحییٰ بن یحییٰ الغسانی نے روایت بیان کی ہیں۔

الزبیر بن بکار کا بیان ہے کہ مسلمہ بنی امیہ کے آدمیوں میں معروف شخص تھا۔ ان کا لقب ''الجرادۃ الصغراء'' تھا' ان سے بہت سے آثار وروایات مشہور ہیں انہوں نے بہت سی جنگوں میں حصہ لیا ہے۔

جب یہ آرمینہ کے امیر بنائے گئے تو انہوں نے ترکوں سے مقابلہ کر کے باب الابواب تک مارچ کیا اور اس کو فتح کر کے اس کی اینٹ بجا دی اس کے علاوہ بلاد روم کے اکثر وبیشتر قلعے فتح کر لیے ۹۸ھ میں انہوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور صقالیہ کا شہر فتح کر لیا اور وہاں کے بادشاہ ابرجان کو زبردست شکست دی اور پھر قسطنطنیہ کو بھی فتح کر لیا اور اوزاعی کا بیان ہے جب وہ روم میں لڑائی لڑ رہے تھے تو درد سر میں شدید طور پر مبتلا ہوئے ملک الروم نے اس کے علاج کے لیے ایک ٹوپی ان کے لیے بھیجی اور کہا اس ٹوپی کو پہن لو گے تو سر کا درد جاتا رہے گا انہوں نے اس کو ملک الروم کی چال سمجھ کر ٹوپی کے پہننے سے انکار کر دیا لیکن اس نے جب مجبوراً اس کو پہنا تو اس سے اس کو بہت فائدہ ہوا اور اس کو اس نے دوسروں کے سر پر بھی رکھ کر دیکھا تو بھی اس سے فائدہ ہی دیکھا۔ بہر حال اب مسلمہ نے اس ٹوپی کو مستقلاً استعمال کیا اور اس کا سر درد بالکل جاتا رہا لیکن جب اس ٹوپی کو پھاڑ کر دیکھا گیا تو اس میں یہ آیت ستر بار لکھی ہوئی تھی:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾.

اس کے علاوہ اس میں کچھ نہ تھا' اس کو ابن عساکر وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔

قسطنطنیہ کے محاصرہ میں ان کو بے حد مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور مسلمان بھی بھوک سے بے حد تکلیف میں تھے جب عمر بن عبدالعزیز کو ان تکالیف کا علم ہوا تو انہوں نے حکم بھیج دیا کہ محاصرہ چھوڑ کر واپس شام آ جائیں لیکن انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک

قسطنطنیہ میں جامع مسجد کی بنیاد ڈال کر اس کو مکمل نہیں کرلوں گا یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا چنانچہ وہ مسجد بنی اور آج تک مسلمان اس مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ ولید بن مسلمہ وغیرہ نے کہا ہے کہ ان کی وفات کرمن کی سات تاریخ کو ۱۲۲ھ میں خانوت کے مقام پر ہوئی۔

نمیر بن قیس

الاشعری دمشق کے قاضی اور جلیل القدر تابعی گزرے ہیں۔ انہوں نے حذیفہ اور ابوموسیٰ وغیرہ سے مرسلاً روایات بیان کی ہیں اور ان سے بھی ایک معتدبہ جماعت نے احادیث بیان کی ہیں جن میں اوزاعی‘ سعید بن عبدالعزیز‘ یحییٰ بن الحارث الدخاری شامل ہیں۔ ان کو ہشام بن عبدالملک نے دمشق میں عہدہ قضاء پر مامور کیا تھا‘ اس سے پہلے وہاں کے قاضی عبدالرحمان الخشخاش العذری تھے لیکن انہوں نے اس منصب سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ نمیر بن قیس کا قاعدہ تھا کہ ایک شاہد کی قسم پر فیصلہ نہیں دیتے تھے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ ادب آباء سکھاتے ہیں لیکن اصلاح من جانب اللہ ہوتی ہے متعدد لوگوں نے کہا ہے کہ ان کا انتقال ۱۲۱ھ میں ہوا اور بعض لوگوں کے نزدیک ۱۲۲ھ میں ہوا اور بعض کے نزدیک ۱۲۵ھ میں ہوا مگر یہ غریب ونادر روایت ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲۲ھ

اس سال زید بن علی بن الحسین بن ابی طالب قتل ہوئے اس کا سبب یہ تھا کہ جن اہل کوفہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اب ان کا ان سے مطالبہ تھا کہ حکومت وقت کے خلاف خروج کرنے کی تیاری کریں اور اس کے لیے مستعد ہو جائیں یہ حالات دیکھ کر ایک شخص سلیمان بن سراقہ یوسف بن عمرو عراق کی نائب کے پاس پہنچا اور اس کو اس تمام تیاری اور خروج کے لیے سب کی آمادگی سے باخبر کیا۔

یوسف بن عمرو نے زید کو پکڑ کر حاضر کرنے کا حکم دیا جب شیعوں کو اس کا علم ہوا تو وہ سب مل کر زید بن علی کے پاس پہنچے اور ان سے کہا اللہ تم پر رحم کرے تمہارا ابوبکر وعمر کے بارہ میں کیا خیال ہے اور تم انہیں کیسا سمجھتے ہو؟ زید نے جواباً کہا اللہ ان دونوں کی مغفرت فرمائے میں نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو ان پر تبرا بھیجتے نہیں سنا ہے اور میں بھی ان کے لیے کلمہ خیر کے سوا کچھ نہیں کہتا ہوں اس پر اہل کوفہ نے کہا پھر تم حرم اہل بیت کا مطالبہ کیوں کرتے ہو؟ زید نے جواب دیا ہم اس معاملہ میں دوسرے لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ لوگوں نے ان کو ہم پر ترجیح دے کر ان کو منتخب کرلیا ہے لیکن اس سے ہمارے نزدیک وہ کفر کے درجہ کو نہیں پہنچے ہیں اور جب یہ دونوں خلیفہ ہوئے تو انہوں نے عدل وانصاف کیا اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر بھی عامل رہے یہ جواب سن کر اہل کوفہ نے کہا تو پھر تم ان لوگوں سے قتال کے لیے کیوں تیاری کررہے ہو زید بن علی نے جواب دیا اس لیے کہ یہ موجودہ لوگ ان جیسے نہیں ہیں۔ انہوں نے لوگوں پر ظلم کیا ہے اور خود اپنی جانوں پر بھی ظلم کیا ہے اور میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف سب کو بلاتا ہوں‘ سنن کا احیاء کرا رہا ہوں اور بدعات کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں اگر تم لوگ میری بات سنو گے تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور میرے حق میں بھی بہتر ہوگا اور اگر تم انکار کرتے ہو تو میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں زید کی یہ

گفتگوسن کر وہ ان کو چھوڑ کر چلے گئے اور انہوں نے زید کی بیعت بھی توڑ ڈالی اور ان کو تنہا چھوڑ کر تقریباً سب لوگ واپس ہو گئے اس لیے اس دن سے وہ لوگ اہل کوفہ رافضی کہلانے لگے اور مکہ کی غالب اکثریت آج تک زیدی مذہب اور طریقہ پر ہیں۔ ان کے مذہب میں تعدیل الشیخین کی وجہ سے حق بھی ہے اور علی بن طالب کو مقدم سمجھنے کی بدولت اس مذہب میں باطل کا عنصر بھی داخل ہے کیونکہ علی دراصل شیخین سے مقدم نہیں تھے بلکہ اہل السنت کے اصح قول کے مطابق شیخین ہی نے عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور صحابہ کے صحیح آثار واقوال سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اسکے بعد زید ابن علی نے خروج کے لیے اپنے بقیہ ساتھیوں کے ساتھ عزم بالجزم کرلیا اور ۱۲۲ھ کی ماہ صفر کی پہلی تاریخ کو سب لوگوں سے انہوں نے وعدے وعید بھی لے لیے یہ بات یوسف بن عمرو تک بھی پہنچ گئی اس نے اپنے کوفہ کے نائب الحکم بن صلت کو حکم دیا کہ سب لوگوں کو جامع مسجد میں جمع کیا جائے چنانچہ ماہ محرم کے اختتام پر سب لوگ پیر کے دن جامع مسجد میں جمع ہوئے یہ خروج سے ایک دن قبل کا واقعہ ہے زید نے بدھ کے روز سخت سردی اور شدید سرمائی کیفیت میں خروج کا آغاز کیا ان کے ساتھی روشنیاں اٹھائے ہوئے تھے اور یا منصور یا منصور کے نعرے لگا رہے تھے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی تو زید بن علی کے ساتھ صرف دوسو اٹھارہ آدمی باقی رہ گئے تھے یہ دیکھ کر زید نے کہنا شروع کیا سبحان اللہ باقی لوگ کہاں ہیں اس پر جواب ملا وہ مسجد میں محصور ہیں۔ اسی دوران الحکم بن صلت یوسف بن عمرو کو زید کے خروج کی اطلاع دے چکے تھے چنانچہ یوسف بن عمرو نے ایک دستہ الحکم کی مدد کے لیے بھیج دیا تھا اور کوفہ کے نائب کے ساتھ ایک جم غفیر فوجی سپاہیوں کا میدان کی طرف چل پڑا تھا اور خود یوسف بن عمرو بھی لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے ہمراہ آ چکا تھا اور ان لوگوں کے ساتھ آملا تھا جن میں پانچ سو سوار فوجی بھی تھے پھر کناسہ کی طرف بڑھا اور شامیوں کے جتھے پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا اس کے بعد وہ یوسف بن عمرو کی طرف چلا جو ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا اور وہاں زید بھی اپنے دوسو سواروں کے ساتھ موجود تھا اگر وہ یوسف بن عمرو کا ارادہ کرتا تو اس کو قتل کر دینے کی پوزیشن میں تھا لیکن اس نے دائیں طرف رخ کیا اور جب دونوں گروہوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو اس نے اس کے ایک جتھے کو شکست بھی دی زید اپنے ساتھیوں کو یہ کہہ کر پکار رہے تھے اور ان کو جنگ میں پورے جذبہ جہاد کے ساتھ آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ کہہ تھے:

''اے اہل کوفہ دین کی طرف آؤ اور عزت اور دنیا کی طرف آؤ تم میں نہ دین ہے نہ عزت اور نہ دنیا''۔

بہر حال جب رات ہوگئی تو اہل کوفہ میں سے کچھ لوگ زید بن علی کے پاس آئے اور اگلے دن ان میں سے کچھ لوگوں نے قتال میں بھی حصہ لیا اور کچھ قتل بھی ہوئے اگلے دن زید اور شامیوں نے جنگ میں بھرپور حصہ لیا مگر فریق ثانی نے ستر آدمی مار ڈالے اور بقیہ لوگ زید کے پاس بری حالت میں واپس آئے۔ اگلے دن صبح کو زید کی جمعیت سے یوسف بن عمرو کے لوگوں کی پھر جنگ ہوئی زید نے ان لوگوں کو لڑ بھڑ کر دلدلی زمین کی طرف واپس جانے پر مجبور کر دیا اور ان پر اتنا دباؤ ڈالا کہ وہ بنی سلیم کے علاقہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اس کے بعد زید بن علی نے ان کا تعاقب کیا اور تھوڑا دور جانے کے بعد دونوں طرف کے لوگوں میں سخت مقابلہ ہوا حتیٰ کہ شام ہوتے ہوتے ایک تیر زید بن علی کی پیشانی کے بائیں حصہ میں لگا جو دماغ تک اتر گیا۔ اس کے بعد زید اور ان کی جماعت پیچھے ہٹ گئی اور زید ایک گھر میں لے جائے گئے جہاں طبیب کو بلا کر انہیں دکھایا گیا جس نے وہ تیر ان کی پیشانی سے

نکالا لیکن تیران کی پیشانی سے نکلنے نہیں پایا کہ ان کی موت واقع ہوگئی۔ انا للہ ورحمۃ اللہ۔

ان کے ہمراہیوں میں ان کی تدفین کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا۔ کسی نے کہا ان کو زرہ پہنا کر پانی میں ڈال دو۔ کسی نے کہا ان کا سر کاٹ کر ان کے جسم کو مقتولوں میں چھوڑ دو۔ اس پر ان کے بیٹے نے کہا میں اپنے باپ کو کتوں کے کھانے کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے بعد لوگوں نے یہ رائے دی کہ ان کو عباسیہ میں دفن کر دیا جائے اور بعض نے مشورہ دیا کہ ان کو اس گڑھے میں دفن کر دیا جائے جہاں سے مٹی نکالی جاتی ہے چنانچہ یہی کیا گیا اور ان کی قبر پر پانی ڈال دیا گیا تا کہ دشمن پہچان نہ پائیں۔ ان کے ساتھی بچھڑ گئے کیونکہ اب کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا تھا جس کی سرکردگی میں لڑائی جاری رکھتے چنانچہ جب صبح ہوئی تو یوسف بن عمرو نے زید بن علی کو تلاش کرنے کی تگ ودو کی چنانچہ وہ زید کے غلام سندی کے پاس پہنچ گیا جس نے زید بن علی کے دفن کی شہادت دی اور ان کی قبر کی نشاندہی کی اس کے بعد ان کو قبر سے نکالا گیا اور یوسف بن عمرو نے ان کو کوڑا کرکٹ کے مقام پر ایک لکڑی کے سہارے لٹکانے کا حکم دیا یوسف بن عمرو کے ساتھ اس وقت نصر بن خزیمہ' معاویہ بن اسحاق بن زید بن حارثہ انصاری اور زیاد النہدی بھی تھے کہا جاتا ہے زید اسی مصلوب حالت میں چالیس دن تک لٹکے رہے اس کے بعد ان کو اتار کر ان کی نعش کو جلا ڈالا گیا واللہ اعلم۔

ابو جعفر ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ یوسف بن عمرو کو اس بارہ میں کوئی علم نہ تھا حتیٰ کہ ہشام بن عبدالملک نے اس کو لکھا کہ تم غفلت میں ہو اور زید بن علی نے اپنے پاؤں کوفہ میں جما لیے ہیں اور وہ لوگ اس کی بیعت کر رہے ہیں اس کو اپنے سامنے بلاؤ اور اس کو امان دے دو اور اگر وہ اس کو قبول نہ کرے تو اس سے جنگ کرو چنانچہ یوسف بن عمرو نے اس روز سے ہشام بن عبدالملک کے حکم پر عملدرآمد شروع کر دیا اور پھر اس کا وہی انجام ہوا جو ابھی گزر چکا ہے اور اس نے جب زید کی قبر تلاش کر لی تو اس کا سر کاٹ کر ہشام کے پاس بھیج دیا اس کے بعد ولید بن یزید کو اقتدار ملا تو اس نے ان کی نعش کو اتروا کر جلوا دیا اللہ ولید بن یزید کا برا کرے لیکن ان کے بیٹے یحییٰ بن زید بن علی نے عبدالملک بن بشر سے پناہ مانگی جس کی اطلاع اس نے یوسف بن عمرو کو کر دی تھی جس نے اس کو سخت دھمکی دے کر اپنے پاس بھیج دینے کی ہدایت کی اس پر عبدالملک بن بشر نے یوسف بن عمرو کو لکھا کہ میں ایسے آدمی کو آپ کی اجازت کے بغیر کس طرح پناہ دے سکتا ہوں جو ہمارا دشمن ہے اور ہمارے دشمن کا بیٹا ہے یوسف بن عمرو نے اس بات کو صحیح سمجھا لیکن جب حالات ذرا درست ہوئے اور یحییٰ کے متعلق کسی کو تشویش نہ رہی تو عبدالملک بن بشر نے اس کو خراسان بھیج دیا اور وہاں پہنچ کر یحییٰ بن زید نے زیدیوں کی ایک جماعت کی بنیاد ڈالی اور ایک مدت تک وہاں قیام پذیر رہا۔

ابو المخنف کا بیان ہے جب زید کا قتل ہو گیا تو یوسف بن عمرو نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے ان سے دھمکیوں اور گالیوں کے ساتھ اس طرح مخاطب ہوا خدا کی قسم میں نے امیر المومنین سے تمہارے بہت سے لوگوں کو قتل کر دینے کی اجازت طلب کی ہے اگر مجھے اجازت مل گئی تو میں تمہارے مقاتلین کو قتل کر ڈالوں گا اور ان کے اہل وعیال کو قید کر دوں گا میں آج منبر پر اسی واسطے بیٹھا ہوں تا کہ تمہیں یہ ناگوار باتیں سنا سکوں۔

ابن جریر نے لکھا ہے اس سال عبداللہ البطال نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ سرزمین روم کے باشندوں سے جنگ کی' ابن جریر نے اس خبر پر مزید کچھ اضافہ نہیں کیا اس آدمی کا ذکر حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ الکبیر میں بھی کیا اور کہا ہے۔

عبداللہ ابو یحییٰ المعروف بالبطال

عبداللہ المعروف بالبطال انطاکیہ کا باشندہ تھا اس کے بارہ میں ابومروان انطاکی نے بہت کچھ بتایا ہے اس نے بالاسناد بتایا کہ عبدالملک بن مروان نے جب اپنے بیٹے مسلمہ کو بلاد روم میں جنگ کے لیے بھیجنے کا ارادہ کیا تو اس نے رؤساء اہل جزیرہ اور شام میں بطال کو والی وحکمران بنایا اور اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ بطال کو اپنے ہراول دستے کا لیڈر بنانا اور اس کو حکم دینا کہ لشکر کو رات کو لے کر چلا کرے اور اس کا کہنا مانتے رہنا کیونکہ بطال نہایت شجاع' امین اور معتبر آدمی ہے جب مسلمہ کا لشکر اپنی مہم پر روانہ ہوا تو عبدالملک نے اس لشکر کی باب دمشق تک مشایعت کی۔ مسلمہ دس ہزار کا لشکر بطال کے پاس لے کر پہنچا۔ محمد بن عائذ الدمشقی نے شیخ انطاکیہ ابومروان کے حوالہ سے کہا ہے کہ میں نے بطال کے ساتھ اس وقت بڑی بڑی جنگوں میں حصہ لیا ہے۔

بلاد الروم کو بطال نے روند ڈالا تھا بطال نے مجھے بتایا کہ بنی امیہ کے بعض حکمرانوں نے مجھ سے جنگ کے دوران عجیب ترین اور دلچسپ واقعات سنانے کی فرمائش کی تو میں نے ایک دلچسپ واقعہ سنایا کہ ایک رات میں ایک دستہ لے کر نکلا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا اپنے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دو اور کسی پر اس وقت تک ہاتھ قتل کے لیے نہ اٹھانا جب تک تمہیں آبادی پر کنٹرول نہ ہو جائے۔ میرا حکم سن کر وہ لوگ بستی کی گلیوں میں پھیل گئے میں اپنے لوگوں سے بچھڑ کر ایک گھر کی طرف جا رہا تھا جس کا چراغ جل رہا تھا اور گھر کی خاتون اپنے روتے ہوئے بچے کو یہ کہہ کر خاموش کرا رہی تھی کہ چپ ہو جا ورنہ تجھے بطال کو دے دوں گی اور یہ کہہ کر اس نے بچہ کو اپنے بستر سے نیچے ڈال دیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا بطال اسے لے جا بطال کہتا ہے میں نے اسے اٹھا لیا انطاکی نے بطال کی بابت ایک اور واقعہ یہ بتایا کہ بطال نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ میں اپنے لشکر سے بچھڑ گیا اور میرے ساتھ ایک بھی فوجی نہیں تھا میرے خریطہ میں کچھ جو اور رومال میں روٹی اور بھنا ہوا گوشت تھا اور میں اپنی راہ پر چلا جا رہا تھا اور اس امید میں تھا کہ شاید کسی سے تن تنہا ملاقات ہو جائے یا کوئی خبر کسی طرح مل جائے اتنے میں اچانک ایک باغ میں جا پہنچا جہاں تازہ بکثرت سبزیاں تھیں میں نے پڑاؤ ڈالا اور روٹی اور گوشت کے ساتھ سبزی وغیرہ خوب کھائی جس سے مجھے سخت دست لگ گئے دستوں سے کمزوری اور نقاہت اتنی ہو گئی تھی کہ مجھے اندیشہ لاحق ہو گیا کہ اگر میں نے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنا سفر جاری رکھا تو شاید گھوڑے سے گر جاؤں گا اور کمزوری کے باعث پھر دوبارہ سوار نہ ہو سکوں گا۔

چنانچہ میں نے گھوڑے کی لگام پکڑی اور گھوڑے پر سو گیا اب مجھے ہوش نہیں تھا کہ میرا گھوڑا مجھے کہاں لے جا رہا ہے البتہ سڑک پر چلتے وقت اس کی ٹاپوں کی آواز ضرور کان میں آ رہی تھی دفعتاً میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے ایک گھر نظر آیا جس میں سے کچھ عورتیں باہر نکلیں جن کے ساتھ ایک حسین وجمیل خاتون بھی تھی جوان عورتوں سے اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی کہ ان کو اتار کر گھر میں لاؤ چنانچہ ان عورتوں نے مجھے گھوڑے سے اترنے کو کہا مجھے گھر میں لے گئیں' میرے کپڑے اور زین دی اور میرے گھوڑے کو بھی نہلایا اور مجھے ایک مسہری نما تخت پر بٹھایا اور میرے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا میں نے وہاں ایک دن ایک رات مسلسل قیام کیا لیکن اس کے بعد بھی میں نے وہاں تین دن مزید قیام کیا اس دوران وہاں ایک بطریق وارد ہوا جو اس حسین خاتون

سے شادی کرنا چاہتا تھا' میرا گھوڑا دروازہ پر بندھا ہوا تھا اور میں روانہ ہونے کی تیاری میں مصروف تھا کہ اچانک ان کی بڑا بطریق بھی وہاں آ گیا ہوا ان کا نکاح پڑھانے آیا تھا اس کو کسی نے اطلاع دی کہ ایک اجنبی سوار آیا ہے اور یہ گھوڑا اس کا ہے۔ یہ سنتے ہی وہاں موجود کچھ لوگوں نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا جس کو اس خاتون نے روکا اور کہا کہ میں نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا تو آخر کیا گناہ کیا ہے اور میں نے اس کو کیا دے دیا ہے وہ بطریق وہاں شام تک مقیم رہا اور ان کی دعوت میں شریک رہا اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور اس کے ساتھ اس کے آدمی بھی وہاں سے چل پڑے بطال کہتا ہے میں بھی ان کے پیچھے چل پڑا اس خاتون نے مجھے ایسا کرنے سے منع بھی کیا لیکن میں نے اس کی بات قبول نہیں کی اور آگے جا کر اس بطریق پر حملہ کر دیا یہ ماجرا دیکھ کر بطریق کے تمام ساتھی وہاں اس کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے بطریق کو پکڑ کر میں نے خوب اس کی پٹائی کی اور اس کو مار ڈالا اور اس کے بعد اسی راہب خانہ واپس آ گیا تمام عورتیں میرے سامنے آ کر بیٹھ گئیں میں نے ان سے کہا چلو تم سب لوگ سوار ہو جاؤ اور یہاں سے نکل چلو وہ سب خواتین اپنی سواریوں پر سوار ہو کر میرے ہمراہ چل پڑیں میں ان سب کو لے کر امیر الجیش کے پاس آیا اور ان سب کو اس کے حوالہ کر دیا ان میں سے اس نے مجھ سے کہا جو تمہیں پسند ہو وہ تم لے لو چنانچہ میں نے اس خوبصورت خاتون کا انتخاب کر لیا اور وہ اب میری ام الاولاد ہے بطریق رومی زبان میں امیر کبیر آدمی کو کہتے ہیں اور ان کا بطریق کبیر اس لڑکی کا باپ ہی تھا بہر حال بطال اس کے بعد اس کے باپ کے لیے ہدایت و رہنمائی کا بھی سبب بن گیا۔

عبدالملک بن مروان نے جب بطال کو المصیصہ کا نگران بنایا تو اس نے ایک دستہ ارض روم کی طرف بھیجا لیکن اس کو وہاں کوئی اطلاع نہیں ملی اور یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہاں ان لوگوں پر کیا گزر رہی ہے اس لیے وہ تن تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا اور عموریہ پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو دربان نے کہا تم کون ہو بطال نے جواب دیا میں بادشاہ کی طرف سے خود مختار صاحب السیف نمائندہ اور بطریق کے پاس بطور سفیر کے آیا ہوں۔ چنانچہ وہ مجھے اس کے پاس لے گیا جب میں اس کے پاس پہنچا تو بطریق ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا میں بھی اس کے ساتھ تخت پر ہی ایک جانب بیٹھ گیا پھر میں نے اس سے کہا میں تمہارے پاس فوجی دستہ کے ساتھ آیا ہوں اپنے ان لوگوں سے کہو یہاں جائیں چنانچہ بطریق اٹھا اور اس نے دروازہ بند کر دیا یہ صورت حال دیکھ کر میں نے تلوار سونت لی اور اس سے اس کے سر پر ضربیں لگائیں اور اس سے کہا میں بطال ہوں مجھے اس دستہ کا پتہ بتاؤ جو میں نے تمہارے علاقہ میں بھیجا تھا ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گا چنانچہ اس نے مجھے بتایا کہ وہ میرے علاقہ میں ہیں اور یہ خط میرے پاس آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس کس وادی میں ہیں اور جو کچھ تم نے ان کے بارہ میں تفصیلات بتائی ہیں وہ درست ہیں اس پر میں نے کہا مجھے امان دو اس کے بعد میں نے اس سے کہا میرے لیے کھانے کا بندوبست کیا جائے اس نے اپنے لوگوں کو حکم دیا جنہوں نے سب کچھ بندوبست کر دیا میں نے کھانا کھا کر وہاں سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا تم لوگ جلد میرے سامنے سے بادشاہ کے سفیر اور قاصد کو لے جاؤ چنانچہ وہ لوگ میرے آگے آگے چلنے لگے اور میں چل کر اس وادی میں پہنچ گیا جس کا اس نے ذکر کیا تھا وہاں میں نے اپنے لوگوں کو پایا میں نے ان کو اپنے ساتھ لیا اور میصصہ واپس آ گیا۔ یہ بھی میری زندگی کا عجیب واقعہ ہے۔

ولید نے بتایا کہ مجھے بعض شیوخ نے بتایا کہ انہوں نے بطال کو دیکھا کہ وہ حج سے واپس آ گیا ہے بطال ہمیشہ خدا سے دعا کرتا تھا کہ جہاد سے پہلے خدا اس کو حج کا موقع دے دے چنانچہ جس سال بطال کی شہادت ہوئی اس سال اس کو حج کی توفیق بھی ملی تھی اس کی شہادت کی وجہ یہ ہوئی کہ لیون الملک الروم قسطنطنیہ سے ایک لاکھ فوج لے کر نکلا اور اس نے بطال کے پاس اس بطریق کو بھیجا جس کی لڑکی سے بطال نے نکاح کیا تھا۔ بطریق نے بطال کو لیون کی فوجی طاقت سے باخبر کیا اس پر بطال نے امیر عساکر المسلمین مالک بن شبیب کو مطلع کیا اور کہا کہ ہمیں حالات کے پیش نظر سردست حران کے شہر میں قلعہ بند ہو کر اس وقت تک لڑائی سے گریز کرنا چاہیے جب تک ہمارے پاس امیر المومنین ہشام کی اسلامی عظیم لشکر نہ پہنچ جائے لیکن مالک بن شبیب نے بطال کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور لڑائی کا ارادہ کر لیا چنانچہ دونوں طرف سخت معرکہ کارزار گرم ہوا اور بڑے بڑے بہادر اس لڑائی میں کام آنے لگے اس دوران جب کسی طرف سے بطال کا نام لیا گیا تو یہ نام سن کر تمام رومی گھوڑسوار فوجی بطال پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور انہوں نے اس کو گھوڑے سے گھسیٹ کر زمین پر گرا لیا بطال اپنی آنکھوں سے میدان جنگ میں شدید معرکہ آرائی دیکھ رہا تھا اس دوران امیر الجیش مالک بن شبیب بھی مارا گیا اور مسلمان تتر بتر ہو کر ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے اور بالآخر اسی شہر حران میں بخرابی بسیار پناہ گزیں ہو گئے لیون ملک الروم جو میدان جنگ میں کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا بطال کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کوئی آخری خواہش ہو تو بتاؤ اس پر بطال نے کہا آپ کے پاس جو مسلمان ہوں ان سے کہیں کہ میری نماز اور تدفین کا بندوبست کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ملک الروم نے مسلمان قیدیوں کو اس غرض سے رہا کر دیا جنہوں نے بطال کی تدفین کا بندوست کیا اور اس کے بعد لیون نے شہر جا کر مسلمان لشکر کا محاصرہ کر لیا اتنے میں اطلاع آئی کہ سلمان بن ہشام کا اسلامی لشکر پہنچ رہا ہے اس خبر کو سن کر لیون اپنی فوجوں کو لے کر وہاں سے چل دیا اور قسطنطنیہ پہنچ گیا۔

خلیفہ بن خیاط نے بطال کی وفات اور قتل ۱۲۱ھ میں ارض روم میں بتایا ہے اور ابن جریر نے سال وفات ۱۲۲ھ تحریر کی ہے۔

ایاس الذکی

ان کا نسب بقول خلیفہ بن خیاط ہے' ایاس بن معاویہ بن مرہ بن ایاس بن حلال بن رباب بن عبید بن وریدبن اوس بن سعراہ بن عمرو بن ساریہ بن ثعلبہ بن ذبیان بن ثعلبہ بن اوس بن عثمان بن عمرو بن ادبن طانجہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ یہ بصرہ کے قاضی تھے تابعی تھے اور ان کے دادا کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔

ابو واثلہ المزنی اپنی ذہانت وذکاوت کے لیے اپنے ہم عصروں میں بہت مشہور تھے انہوں نے اپنے باپ سے کچھ روایات مرفوعاً بیان کی ہیں اور انس' سفیہ بن جبیر' سعید بن المسیب' نافع اور ابی مجاز سے بھی روایت کی ہیں اور خود ان سے الحماد ان' شعبہ اور الاصمعی وغیرہ نے روایات بیان کی ہیں ان کے بارہ میں محمد بن سیرین کا کہنا تھا کہ یہ نہایت فہیم وعقیل ہیں۔ محمد بن سعد العجلی' ابن معین اور نسائی نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے ابن سعید نے اس پر اضافہ کر کے ان کو فطین وعاقل کہا ہے' العجلی نے ان کو فقیہ اور عفیف کہا ہے۔

ایاس عبدالملک بن مروان کے عہد میں دمشق آئے اور عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھی پہنچے اور ایک بار دوبارہ ان کے پاس

اس وقت گئے جب ان کو عدی بن ارطاۃ نے بصرہ کے منصب قضاء سے معزول کر دیا تھا۔ ابوعبیدہ وغیرہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ایاس جب تنوان شباب کی حالت میں تھے ان کا کسی شیخ سے جھگڑا ہو گیا اور یہ دونوں دمشق کے قاضی کے پاس مقدمہ کے لیے پہنچے تو قاضی نے ان سے کہا کہ یہ بوڑھا ہے اور تم جوان العمر ہو اس لیے گفتگو میں ان کے ساتھ برابری نہ کرو۔ ایاس نے جواب دیا اگر یہ بڑا ہے تو حق اس سے بھی بڑا ہے قاضی نے کہا خاموش رہو ایاس نے کہا اگر دلیل کے باوجود میں خاموش رہا تو پھر کون بولے گا؟ اس پر قاضی نے کہا میں نے نہیں سمجھتا تھا کہ تم میری اس مجلس میں حق کی ایسی بات کرو گے ایاس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اس پر قاضی نے کہا میں تمہیں اب بوڑھے کے حق میں ظالم سمجھتا ہوں ایاس نے کہا میں قاضی کے خیال میں اپنے مرتبہ سے نیچے نہیں گرا ہوں۔ اس پر قاضی اٹھ کھڑا ہوا اور عبدالملک کے پاس پہنچا اس نے کہا اس کا کہنا پورا کر دو اور اس کو فوراً دمشق سے نکال دو ایسا نہ ہو کہ یہ دوسروں کو بھی خراب کرے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے ایاس کو عدی بن ارطاۃ نے عہدہ قضاء سے معزول کر دیا یہ بھاگ کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہنچے مگر ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہ دمشق کی جامع مسجد میں حلقہ درس میں بیٹھے ہوئے تھے بنی امیہ کا ایک شخص کچھ گفتگو کرنے لگا اس کی ایاس نے تردید کی اس پر اس نے ایاس کو کچھ سخت سست کہا اس پر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے' کسی نے اس اموی سے کہا یہ ایاس بن معاویہ الحزنی ہیں جب اگلے دن صبح کو اموی وہاں پھر آیا تو اس نے ایاس سے معافی مانگی اور کہا میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا آپ کا کلام تو شریفوں کا سا ہے مگر کپڑے بازاریوں کے پہنتے ہیں یہ کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

یعقوب بن سفیان نے ضمرہ بن ابی ثوب کے حوالہ سے بتایا ہے کہ صدیوں میں ایک کامل العقل انسان پیدا ہوتا ہے اور لوگ ایاس بن معاویہ کو ایسے ہی کامل العقل لوگوں میں سمجھتے تھے' العجلی کا کہنا تھا تین عورتیں ایاس کے پاس آئیں جب اس نے ان تینوں کو دیکھا تو کہا ان میں سے ایک دودھ پلاتی ہے' دوسری کنواری ہے اور تیسری بیوہ ہے اس سے لوگوں نے پوچھا تم کو یہ کیسے پتہ چلا' ایاس نے جواب دیا اس لیے کہ مرضعہ اپنی پستان کو اپنے ہاتھ سے سنبھال رہی تھی لیکن کنواری جب اندر داخل ہوئی تو کسی طرف نگاہ جما کر نہیں دیکھتی تھی جب کہ بیوہ کی آنکھیں کمرہ کے اندر آتے ہوئے چاروں طرف چل رہی تھیں۔ یونس بن ثعلب نے حماد بن سلمہ کے حوالہ سے کہا ہے میں نے ایاس بن معاویہ کو یہ کہتے ہوئے'' مجھے وہ رات اچھی طرح یاد ہے جب میں پیدا ہوا تھا اس دن میری ماں نے میرے سر پر انگور کی بیل رکھی تھی'' المدائنی کہتا ہے ایک روز ایاس بن معاویہ نے اپنی والدہ سے کہا جب تم حاملہ تھیں تو میں نے زبردست شور کی آواز سنی تھی آخر وہ کیا چیز تھی ماں نے جواب دیا تانبے کا تسلہ دیوار کے اوپر سے نیچے گرا تھا جس کے شور اور آواز سے گھبرا گئی تھی اور اسی وقت تم پیدا ہو گئے تھے۔

ابوبکر الخرائطی نے عمر بن شبیہ النحری کے حوالہ سے بتایا ہے کہ میں نے ایاس کے متعلق سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے مجھے اس جھوٹ بولنے کوئی خوشی نہیں ہوتی جس کی میرے والد کو اطلاع ہو جائے وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں نے آج تک اہل الاہواء میں سے کسی سے بھی آج تک قدریہ سے زیادہ اپنی پوری ذہانت سے مخالفت نہیں کی' جب میں نے ان سے پوچھا کہ ظلم کسے کہتے ہیں ایاس نے جواب میں کہا انسان کا اپنے لیے وہ چیز حاصل کرنا جو اس کی نہیں ہے اس پر میں نے کہا ہر شے تو اللہ کی ہے بعض

لوگوں نے ایاس کے بارہ میں کہا ہے کہ وہ ایک دفعہ لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ میرے بچپن میں کچھ نصاری مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اہل جنت کو قضائے حاجت کی ضرورت نہیں پیش آئے گی تو میں نے اس کو نصاری فقیہ سے کہا کیا تم کو اس سے انکار ہے کہ غذا کا کچھ حصہ جزو بدن ہو جاتا ہے اس نے کہا ہاں تو میں نے اس سے کہا اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کی تمام غذا کو جزو بدن بنا دے اور ان کو قضائے حاجت کی ضرورت ہی نہ پیش آئے۔

اس پر اس کے معلم نے اس سے کہا تو یقیناً شیطان معلوم ہوتا ہے۔

یہ بات تو وہ تھی جو ایاس نے بچپن میں اپنی عقل سے کہی تھی مگر حدیث صحیح میں بھی وارد ہے کہ اہل جنت کا کھانا ڈکار اور پسینہ کے ذریعہ ہضم ہو جاتا ہے اور پیٹ خشک و ہلکا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے ایاس بن معاویہ سے کہا اے ابواثلہ دنیا کے لوگ کب تک باقی رہیں گے اور کب تک پیدا ہونے اور مرنے کا سلسلہ جاری رہے گا؟ ایاس نے مجلس کے شرکاء سے کہا جب تک دو گنتیاں پوری نہ ہو لیں گی اہل جنت کی گنتی اور اہل دوزخ کی گنتی۔

بعض لوگوں نے کہا ہے ایاس بن معاویہ نے کرایہ کی سواری لے کر شام جانے کا ارادہ کیا کرایہ کی اس گاڑی میں غیلان قدری بھی ایاس کے ہم سفر ہو گئے وہ دونوں ایک دوسرے سے متعارف نہیں تھے چنانچہ تین روز تک ہم سفر رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے ہم کلام نہیں ہوئے' تین دن کے بعد جب ایک دوسرے سے متعارف ہوئے تو ایک دوسرے سے مختلف عقیدہ رکھنے کے خیال سے اور بھی زیادہ دونوں کو تعجب اور حیرت ہوئی غیلان سے ایاس بن معاویہ نے کہا اہل الجنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو یہ آیت ان کی زبان پر ہو گی:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ ﴾۔

''خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی اور ہم کبھی راہ یاب نہ ہوتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ کرتا''۔

اس کے مقابلہ پر اہل نار کہیں گے:

﴿ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا ﴾۔

''اے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی''۔

اور ملائکہ کہیں گے:

﴿ سُبْحَانَكَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ﴾۔

''پاک ہے تیری ذات ہمیں صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں بخشا ہے''۔

اس کے بعد اشعار عرب اور امثال عجم غیلان کو سنائے جس میں قضاء وقدر کا اثبات تھا اس کے بعد ایک مرتبہ ایاس اور غیلان پھر عمر بن عبدالعزیز کے دربار میں اکٹھے ہوئے جہاں دونوں میں مناظرہ ہوا جس میں ایاس بن معاویہ غیلان پر حاوی آ گیا اور اس کو اپنی گفتگو سے اتنا قائل کیا کہ غیلان نے اپنے عجز کا اعتراف کر کے اپنے عقیدہ سے توبہ کر لی' عمر بن عبدالعزیز نے اس کے لیے جھوٹا ہونے کی صورت میں بددعا کی اللہ نے ان کی دعا قبول کی عمر بن عبدالعزیز نے اس پر قابو پا کر اس کو قتل کر دیا اور پھر اسے

پھانسی دے دی گئی۔

سفیان بن حسن نے لکھا ہے کہ میں نے ایک شخص کی بدگوئی ایاس بن معاویہ کے سامنے کی تو اس نے میری طرف غور سے دیکھا اور پوچھا کیا تم نے روم میں جنگ لڑی ہے میں نے کہا نہیں پھر اس نے کہا تم نے سندھ ہند اور ترکوں سے کسی جنگ میں حصہ لیا ہے؟ میں نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا تو ایاس بن معاویہ نے کہا روم ہند سندھ وترک تو تم سے محفوظ رہے لیکن تم کسی مسلم کو یہاں بھی نہیں بخش سکتے؟

سفیان بن حسن کہتے ہیں اس پر میں بہت شرمندہ ہوا اور میں نے پھر کسی کی بدگوئی نہیں کی۔ اصمعی نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے ایاس بن معاویہ کو ثابت البنانی کے گھر میں دیکھا کہ وہ غلیظ سرخ قمیص لمبی آستینوں والی پہنے ہوئے تھا اور اس نے عمامہ بھی سرخ پہنا تھا بلاشبہ ایاس بکثرت باتیں کرتا تھا اور جس سے بات کرتا گفتگو میں اس پر حاوی آ جاتا تھا اس کے بارہ میں بعض لوگوں نے جب یہ کہا کہ تم میں بجز کثرت کلام کے اور کوئی عیب نہیں تو اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں غلط بات کہتا ہوں یا صحیح بات کہتا ہوں تو لوگوں نے کہا بات تو تمہاری صحیح ہوتی ہے تو اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ کلمہ خیر اگر بکثرت بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

بعض لوگوں نے اس کو غلیظ کپڑوں کے بارہ میں ٹوکا تو اس کا جواب یہ تھا میں ایسا کپڑا پہنتا ہوں جو میرے کام آتا ہے ایسا کپڑا نہیں جس کی خدمت میں ہر وقت لگا رہوں۔ اصمعی سے ایاس نے کہا انسان کی عمدہ خصلتوں میں صدق مقال سب سے اچھی خصلت ہے جو شخص صادق القول نہ ہو وہ فضائل اخلاق کی بڑی خوبی سے محروم ہے عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو بصرہ کا نائب امیر بنا کر بھیجا تو اس کو حکم دیا کہ ایاس بن معاویہ اور قاسم بن ربیعہ الجوشنی میں سے جو زیادہ فقیہ ہو اس کو بصرہ کا قاضی بنا دیا جائے اس پر عدی نے کہا میں ایاس کو قاضی بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا بصرہ میں اگر کسی سے پوچھا جائے تو وہ الحسن اور ابن سیرین کا نام لے گا اور ایاس ان کے مقام کو نہیں پہنچتا اس سے قاسم نے یہ خیال کیا اگر ان دونوں سے اس بارہ میں دریافت کیا جائے گا تو وہ غالباً میرا ہی نام لیں گے۔

چنانچہ قاسم نے عدی سے کہا قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک لہ کی کہ ایاس مجھ سے بہرحال بہتر ہیں وہ زیادہ افقہ اور قضاء کے متعلق زیادہ علم رکھتے ہیں اگر میں اس قول میں سچا ہوں تو ایاس کو قاضی بنا دیں اور اگر میں جھوٹا ہوں تو جھوٹے کو قاضی بنانا مناسب نہیں ہے۔ بہرحال عدی نے ایاس کو قاضی بنا دیا۔ وہ ایک سال تک اس منصب پر رہے لوگوں میں صلح ومصالحت کراتے تھے اور جب ان پر حق ظاہر ہو جاتا تھا تو پھر اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ ایک سال بعد وہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس فرار ہو کر پہنچے اور اپنا استعفیٰ ان کے سامنے پیش کر دیا اس کے بعد عدی نے الحسن البصری کو بصرہ منصب قضاء پر مامور کر دیا۔ کہا جاتا ہے جب ایاس کو بصرہ کا قاضی بنایا گیا تو علماء بہت خوش ہوئے چنانچہ ایوب نے کہا حق بحقدار رسید ایک روز الحسن البصری اور ابن سرین ایاس بن معاویہ کے پاس آئے اور سلام علیک کہہ کر بیٹھ گئے ایاس بیٹھ کر بہت روئے اور اس حدیث کا ذکر کیا جس میں کہا گیا ہے تین قسم کے قاضی ہوں گے جن میں سے دو جہنمی ہوں گے اور ایک صرف جنتی ہو گا اس پر حسن نے:

﴿ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ اِلٰی قَوْلِهٖ وَكُلًّا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ﴾۔

کی آیات تلاوت کیں۔ لوگوں کا بیان ہے اس کے بعد ایاس مجلس میں بیٹھ گئے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے لگے۔ لوگ ایاس کو قاضی شریح کی مانند قرار دیتے تھے' کہا جاتا ہے جب انہیں کسی مقدمہ میں مشکل پیش آتی تھی تو وہ ابن سیرین کی طرف رجوع کرتے تھے۔

ایاس نے لوگوں سے کہا میں اکثر لوگوں سے اپنے نصف عقل سے کام لے کر بات کرتا ہوں اور جب میرے پاس دو مدعی آتے ہیں اس وقت میں دونوں سے معاملہ نمٹانے کے لیے اپنی پوری عقل سے کام لیتا ہوں۔ کسی شخص نے ایاس سے کہا آپ کو اپنی رائے پسند آتی ہے ایاس نے کہا اگر ایسا نہ ہوتو میں کوئی فیصلہ ہی نہ کرسکوں۔ ایک شخص نے ایاس سے کہا مجھے تمہاری تین دعاتیں پسند نہیں ہیں ایک یہ کہ تم غور وحوض کرنے سے قبل ہی فیصلہ کردیتے ہو اور ہر کسی کے ساتھ مجالست نہیں کرتے ہو اور غلیظ کپڑے پہنتے ہو ایاس نے جواب میں کہا تینوں میں سے کون سی بات زیادہ ناپسند ہوے یا دو زیادہ ناپسند ہیں جواب ملا تینوں ناپسند ہیں ایاس نے جواباً کہا جتنی جلدی میں کسی چیز کو سمجھ لیتا ہوں اتنی ہی جلدی اس کا فیصلہ سنا دیتا ہوں۔ جہاں تک مجالست کا ذکر ہے اس شخص کے ساتھ مجالست اور گفتگو زیادہ پسند کرتا ہوں جو میری حیثیت اور قدر سے واقف ہے بہ نسبت اس شخص کے جو میری قدر سے واقف نہیں ہے اور میں وہی لباس زیب تن کرتا ہوں جو میری حفاظت اور خدمت کرتا ہے اور اس لباس کو نہیں پہنتا ہوں جس کی حفاظت مجھے زیادہ کرنی پڑے۔

کہا جاتا ہے ایاس بن معاویہ کے پاس دو مدعی آئے جن میں سے ہر ایک دعویٰ یہ تھا کہ میں نے اس کے پاس بطور امانت اپنا مال رکھا ہے جب کہ دوسرا اس سے منکر تھا۔ ایاس نے امانت رکھنے والے سے کہا تم نے اپنی امانت کہاں اس شخص کے حوالہ کی تھی اس نے کہا باغ میں ایک درخت کے قریب ایاس نے کہا اچھا جاؤ اور اس درخت کو تلاش کرو شاید تمہیں یاد آ جائے اور اس دوران ایاس نے دوسرے شخص کو اپنے پاس بٹھائے رکھا اور بغور اس کو دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے اس شخص سے پوچھا کیا تمہارا ساتھی اس جگہ پہنچ گیا ہوگا اس نے جواب دیا ابھی نہیں پہنچا ہوگا اس پر ایاس نے اس سے کہا او خدا کے دشمن یہاں سے اٹھ اور اس کا مال اس کے حوالہ کردے ورنہ تجھے سخت سزا دوں گا۔

اسی طرح ایک اور شخص ایاس کے پاس آیا اور اس نے ایاس کو بتایا میں نے فلاں شخص کے پاس مال بطور امانت رکھ دیا تھا مگر اب وہ انکار کرتا ہے ایاس نے اس شخص سے کہا اب جاؤ کل آنا اس کے بعد اس نے فوراً منکر کو بلایا اور اس سے کہا ہمارے پاس یہاں مال ہے جس کے لیے کسی امین کی تلاش ہے جو اس کو حفاظت سے اپنے پاس بطور امانت رکھ سکے تم ہمیں امین معلوم ہوتے ہو تم اس مال کو کہیں محفوظ جگہ میں لے جا کر رکھ لینا اس نے جواب دیا مجھے منظور ہے اس پر ایاس نے کہا اچھا اس وقت تم جاؤ اور کل آنا اس کے بعد صاحب حق ایاس کے پاس آیا تو ایاس نے اس سے کہا تم ابھی فوراً اس شخص کے پاس جاؤ اور اپنی امانت اس سے طلب کرو اور کہو کہ اگر تم نے امانت نہ دی تو میں قاضی کے پاس اس معاملہ کو لے جاؤں گا جب اس شخص نے جا کر اپنی امانت کا اس شخص سے مطالبہ کیا تو وہ شخص ڈر گیا کہ اگر قاضی کو اس کا پتہ چل گیا تو وہ میرے پاس اپنی امانت نہیں رکھوائے گا اس لیے اس نے فوراً اس

کی کل رقم اس کو واپس کر دی، وہ شخص اپنی امانت لے کر ایاس کے پاس آیا اور اس کو سارا واقعہ بتایا اس کے بعد وہ شخص ایاس کے پاس آیا تاکہ وہ اپنی امانت اس کے پاس رکھنے کو دے ایاس نے ڈانٹ ڈپٹ کر اس کو اپنی عدالت سے نکلوا دیا اور کہا تو خائن ہے۔

ایاس بن معاویہ کہا کرتے تھے جو شخص اپنے عیب نہ پہچانے وہ بیوقوف ہے لوگوں نے کہا تمہارے اندر کیا عیب ہے جواب ملا ''کثرت کلام'' بیان کیا جاتا ہے جب ایاس بن معاویہ کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ بہت روئے اور کہنے لگے جنت کے دروازے میرے لیے کھلے تھے جن میں سے آج ایک بند ہو گیا ہے ایاس کے باپ کہا کرتے تھے لوگ بیٹے پیدا کرتے ہیں میرے یہاں باپ پیدا ہوا ہے' ابن خلکان نے ایاس بن معاویہ کے بارہ میں بہت سی مزید باتیں لکھی ہیں۔

۱۲۳ھ

المدائنی نے اپنے شیوخ کے حوالہ سے کہا ہے کہ جب ملک الترک خاقان اسد بن عبداللہ القسری کی خراسانی ولایت کے دور میں قتل ہو گیا تو ترکوں کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ ایک دوسرے کو غیرت وحمیت دلاتے رہے اور آپس میں ایک دوسرے کو انہوں نے قتل کرنا بھی شروع کر دیا اور پھر ملک کی تخریب کاری میں لگ گئے اور مسلمانوں کی طرف سے بھی لا پرواہ اور بے نیاز ہو گئے ان میں سے اہل الصغد نے امیر خراسان نصر بن سیار سے درخواست کی کہ ان کو ان کے ملک واپس بھیج دیا جائے اور ان سے بعض ایسی شرائط طے کرنا چاہئیں جو علماء کے نزدیک قابل قبول نہیں ہیں مثلاً یہ کہ ان میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اس کو سزا نہ دی جائے اور ان کو جنگی قیدی نہ بنایا جائے وغیرہ وغیرہ نصر بن سیار نے مسلمانوں کی بہت شکایات اور تکالیف کے باعث ان شرائط کو قبول کرنا چاہا لیکن لوگوں نے اس پر مطعون کرنا شروع کر دیا اس لیے مجبوراً اس نے ہشام کو اس سے مطلع کیا اس نے اس پر تھوڑا غور کیا اور توقف کیا لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ اس طرح ان کی مسلمانوں سے کدورت اور دشمنی مزید بڑھتی جائے گی جس کا نتیجہ برا نکلے گا تو اس نے اہل الصغد کی درخواست کو قبول کر لیا' اس دوران یوسف بن عمر و امیر عراق نے امیر المومنین کو لکھا کہ خراسان کی نیابت بھی اسی کو دے دی جائے۔ چنانچہ دونوں کے مابین نصر بن سیار کی بابت کچھ بات چیت بھی ہوئی۔ اگرچہ نصر بن سیار شجاع اور بہادر انسان تھا مگر کبر سنی اور ضعف بصارت کی وجہ سے آدمی کو دور سے پہچان نہیں سکتا تھا بہرحال پھر بھی ہشام نے یوسف بن عمرو کی اس تجویز پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی اور معاملات کو یوں ہی چلنے دیا ابن جریر کہتا ہے اس سال یزید بن ہشام نے لوگوں کو حج کرایا اس سال ربیعہ بن یزید القصیر کا انتقال ہوا جو اہل دمشق میں معروف شخص تھے۔

اس کے علاوہ ابو یونس سلیمان بن جبیر' سماک بن حرب محمد بن واسع بن حیان کا انتقال بھی اسی سال ہوا۔ جن کا ذکر ہم نے اپنی کتاب التکمیل میں بھی کیا ہے۔

محمد بن واسع کا کہنا تھا قیامت کے دن سب سے پہلے قضاۃ کا حساب کتاب ہوگا۔ ان کے بقول پانچ چیزوں سے قلب مر جاتا ہے' ایک گناہ پر گناہ کرنے سے' دوئم مردوں کی ہم نشینی سے' جب ان سے پوچھا گیا کہ مردوں سے آپ کی کیا مراد ہے تو محمد بن

واسع نے جواباً کہا ہر بے جا صرف کرنے والا امیر اور جابر بادشاہ مؤثم کثرت سے عورتوں سے اختلاط اور ان کی باتوں میں مشغول ہونا چہارم ہر وقت اہل و عیال ہی میں پھنسا رہنا مالک بن دینار کہا کرتا تھا میں اس آدمی پر رشک کرتا ہوں جس کی روزی اس کی قناعت کے لیے کافی ہو۔ محمد بن واسع کہا کرتے تھے مجھے اس شخص پر رشک آتا ہے جو صبح کو بھوکا اٹھے اور اللہ اس سے راضی ہو۔

محمد بن واسع جب بیمار ہوئے تو لوگ بکثرت ان کی عیادت کو پہنچے ایک شخص نے اس سلسلہ میں کہا جب میں محمد بن واسع کی عیادت کے لیے پہنچا تو وہ کبھی کھڑے ہوتے تھے اور کبھی بیٹھتے تھے اور کہنے لگے یہ اٹھنا بیٹھنا کل میرے کسی کام نہیں آئے گا جب میری پیشانی اور میرے ہاتھ پاؤں پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیں گے' بعض خلفاء نے بہت سا مال بصرہ کے لوگوں میں تقسیم کرنے کے لیے بھیجا اور خاص طور پر محمد بن واسع کو یہ مال دینے کی ہدایت کی گئی تھی لیکن جب خلیفہ کے کارندے مال لے کر محمد بن واسع کے پاس پہنچے تو محمد بن واسع نے قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن اس کے برخلاف مالک بن دینار نے اس کو قبول کر لیا محمد بن واسع کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے مالک بن دینار کو خلیفہ کا بھیجا ہوا مال قبول کرنے پر ملامت کی اس کا مالک بن دینار نے جواب دیا تم میرے ساتھیوں سے پوچھ سکتے ہو کہ میں نے خلیفہ کے بھیجے ہوئے مال کا کیا کیا ہے لوگوں نے محمد بن واسع کو بتایا کہ اس مال سے مالک نے غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا ہے' اس پر محمد بن واسع نے کہا میں نے خدا سے دعا کی تھی کہ وہ مال پہنچنے سے قبل تمہاری یہی حالت بنا دے یہ سن کر مالک اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے سر مٹی ڈالی اور کہا خدا کو محمد نے یہی پہچانا ہے مالک تو محمد بن واسع کے مقابلہ میں بالکل گدھا ہے' گدھا۔ محمد بن واسع کی اسی نوع کی بہت سی باتیں بہت مشہور ہیں۔

۱۲۴ھ

اس سن میں سلیمان بن ہشام بن عبدالملک نے بلاد الروم میں غزوات کا سلسلہ پھر شروع کیا اور اس کی مڈ بھیڑ ملک الروم الیون سے ہوئی اور سلیمان نے قتال کے ساتھ مال غنیمت بھی وہاں سے حاصل کیا اسی سن میں بنو عباس کے داعیوں کی ایک جماعت بھی نمودار ہوئی یہ لوگ مکہ کے ارادہ سے نکلے تھے مگر وہ کوفہ سے ہو کر گزرے تو انہیں معلوم ہوا کہ خالد القسری کے کچھ نائبین اور امراء وہاں کی جیل میں بند ہیں جن کو یوسف بن عمرو نے بند کر رکھا ہے چنانچہ ان داعیان نے جیل میں جا کر ان کو دعوت دی کہ بنو عباس کے لیے بیعت کر لیں۔ یہاں ان داعیوں کی ملاقات ابو مسلم خراسانی سے ہوئی جو غلام تھا اور عیسیٰ بن مقبل العجلی کی خدمت میں لگا رہتا تھا یہ شخص اگر چہ یہاں محبوس تھا مگر لوگ اس کی شہامت حوصلوں اور اپنے آقا کے ساتھ وفاداری وغیرہ سے بہت متاثر تھے اسی بنا پر اس کو بکر بن ماہان نے چار سو درہم میں پہلے آقا سے خرید لیا تھا چنانچہ دوسرے قیدیوں کے ساتھ ابو مسلم خراسانی بھی جیل سے باہر آیا اور لوگوں نے اس کو دعوت و بیعت بنو عباس کے لیے رہنمائی کے لیے منتخب کر لیا واقدی کا بیان ہے اس سال محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کا انتقال ہو گیا یہ شخص اس دعوت کا روح رواں تھا اور اس سلسلہ میں لوگ اسی کی طرف رجوع کرتے تھے لیکن محمد بن علی کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے ابو العباس السفاح نے اس کی جگہ لی واقدی اور ابو معشر نے لکھا ہے اس سال عبدالعزیز بن الحجاج بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کرایا اس کے ساتھ اس کی بیوی ام مسلم بن ہشام بن عبدالملک بھی تھی اس سال

نائب الحجاز محمد بن ہشام بن اسماعیل تھا جو ام مسلم کے دروازے پر کھڑا رہتا تھا اور ام مسلم کے پاس لوگوں کے پیغام اور تحفے پہنچایا کرتا تھا۔ اس سال جو لوگ انتقال کر گئے وہ یہ ہیں:

القاسم بن ابی برہ

ابو عبداللہ المکی القاری عبداللہ بن سائب کے غلام تھے اور جلیل القدر تابعی تھے انہوں نے ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے روایات بیان کی ہیں اور خود ان سے ایک جماعت نے روایات بیان کی ہیں ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے' صحیح روایت کے مطابق ۱۲۴ھ میں ان کا انتقال ہو گیا واللہ اعلم۔

الزہری

محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ' ابوبکر القرشی الزہری ہمیشہ ائمہ السلام میں زبردست حیثیت کے مالک رہے ہیں یہ جلیل القدر تابعی تھے' ایک سے زیادہ لوگوں سے انہوں نے سماعت کی تھی۔ الحافظ ابن عساکر نے الزہری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ الزہری نے ان کو بتایا کہ جب اہل مدینہ دشواریوں سے گزرنے لگے تو میں وہاں سے کوچ کر کے دمشق چلا گیا۔ میں کثیر العیال تھا اس لیے دمشق کی جامع مسجد میں ایک بڑے حلقہ میں بیٹھ گیا اچانک ایک شخص امیر المومنین عبدالملک کے پاس سے میرے پاس آیا اور کہنے لگا امیر المومنین کو ایک مشکل مسئلہ کا سامنا ہے انہوں نے سعید بن المسیب سے ایسی روایت سنی ہے جو امہات الاولاد کے سلسلہ میں عمرؓ بن الخطاب کی روایت کے خلاف ہے' میں نے اس شخص کو بتایا مجھے سعید بن المسیب کی وہ روایت یاد ہے جو انہوں نے عمرؓ بن الخطاب کے حوالہ سے بیان کی ہے چنانچہ وہ شخص مجھے عبدالملک کے پاس لے گیا' عبدالملک نے مجھ سے سوال کیا تم کون ہو اور کس سے نسبت اور تعلق رکھتے ہو میں نے اپنی نسبت کا حال عبدالملک کو بتایا اور ساتھ ہی میں نے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت کا بھی ذکر کیا عبدالملک نے مجھ سے پوچھا کیا تم حافظ قرآن بھی ہو میں نے کہا ہاں یہی نہیں بلکہ الفرائض والسنن سے بھی واقف ہوں۔ چنانچہ امیر المومنین عبدالملک نے مجھ سے اس بارہ میں سب کچھ دریافت کر لیا اور اس نے میری حاجت روائی بھی کی اور مجھے انعام واکرام سے بھی نوازا اور اس نے مجھے ہدایت کی کہ میں مزید علم حاصل کروں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا میں تمہیں بہت ہوشیار اور ذکی القلب سمجھتا ہوں۔

میں مدینہ واپس آ گیا اور طلب علم میں مشغول ہو گیا اس دوران مجھے معلوم ہوا کہ قباء کی ایک عورت نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے میں اس کے پاس گیا اور اس عجیب وغریب خواب کی بابت دریافت کیا اس عورت نے کہا میرا شوہر کہیں چلا گیا ہے اور میرے لیے ایک خادم' پالتو جانور اور کھجور کے درخت چھوڑ گیا ہے ہم جانوروں کا دودھ پیتے اور کھجور کے پھل کھا کر گزارہ کرتے ہیں' ایک دن جب میں کچھ سو رہی تھی اور کچھ جاگ رہی تھی میں نے اپنے بڑے لڑکے کو دیکھا جو سخت مزاج تھا وہ آگے آیا اس نے ہاتھ میں چھری لی اور اونٹنی کے بچہ کو ذبح کر ڈالا اور کہنے لگا یہ بچہ تو ہمارے لیے اونٹنی کا دودھ حاصل کرنا دشوار کر دے گا۔ اس کے بعد اس نے چولہے پر ہانڈی چڑھائی اور اس میں اس نے اس ذبیحہ بچہ کے ٹکڑے ڈال دیئے اس کے بعد اس نے چھری سے اپنے

چھوٹے بھائی کو دوش کر دو اس کے بعد میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہوئی اور اپنے بڑے بیٹے کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا اور آتے ہی اس نے کہا دودھ کہاں ہے میں نے اس کو بتایا اونٹنی کے بچے نے دودھ پی لیا اس پر لڑکے نے کہا آخر اس نے ہمارے لیے دودھ کی تنگی کر دی ہے اور پھر اس نے چھری لے کر اس کو ذبح کیا اور اس کے ٹکڑے پکنے کے لیے اس نے ہانڈی میں ڈال دیئے۔ میں یہ سارا ماجرا دیکھ کر خوف زدہ ہوگئی اور میں نے اپنے چھوٹے بیٹے کو پڑوس میں لے جا کر چھپا دیا اور پھر گھر واپس آ گئی اور ان واقعات سے برابر ڈرتی رہی اس دوران میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے تجھے کیا ہوگیا ہے تو لکنت کے ساتھ کیوں بول رہی ہے اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں خوف زدہ ہوں اس نے کہا یا رویا یا رویا اس کے بعد ایک حسین وجمیل عورت سامنے نمودار ہوئی تو اس نے کہا اس نیک عورت کی بابت تمہارا کیا خیال ہے اس نے جواب دیا بجز خیر کے کچھ نہیں۔ پھر اس نے کہا یا احلام یا احلام اس کے بعد ایک اور عورت جو پہلی عورت سے کم خوبصورت تھی نمودار ہوئی تو اس نے کہا اس عورت کے بارہ میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس عورت نے جواب دیا اس کے متعلق بھی میری نیک رائے ہے پھر اس نے یا اصغاث یا اصغاث کی آواز لگائی اس کے بعد ایک سیاہ عورت نمودار ہوئی جو بدصورت تھی' اس آدمی نے پوچھا اس کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے اس کے جواب میں اس نے کہا یہ صالحہ عورت ہے اور میں چاہتی ہوں اسے کچھ سکھاؤں اس کے بعد میں بیدار ہوگئی اور میرا بیٹا گھر میں داخل ہوا اس نے میرے سامنے کھانا رکھا اور پوچھنے لگا میرا بھائی کہاں ہے میں نے کہا پڑوسی کے گھر میں ہے وہ اس کو لینے گیا گویا اس کو خود بخود اس گھر کا پتہ چل گیا وہ اس کو لے آیا اور اس کو بہت پیار کیا اور پھر ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔

زہری معاویہ کی خلافت کے دوران ۵۸ھ کے آخر میں پیدا ہوئے یہ پستہ قد تھے ان کی تھوڑی داڑھی تھی ان کے چہرہ پر لمبے بال تھے مگر رخسار پر بہت ہلکے اور تھوڑے بال تھے لوگوں کا بیان ہے یہ روزانہ اٹھاسی بار قرآن مجید پڑھا کرتے تھے یہ سعید بن المسیب کی صحبت میں آٹھ سال رہے اور ان کے گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھتے تھے عبیداللہ بن عبداللہ کی خدمت کرتے تھے اور ان کے لیے نمکین پانی بھر کر لاتے تھے یہ حدیث کے مشائخ کے اردگرد چکر لگاتے رہتے تھے ان کے ساتھ کچھ سختیاں رہتی تھی جن پر مشائخ الحدیث سے سنی ہوئی احادیث درج تھیں وہ جو کچھ بھی ان بزرگوں سے سنتے تھے ان پر تحریر کر لیتے تھے حتیٰ کہ یہ اپنے عہد کے سب سے بڑے عالم اور اپنے زمانہ کے بہت بڑے علامہ بن گئے تھے اور اسی وجہ سے ان کے تمام اہل عصر ان کے علم کے محتاج رہتے تھے عبدالرزاق نے بتایا ہے کہ ہمیں معمر نے زہری کے بارہ میں بتایا ہے کہ زہری کہا کرتے تھے پہلے تو امراء ہم کو کتاب العلم پر مجبور کیا کرتے تھے اب ہم ان امراء کو اس لیے مجبور کرتے ہیں۔

ابواسحاق نے کہا ہے زہری عروہ کے پاس سے لوٹتے تو وہ اپنی لونڈی کو غلط عربی بولنے پر ٹوکتے تھے اور جب عروہ جلدی جلدی وہ الفاظ اپنی لونڈی کے سامنے دہراتے تھے تو لونڈی کہتی تھی قسم ہے اللہ کی جو کچھ آپ کہتے ہیں میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے تو عروہ لونڈی سے کہتے تھے بیوقوف خاموش رہ' اس سے میری مراد تو نہیں ہے میں اپنے آپ کو مراد لیتا ہوں۔ اس کے بعد زہری امیر المومنین عبدالملک کے پاس دمشق چلے گئے جیسا کہ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں اس نے ان کی عزت اور توقیر بھی کی تھی اور

ان کا قرض بھی ادا کر دیا تھا اور بیت المال سے ان کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا تھا اور اس کے بعد زہری امیر المومنین عبدالملک کے مصاحبوں اور ہم نشینوں میں داخل ہو گئے تھے اور عبدالملک کے بعد اس کی اولاد ولید وسلیمان کے مقربین میں داخل ہو گئے تھے اور یہی مرتبہ ان کو عمر بن عبدالعزیز اور یزید بن عبدالملک کے دربار میں بھی ملا۔ یزید نے ان کو سلیمان بن حبیب کے ساتھ جوائنٹ قاضی کا عہدہ بھی عطا کیا تھا۔ پھر ہشام کے خطیب بھی بن گئے تھے اور اس کے ساتھ انہوں نے حج بھی کیا تھا اس نے ان کو اپنی اولاد کا معلم واتالیق بھی بنا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے اس سال ہشام سے ایک سال قبل ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

ابن وہب کا بیان ہے میں نے لیث کو کہتے ہوئے سنا ہے ابن شہاب کہتے تھے میں نے آج تک جو چیز یاد کی ہے وہ بھولا نہیں ہوں۔ ابن شہاب یعنی زہری کہا کرتے تھے وہ سیب اور چوہے کا جوٹھا کھانا ناپسند کرتے ہیں وہ کہا کرتے تھے وہ بھولتے تھے لیکن جب سے انہوں نے شہد کا استعمال شروع کیا ہے ان کا قلب وذہن تیز ہو گیا ہے۔ ابن شہاب کے بارہ میں قائدین اخرم کہتا ہے: ؎

زروا واثن علی الکریم محمد　　　واذکر فواضله علی الاصحاب

''محمد جیسے کریم کی زیارت کو جاؤ اور ان کی تعریف بیان کرو　ان کے ہم عصروں پر ان کی فضیلت وترجیحات کا ذکر کرو''

واذا یقال من الجواد بماله　　　قیل الجواد محمد بن شهاب

''جب یہ پوچھا جائے گا کہ سخی کون شخص ہے　تو محمد بن شہاب کا نام بطور سخی لیا جائے گا''

اهل المدائن یعرفون مکانه　　　وربیع نادیه علی الاعراب

''اہل مدائن ان کے مقام ومرتبہ کو جانتے ہیں　ان کی مجلس کے ہم نشینوں کو اعراب پر فوقیت حاصل ہے''

ابن مہدی کا قول ہے میں نے مالک کو کہتے ہوئے سنا ہے زہری نے ایک روز حدیث بیان کی جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو میں نے ان کی سواری کی لگام پکڑ لی اور ان سے مسئلہ کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کی اس پر زہری نے کہا کیا تم مجھ سے استفہام چاہتے ہو میں نے کسی عالم سے سمجھانے کی فرمائش نہیں کی اور نہ آج تک کسی عالم کی بات کو رد کیا ہے ابن عبدالعزیز نے روایت کیا ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے زہری سے کہا کہ کچھ احادیث اس کے بیٹے کے لیے نوٹ کرا دے اس پر زہری نے ہشام بن عبدالملک کے منشی کو چار سو احادیث لکھا دیں پھر انہوں نے اہل الحدیث سے ان کے متعلق بحثیں کیں اور ان سے تمام احادیث بیان کیں۔ ایک دن ہشام نے زہری سے کہا تمہاری تحریر کردہ احادیث ضائع ہو گئی ہیں۔ زہری نے جواب دیا آپ کے لیے یہ احادیث ضائع نہیں ہوئیں اور انہوں نے دوبارہ وہ احادیث لکھا دیں اس پر ہشام نے سابقہ تحریر نوٹ نکلوا کر دیکھے تو پہلے املاء کرائے ہوئے یادداشتوں اور موجودہ تحریروں میں ذرا فرق بھی نہ تھا ہشام نے صرف زہری کے قوت حافظہ کا امتحان لیا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہے میں نے کسی کو زہری سے زیادہ بہتر احادیث کا حافظ نہیں دیکھا۔ سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار کے حوالہ سے کہا میں نے زہری سے زیادہ کسی کو بہتر طریقہ پر احادیث کو سند سے بیان کرنے والا نہیں دیکھا' میں نے ان سے

زیادہ کسی کو درہم و دینار کی ناقدری کرنے والا نہیں دیکھا۔ درہم و دینار ان کے نزدیک اونٹ کی مینگنیوں کے برابر تھے۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے میں نے جابر ابن عباس ابن عمر اور ابن الزبیر کی مصاحبت اختیار کی ہے مگر کسی کو زہری سے زیادہ احادیث کو بہتر تسلسل کے ساتھ بیان کرتے نہیں دیکھا۔

امام احمد نے بیان کیا ہے زہری حدیث کے اعتبار سے سب سے بہتر اور اسناد کے اعتبار سے سب سے اجود اور عمدہ ہیں۔ نسائی کا کہنا ہے کہ اصح الاسانید الزہری عن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ عن علی عن رسول اللہؐ ہے' سعید نے زہری کے بارہ میں خود ان کا یہ قول نقل کیا ہے میرے پینتالیس سال تک حجاز سے شام اور شام سے حجاز تک چکروں میں گزرے ہیں جو حدیث سنتا تھا اس کی چھان بین میں لگ جاتا تھا۔ لیث نے کہا میں نے کسی شخص کو زہری سے زیادہ عالم نہیں دیکھا جب میں ان کے پاس بیٹھتا تھا تو وہ ترغیب وترہیب کی احادیث مجھے سناتے تھے اور اگر وہ انبیاء اہل کتاب کے بارہ میں کچھ کہتے تھے تو میں ان سے کہا کرتا تھا ان باتوں میں آپ کی فلاں بات صحیح ہے اور اگر اعراب کے بارہ میں کچھ کہتے تھے تو بھی یہی کہتا تھا لیکن جب وہ قرآن وسنت کے متعلق کچھ بیان کرتے تھے تو ان کی باتیں نہایت جامع ہوتی تھیں وہ کہا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے ہر اس خیر کا سوال کرتا ہوں جو تیرے علم کے احاطہ میں ہے اور ہر اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جس پر تیرا علم محیط ہے' لیث نے کہا زہری ان سب لوگوں سے زیادہ ثقہ ہیں جن سے میں ملا ہوں۔ جو شخص ان کے پاس آتا تھا اسے وہ کچھ نہ کچھ ضرور دیتے تھے اور جب ان کے پاس سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا تو بھی اس کو بطور قرض حسنہ کچھ دے دیتے تھے وہ لوگوں کو کھانے میں ثرید اور شہد ضرور کھلاتے تھے۔ وہ شہد اس طرح مداومت سے استعمال کرتے تھے جس طرح شرابی شراب استعمال کرتے ہیں ان کا تکیہ کلام تھا ہمیں مشروبات پلاؤ اور احادیث سناؤ جب کوئی شخص ان کی مجلس میں اونگھنے لگتا تھا تو کہتے تھے میں قریش کا قصہ گو تو نہیں ہوں۔ ان کے خیمہ کا رنگ زرد ہوتا تھا اس پر جو کپڑا پڑا ہوتا تھا وہ بھی رنگا ہوا ہوتا تھا اور ان کے فرش اور گدے کا رنگ بھی بالعموم زرد ہوتا تھا لیث سے یحییٰ بن سعید نے بتایا جو علم زہری کے پاس سے کسی کو حاصل نہیں ہوتا تھا وہ پھر کسی دوسرے کے پاس بھی نہیں ملتا تھا۔

علی بن المدائنی نے ابن عیینہ کے حوالے سے کہا ہے اہل حجاز کے تین محدث تھے الزہری' یحییٰ بن سعید اور ابن جریج' الزہری کہا کرتے تھے اگر کسی قاضی میں تین باتیں ہوں تو وہ قاضی کہلانے کا مستحق نہیں ہے جو قاضی لعنت وملامت کو ناپسند کرے اور تعریف کو پسند کرے اور معزول ہونے کو برا جانے۔

محمد بن الحسین نے یونس کے حوالہ سے زہری کا یہ قول نقل کیا ہے اعتصام بالسنت سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ الولید نے اوزاعی کے حوالہ سے زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا حکم دو۔ محمد بن اسحاق نے الزہری کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ علم کا نقصان اور زوال یہ ہے کہ عالم اپنے علم پر عمل کرنا چھوڑ دے اور رفتہ رفتہ اس کا علم ختم ہو جائے اور عالم کی گمراہی یہ ہے کہ اس پر نسیان طاری ہو جائے اور وہ جھوٹ بولنے لگے اور یہی اس کی سب سے بڑی گمراہی ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے زہری ۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴ھ میں اپنے اثاثہ کے ساتھ شعب زبد آئے وہاں مقیم رہے

اور میں انتقال بھی ہوا انہوں نے وصیت بھی کی تھی کہ ان کو عام شاہراہ پر دفن کیا جائے تاکہ گزرنے جانے والے ان کی مغفرت کی دعا کریں۔ ان کی وفات رمضان کی دس تاریخ کو ہوئی ان کا سال وفات صحیح روایات کے مطابق ۱۲۴ھ ہی ہے ان کی عمر چھتر سال کی ہوئی یہ نہایت ثقہ کثیر الحدیث اور صاحب علم وروایات تھے اور جامع فقیہ تھے اوزاعی ایک روز ان کی قبر پر کھڑے ہوئے تو ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے اے قبر تیرے اندر کتنا علم اور حلم ہے اور کتنا کرم ہے۔

اوزاعی بیان کرتے ہیں زہری کہا کرتے تھے ہم جب کسی عالم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو اس کے علم سے زیادہ ہمیں اس کا ادب زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ علم ایک خزانہ کی مانند ہے جس کو مسائل کی کنجی کھولتی ہے الزہری یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر تم علم کو مکابرۃ اور کٹ حجتی اور کج بحثی سے حاصل کرنا چاہو گے تو یہ چیزیں تم پر غالب آ جائیں گی اور تم علم حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو گے۔ علم کو ہمیشہ نرم خوئی اور رفق وملاطفت سے حاصل کرو۔ اصمعی نے مالک بن انس کے حوالہ سے زہری کا یہ قول نقل کیا ہے میں ایک دن ثعلبہ بن معین کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا ثعلبہ بولے میں دیکھتا ہوں تمہیں علم سے لگاؤ اور بڑی محبت ہے میں نے کہا ہاں اس پر انہوں نے کہا پھر لازم ہے اس شیخ یعنی سعید بن المسیب کے ساتھ ہمیشہ لگے رہو۔ زہری کہتے ہیں اس کے بعد میں سات سال تک ان کے ساتھ رہا اور پھر عروۃ کے پاس چلا گیا اور ان کے دریا سے موتی نکالے مکی بن عیدان کا بیان ہے کہ ہم سے مالک بن انس نے زہری کی بابت بیان کیا کہ ان سے بعض بنی مروان نے سعید بن المسیب کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے سعید بن المسیب کے علم کے بارہ میں تحسین کے الفاظ کہے لیکن ساتھ ہی ان کا حال بھی بتایا۔ یہ بات سعید بن المسیب کے کانوں تک بھی پہنچ گئی چنانچہ جب ابن شہاب یعنی زہری سعید بن المسیب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو سلام کیا تو سعید نے اس کا جواب نہیں دیا اور نہ ان سے ہم کلام ہوئے۔ جب سعید وہاں سے چلنے لگے تو زہری بھی ان کے ساتھ ساتھ چلے تو زہری نے کہا کیا قصور ہوا آج میں نے آپ کو سلام کیا نہ آپ نے اس کا جواب دیا اور نہ کوئی بات کی آپ کو میرے متعلق کیا کسی نے کوئی غلط بات پہنچائی ہے میں نے تو خیر کے سوا کچھ بھی زبان سے نہیں نکالا تھا اس پر سعید بن المسیب نے جواب دیا یہی کیا کم ہے کہ تم نے میرا ذکر بنو مروان سے کیا۔ ابن عساکر کے بیان کے مطابق جو لوگ ہشام بن عبدالملک کے عہد خلافت میں انتقال کر گئے وہ یہ ہیں:

بلال بن سعد

ابن تمیم السکونی ابوعمرو کبار زہاد میں سے تھے' نہایت عبادت گزار اور صائم الدہر تھے انہوں نے اپنے باپ سے روایات بیان کی ہیں جن کو شرف صحبت بھی حاصل رہا تھا۔ اس کے علاوہ ابن عمر وابی الدرداء وغیرہ سے بھی روایات بیان کی ہیں اور خود ان سے ایک جماعت نے روایات بیان کی ہیں جن میں ابوعمرو اور اوزاعی جیسے لوگ شامل ہیں اوزاعی نے ان کے مواعظ وقصص کی بعض مفید باتیں نقل کی ہیں۔ اوزاعی کا بیان ہے میں نے آج تک ان جیسا واعظ کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ رات

ان میں نماز کی ایک [illegible] تھے [illegible] سردی میں نماز پڑھتے [illegible] جاتی تھی تو یہ کپڑوں سمیت اپنے آپ کو حوض میں گرا لیتے تھے اس پر ان کے بعض احباب ان کو برا بھلا بھی کہتے تھے تو یہ جواب میں کہتے تھے حوض کا پانی میرے لیے نار جہنم سے زیادہ قابل برداشت ہے' ابوزرعۃ الدمشقی کہتے تھے بلال بن سعد بہترین قصہ گو عالم تھے رجاء بن حیوۃ نے ان پر قدریہ ہونے کا الزام لگایا تھا حتیٰ کہ بلال نے ایک روز اپنے وعظ میں کہا تھا اکثر جو لوگ مسرور و مغرور ہوتے ہیں اور اکثر مغرور بے خبر ہوتے ہیں پس تباہی ہے اس کے لیے جو بے خبر ہے' وہ کھاتا پیتا ہے اور ہنستا رہتا ہے حالانکہ وہ قضائے الٰہی میں دوزخی ہے' افسوس اور تباہی ہے اے انسان تیری روح کے لیے اور تیرے جسم کے لیے لوگوں کو تیری تباہی و بربادی پر روتے رہنا چاہیے ہمیشہ ہمیشہ۔

ابن عساکر نے کچھ نمونے بلال کے تبلیغ کلمات اور مواعظ حسنہ سے نقل کیے ہیں ہم ذیل میں کچھ کلمات نقل کرتے ہیں' اللہ بندے کے گناہ کی مغفرت کے لیے کافی ہے' اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہم دنیا سے متنفر اور بے رغبت ہو جائیں مگر ہم دنیا میں اتنے ہی راغب ہوتے جاتے ہیں۔ تمہارا زاہد راغب ہے' تمہارا عالم جاہل اور تمہارا مجتہد کوتاہ اور مقصر ہے' تمہارا اصل دوست اور بھائی وہ ہے جو اللہ کے یہاں تمہارے نصیب کی تمہیں یاددہانی کرائے۔ ایک مرتبہ وعظ میں انہوں نے فرمایا اللہ کا علانیہ دوست اور باطنی طور پر دشمن نہ بنو' اس طرح بباطن شیطان کے دوست اور اپنے نفس اور خواہشات کے غلام اور بہ ظاہر ان کے دشمن نہ بنو' انہوں نے ایک وعظ کے دوران یہ بھی کہا تم دو چیزوں' دو زبانوں والے نہ بنو لوگوں پر یہ ظاہر کرو کہ تم خدا سے ڈرتے ہو تاکہ لوگ تمہاری تعریف کریں اور تمہارے دلوں میں پاپ بھرا ہو۔ لوگو! تم فنا ہونے کے لیے نہیں بلکہ باقی رہنے کے لیے پیدا کیے گئے ہو البتہ تمہیں ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہونا ہے جس طرح تم لوگ اپنے باپ کے صلبوں سے ماں کے رحم میں منتقل ہوئے ہو اور ارحام سے دنیا میں منتقل ہوتے ہو اور دنیا سے قبور میں منتقل ہوتے اور قبور سے مؤلف میں منتقل ہوتے ہو اور پھر وہاں سے جنت یا دوزخ میں منتقل ہوتے ہو۔ ایک وعظ میں انہوں نے کہا اے لوگو! تم دنیا کی تھوڑی سے زندگی میں آخرت کی طویل زندگی کے لیے عمل کرتے ہو اور دار زوال میں رہ کر درالبقاء کی تیاری کرتے ہو اور اس درالحزن وملال میں درالخلو دوالنعم کے لیے عمل کرتے ہو۔ پس جو شخص یقین کی بنا پر عمل نہیں کرتا وہ کوئی نفع حاصل نہیں کرتا ہے اے لوگو! کیا تمہیں کسی مخبر نے خبر دی ہے کہ تمہارا فلاں عمل خدا کے یہاں مقبول ہو گیا ہے یا تمہاری فلاں خطاء اس نے معاف کر دی ہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ یہ بھی کہا کہ ذکر کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک ذکر اللہ کا زبانی ہوتا ہے جو اچھا ہے لیکن جو ذکر حلال وحرام کے وقت اس کا کیا جائے وہ افضل ذکر ہے۔ انہوں نے ایک وعظ کے دوران کہا لوگو! عمل کرنے سے قبل سوچ لیا کرو تمہارا اس عمل سے منشاو ارادہ کیا ہے اگر تمہارا عمل خالصتاً لوجہ اللہ ہے تو اس پر وہی عمل قبول کرتے ہیں جو خالصاً اس کی رضا کے لیے کیا جاتا ہے'' اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ '' اس کے بعد انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے میں جلد بازی نہیں کرتا وہ اپنی طرف رجوع کرنے والے کی بات قبول کرتا ہے اور اپنے سے پشت پھیرنے والے کو مہلت دیتا رہتا ہے۔

الجعد بن درہم

یہ پہلا شخص تھا جو خلق قرآن کا قائل تھا۔ بنی امیہ کا آخری فرمانروا مروان الجعدی جو مروان الحمار بھی کہلاتا تھا اسی شخص کی طرف منسوب تھا۔ اس کا شیخ یہی الجعد بن درہم تھا جو اصلاً خراسان کا رہنے والا تھا جس کی بابت مشہور ہے کہ یہ بنی مروان کے غلاموں میں سے تھا' جعد بالعموم دمشق میں رہتا تھا اس کا گھر قلاسین کے قریب گرجا کے جانب واقع تھا۔ ابن عساکر کا بیان ہے جعد نے یہ بدعت بیان ابن سمعان سے سیکھی تھی اور بیان نے اس خیال کو طالوت ابن اخت بن لبید بن اعصم سے اخذ کیا تھا اور بسد نے اس عقیدہ کو اس یمنی یہودی جادوگر سے اخذ کیا تھا جس نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا جعد نے اس خیال کو الجہم بن صفوان الحزری سے لیا تھا جو بلخ میں رہتا تھا اور اکثر مقاتل بن سلیمان کے ساتھ اس کی مسجد میں نماز بھی بڑھتا تھا لیکن اس موضوع پر اس سے مناظرہ بھی کرتا تھا اس کے عقیدہ کی بنا پر اولاً اس کو ترمذ کی طرف جلاوطن کر دیا گیا اس کے بعد جہم کو اصبہان یا مروس مسلم بن اخوز نے قتل کر دیا تھا۔ خلق قرآن کے خیال کو بشر بن المریسی نے جہم سے ہی اخذ کیا تھا اور جہم سے احمد بن ابی داؤد نے لیا تھا۔

جعد نے دمشق میں جہاں وہ مقیم تھا اس خیال کی خوب لوگوں میں اشاعت کی جس کی بنا پر اس کو بنی امیہ نے طلب بھی کیا تھا مگر وہ ان کے خوف سے بھاگ کر کوفہ چلا گیا تھا یہاں اس کی ملاقات جہم بن صفوان سے ہوئی جس نے جعد کے کہنے پر اس کا خیال قبول کر لیا اس کے بعد خالد القسری نے عین عیدالاضحیٰ کے دن جعد کو ذبح کر ڈالا جس کی مختصر روداد یہ ہے خالد نے بحیثیت امیر کوفہ جامع مسجد میں خطبہ دیا اور لوگوں سے کہا تم لوگ قربانی کرو اللہ تعالیٰ تمہاری قربانیاں قبول کرے گا لیکن آج میں جعد کی قربانی کروں گا جس کا خیال یہ ہے کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا ہے اور نہ ان سے ہم کلام ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس مردود کی بکواس سے نہایت بلند و بالا ہے یہ کہہ کر وہ منبر سے اترا اور منبر کے قریب ہی جعد کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کا تذکرہ ایک سے زیادہ حفاظ نے کیا ہے جن میں بخاری' ابن ابی حاتم' البیہقی اور عبداللہ بن احمد شامل ہیں۔

اس امر کا ذکر ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بھی کیا ہے اس نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جعد بن درہم بار بار وہب بن منبہ کے پاس جاتا تھا اور جب وہ شام کو وہب بن منبہ کے پاس جاتا تھا تو غسل کرتا تھا اور صفات باری تعالیٰ کے متعلق اکثر و بیشتر سوالات کرتا تھا ایک دن وہب نے اس سے کہا اے جعد تیرے اوپر افسوس ہے' ایسے سوالات نہ کیا کر۔ میں تجھے برباد اور ہلاک ہونے والوں میں سمجھتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں یہ خبر نہ دیتا کہ اس کے ہاتھ ہے تو ہم اس کے متعلق ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالتے اسی طرح اگر وہ اپنے لیے سماعت' علم اور کلام وغیرہ کے الفاظ نہ لاتا تو ہم ان امور کے بارہ میں خاموش ہی رہتے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان الفاظ سے اس کی کیا مراد ہے۔ بظاہر یہ الفاظ مجاز کے طور پر استعمال ہوئے ہیں جن سے اس کی قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا

ہے بہر حال کچھ دنوں بعد ہی جعد کو پھانسی دے دی گئی اور وہ قتل ہو کر کیفر کردار کو پہنچ گیا۔

۱۲۵ھ

الحافظ ابوبکر البزار کا بیان ہے کہ ایک حدیث جس کو عبدالملک بن زید نے مصعب بن مصعب سے اور انہوں نے زہری سے اور زہری نے ابی سلمہ بن عبدالرحمان سے انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے ۱۲۵ھ میں دنیا کی زیب وزینت عروج پر ہو گی' یہی روایت ابویعلی نے اپنی مسند میں ابی کریب سے انہوں نے ابی قدیک سے انہوں نے عبدالملک بن سعید بن زید بن نفیل سے انہوں نے مصعب بن مصعب سے اور انہوں نے الزہری سے بیان کی ہے' لیکن میں کہتا ہوں یہ حدیث غریب اور منکر ہے اور مصعب بن مصعب بن عبدالرحمٰن ابن عوف الزہری نے اس میں کلام کیا ہے اور علی بن الحسین بن الجنید نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے' اس سال النعمان بن یزید بن عبدالملک نے بلاد روم میں الصائفہ کے مقام پر جنگ کا آغاز کیا اور اس سن کے ماہ ربیع الآخر میں امیر المومنین ہشام بن عبدالملک بن مروان کا انتقال ہوا۔

ہشام بن عبدالملک کی سوانح اور وفات کا ذکر

یہ ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس ہیں یہ ابوالولید القرشی الاموی الدمشقی امیر المومنین ہیں۔ ان کی والدہ ام ہشام بنت ہشام بن اسماعیل المخزومی تھیں۔ دمشق میں ہشام بن عبدالملک کا مکان باب الخواصین کے قریب تھا۔ ان کی خلافت کی بیعت ان کے بھائی یزید بن عبدالملک کے انتقال کے بعد ۱۰۵ھ میں ماہ شعبان میں جمعہ کے دن عمل میں آئی تھی۔ اس وقت ان کی عمر چونتیس سال تھی۔ یہ سرخ سفید رنگ کے خوبصورت آدمی تھے مگر بھینگے تھے' داڑھی پر سیاہ خضاب لگاتے تھے یہ عبدالملک کے چوتھے لڑکے تھے جو خلافت پر متمکن ہوئے' عبدالملک نے خواب میں محراب میں خود کو چار دفعہ پیشاب کرتے دیکھا تو انہوں نے اس کی تعبیر سعید بن المسیب سے دریافت کی تو انہوں نے اس کی تعبیر بتائی کہ ان کی پشت سے چار لڑکے خلافت پر متمکن ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہشام عبدالملک کے لڑکوں میں آخری خلیفہ ہوئے۔

ہشام اپنی خلافت کے دوران بڑے ہوشیار اور محتاط رہے' مال جمع کرنے اور بخل سے کام لینے میں بھی خاص طور مشہور تھے یہ ذکی و ذہین شخصیت کے مالک تھے ہر چیز کے حسن و قبح کو پرکھنے کی مہارت رکھتے تھے۔ ان میں بردباری اور وقارت و تمکنت بھی تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک شریف آدمی کو گالی دی اس نے جواب میں خلیفہ سے کہا آپ گالی دیتے ہیں حالانکہ آپ خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں۔ یہ سن کر خلیفہ ہشام بہت شرمندہ ہوا اور کہا تم مجھ سے اسی قسم کی کوئی بات کہہ کر مجھ سے انتقام لے لو۔ اس شخص نے جواب دیا کیا میں بھی تمہاری طرح نادان اور جاہل بن جاؤں۔ اس پر ہشام نے کہا تو پھر اس کا معاوضہ لے لو اس شخص نے جواب دیا میں کوئی معاوضہ بھی نہیں لوں گا اس پر ہشام نے کہا تو خدا کے لیے معاف کر دو' اس شخص نے کہا میں نے تمہیں خدا کے لیے معاف کیا' اس کے بعد ہشام نے عہد کیا کہ آئندہ وہ کبھی' ایسا نہیں کرے گا۔

اصمعی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے ہشام سے ہونے والی گفتگو کو اس طرح سنوایا' ہشام نے ایک شخص سے کہا تم مجھ سے اس طرح گفتگو کرتے ہو حالانکہ میں تمہارا خلیفہ ہوں۔ ایک مرتبہ ہشام کو ایک شخص پر غصہ آیا تو اس سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ ورنہ میں تمہاری کوڑے سے خبر لوں گا۔ علی بن الحسین مروان کے چار ہزار دینار کے مقروض تھے لیکن بنو مروان میں سے کسی نے علی بن الحسین سے اس کی بابت پوچھ گچھ نہیں کی جب ہشام خلیفہ ہوا تو اس نے ان سے پوچھا مجھ سے قرض تم پر کتنا باقی تھا علی بن الحسین نے جواب دیا بہت کچھ جس کا ہم پر احسان ہے ہشام نے جواب دیا جو کچھ بھی تم پر باقی ہے وہ ہم نے چھوڑا لیکن مؤلف کہتا ہے مجھے اس معاملہ میں کچھ کہنا ہے۔ علی بن الحسین کا انتقال ۹۴ھ میں ہوگیا تھا اور وہ ہشام کی خلافت سے گیارہ سال قبل دنیا سے اٹھ گئے تھے لہٰذا اس سوال وجواب اور قرض کی معافی کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے' ہشام خون ریزی کو نہایت برا سمجھتا تھا۔ ہشام کو زید بن علی اور ان کے بیٹے یحییٰ کا قتل نہایت ناگوار ہوا تھا اس نے کہا تھا اگر ان دونوں کے قتل کے عوض مجھے اپنی ساری دولت وملکیت بھی دینا پڑے تو مجھے اس سے بھی دریغ نہیں ہوگا۔ ایک آدمی نے ہشام کے پاس دو پرندے بطور تحفہ بھیجے اس وقت ہشام اپنے تخت کے وسط میں بیٹھا ہوا تھا ہشام نے جب حکم دیا کہ دونوں پرندے گھر میں بھیج دیجیے جائیں تو اس شخص نے کہا مجھے بھی لانے کا کچھ انعام ملنا چاہیے ہشام نے کہا دو پرندوں پر انعام مانگتے ہو۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس میں سے ایک پرندہ تم لے لو۔ عقال بن شیبہ بیان کرتے ہیں میں ہشام کے پاس پہنچا تو وہ گہرے سبز رنگ کی قبا پہنے ہوئے تھے انہوں نے مجھے خراسان جانے کی ہدایت کی لیکن میری نظر ان کی قبا پر ہی تھی۔ ہشام میرا مقصد سمجھ گئے کہنے لگے تمہیں کیا ہوا ہے آخر ٹکٹکی باندھے کیا دیکھ رہے ہو عقال کہتے ہیں میں نے کہا آپ کی یہ سبز قبا بہت اچھی لگتی ہے' میں نے خلافت سے قبل بھی اس طرح کی قبا آپ کے جسم پر دیکھی ہے۔ ہشام نے کہا خدا کی قسم میرے پاس اس کے سوا کوئی دوسری قبا نہیں ہے میرے پاس جو کچھ مال ہے وہ تم سب لوگوں کا ہے عقال کہتے ہیں یہ اگرچہ سچ ہے مگر ہشام کے بخیل ہونے میں بھی شک نہیں۔

ابوبکر بن ابی الدنیا نے ہشام کے میر منشی سالم کے حوالہ سے لکھا ہے جنہوں نے بتایا کہ ایک روز ہشام ایوان خلافت میں آیا تو سخت مغموم تھا اس موقع پر اس نے ابرش بن الولید کو اپنے پاس بلانے کے لیے کہا اور جب وہ آ گیا تو اس نے کہا امیر المومنین یہ آپ کا کیا حال ہوگیا ہے' ہشام نے کہا مجھے پریشانی کیوں نہ ہو اہل نجوم نے کہا ہے میں آج سے تینتیسویں دن ختم ہو جاؤں گا ابرش بن الولید نے کہا ہم نے یہ بات نوٹ کرلی ہے چنانچہ جب اس مدت کی آخری رات آئی تو ہشام کہہ رہا تھا میری دوا لاؤ حالانکہ دوا اس سے پہلے ہی اس کے پاس پہنچ چکی تھی بہرحال وہ دوا اس نے کھائی مگر اس کو درد کی سخت تکلیف تھی جو ساری رات رہی' پھر ہشام نے حکم دیا سالم تم اپنے گھر جاؤ مجھے اب پہلے سے افاقہ ہے اور دوا بھی میرے پاس موجود ہے' سالم کہتے ہیں میں وہاں سے چل پڑا اور ابھی گھر پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ لوگوں کی چیخ وپکار کی آواز کانوں میں آئی چنانچہ میں جب پہنچا تو ہشام انتقال کر چکے تھے۔ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے ہشام نے اپنے بیٹوں پر ایک نظر ڈالی جو اس کے گرد جمع تھے اور رو رہے تھے اس وقت ہشام نے ان سے کہا میں نے تمہارے لیے دینوی راہ ہموار کردی ہے مگر تم ہو کہ رو رہے ہو میں نے تمہارے لیے بہت کچھ دولت چھوڑی ہے اور جو کچھ حاصل کیا ہے تمہارے ہی لیے ہے۔ اگر اللہ نے ہشام کو نہ بخشا تو بہت برا انجام ہوگا۔ جب ہشام کا انتقال ہوگیا تو اس کے خزانے سر بمہر

کر دیئے گئے لیکن جب اس کے نہانے کے لیے پانی گرم کرنے کے لیے کوئلوں کی ضرورت ہوئی تو اس کے لیے پیسے نہ تھے حتیٰ کہ وہ عاریتاً مانگنے گئے۔

ہشام کی وفات اضافہ میں ربیع الآخر ۱۲۵ھ کی پچیس تاریخ کو بدھ کے دن ہوئی اس وقت اس کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں ساٹھ سال سے متجاوز ہوگئی تھی ان کی نماز الولید بن یزید نے پڑھائی جو ہشام کے بعد خلیفہ ہوا۔ ہشام کی مدت خلافت ۲۵ سال ایک ماہ تھی۔

مؤلف کہتا ہے جب ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوگیا تو بنی امیہ کی حکومت کا بھی گویا جنازہ نکل گیا اور جہاد وقتال کے معاملات بھی ٹھنڈے پڑ گئے اور بنی امیہ کے معاملات میں ایک گونہ اضطراب وخرابی پیدا ہونے لگی اور اگرچہ ان کی خلافت سات سال تک مزید چلتی رہی مگر اختلافات اور اضطراب بڑھتا ہی رہا حتیٰ کہ بنوعباس نے ان پر خروج کیا اور بنوامیہ کو اقتدار سے بالآخر محروم کر کے ان کے بہت سے لوگوں کو مار ڈالا اور خلافت پر کلیتاً قابض ہو گئے جس کا تفصیل حال مناسب موقع پر بیان ہوگا۔ انشاء اللہ۔

خدا کا شکر ہے البدایہ والنہایہ جزء نہم کی تکمیل ہوئی اس کے بعد جزء دہم شروع ہوگا جس کا آغاز ولید بن یزید عبدالملک کی خلافت سے ہوگا۔

جلد نہم ختم شد